طبع جدید اول

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

مدرس کامل مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کاشمیری
ناظم تعلیمات جامعہ امام ابوحنیفہؒ وسابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی
کی

تقریرِ کافیہ

زبان اور بیان کے نئے اسلوب میں

مرتب

سیف الدین

مفتی واستاد حدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد
سابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ علمیہ
محلہ جنگی پشاور
فون: 091-2580319

اول

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

مدرس کامل مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کاشمیری
ناظم تعلیمات جامعہ امام ابوحنیفہؒ وسابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی
کی

تقریر کافیہ

زبان اور بیان کے نئے اسلوب میں

مرتب
سیف الدین
مفتی واستاد حدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد
سابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ علمیہ
محلہ جنگی پشاور
فون: 091-2580319

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: .... تقریر کافیہ

مرتب: .... سیف الدین

مفتی واستاد حدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد

سابق استاد جامعہ فاروقیہ

تعداد: ۱۱۰۰

طبع چہارم: ۲۰۰۹

طابع: .... محمد عباس

ناشر: .... مکتبہ علمیہ

محلہ جنگی پشاور فون: 091-2580319

انتساب

ان **والدین** کے نام جنہوں نے خود سولہ سال اکلوتے بیٹے سے دوری کے غم جھیلے اور مجھے ہر طرح کی فکر سے بے غم رکھا۔

اور

مادر علمی **جامعہ فاروقیہ کراچی** کے نام جس نے سولہ سال تک اپنی محبت بھری گود میں جگہ دی۔

اور

ان **اساتذہ کرام** کے نام جن کی شبانہ روز کوششوں اور دعاؤں سے بندہ اس قابل ہوا۔

عرض ناشر

یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ کافیہ کی حیثیت علم نحو میں ریڑھ کی ہڈی جیسی ہے اس لئے کہ علم نحو کے تمام ضروری مسائل اس میں موجود ہیں ہندو پاک کے تمام مدارس عربیہ میں اس کی اہمیت کے پیش نظر شامل نصاب ہے ہندو پاک افغانستان اور ایران کا کوئی عالم ایسا نہیں ہے جس نے اس کا سبق درساً حاصل نہ کیا ہو علماء کرام نے ہر دور میں اس کی تشریح وتوضیح کی طرف توجہ دی ہے یہ شرح بھی ان شروحات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے لیکن اس میں بلاوجہ کی غیر متعلق بحثیں نہیں کی گئیں جن سے عام طور پر اردو کی شروحات خالی نہیں اس میں صرف مسائل نحو کو آسان زبان وبیان میں پیش کیا گیا ہے۔

اس میں مبتدی طلباء کی رعایت کا خوب خیال رکھا گیا ہے تا کہ صرف مسائل نحو خوب ذہن نشین ہو جائیں انشاء اللہ یہ کتاب پڑھنے اور استفادہ کرنے والوں کے لئے مختصر مگر ضروری معلومات کی حد تک بہترین مواد فراہم کرے گی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو طلباء کیلئے اور ناشر و مؤلف ومعاونین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

طالب دعا

محمد عباس

مکتبہ علمیہ محلہ جنگی پشاور

پیش لفظ

یہ آج سے تقریباً گیارہ سال پہلے کی بات ہے جب بندہ ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ فاروقیہ کراچی میں درجہ ثالثہ کا طالب علم تھا کافیہ کا سبق استاذ محترم اسم بامسمیٰ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کاشمیری دامت برکاتھم (حال ناظم جامعہ امام ابوحنیفہ) کے پاس تھا۔ حضرت کی تقریر انتہائی سہل اور پرمغز ہوتی تھی۔ پہلے سبق کا اجمالاً خلاصہ اور پھر اسی اجمال سے تفصیل ہوتی تھی (کاپی کے مطالعہ کے دوران ہر ہر صفحہ سے اس کا اندازہ ہوگا انشاء اللہ) فقیر دوران درس ہی حضرت کی تقریر کو اسی انداز میں مختصراً قلمبند کیا کرتا تھا اور بعد میں دوسری کاپی میں نقل کرتا تھا۔

یہ دوسری کاپی میں نقل کرنے کا کام مبنیات تک پہنچ گیا تھا کہ سالانہ امتحان شروع ہونے لگے تو ساتھیوں کا تقاضا ہوا کہ اب تک جو کام ہوا ہے اسی کی فوٹو کاپی کرالی جائے باقی بعد میں مکمل کر لیں ساتھیوں کی رائے ایسی نہیں تھی کہ جسے رد کیا جاتا اور خود بندہ بھی امتحان کی تیاری کی وجہ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا تھا اسلئے اصل کاپی پر لکھنے کا کام موقوف کردیا۔ (اب انشاء اللہ عنقریب مبنیات کا حصہ بھی شائع ہونے والا ہے)

عرصے کے بعد جب بندہ کو جامعہ محمدیہ F-6/4 اسلام آباد میں کافیہ پڑھانے کا موقع ملا تو اس کاپی میں ضروری کمی بیشی کے بعد طلباء کے خدمت میں پیش کرنے شرف حاصل کر رہا ہوں اس کاپی سے اگر کسی کو فائدہ پہنچے تو وہ میرے استاذ کا صدقہ جاریہ ہے اور اگر غلطی نظر آئے تو وہ میرے سوء فہم کا نتیجہ ہے۔ اول پر دعا اور ثانی پر اصلاح فرمادیں اور یہی اصل علم کی شان ہے اس کاپی کو منظر عام پر لانے کیلئے جن میرے عزیز طلبہ نے تعاون کیا اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شان کے مطابق علم و عمل سے نوازے۔ (آمین)

سیف الدین
جامعہ محمدیہ ایف سکس فور اسلام آباد

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات مصنف رحمہ اللہ

نام:۔ عثمان، کنیت ابوعمرو، لقب جمال الدین، مشہوریت ابن حاجب۔نسب نامہ یوں ہے جمال الدین ابوعمرو، عثمان ابن عمرابی بکرابن یونس۔

وجہ مشہوریت:۔ عثمان کے والد ''عمر'' خلیفہ'' عزالدین'' الکردی کے دربان تھے اور دربان کو عربی زبان میں حاجب کہتے ہیں اس لئے مصنفؒ ابن حاجب (دربان کے بیٹے) کے نام سے مشہور ہوئے، اور ابن حاجب خود قبیلہ کرد سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت:۔علامہ ابن حاجبؒ مصر کے مضافات میں بستی ''اسنا'' میں ۵۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:۔ ابتدائی تعلیم قاہرہ میں حاصل کی اور یہیں فقہ مالکیؒ کی تحصیل بھی کی ان کے استادوں میں امام شاطبی (م ۵۹۰) اور ماہر قانون ابومنصور انباری شامل ہیں۔

تدریس:۔ ابن حاجبؒ نے تدریس کا شغل اختیار کیا چنانچہ اس کے لئے قاہرہ سے دمشق گئے جہاں جامع اموی کے زاویہ مالکی میں تعلیم دینے پر مامور ہوئے اور ایک عرصہ تک فقہ مالکی کی تعلیم دیتے رہے۔

مقام:۔ عظیم مؤرخ ابن خلکان فرماتے ہیں کان من احسن خلق اللہ ذھناً اللہ کی مخلوق میں سے ذہین ترین آدمی تھے، علامہ جامیؒ فرماتے ہیں: کہ مشرق ومغرب میں سب سے مشہورترین عالم تھے۔

وفات:۔ دمشق سے قاہرہ گئے اور قاہرہ سے اسکندریہ کی راہ لی جہاں ۲۶ شوال ٦۴٦ھ میں وفات پائی۔

تصانیف:۔ ابن حاجب رحمہ اللہ نے صرف ونحو، علم عروض اور فقہ مالکی پر تصنیفات کی ہیں

لیکن ان کی شہرت ایک نحوی کی حیثیت سے زیادہ ہے۔ چند تصانیف یہ ہیں (۱) **الکافیہ**، نحو کے اہم متون میں سے ہے۔ (۲) **شافیہ**، صرف پر متداول رسالہ ہے (۳) **المقصد الجلیل فی علم الخلیل**، علم عروض میں ہے (۴) **القصیدة الموشحة باسمآء المؤنثة**، متعلق بہ مذکر شکل کے مؤنث اسماء۔ (۵) **رسالة فی العشر** (۶) **منتهی الاصول فی علم الاصول و الجدل**، اصول فقہ مالکی کی اہم کتاب ہے۔ (۷) **مختصر ابن حاجب فی فقه المالکی**. حال ہی میں یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

نحو کی ضرورت:۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان چونکہ صرف اہل عرب ہی ہوا کرتے تھے اور عربی چونکہ ان کی مادری زبان تھی اسلئے قرآن کو صحیح طریقہ سے پڑھتے تھے مگر جب اسلام کو ترقی ہوئی اور عجم بھی اسلام میں داخل ہوگئے تو اس وقت چونکہ کلام پاک پر اعراب وغیرہ نہیں لگائے گئے تھے تو بعض اہل عجم نادانی کی وجہ سے قرآن کو غلط پڑھتے تھے یعنی زبر کی جگہ زیر اور پیش وغیرہ پڑھتے تھے، چنانچہ ایک مشہور واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک دیہاتی آیا جو کہ عربی زبان سے ناواقف تھا تو اس نے قرآن کی آیت **ان اللّٰہ بریءٌ من المشرکین ورسولُه** کو "**رسولِه**" یعنی ضمہ کے بجائے کسرہ کے ساتھ پڑھا جس سے ترجمہ بالکل غلط ہوتا ہے پہلی (ضمہ کی) صورت میں آیت کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ (اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں) مگر دوسری (کسرہ کی) صورت میں ترجمہ یہ ہوگیا کہ (اللہ اپنے رسول اور مشرکین سے بری ہیں) پہلی صورت میں رسول کا عطف لفظ اللہ پر ہوتا تھا لیکن دوسری صورت میں اس کا عطف مشرکین پر ہوا جس کی وجہ سے معنی بدل گئے۔ تو حضرت علیؓ نے فوراً اپنے شاگرد ابوالاسودؒ (جو کہ مشہور تابعی ہیں) سے فرمایا کہ لکھو، تو انہوں نے فرمایا کہ کیا لکھوں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ لکھو کہ **کل فاعل مرفوع و کل مفعول منصوب و کل مضاف الیه مجرور** اور دیگر کچھ قوانین بھی لکھوا دیئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نحو کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ لوگ کلام عرب وخصوصاً کلام پاک میں غلطیاں کرنے لگ گئے تھے تو ایسے قواعد کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جن کو ملحوظ رکھنے سے غلطی سے بچا جا سکے اور انہی قواعد کا نام ''نحو'' ہے۔

نحو کا واضع:۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نحو کے قاعدے سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وضع کیے اس لئے وہ واضع اول ہیں اور اس کے بعد امام خلیل احمدؒ کے دور میں نحو کی تکمیل ہوگئی۔

نحو کی تعریف:۔ لغت میں نحو کے بہت سے معانی آتے ہیں ان میں سے نو یہ ہیں ارادہ، طرف، قبیلہ، پھیرنا، مقدار، مثل، قسم یعنی نوع، اعراض، حفاظت۔ ان میں سے پہلے سات اس شعر میں بالترتیب جمع ہیں

نحونا نحونحوک یا حبیبی   نحونا نحو الف من رقیبی

وجدناهم جیاعاً نحو قلبی   تمنوا منک نحواً من زبیب

اعراض کی مثال قدوری کی عبارت ثم یتنحیٰ عن ذالک المکان حفاظت کی مثال، حضرت علیؓ کا قول ہے نحویوں کے حق میں قیامت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا

یا ملائکتی انحوهم عن النار کما نحوا کلامی عن الخطایا.

نحو کی اصطلاحی تعریف:۔ النحو علم باصول یعرف بها احوال اواخر الکلم الثلاث من حیث الاعراب والبناء و کیفیة الترکیب بعضها مع بعض.

نحو کا موضوع:۔ الکلمة والکلام.

نحو کی غرض وغایت:۔ صیانة الذهن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب من حیث الاعراب.

علم النحو کے موضوع کے متعلق اعتراض:۔

سوال:۔آپ نے علم النحو کا موضوع کلمہ اور کلام یعنی دو موضوع ذکر کیے ہیں حالانکہ علم ایک ہے،اور تعدد موضوع مستلزم ہوتا ہے تعدد علم کو تو آپ نے ایک علم کے دو موضوع کیوں ذکر کیے؟

جواب:۔ تعدد کی دو قسمیں ہیں، لفظی ومعنوی

تعدد معنوی مستلزم ہوتا ہے تعدد علوم کو۔لیکن تعدد لفظی تعدد علوم کو مستلزم نہیں ہوتا، تو یہاں پر تعدد لفظی ہے تعدد معنوی نہیں کیونکہ حقیقت میں نحو کا موضوع ہے اللفظ الموضوع للمعنی

اعتراض:۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ موضوع کسی چیز کا وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے اور علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام کہہ دیا۔حالانکہ اس میں مرکبات سے بھی بحث ہوتی ہے پھر مرکبات کو کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب:۔ مرکبات اور اس کے ساتھ جتنی چیزوں کی بحث ہوتی ہے وہ بالآخر کلمہ ہی کی طرف لوٹتی ہے اس لئے ان کو ذکر نہیں کیا گویا کہ یہی اصل ہے۔

اعتراض:۔تو پھر کلام کو الگ سے کیوں ذکر کیا؟ کلام بھی تو آخر میں کلمہ ہی کی طرف لوٹتا ہے۔

جواب:۔ کلام کی تمام ابحاث کلمہ کی طرف نہیں لوٹتیں، اس لئے کلام کو الگ ذکر کیا۔

سوال:۔کلمہ کو کلام پر مقدم کیوں کیا؟ حالانکہ کلام سے فائدہ تامہ حاصل ہوتا ہے اور کلمہ سے نہیں۔

جواب:۔ کلمہ مفرد ہے اور کلام مرکب ہے اور مفرد مرکب پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے کلمہ کو کلام پر مقدم کیا۔

مصنف پر اعتراض:۔ مصنف کو بسم اللہ کے بعد اللہ کی حمد بیان کرنی چاہیے تھی لیکن مصنفؒ نے بسم اللہ کے بعد حمد کو چھوڑ کر قرآن وحدیث اور اسلاف کے طریقے کی مخالفت کیوں کی؟

جواب:۔ مصنفؒ نے تواضع اور انکساری کی وجہ سے حمد چھوڑ دی ہے۔

اعتراض:۔ حمد کا چھوڑنا تواضع نہیں، بلکہ حمد کا ذکر کرنا یعنی حمد بیان کرنا تواضع ہے۔

جواب:۔ حمد کو ترک کرنے کی دو صورتیں ہیں۔(۱) ترک کرنے کو عبادت سمجھنا یہ ناجائز ہے (۲) حمد کو اس لئے ترک کرنا کہ میرا یہ عمل حقیر ہے، حمد کے لائق نہیں۔ یہ جائز ہے اور مصنفؒ نے جو حمد کو ترک کیا ہے وہ اس لئے کہ میری یہ چھوٹی سی کتاب ہے، یہ کہاں حمد کے لائق ہے دوسرے مصنفین نے جو بڑی کتابیں لکھی ہیں وہ اس کے لائق ہیں کہ ان کے شروع میں حمد لکھی جائے۔

اعتراض:۔ کچھ بھی ہو مگر قرآن کی خلاف ورزی تو پھر بھی ہوگئی، کیونکہ قرآن کی ابتداء میں بسم اللہ کے بعد الحمد ہے۔

جواب:۔ قرآن شریف کی خلاف ورزی نہیں ہوئی، اس لئے کہ قرآن مجید کی سب سے پہلی آیات اقرأ باسم ربک الذی تا مالم یعلم ہیں اور یہاں بسم اللہ کے بعد حمد نہیں ہے۔

اعتراض:۔ پھر حدیث پر عمل نہ ہوا، کیونکہ حدیث میں ہے "کل امر ذی بال لم یبدء بحمد الله فهو اقطع" یعنی جو کام اللہ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ دم بریدہ (دم کٹا) ہوتا ہے۔

جواب:۔ حدیث شریف میں حمد سے شروع کرنے کا ذکر ہے، حمد کے لکھنے کا ذکر نہیں، تو مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ مصنفؒ نے کتاب لکھنے سے پہلے حمد پڑھی ہو۔

اعتراض:۔ پھر بسم اللہ کو بھی نہ لکھتے صرف پڑھنا ہی کافی ہوتا،

جواب:۔ بسم اللہ کے لکھنے کا حکم ہے صرف پڑھنا کافی نہیں حدیث شریف میں آیا ہے جس

کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کتاب یا خط لکھے تو بسم اللہ لکھ دے اس وجہ سے بسم اللہ کو لکھ دیا

الكلمة لفظ وضع لمعنى مفرد

الف لام کی قسمیں!

الف لام کی دو قسمیں ہیں۔ اسمی، حرفی

الف لام اسمی:۔ الف لام اسمی وہ ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے اور اسم موصول ہوتا ہے۔ جیسے الضارب ، الضاربة، المضروب، المضروبة.

الف لام حرفی:۔ الف لام حرفی وہ ہوتا ہے جو الف لام اسمی کے علاوہ ہو۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ زائدہ، غیر زائدہ

الف لام زائدہ:۔ الف لام زائدہ وہ ہے جس کو گرا دینے سے کلام کے مقصودی معنی میں کوئی فرق نہ آئے۔ جیسے حضرت علیؓ کا شعر ہے

ولقد امرّ على اللئيم يسبّني فمضيت ثمه و قلت له لا يعنيني

ترجمہ:۔ میں ایک ایسے آدمی کے پاس سے گذرا جو مجھے گالیاں دے رہا تھا تو میں وہاں سے گذرا اور (دل میں) کہہ دیا کہ یہ مجھے مراد نہیں لے رہا۔ (یعنی یہ مجھے گالیاں نہیں دے رہا) یہاں اللئيم پر الف لام زائدہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ يسبّني اس کی صفت واقع ہو رہا ہے جو کہ نکرہ ہے، اسلئے کہ یہ جملہ ہے اور جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے، اور اللئيم بھی نکرہ ہے اور اس پر جو الف لام ہے وہ زائدہ ہے کیونکہ اگر الف لام کو زائدہ نہیں مانو گے تو اللئيم معرفہ ہوگا اور يسبّني نکرہ، تو موصوف صفت میں مطابقت نہیں رہے گی جبکہ موصوف اور صفت میں تعریف اور تنکیر (معرفہ و نکرہ) کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللئيم کا الف لام زائدہ ہے اور یہ نکرہ ہے۔

الف لام زائدہ کی اقسام:۔ الف لام زائدہ کی پھر دو قسمیں ہیں۔لازم وغیر لازم پھران میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

لازم عوضی، لازم غیر عوضی، غیر لازم عوضی، غیر لازم غیر عوضی۔

الف لام زائد لازم عوضی:۔ جیسے لفظ اللّٰہ ۔**الف لام لازم غیر عوضی:۔** جیسے النجم، الثریا۔ **الف لام غیر لازم عوضی:۔** جیسے الناس کا الف لام۔**الف لام غیر لازم غیر عوضی:۔** جیسے فیاالغلامان الذان فرا ایا کما ان تکتسباشرا میں الغلامان کا الف لام۔

ترجمہ:۔ اے بھاگنے والے دولڑکو تم اپنے آپ کو شر سے بچاؤ۔

فائدہ:۔ لفظ اللّٰہ اصل میں الٰہ تھا ہمزہ ثانی کو حذف کیا اور اس کے عوض میں لام لایا اور لام کو لام میں مدغم کر دیا تو اللّٰہ ہوا۔الناس اصل میں اناسٌ تھا،ہمزہ حذف کر کے اس کے عوض میں الف لام لایا تو الناس ہوا،

اعتراض:۔ لفظ اللّٰہ ، یالناس ، النجم اور فیاالغلامان کے الف لام کو تو آپ نے زائد کہا اور الف لام زائد نکرہ ہوتا ہے جب کہ لفظ اللّٰہ بھی معرفہ ہے اور الغلامان بھی، کیونکہ الغلامان کی صفت الذان......الخ ہے جو کہ معرفہ ہے۔

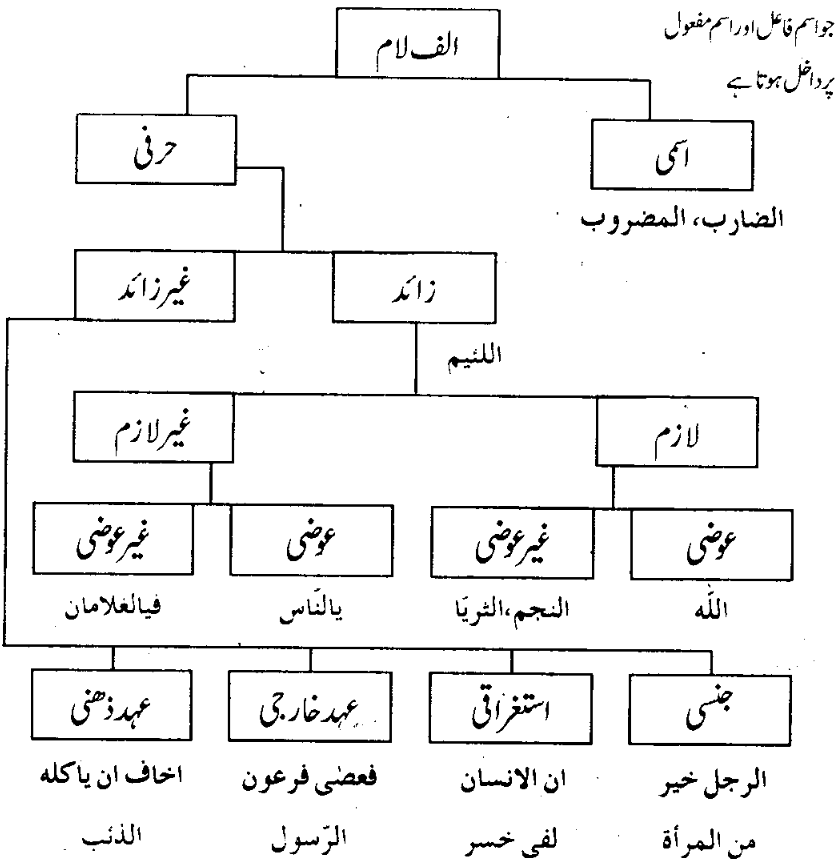
جواب:۔ لفظ اللّٰہ علم ہے ذات باری تعالیٰ کا یہ الف لام کے دخول سے پہلے ہی سے معرفہ ہے لہٰذا معرفہ بننے کیلئے الف لام کا محتاج نہیں۔اور الغلامان بھی یا حرف ندا کی وجہ سے معرفہ ہے الف لام کا محتاج نہیں۔

الف لام غیر زائد کی اقسام:۔

الف لام غیر زائد کی چار قسمیں ہیں: جنسی، استغراقی، عھد ذھنی، عھد خارجی

وجہ حصر: الف لام ماہیت پر دلالت کرے گا یا افراد پر، اگر ماہیت پر دلالت کرے تو جنسی ہے جیسے ,,الرّجل خیرٌمن المرأة ،،اور اگر افراد پر دلالت کرے یا جمع افراد پر دلالت کرے گا یا بعض پر، اگر جمع افراد پر دلالت کرے تو استغراقی ہے جیسے ,,ان الانسان لفی خسر ،،اگر بعض افراد پر دلالت کرے تو وہ بعض خارج میں موجود ہوں گے یا نہیں، موجود ہوں تو عہد خارجی ہے جیسے ,,فعصٰی فرعون الرّسول،،اگر موجود نہ ہوں تو عہد ذہنی ہے جیسے ,,اخاف ان یأکله الذئب،،

نقشہ



الکلمة

الکلمة کے الف لام کے بارے میں بحث: الکلمة میں الف لام اسمی تو ہو نہیں سکتا، اس لئے کہ الف لام اسمی اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے۔ اور نہ ہی الف لام زائدہ ہوسکتا ہے، کیونکہ یہ الکلمة مبتداء واقع ہے اور مبتداء معرفہ ہوتا ہے، جب کہ الف لام زائد نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اب اگر الف لام غیر زائد ہے تو پھر اس کی کون سی قسم ہے تو سب سے پہلے یہ کہ یہاں پر (۱) الف لام جنسی نہیں ہوسکتا، کیونکہ جنس قلیل اور کثیر سب کو شامل ہوتی ہے، اور یہاں پر ''ۃ'' وحدت کی ہے تو اسی وجہ سے (کہ جنس قلیل اور کثیر دونوں کے لئے آتی ہے اور تائے وحدت صرف واحد کیلئے ہے تو) یہ دونوں جمع نہیں ہوسکتے، یعنی واحد اور جمع کا جمع ہونا ممتنع ہے، اس لئے یہاں الف لام جنسی نہیں ہوسکتا۔

(۲) دوسرا احتمال یہ ہوسکتا تھا کہ یہ الف لام استغراقی ہو، تو یہاں الف لام استغراقی بھی نہیں، کیونکہ الف لام استغراقی تو وہ ہوتا ہے جو جمیع افراد کو شامل ہو، اور یہاں ''ۃ'' وحدت کی ہے اس لئے یہاں دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔

(۳) پھر عہد خارجی کا امکان تھا، تو عہد خارجی بھی نہیں، اس لئے کہ اس پر عہد خارجی کی تعریف صادق نہیں آتی، کیونکہ اس کے خارج میں کوئی افراد معلوم نہیں۔

(۴) چوتھا اور آخری احتمال یہ تھا کہ یہاں پر الف لام عہد ذھنی کا ہو، تو یہ بھی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہاں ذھن میں کوئی افراد موجود نہیں۔ اسی طرح عہد ذھنی ماننے کی صورت میں مبتداء کا نکرہ ہونا لازم آئیگا کیونکہ عہد ذھنی نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

مسئلہ الف لام کا حل:۔

سوال:۔ جب آپ نے یہ کہہ دیا کہ الکلمة میں الف لام زائد نہیں اور غیر زائد کی اقسام میں سے بھی کوئی نہیں تو آخر الف لام کون سا ہے؟

جواب:۔ اس میں دو احتمال ہیں۔ جنسی اور عہد خارجی۔

سوال:۔ جنس اور وحدت جمع نہیں ہو سکتے تو پھر آپ یہاں پر الف لام کو جنسی کیسے مانتے ہیں؟

جواب:۔ (۱) یہاں پر ''ۃ'' وحدت کی نہیں بلکہ تانیث کی ہے۔ (۲) اگر ''ۃ'' وحدت کی مان لی جائے تب بھی یہ الف لام جنسی ہی ہوگا، کیونکہ وحدت کی چار قسمیں ہیں۔ نمبر۱ فردی جیسے زید نمبر۲ صنفی جیسے الرجل نمبر۳ نوعی جیسے الانسان نمبر۴ جنسی جیسے الحیوان تو ان میں سے صرف فردی کا جنس کے ساتھ جمع ہونا ممنوع ہے اور یہاں پر ''ۃ'' وحدت فردی کیلئے نہیں ہے۔

سوال:۔ عہد خارجی کس طرح بن سکتا ہے جبکہ اس کے افراد خارج میں موجود نہیں۔

جواب:۔ یہاں پر خارج میں افراد موجود ہیں اور وہ یہ کہ یہاں کلمہ سے مراد وہ کلمہ ہے جو نُحات کے منہ سے نکلے۔

کلمۃ کے بارے میں بحث:۔

جمہور علماء کے نزدیک کلمہ جامد ہے اور بعض کے نزدیک مشتق ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ کلمہ کَلْم سے مشتق ہے۔

سوال:۔ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان لفظی و معنوی مشابہت ضروری ہے تو یہاں کیا مشابہت ہے؟

جواب:۔ یہاں لفظی مشابہت تو ظاہر ہے کہ دونوں میں حروف ک، ل اور م ہیں اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ کلم کے معنی زخم کے آتے ہیں اور زخم میں اثر ہوتا ہے ایسے ہی کلمہ اور کلام میں بھی اثر ہوتا ہے اور بعض دفعہ کلمہ کا اثر زخم کے اثر سے سخت ہوتا ہے۔ جیسے کہ

حضرت علیؓ کا شعر ہے

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

ترجمہ:۔ تلوار کا زخم تو بھر جاتا ہے مگر زبان کا زخم کبھی نہیں بھرتا۔

اور مشابہت کی تین قسمیں ہیں۔ مطابقی ، تضمنی ، التزامی اور یہاں پر مشابہت التزامی ہے۔

کلم کے بارے میں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جمع ہے مگر جمہور علماء کے نزدیک یہ جنس ہے اور اس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے۔

دلیل جمہور:۔ (۱) جمہور علماء کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ الیہ یصعد الکلم الطیب اگر کلم جمع ہوتی تو اسکی صفت الطیبة یا الطیبات آتی مگر یہاں پر اس کی صفت الطیب آئی ہے جو اس بات پر دال ہے کہ الکلم جمع نہیں بلکہ جنس ہے۔

(۲) کَلِمٌ یعنی فَعِلٌ کے وزن پر کوئی جمع نہیں آتی یہ جمع کے اوزان میں سے نہیں۔

بعض علماء کی دلیل:۔ بعض علماء کی دلیل یہ ہے کہ کلم جمع ہے کیونکہ اس کا اطلاق دو سے زیادہ پر ہوتا ہے اگر یہ جمع نہ ہوتی تو اس کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا۔

جواب:۔ جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اعتبار وضع کا ہوتا ہے استعمال کا نہیں اور کلم کی وضع واحد تثنیہ جمع سب کے لئے ہوئی ہے۔

لفظ

لفظ لغت میں رمی یعنی پھینکنے کے معنیٰ میں آتا ہے اور عقلاً اس کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

نمبر ۱: لفظ ہو اور من الفم ہو جیسے زید قائم.

نمبر ۲: لفظ ہو اور من غیر الفم ہو اس کی کوئی مثال نہیں البتہ کمپیوٹر کی آواز کو مثال بنا سکتے ہیں۔

نمبر۳: غیر لفظ من غیر الفم ہو جیسے لفظت الرحیٰ الدقیقة (چکی نے آٹا پھینک دیا)

نمبر۴: غیر لفظ من الفم ہو جیسے: ,,اکلت التمرة و لفظت النواة،،

اصطلاحی تعریف:۔

ما یتلفظ به الانسان قلیلاً کان او کثیراً، موضوعاً کان او مهملاً، حقیقتاً کان او حکماً، مفرداً کان او مرکباً.

اعتراض ا:۔ آپ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ضمائر وغیرہ خارج ہو گئے کیونکہ ان کا تلفظ نہیں ہوتا مثلاً جب آپ نے ''اضرب'' کہا تو انت کی ضمیر اس میں موجود ہوتی ہے مگر آپ نے اس کا تلفظ نہیں کیا۔

جواب:۔ ہماری تعریف عام ہے کیونکہ ہم نے تعریف میں حقیقتاً کان او حکماً کہہ دیا تھا تو ضمائر کا اگر چہ حقیقتاً تلفظ نہیں ہوتا مگر حکماً ان کا بھی تلفظ ہوتا ہے، اس لئے وہ بھی شامل ہیں۔

اعتراض ۲:۔ مایتلفظ به الانسان سے ظاہراً موضوع لفظ سمجھ میں آتا ہے اس وجہ سے آپ کی تعریف سے مہملات خارج ہو گئے۔

جواب:۔ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ہماری تعریف عام ہے کیونکہ موضوعاً کان او مهملاً میں سب داخل ہو گئے۔

اعتراض ۳:۔ آپ کی تعریف سے مرکبات خارج ہو گئے کیونکہ ما یتلفظ به الانسان سے ظاہراً مفرد سمجھ میں آتا ہے۔

جواب:۔ ہم نے تعریف میں مفرداً کان او مرکباً کہہ کر اس کا جواب پہلے سے ہی دے دیا ہے۔

اعتراض ۴:۔ آپ کی تعریف مایتلفظ به الانسان یعنی جوانسان تلفظ کرے، سے انسانوں کے علاوہ کا کلام خارج ہو گیا جیسے اللہ کا کلام (قرآن شریف) اور فرشتوں کا کلام جیسے ان کا ایک شعر ہے

ان فی الجنة نهراً من لبن لعلی و حسین و حسن

ترجمہ:۔ بے شک جنت میں حضرت علیؓ، حسینؓ اور حسنؓ کیلئے دودھ کی ایک نہر ہے۔ اور جنات کا کلام جیسا کہ ان کا ایک شعر ہے

قبرُ حرب بمکان قفر ولیس قرب قبرِ حربٍ قبرٌ

ترجمہ:۔ حرب کی قبر ایسی جگہ پر ہے جو چٹیل میدان ہے اور حرب کی قبر کے قریب کوئی قبر نہیں۔

جواب:۔ ہماری تعریف جامع ہے کیونکہ ہم نے تعریف میں قلیلاً کان او کثیراً جب کہہ دیا تو یہ سب اس میں داخل ہو گئے کیونکہ ان کا تلفظ اگر چہ کم ہوتا ہے مگر پھر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے قلیلا کے تحت یہ بھی داخل ہو گئے۔

ترکیب الکلمة لفظٌ:۔

سوال:۔ یہ جملہ ترکیب کے اعتبار سے مبتداء اور خبر واقع ہے اور مبتداء اور خبر میں باعتبار تذکیر و تانیث کے مطابقت ضروری ہے پھر یہاں مطابقت کیوں نہیں؟

جواب:۔ مبتداء اور خبر میں مطابقت اس وقت ضروری ہے جب چھ شرطیں پائی جائیں اگر ان میں سے کوئی بھی شرط موجود نہ ہو تو مطابقت ضروری نہیں اور وہ شرطیں درج ذیل ہیں۔

نمبر ا:۔ مبتداء اور خبر میں مطابقت اس وقت ضروری ہے جب خبر اسم مشتق ہو اگر خبر اسم مشتق نہ ہو تو مطابقت ضروری نہیں۔ جیسے الکلمة لفظ

نمبر۲:۔ مبتداء اور خبر دونوں اسم ظاہر ہوں ورنہ مطابقت ضروری نہیں۔ جیسے هی اسمٌ

نمبر۳:۔ خبر میں ضمیر ہو جو لوٹ رہی ہو مبتداء کی طرف جیسے زیدٌ ضربَ اگر خبر میں ایسی ضمیر نہ ہو جو مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہو تو مطابقت ضروری نہیں ہے جیسے زینب و سقر و ماه و جور ممتنع اب اگر یہاں پر مبتداء کی رعایت ہوتی تو زینب وغیرہ کی وجہ سے خبر کو ممتنعة آنا چاہیے تھا، لیکن چونکہ یہاں ممتنع میں ضمیر نہیں بلکہ اس کا فاعل صرفه محذوف ہے اسلئے مؤنث نہیں لایا۔

نمبر۴:۔ خبر ایسی صفت نہ ہو جو تذکیر و تانیث دونوں کو برابر ہو ورنہ مطابقت ضروری نہیں جیسے الامرأة جریح یہاں خبر جریحٌ ہے جو کہ فعیلٌ کے وزن پر ہے اور فعیلٌ کا وزن تذکیر و تانیث کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔

نمبر۵:۔ خبر ایسی صفت نہ ہو جو مؤنث کے ساتھ خاص ہو جیسے (احترازی مثال) الامرأة طالقٌ طلاق عورت کے ساتھ خاص ہے اسلئے یہاں مطابقت کیلئے طالقة نہیں کہتے۔

نمبر۶:۔ خبر ایسی اسم تفضیل نہ ہو جو مِنْ کے ساتھ مستعمل ہو ورنہ مطابقت ضروری نہیں جیسے الصلوٰة خیر من النوم.

وضع

لغوی تعریف:۔ لغت میں وضع کے معنی رکھنے اور متعین کرنے کے آتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:۔ تخصیص شئی بشئی بحیث متیٰ اطلق او احس الشئی الاول فهم منه الشئی الثانی.

ترجمہ:۔ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اس طرح خاص کرنا کہ پہلی شئی سے دوسری شئی

سمجھ میں آجائے۔ پہلی شئی جس سے علم ہوا ہے اسے موضوع اور دوسری شئی جسکا علم ہوا ہے اسے موضوع لہ کہتے ہیں جیسے ریل کو روکنے کیلئے سرخ بتی کا جلانا، سرخ بتی موضوع ہے اور ریل کو روکنے کا حکم موضوع لہ ہے۔ (باقی تفصیل منطق میں موجود ہے)

اعتراض:۔ آپ کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ اس سے حروف خارج ہو گئے اس لئے کہ آپ نے تعریف میں کہدیا ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کیلئے اس طرح خاص کر دینا کہ پہلی چیز سے دوسری چیز سمجھ میں آجائے اور یہاں حروف کے اپنے معنی کسی چیز کے ملانے کے بغیر سمجھ میں نہیں آتے تو اس سے دوسرے کا معنی کس طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

جواب ۱:۔ حروف بھی وضع کی تعریف میں داخل ہیں کیونکہ متیٰ اطلق سے مراد اطلاق صحیح ہے اور حروف میں اطلاق صحیح اس وقت ہوتا ہے جب ان کے ساتھ کوئی دوسرا کلمہ ملا دیا جائے اب اگر حروف کے ساتھ کوئی دوسرا کلمہ ملا دیا جائے تو اس سے دوسرا معنی سمجھ میں آجاتا ہے جیسے سرت من البصرة الی الکوفة.

جواب ۲:۔ متیٰ اطلق ......الخ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو اہل لسان اپنے محاورات میں استعمال کرتے ہیں اور اہل لسان حروف کو بغیر کسی کلمہ کے ملائے استعمال نہیں کرتے اور جب اہل لسان حروف کو بغیر کسی کلمہ کے ملائے استعمال نہیں کرتے تو اس سے معلوم ہوا کہ حروف بھی وضع کی تعریف میں داخل ہیں کیونکہ حروف کو جب کسی کلمہ کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے تو اس صورت میں معنی سمجھ میں آجاتا ہے

لمعنی

لغوی تعریف:۔ لغت میں معنی کے معنی قصد کرنے اور ارادہ کرنے کے آتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:۔ ما یقصد بشئی یعنی جس کا کسی چیز سے ارادہ کیا جائے۔ (جو

کسی شئی سے مقصود ہو)

معنی کا صیغہ:۔ معنی کے صیغے کے بارے میں تین احتمال ہیں (۱) اسم مفعول (۲) اسم ظرف (۳) مصدر میمی۔

(۱) یہ اسم مفعول نہیں بن سکتا کیونکہ اس کا وزن اسم مفعول کے وزن پر نہیں۔

(۲) اسم ظرف بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں ترجمہ غلط ہو جائے گا اور ترجمہ یہ بنے گا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو مکانِ قصد کے لئے وضع کیا گیا ہو، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ کلمہ وہ لفظ ہے جو متکلم کے مقصود پر دلالت کرے۔ اس لئے ظرف کا صیغہ بھی نہیں ہوسکتا۔

(۳) یہ مصدر میمی بھی نہیں بن سکتا اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ معنی غلط ہو جائے گا اور ترجمہ یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جس کو نفسِ قصد کیلئے وضع کیا گیا ہو حالانکہ یہ بھی درست نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر یہ تینوں احتمال صحیح نہ ہوں تو پھر یہ کون سا صیغہ ہے؟

جواب:۔ تینوں احتمال درست ہیں۔ اسم مفعول، اسم ظرف، مصدر میمی۔

(۱) اسم مفعول:۔ معنی اسم مفعول کا صیغہ ہے یہ اصل میں معنویٌ تھا مرمیٌ کی طرح، واؤ کو یا کر دیا پھر نون کے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا پھر ایک یا کو حذف کر دیا پھر نون کے کسرہ کو فتح سے تبدیل کر دیا، یا، متحرک ماقبل مفتوح یا کو الف سے تبدیل کر دیا، الف اور نون کے درمیان اجتماع ساکنین ہو گیا، الف کو گرا دیا تو معنی رہ گیا۔

(۲) اسم ظرف:۔ (۳) مصدر میمی:۔ یہ اسم ظرف اور مصدر میمی بھی بن سکتا ہے اس صورت میں یہاں اسم ظرف اور مصدر میمی کا معنی نہیں کریں گے بلکہ اسم مفعول کا معنی کریں گے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جہاں اسم ظرف اور مصدر میمی کا ترجمہ درست نہ ہو وہاں اس کا ترجمہ اسم مفعول سے کر دیتے ہیں۔

اعتراض:۔ وضع کی تعریف (ایک شئی سے دوسری شئی سمجھ میں آجائے) سے ''معنیٰ'' کے معنی سمجھ میں آگئے تھے پھر دوبارہ یہاں معنی کو کیوں ذکر کیا؟ حالانکہ اس سے تحصیل حاصل لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں۔

جواب:۔ وضع سے معنیٰ کے معنی تجرید اور خالی کرنے کیلئے الگ سے ذکر کیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً اسریٰ کے معنی رات کو چلنے کے آتے ہیں مگر یہاں لیلاً کا لفظ لا کر اسریٰ سے رات کے معنی کو تجرید اور خالی کر دیا ہے۔

فائدہ:۔ معنی کو الگ سے ذکر کرنے سے دو فائدے حاصل ہو گئے۔(۱) ہر تعریف میں ایک جنس ہوتی ہے اور کئی فصلیں ہوتی ہیں یہاں پر لفظ جنس ہے وضع فصل اول ہے اس سے مہملات خارج ہو گئے اور معنی دوسری فصل ہے اس سے حروف ھجاء خارج ہو گئے (۲) اس سے حروف کی تقسیم سمجھ میں آگئی کہ حروف کی تین قسمیں ہیں(۱) حروف ھجاء (۲) حروف مبانی (۳) حروف معانی

حروف ھجاء:۔ جیسے ا،ب،ت،ث،ج،د وغیرہ جو کسی کے جزء نہ ہوں یعنی کسی کے ساتھ ملائے نہ جائیں۔

حروف مبانی:۔ وہ حروف جو کسی کلمہ کا جزء بنیں جیسے ضرب زیدٌ میں زید کے حروف ز،ی،د وغیرہ

حروف معانی:۔ وہ حروف جو خاص خاص معنی کیلئے استعمال ہوتے ہیں مثلاً با دس معنوں کے لئے آتا ہے ان میں سے استعانت جیسے ضربت بالخشبۃ اور الصاق جیسے مررت بزیدٍ وغیرہ۔

مفردٌ

مفرد کے بارے میں چار باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔(۱) لغوی تعریف (۲) اصطلاحی تعریف (۳) اعراب (۴) دو اعتراض اور ان کے جواب۔

لغوی تعریف:۔ لغت میں مفرد ''فرد'' کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:۔ مفرد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ **ما لا یدل جزء اللفظ علی جزء معناہ بالوضع** یعنی وضع کے اعتبار سے جزءلفظ جزءمعنی پر دلالت نہ کرے۔

اعتراض:۔ آپ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے **الرجل** ، **قائمۃٌ** اور **بصریٌّ** خارج ہو گئے، اس لئے کہ **الرجل** میں الف لام تعریف پر دلالت کرتا ہے اور رجل ذات رجل پر دلالت کرتا ہے اسی طرح **قائمۃ** میں قائم ''**من له القیام**'' یعنی کھڑے ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ''ۃ'' مونث پر دلالت کرتی ہے اسی طرح **بصریٌّ** میں بصر شہر بصرہ پر اور ''ی'' نسبت پر دلالت کرتی ہے۔

جواب:۔ **الرجل** ، **قائمۃ**، اور **بصریٌّ** کو ہم مفرد مانتے ہی نہیں ہم بھی ان کو مرکب سمجھتے ہیں۔

سوال:۔ اگر یہ مرکب ہیں تو ان پر ایک اعراب کیوں جاری کیا ان پر دو اعراب کیوں نہیں جاری کرتے؟

جواب:۔ شدت امتزاج اور اتصال کی وجہ سے ان پر صرف ایک اعراب جاری کیا ہے۔

اعتراض:۔ آپ کی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں ہے کیونکہ اس میں لفظ عبداللہ بھی داخل ہوتا ہے حالانکہ یہ مرکب ہے کیونکہ ''عبد'' عبدیت پر اور لفظ ''اللہ'' ذات اللہ پر دلالت کرتا ہے۔

جواب:۔ عبداللہ جب علمیت کیلئے استعمال ہو یعنی علم بن جائے تو یہ مرکب نہیں رہتا بلکہ مفرد بن جاتا ہے۔

سوال:۔ اگر مفرد ہے تو اس پر دو اعراب کیوں جاری ہو رہے ہیں؟ ایک ''عبد'' پر اور دوسرا لفظ ''اللہ'' پر۔ جیسے جاء عبداللّٰہ میں عبد مرفوع ہے اور لفظ اللہ مجرور۔

جواب:۔ ماقبل کا اعتبار کرتے ہوئے کہ جب یہ علم نہیں بنا تھا تو اس پر دو اعراب جاری ہوتے تھے ہم نے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اب بھی دو اعراب جاری کر دیئے، اور یہ اس لئے کہ یہ علم ہے اور علم میں وضع سابق کا اعتبار ہوتا ہے۔

اعراب کا احتمال:۔ مفرد پر تینوں قسم کے اعراب یعنی رفع، نصب، جر پڑھنا درست ہے

سوال:۔ رسم الخط سے معلوم ہوتا ہے کہ مفرداً منصوب پڑھنا درست نہیں کیونکہ مفرداً کے آگے الف نہیں لکھا گیا ہے جبکہ منصوب ہو تو الف لکھتے ہیں جیسے رأیت زیداً

جواب:۔ الف اس وقت لکھا جاتا ہے کہ جب دوسرے اعراب کا احتمال نہ ہو جبکہ یہاں تو رفع اور جر کا بھی احتمال ہے اس لئے الف نہیں لکھا گیا۔

مفرد پر تینوں اعراب پڑھنے کی وجہ:۔

❶ مفرد کو اگر مجرور پڑھیں تو یہ صفت واقع ہوگا ''لمعنیً'' سے تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جس کو معنی مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

سوال:۔ '' معنیً ''منصوب ہے پھر مفردِ مجرور کو کس طرح معنی کیلئے صفت قرار دیتے ہو؟

جواب:۔ ''معنیً'' پر لام جارہ داخل ہے اسلئے یہ لفظاً اگرچہ منصوب ہے مگر تقدیراً مجرور ہے

❷ مفردٌ کو اگر مرفوع پڑھیں تو یہ صفت ثانی ہوگی لفظٌ کی اور اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ مفرد ہے جس کو معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

اشکال:۔ اگر مفرداً کو لفظ سے صفت مان لیا جائے تو لفظ کی دو صفتیں ہوئیں وُضِـعَ لِمَعْنًی ایک صفت جو کہ جملہ ہے اور یہ مفرداً دوسری صفت جو کہ مفرد ہے تو پھر جملہ کو صفت اول کیوں بنایا؟ حالانکہ مفرد مقدم ہوتا ہے۔

جواب:۔ وَضْع مفرد اور مرکب سے مقدم ہوتی ہے کیونکہ کسی چیز کی پہلے وضع ہوتی ہے پھر اس کیلئے افراد کا ہونا یا نہ ہونا ہوتا ہے، اس لئے وضع کو ماضی کے صیغے کے ساتھ پہلے لایا اور پھر بعد میں مفرد کو لایا۔

❸ مفرد کو اگر منصوب پڑھیں تو پھر ترکیب کے اعتبار سے دو احتمال ہیں (۱) یہ حال ہوگا وضع کی ضمیر سے (۲) یہ حال ہوگا لمعنی سے۔ اگر وضع کی ضمیر سے حال مان لیا جائے تو ترجمہ یہ بنے گا کلمہ وہ لفظ ہے جس کو وضع کیا گیا ہو در آں حالیکہ وہ مفرد ہو۔

سوال:۔ حال تو وہ ہوتا ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی حالت بیان کرے یہاں وضع کے اندر ضمیر نائب فاعل ہے پھر آپ اس سے کس طرح حال بنا رہے ہیں؟

جواب:۔ صاحب مفصل کے نزدیک نائب فاعل بھی فاعل حقیقی ہوتا ہے اور جمہور علماء کے نزدیک نائب فاعل اگر چہ فاعل حکمی ہوتا ہے لیکن ذوالحال کیلئے فاعل حقیقی کا ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف فاعل کا ہونا کافی ہے چاہے حقیقی ہو یا حکمی۔ لہٰذا مفرداً کو وضع کی ضمیر سے حال بنانا درست ہے۔

سوال:۔ حال اور ذوالحال میں فصل نہ ہونا چاہیے پھر یہاں فصل کیوں کیا؟

جواب:۔ حال اور ذوالحال میں اتصال اس وقت ضروری ہے جب التباس کا خوف ہو یہاں کوئی التباس کا خوف نہیں۔

مفرداً کو اگر منصوب پڑھیں تو دوسرا احتمال یہ ہوتا ہے کہ یہ حال ہو معنیً سے اس صورت میں

ترجمہ یہ ہوگا ''کلمہ وہ لفظ ہے جس کو وضع کیا گیا ہو معنی کیلئے اس حال میں کہ وہ معنی مفرد ہو''

اعتراض:۔ حال کیلئے ضروری ہے کہ اس کا ذوالحال فاعل یا مفعول ہو اور معنیً نہ فاعل ہے نہ مفعول۔

جواب:۔ ❶ معنیً معنی کے اعتبار سے مفعول بہ ہے یعنی حرف جر کے واسطہ سے مفعول بہ ہے۔ ❷ اصل جواب یہ ہے کہ حال کی صحیح تعریف یہ ہے کہ **الحال ما يبين الهيئة** یعنی حال وہ ہے جو ہیئت کو بیان کرے چاہے وہ ہیئت فاعل یا مفعول کی ہو اور چاہے مبتداء یا خبر کی یا مجرور کی، یہ ابن مالکؒ کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔

سوال:۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم کیا جاتا ہے جیسے رأیت راکباً رجلا تو یہاں معنیً نکرہ ہے جو کہ ذوالحال ہے تو پھر یہاں حال کو ذوالحال پر مقدم کیوں نہ کیا؟

جواب:۔ اگر ذوالحال مجرور ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم نہیں کرتے صرف منصوب ہونے کی صورت میں مقدم کرتے ہیں کیونکہ اگر ذوالحال منصوب ہو تو اس صورت میں اگر حال کو مقدم نہ کیا جائے تو حال اور صفت کا التباس لازم آتا ہے جیسے رأیت رجلا راکباً میں راکباً حال بھی بن سکتا ہے اور صفت بھی۔ تو یہاں پر ذوالحال مجرور ہے اس لئے حال کو ذوالحال پر مقدم کرنے کی ضرورت نہیں۔

هي اسمٌ و فعلٌ و حرفٌ

ترکیب:۔ ھی مبتداء اسم و فعل و حرف اس کیلئے خبر۔

سوال:۔ اسماء اشارات اور ضمائر جب مبتداء واقع ہوں تو اس وقت رعایت خبر کی ہوتی ہے یعنی اگر خبر مؤنث ہو تو ضمیر مؤنث کی لائی جاتی ہے اگر مذکر ہو تو ضمیر بھی مذکر کی لائی جاتی ہے

لیکن یہاں پر ھی اسمٌ میں اسم مذکر ہے تو ضمیر مؤنث (ھی) کیوں لائی ہے؟

جواب:۔ ھی کی خبر اسمٌ و فعلٌ و حرفٌ نہیں ہے بلکہ ''منقسمة'' ہے جو کہ محذوف ہے (ای وھی منقسمة)

سوال:۔ منقسمة کے محذوف ہونے پر کیا قرینہ ہے؟

جواب:۔ تعریف کا مکمل ہونا اس پر دلیل ہے کہ مصنفؒ ابھی تقسیم بیان کر رہے ہیں۔

سوال:۔ کلمہ کی تقسیم میں آپ نے اسم کو سب سے مقدم کیا اس کے بعد فعل اور اس کے بعد حرف کو ذکر کیا جبکہ وجہ حصر میں حرف کو سب سے پہلے ذکر کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ کلمہ کی تقسیم میں اسم کو سب سے مقدم اس لئے کیا کہ یہ کلام میں عمدہ ہوتا ہے یعنی اسم مسند اور مسند الیہ دونوں ہوتا ہے فعل مسند تو ہوتا ہے مسند الیہ نہیں ہوتا اور حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ ہوتا ہے، اور وجہ حصر میں حرف کو سب سے مقدم اس لئے کیا کہ حرف بسیط اور مفرد ہے اس کے برعکس اسم اور فعل مرکب ہیں تو قانون یہ ہے کہ مفرد کو مرکب سے مقدم کیا جاتا ہے اس لئے حرف کو اسم و فعل سے مقدم کیا۔

سوال:۔ اسم کو اسم کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اسم ''وسم'' سے مشتق ہے وسم کے معنی علامت کے آتے ہیں چونکہ اسم بھی اپنے مسمّٰی کے لئے علامت ہوتا ہے اس لئے اس کو اسم کہتے ہیں۔ وسم کے شروع سے واؤ کو حذف کر کے اس کے بدلہ میں ہمزہ وصلی لائے تو اسم بن گیا مگر یہ درست نہیں۔

بصریوں کے نزدیک اسم ''سموٌ'' سے مشتق ہے اور اس کے معنی بلندی کے آتے ہیں اور یہ اسم بھی اپنے دونوں بھائیوں (فعل، حرف) سے ممتاز ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ یہ مسند اور مسند

الیہ دونوں ہوتا ہے اس لئے اس کو اسم کہتے ہیں۔

تعلیل:۔ اسم اصل میں سمْوٌ تھا سمْوٌ کے میم کے سکون کو نقل کر کے ماقبل س کو دے دیا س کے ساکن ہونے کی وجہ سے تلفظ دشوار ہو گیا اس لئے شروع میں ہمزہ وصل لائے پھر واؤ کی تنوین میم کو دیدی اور واؤ کو حذف کر دیا تو اسم رہ گیا سمْوٌ ،سُموٌ ،اسْموٌ ،اسموٌ ،اسمٌ۔

سوال:۔ فعل کو فعل کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔ فعل کو فعل اپنے اصل معنی کے اعتبار سے کہتے ہیں یعنی اسکے معنی مصدری کی وجہ سے کہتے ہیں کیونکہ فاعل کا فعل حقیقت میں مصدر ہی ہوتا ہے۔

لغوی معنی:۔ لغت میں فعل حدث کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی معنی:۔ اصطلاح میں فعل وہ ہے جو تین چیزوں سے مرکب ہو ❶ حدث ❷ زمان ❸ نسبت الی الفاعل۔

سوال:۔ حرف کو حرف کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔ حرف کہتے ہیں کنارے کو اور حرف کو حرف اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی کنارے میں واقع ہوتا ہے۔

سوال:۔ آپ کہتے ہیں کہ حرف کنارے میں واقع ہوتا ہے جبکہ زید فی الدار میں حرف فی درمیان میں واقع ہے۔

جواب:۔ کنارے میں واقع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسم اور فعل کے مقابلے میں واقع ہوتا ہے۔

سوال:۔ حرف غیر مستقل ہے اور اسم اور فعل مستقل ہیں تو پھر حرف ان کا مقابلہ کس طرح کر سکتا ہے؟

جواب :۔ مقابلہ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح اسم وفعل کلام میں عمدہ ہوتے ہیں حرف اس طرح عمدہ نہیں ہوتا یہ معنی نہیں کہ ان سے لڑائی کرتا ہے۔

سوال :۔ جب حرف کلام میں عمدہ نہیں ہوتا تو پھر اس کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب :۔ اسکو کلام میں ذکر کرنے کے بہت سے فائدے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

❶ دو اسموں کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے جیسے **زید فی الدار**

❷ دو فعلوں کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے جیسے **ارید ان اضربک**

❸ ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے جیسے **ضربت بالخشبة**

❹ دو جملوں کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے جیسے **ان جاء نی زید فاکرمته'**

لا نها اما ان تدل ......

سوال :۔ دلیل حصر اس وقت ہوتی ہے جب پہلے کوئی دعویٰ ہو مگر یہاں پر مصنفؒ نے بغیر دعویٰ کے دلیل پیش کی ہے یہ کیوں؟

جواب :۔ محل بیان میں سکوت اختیار کرنا گویا کہ بیان ہی ہوتا ہے تو مصنفؒ کا کلمہ کی تقسیم میں اسم، فعل اور حرف کو ذکر کرنے کے بعد خاموش رہنا اور چوتھی قسم ذکر نہ کرنا اس بات کا دعویٰ تھا کہ ان تینوں کے علاوہ کلمہ کی کوئی اور چوتھی قسم نہیں ہے (اور اگر ہوتی تو بیان کرتے) اور چوتھی قسم کیوں نہیں صرف یہ تین قسمیں کیوں ہیں؟ اسکی دلیل لانھا سے دے دی۔

اعتراض :۔ جس طرح مبتداء کی خبر کا حمل مبتداء پر ہوتا ہے اسی طرح خبر اِنّ کا حمل بھی اسم اِنّ پر ہوتا ہے اور لانھا میں ان کا اسم '' ھا '' ضمیر ہے جو کہ کلمہ کی طرف راجع ہے اور وہ

ذات ہے اور اس کی خبر ان تدل الخ ہے جو کہ وصف ہے تو یہاں پر وصف کا حمل ذات پر لازم آتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

جواب:۔ ان کی خبر ان تدل الخ نہیں بلکہ اس کی خبر محذوف ہے جو کہ من صفتها خبر مقدم ہے اور ان تدل الخ مبتداء مؤخر پھر یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر ان کی خبر بنتے ہیں لہٰذا اب وصف کا حمل ذات پر لازم نہیں آئے گا۔

الثاني الحرف

سوال:۔ ثاني صفت ہے اور اس کا موصوف الکلمۃ ہے جو کہ مؤنث ہے اور صفت مذکر، تو موصوف اور صفت میں مطابقت نہیں پائی گئی جب کہ صفت اور موصوف میں مطابقت ضروری ہے۔

جواب:۔ الثاني الکلمۃ کی صفت نہیں بلکہ یہ القسم کی صفت ہے جو کہ محذوف ہے اور وہ مذکر ہے۔

الاول الفعل ،الثاني الاسم

ان میں بھی وہی اشکال اور اس کا جواب ہے جو ماقبل ''الثاني الحرف'' میں گزر چکا ہے۔

و قد علم ...... الخ

سوال:۔ اسم، فعل اور حرف کی تعریف پہلے وجہ حصر ہی سے سمجھ آ گئی تھی اب یہاں قد علم سے دوبارہ ان کی تعریف کی طرف اشارہ کیا اور اس کے بعد تیسری بار پھر مصنفؒ نے صراحتاً اسم فعل حرف کی تعریف کی ہے تو اتنی تاکید اور تکرار کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:۔ مصنفؒ نے مختلف ذہنوں کی رعایت کی ہے کیونکہ ذہن کے اعتبار سے طلباء کی تین قسمیں ہوتی ہیں ❶ ذہین ❷ متوسط ❸ غبی یعنی کند ذہن، تو جو طلباء ذہین

ہوتے ہیں وہ تو وجہ حصر ہی سے ہر ایک کی تعریف سمجھ جائیں گے۔ اور جو متوسط ذہن کے طلباء ہیں وہ قد علم سے جب دوبارہ اشارہ کیا گیا تو اس سے سمجھ جائیں گے اور جو غبی قسم کے طلباء ہیں وہ نہ تو وجہ حصر سے سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا دوبارہ اشارہ کرنے سے، تو ان کو تیسری بار صراحتاً تعریف کی ضرورت تھی اس لئے مصنفؒ نے تاکیداً دوبارہ اشارہ اور تیسری بار صراحت سے تعریف ذکر کی۔

سوال:۔ علم کی جگہ پر عرف کا لفظ استعمال کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ عرف کا لفظ بسائط اور جزئیات کے ادراک کے لئے آتا ہے اور علم کا لفظ مرکبات اور کلیات کے لئے، چونکہ اسم، فعل اور حرف کی تعریف کلیات میں سے ہے اس لئے علم کا لفظ استعمال کیا۔

ذالك

سوال:۔ ذالک یہ اسم اشارہ بعید کیلئے آتا ہے اور یہاں ذالک کا مشار الیہ وجہ حصر ہے جو کہ قریب ہے تو بعید کا اسم اشارہ قریب کے لئے کیوں استعمال کیا؟

جواب:۔(۱) اسکی شرافت اور عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے ذالک استعمال کیا۔

جواب:۔(۲) بعید کی دو قسمیں ہیں ۱۔ جسدی ۲۔ رتبی

جسدی وہ ہوتا ہے جو جسم کے اعتبار سے بعید ہو

رتبی وہ ہوتا ہے جو جسم کے اعتبار سے بعید نہ ہو لیکن مرتبہ کے اعتبار سے بعید ہو جیسا کہ اردو زبان میں کہا جاتا ہے کہ آپ کہاں اور میں کہاں! وغیرہ، یعنی مجھ میں اور آپ میں زمین آسمان کا فاصلہ ہے، قرآن مجید میں بھی ذالک اسم اشارہ قریب کے لئے استعمال ہوا ہے جیسے ذالک الکتاب یہاں کتاب سے مراد قرآن ہے جو کہ سامنے ہے مگر بعید کا اشارہ

استعمال کیا ہے یہ اس کی شرافت کی وجہ سے ہے۔

سوال:۔ ذالک کا اشارہ حسیات پر ہوتا ہے یعنی جو حسی طور پر سمجھ میں آتے ہیں اور وجہ حصر حسیات میں سے نہیں بلکہ معقولات میں سے ہے تو پھر یہاں ذالک اسم اشارہ کیوں استعمال کیا؟

جواب:۔ محسوس کی دو قسمیں ہیں نمبرا: حقیقی، جو کہ مدرک بالحس ہو۔ نمبر۲: ادعائی، جو حسی تو نہ ہو مگر وضاحت اور ظہور کے اعتبار سے اس درجہ میں ہو کہ یہ کہا جا سکتا ہو کہ یہ محسوس ہے۔ یعنی مثل محسوس ہو، تو وجہ حصر اگر چہ محسوسات میں سے تو نہیں مگر مثل محسوس ضرور ہے۔

اعتراض:۔ ذالک اسم اشارہ واحد مذکر کے لئے ہے لیکن یہاں اس کا مشار الیہ جملہ ہے تو اسم اشارہ اور مشار الیہ میں مطابقت نہیں پائی گئی۔

جواب:۔ ذالک کا اشارہ دلیل حصر کی طرف ہے نہ کہ عبارت ان تدل ...... الخ کی طرف، تو مطابقت پائی گئی۔

حد

سوال:۔ حد اسے کہتے ہیں جو اپنے محدود کی ذاتیات پر مشتمل ہو اور جو تعریف آپ نے یہاں بیان کی ہے وہ ذاتیات میں سے نہیں بلکہ عوارض میں سے ہے لہذا آپ کو تعریف کہنا چاہیے تھا حد نہیں۔ آپ نے حد کیوں کہا؟

جواب:۔ حد اور تعریف میں نحویوں کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے البتہ یہ فرق منطقیوں کے نزدیک ہے تو ہم نحو پڑھ رہے ہیں نہ کہ منطق۔

الکلام

اعتراض:۔ مصنفؒ کو والکلام کہنا چاہیے تھا (واؤ کے ساتھ) کیونکہ کلمہ اور کلام دونوں نحو کا

موضوع ہیں۔

جواب:۔(۱) والکلام اس لئے نہیں کہا تا کہ کسی کو شک نہ ہو جائے کہ کلمہ اصل ہے اور کلام اس کی فرع۔

جواب:۔(۲) مصنفؒ کا انداز یہ ہے کہ وہ ہر بات کو باب در باب اور فصل در فصل ذکر کرتے ہیں تو اس لئے الکلام کو الگ ذکر کر کے اسے الگ موضوع بنایا۔

کلام کا لغوی معنیٰ:۔ **ما یتکلم به قلیلاً کان او کثیراً** ۔ یعنی جس پر تکلم کیا جائے کم ہو یا زیادہ۔

اصطلاحی تعریف:۔ **ما تضمن کلتین بالاسناد** ۔

اسناد کی تعریف:۔ **نسبة احدی الکلمتین الی الاخری بحیث تفید المخاطب فائدة تامة ای یصح السکوت علیها.** یعنی ایک کلمہ کی دوسرے کلمہ کی طرف اس طرح نسبت کی جائے کہ مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو جائے اور متکلم کا وہاں سکوت درست ہو۔

الکلام ما............الخ

سوال:۔ ما سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔اس میں چار احتمال ہیں۔

۱) لفظ ۲) شئ ۳) کلمہ ۴) کلام

❶ لفظ:۔ اگر ما سے مراد لفظ مان لیا جائے تو اس صورت میں نعم پر بھی کلام کی تعریف صادق آئے گی جو أقام زید کے جواب میں کہا جائے اسلئے کہ نعم لفظ ہے اور کلمتین کو متضمن ہے، حالانکہ یہ کلام نہیں ہے۔

❷ شئ:۔ اگر ما سے مراد شئی یعنی چیز لیا جائے تو اس صورت میں کاغذ کے ٹکڑے پر بھی کلام کی تعریف صادق آئیگی جس پر دو کلمیں لکھے گئے ہوں۔

❸ کلمہ:۔ اگر ما سے مراد کلمہ لیا جائے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں کل کا حمل جزء پر لازم آئے گا کیونکہ کلام کل ہے اور کلمہ جزء ، اور یہ صحیح نہیں ہے۔

❹ کلام:۔ اگر ما سے مراد کلام لیا جائے تو بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اخذ المحد ودفی الحد لازم آئے گا اور یہ صحیح نہیں ہے۔

لفظ ما کا صحیح حل:۔

ما سے مراد لفظ ہے اور جو اعتراض ماقبل میں گذرا کہ نعم بھی اس صورت میں کلام کی تعریف میں داخل ہو جائے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں نعم مؤول ہے کلمتین سے اصل عبارت یوں ہے نعم قام زید۔ یعنی جب سوال کیا جائے کہ أقام زید تو اس کے جواب میں جب نعم کہا جائے تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ نعم قام زید تو اب اس کے کلام میں داخل ہونے سے کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

تضمن کلمتین

ہر چیز میں ایک جنس ہوتی ہے اور کئی فصلیں ہوتی ہیں اسی طرح یہاں پر بھی ما جنس ہے اور تضمن کلمتین فصل اول ہے جس سے مفردات نکل گئے اور بالاسناد فصل ثانی ہے جس سے مرکبات غیر کلامیہ مثلاً غلام زید وغیرہ خارج ہو گئے۔

اعتراض:۔ آپ کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ جب آپ نے تضمن کلمتین کی قید لگائی تو اس سے زید ابوہ قائم جو کہ تین کلموں سے بنا ہوا ہے اور اضرب جو کہ کلمہ واحدہ ہے یہ خارج ہو گئے جبکہ یہ دونوں کلام ہیں۔

جواب:۔ ہماری تعریف میں ایک قید اور بھی ہے کہ حقیقتاً کان او حکماً ۔تو یہ اگر چہ حقیقتاً دو کلموں سے مرکب نہیں لیکن حکماً دو کلموں سے مرکب ہے جیسے کہ زید ابوہ قائم ، قام ابوزید کے حکم میں ہے اور اضرب میں انت کی ضمیر پوشیدہ ہے تو یہ بھی دو کلمے ہو گئے۔

سوال:۔ تضمن کے بجائے ترکب کیوں نہیں کہا؟

جواب:۔ اختصار کی وجہ سے کیونکہ اگر ترکب لاتے تو پھر صلہ یعنی حرف کی بھی ضرورت ہوتی کیونکہ ترکب فعل لازمی ہے تو عبارت ترکب من کلمتین ہوتی تو اسی لئے مصنفؒ نے تضمن کلمتین کا لفظ استعمال کیا تا کہ صلہ لانے کی ضرورت نہ ہو۔

سوال:۔ بالاسناد میں با کون سا ہے؟

جواب:۔ یہ باسببیہ اور الصاقیہ دونوں ہوسکتا ہے اگر یہ با سبب کیلئے ہو تو عبارت یوں بنے گی تضمناً حاصلاً بسبب الاسناد اور اگر یہ باالصاق کیلئے ہو تو عبارت یوں بنے گی تضمناً ملصقاً بالاسناد.

ولا یتاتی

ولا یتاتی سے کلام کی تقسیم کی طرف اشارہ ہے

سوال:۔ اتیان بمعنی ''آنا'' یہ تو ذی روح کی خاصیت ہے پھر آپ نے کلام کی صفت اتیان کیوں ذکر کی؟

جواب:۔ یہاں پر لا یتاتی بمعنی لا یحصل کے ہے۔

سوال:۔کلمہ کی تقسیم کے وقت آپ نے اسم فعل اور حرف کہہ دیا اور کلمہ حصر کو ذکر نہیں کیا اور کلام کی تقسیم میں آپ نے حصر کو کیوں بیان کیا؟

جواب:۔ کلمہ کی عقلاً تین ہی صورتیں بنتی تھیں یعنی اسم، فعل اور حرف تو ان تینوں کو ذکر کر دیا اور کلام کی عقلاً چھ صورتیں بنتی ہیں جن میں دو صورتیں صحیح ہیں باقی چار صورتیں کلام نہیں بن سکتیں اس لئے حصر کو ذکر کیا تا کہ باقی چار کی نفی ہو جائے۔

سوال:۔ کلام کے مرکب ہونے کی عقلاً چھ صورتیں کون سی ہیں اور ان میں کونسی قسمیں صحیح ہیں؟

جواب:۔

1. کلام دو اسموں سے مرکب ہو۔
2. کلام دو فعلوں سے مرکب ہو۔
3. کلام دو حرفوں سے مرکب ہو۔
4. کلام ایک اسم اور ایک فعل سے مرکب ہو۔
5. کلام ایک اسم اور ایک حرف سے مرکب ہو۔
6. کلام ایک فعل اور ایک حرف سے مرکب ہو۔

ان میں پہلی اور چوتھی قسم میں کلام صحیح ہوتا ہے باقی چار صورتیں خارج ہیں۔ وہ صورتیں جن میں کلام درست ہوتا ہے، دو اسموں سے مرکب ہو جیسے **زید قائم** اور ایک اسم اور ایک فعل سے مرکب ہو جیسے **ضرب زید**۔

سوال:۔ ان دو صورتوں سے کلام حاصل کیوں ہوتا ہے اور باقی چار صورتوں سے کلام کیوں حاصل نہیں ہوتا؟

جواب:۔ کلام کے حاصل ہونے کیلئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے اور مسند اور مسند الیہ ان دونوں صورتوں کے علاوہ کسی اور صورت میں نہیں پائے جاتے۔

سوال:۔ آپ نے کہا کہ کلام دو اسموں سے مرکب ہوتا ہے تو **غلامُ زیدٍ** یہ دونوں اسم

ہیں مگر کلام نہیں؟

جواب:۔ دو اسموں سے مراد ایسے دو اسم ہیں جو مسند اور مسند الیہ بن سکتے ہوں یہاں غلام اور زید دونوں ملکر مسند بن سکتے ہیں یا مسند الیہ فقط۔

اشکال:۔ آپ نے کہا تھا کہ کلام ایک اسم اور فعل سے حاصل ہوتا ہے تو ضربک میں ضرب فعل اور ک ضمیر مخاطب ہے جو کہ اسم ہے مگر یہ کلام نہیں۔

جواب:۔ ہم نے پہلے کہہ دیا کہ کلام مسند اور مسند الیہ سے حاصل ہوتا ہے تو یہاں پر ضرب مسند تو ہے لیکن مسند الیہ موجود نہیں ک ضمیر مفعول کی ہے اور ضربک کا فاعل یعنی ضرب میں جو ھُوَ ضمیر ہے اس کا مرجع نہیں ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ اسم اور حرف سے کلام مرکب نہیں ہوتا جبکہ یا زید میں ایک اسم اور ایک حرف ہے اور یہ کلام ہے۔

جواب:۔ یہ اصل میں ایک اسم اور ایک فعل سے مل کر بنا ہے کیونکہ ''یا'' حرف نداء ہے جو کہ قائم مقام ادعو فعل کے ہے اور ادعو فعل ہے اور اس میں انا ضمیر فاعل ہے جو کہ اسم ہے لہٰذا اب کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

الاسم ما دلّ

سوال:۔ ما سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ اس کے بارے میں چار احتمال ہیں۔ ① لفظ ② شئی ③ اسم ④ کلمہ۔

۱) لفظ: یہ احتمال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں مرکب بھی داخل ہوگا جو کہ کلام ہے

۲) شئی: یہ احتمال بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں دوال اربعہ یعنی عقود، خطوط،

اشارات، اور نصب داخل ہونگے۔

۳) اسم: یہ احتمال بھی صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں اخذ المحد ود فی الحد لازم آئے گا اور یہ درست نہیں۔

۴) کلمہ: یہ احتمال بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں راجع اور مرجع میں مطابقت نہ ہوگی یعنی دلّ میں ھو ضمیر فاعل ہے اور وہ مذکر ہے جو لوٹ رہی ہے کلمہ کی طرف جو کہ مؤنث ہے۔

لفظ ما کا حل:۔

اسے مراد کلمہ ہی ہے۔

اعتراض:۔ پھر راجع اور مرجع میں مطابقت نہ ہوگی۔

جواب:۔ دلّ کے اندر جو ضمیر ہے وہ لفظ ما کی طرف لوٹ رہی ہے نہ کہ کلمہ کی طرف جو کہ ما سے مراد لیا گیا ہے لہٰذا راجع اور مرجع میں مطابقت پائی گئی۔

فائدہ:۔ دوال اربعہ کی تفصیل

عقود:۔ انگلیوں کے مخصوص اشارے ہیں جن سے گنتی کی جاتی ہے۔

خطوط:۔ ریت میں راستے کے نشان کو ظاہر کرنے کیلئے کھود کر نہریں بنائی جاتی ہیں ان کو خطوط کہتے ہیں۔

نصب:۔ پہاڑی راستوں میں نشان کیلئے پتھروں سے منارہ سا بنایا جاتا ہے اسے نصب کہتے ہیں۔

اشارات:۔ جیسے ہاں یا نہیں کے لئے سر کو اوپر نیچے اور دائیں یا بائیں ہلا دیا جاتا ہے۔

من خواصه

خواص جمع ہے خاص کی اور خاص کہتے ہیں **خاصة الشئی ما یوجد فیه ولا یوجد فی غیرہ**

سوال:۔ خواص جمع کثرت ہے جس کا اطلاق دس سے کم پر نہیں ہوتا حالانکہ مصنفؒ نے کتاب میں صرف پانچ خاصیات بیان کی ہیں یہ کیوں؟ دوسری بات یہ ہے کہ مصنفؒ اختصار کو پسند کرتے ہیں تو یہاں پر من لانے کی کیا ضرورت تھی؟ صرف ''خواصه'' کر دیتے۔

جواب:۔ ۱) جمع کثرت کا صیغہ لا کر اشارہ فرمایا کہ اسم کے خواص بہت زیادہ ہیں بعض نے تیس 30 تک بتائے ہیں اور شروع میں من تبعیضیہ لا کر اشارہ کیا کہ ان میں سے بعض یہاں ذکر ہیں اور باقی ذکر نہیں ہیں۔

سوال:۔ اسم کے باقی خواص کو کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب:۔ طالبعلم کی جدو جہد اور شوق پر چھوڑ دیا کہ دیکھتے ہیں آپ کتنی خاصیات معلوم کرتے ہیں۔

اعتراض:۔ خاصہ کی تعریف تو یہ ہے کہ **ما یوجد فیه ولا یوجد فی غیرہ** حالانکہ لام تو جیسے اسم میں آتا ہے اسی طرح فعل میں بھی آتا ہے جیسے **لیضرب** پس لام اسم کی خاصیت نہ ہوا۔

جواب:۔ لام سے مراد لام تعریف ہے اور فعل پر جو لام داخل ہوتا ہے وہ یا تو لام امر ہوتا ہے یا لام تاکید ہوتا ہے۔

سوال:۔ جیسے لام تعریف کیلئے آتا ہے اسی طرح میم بھی تعریف کیلئے آتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک دیہاتی نے حضور ﷺ سے پوچھا **أمن امبر امصیام**

فی امسفر (کیا سفر کے دوران روزہ رکھنا ثواب ہے؟) تو نبی کریم ﷺ نے جواب میں فرمایا! لیس من امبر امصیام فی امسفر (کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے) تو حرف تعریف کیوں نہیں کہا تا کہ میم بھی داخل ہو جاتا؟

جواب:۔ ۱) میم تعریف کے لئے بہت کم آتا ہے۔ ۲) فصیح زبان میں میم تعریف کیلئے نہیں آتا۔

سوال:۔ نبی کریم ﷺ سے زیادہ فصیح کون ہو سکتا ہے جب حضور ﷺ نے استعمال فرمایا ہے تو آپ کیسے کہتے ہیں کہ میم فصیح زبان میں تعریف کے لئے نہیں آتا؟

جواب:۔ نبی کریم ﷺ اس بدّو کی اپنی زبان میں جواب دینا چاہتے تھے اس لئے جیسے اس بدّو نے الفاظ استعمال کئے تھے ویسے ہی حضور ﷺ نے الفاظ استعمال فرمائے۔

سوال:۔ اگر لام اسم کی خاصیت میں سے ہے تو پھر یہ لام اس کے بعض افراد سے جدا کیوں ہوتا ہے؟ بلکہ اسم کے بعض افراد کے ساتھ اس لام کا جمع ہونا ممتنع ہے جیسے اسمائے اشارات اور ضمائر وغیرہ۔

جواب:۔(۱) خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔ ① شاملہ ② غیر شاملہ ۔

خاصہ شاملہ:۔ جو تمام افراد کو شامل ہو جیسے کتابت بالقوۃ انسان کے لئے۔

خاصہ غیر شاملہ:۔ جو تمام کو شامل نہ ہو بلکہ بعض افراد کو شامل ہو جیسے کتابت بالفعل انسان کیلئے، اور اسم پر لام کا دخول غیر شاملہ میں سے ہے۔

جواب:۔(۲) دوسرا یہ کہ لام اسمائے اشارات وغیرہ میں اس لئے نہیں آتا کہ یہ لام تعریف کے لئے آتا ہے اور اسمائے اشارات وغیرہ پہلے ہی سے معرفہ ہیں اب اگر لام کو داخل کریں گے تو تحصیل حاصل لازم آئے گا جو کہ صحیح نہیں ہے۔

سوال:۔ حرف تعریف صرف لام ہے یا الف لام دونوں ہیں؟

جواب:۔اس میں تین قول ہیں۔

① امام سیبویہؒ کا قول:۔ امام سیبویہؒ کے نزدیک صرف لام حرف تعریف ہے اور شروع میں جو الف ہے وہ لام کے ساکن ہونے کی وجہ سے تکلم نہ ہونے کی بنا پر لایا گیا ہے۔ (کیونکہ ابتداء بالسکون محال ہوتا ہے)

② امام خلیلؒ کا قول:۔ امام خلیلؒ کے ہاں الف اور لام دونوں حرف تعریف ہیں۔

③ امام مبردؒ کا قول:۔ امام مبردؒ کے ہاں صرف الف حرف تعریف ہے اور لام جو اس کے بعد لایا گیا ہے وہ اس لئے تا کہ ہمزہ تعریف اور ہمزہ استفہامیہ میں فرق ہو جائے۔

سوال:۔ لام اسم کا خاصہ کیوں ہے؟

جواب:۔(ا) لام تعریف کیلئے آتا ہے اور تعریف و تنکیر اسم کے ساتھ خاص ہے۔ (حاشیہ زینی)

(۲) لام کو ایسے معنی مستقل کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ لفظ کے ساتھ اس کی دلالت مطابقی ہو اور یہ بات صرف اسم میں پائی جاتی ہے بخلاف حرف اور فعل کے، کیونکہ حرف تو اس لئے کہ وہ اپنے معنی میں مستقل ہی نہیں ہوتا اور فعل اپنے معنی میں مستقل تو ہوتا ہے مگر لفظ کے ساتھ اس کی دلالت تضمنی ہوتی ہے۔

جرّ

جر بھی اسم کے خواص میں سے ہے اور یہ اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ ''جر'' حروف جارہ کی وجہ سے آتا ہے اور جر اثر ہے حرف جر کا، اور چونکہ حرف جر اسم کا خاصہ ہے اس وجہ سے جر بھی اسم کا خاصہ ہوا۔

سوال:۔ حرف جر اسم کا خاصہ کیوں ہے؟

جواب:۔ جر کے معنی کھینچنے کے آتے ہیں یہ بھی فعل کے معنی کو کھینچ کر اسم تک پہنچاتے ہیں، اس لئے یہ اسم کا خاصہ ہے جیسے مررت بزیدٍ۔

تنوین

اسم کی خاصیات میں سے ایک تنوین بھی ہے اور وہ اس وجہ سے کہ تنوین کی کل پانچ قسمیں ہیں۔

① تمکن:۔ جو اسم کے منصرف ہونے پر دلالت کرنے کیلئے آتی ہے۔ جیسے زیدٌ.

② تنکیر:۔ جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرنے کیلئے آتی ہے۔ جیسے صہٍ اس کا معنی ہے اسکت سکوتاً ما فی وقتٍ ما ۔یعنی کسی بھی وقت خاموش ہو جاؤ۔ اور اگر اس پر تنوین نہ ہوتی تو اس کے معنی یہ ہوتے اسکت السکوت الآن یعنی ابھی خاموش ہو جاؤ۔

③ عوض:۔ جو کہ مضاف الیہ کے بدلے میں آتی ہے جیسے یومئذٍ یہاں ذال پر جو تنوین ہے یہ مضاف الیہ کے حذف ہونے کی وجہ سے آئی ہے اصل میں یوم اذ کان کذا تھا۔

④ مقابلہ:۔ یہ وہ تنوین ہے جو جمع مذکر سالم کے نون کے بدلے میں جمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے۔ جیسے مسلماتٍ.

⑤ ترنم:۔ یہ وہ تنوین ہے جو ابیات اور مضارع کے آخر میں ہوتی ہے۔ جیسے

اَقلی اللومَ عاذلُ و العتابن وقولی اِن اصبتُ لقد اصابن

اس شعر میں عتابن اور اصابن کا جو نون ہے یہ تنوین ترنم ہے جو نون سے بدل دیا گیا ہے۔

ان میں پہلی چار قسمیں اسم کے خواص میں سے ہیں اور آخری قسم اسم اور فعل دونوں میں آتی ہے۔

سوال:۔ جب تنوین ترنم اسم کی خاصیت نہیں تو مطلقاً تنوین کو اسم کی خاصیت کیوں قرار دیا؟

جواب:۔ چونکہ اس کی اکثر قسمیں بلکہ ایک کے علاوہ باقی سب اسم کے خواص میں سے تھیں تو للاکثر حکم الکل کے قاعدے کے تحت مطلقاً تنوین کو اسم کی خاصیت قرار دیا

اضافت

اضافت بھی اسم کا خاصہ ہے اور یہ اس لئے کہ اس کے لوازم تعریف، تخصیص، تخفیف یہ سب اسم کے خاصیات میں سے ہیں۔ تو جب لازم اسم کا خاصہ ہے تو ملزوم بھی اسم کا خاصہ ہوگا۔

اسناد الیہ

اسناد الیہ بھی اسم کی خاصیات میں سے ہے اور یہ اس لئے کہ اسناد الیہ اسے کہتے ہیں جو اپنے معنی پر مستقل ہو اور مسند الیہ ہو، حرف تو اپنے معنی میں مستقل ہی نہیں ہوتا فعل اگرچہ اپنے معنی میں مستقل تو ہوتا ہے مگر واضع نے فعل کو وضع ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ مسند ہو اب ہم اگر فعل کو مسند الیہ بنائیں تو یہ واضع کی وضع کے خلاف لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے۔

وھو معرب و مبنی

اسم کی تعریف اور اس کے خواص ذکر کرنے کے بعد اب اس کی تقسیم بیان کر رہے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ① معرب ② مبنی

یہاں پر چار باتیں یاد کرنے کی ہیں۔

① عبارت کی ترکیب ② معرب کو معرب کیوں کہتے ہیں؟ ③ مبنی کو مبنی کیوں کہتے ہیں؟ ④ معرب کو مبنی پر مقدم کیوں کیا؟

ترکیب:۔ ھو مبتداء معرب ومبنی اس کی خبر، مبتداء اپنی خبر کے ساتھ ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اعتراض:۔ ھو عام ہے معرب ومبنی یہ خاص ہیں اور خبر کا حمل مبتداء پر ہوتا ہے اس صورت میں خبر مبتداء کے تمام افراد کو شامل ہوگی اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسم کے تمام افراد معرب ہیں، اسم کے تمام افراد مبنی ہیں۔ تو یہ دونوں صورتیں صحیح نہیں ہیں اس لئے کہ نہ تو اسم کے تمام افراد معرب ہیں اور نہ ہی مبنی۔ بلکہ اسم کے بعض افراد معرب ہیں اور بعض مبنی۔

جواب:۔ ھو کی خبر معرب اور مبنی نہیں بلکہ اس کی خبر محذوف ہے اور وہ ہے نوعان۔ معرب اور مبنی خبر ہیں مبتداء محذوف کیلئے۔ اس کی عبارت یوں ہے اولھما معرب و ثانیھما مبنی

سوال:۔ سوال معرب کو معرب کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔ معرب مشتق ہے اعراب سے اور اعراب کے معنی ہیں اظہار کے اور معرب میں بھی معنی کے اظہار کے لئے علامتیں ہوتی ہیں پس معرب مرفوع ہو تو معلوم ہوگا کہ اس میں (مثلاً) فاعلیت کے معنی ہیں، اور منصوب ہو تو مفعولیت کے معنی ہیں، جبکہ مبنی کی ایک ہی حالت ہوتی ہے اس لئے اس میں فاعلیت یا مفعولیت کے معنی معلوم نہیں ہوتے۔

سوال:۔ مبنی کو مبنی کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔ مبنی ''بنا'' سے مشتق ہے جس کے معنی مستحکم اور عدم تغیر کے ہیں اور مبنی کا آخر بھی عوامل کے بدلنے سے متغیر نہیں ہوتا اس لئے مبنی کو مبنی کہتے ہیں۔

سوال:۔ معرب کو مبنی پر کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ (ا) معرب کی ابحاث بہت زیادہ ہیں اور مبنی کی کم اس لئے معرب کو مقدم کیا۔

(۲) معرب مبنی سے زیادہ اشرف ہے اس لئے کہ معرب میں اظہار معانی کے لئے علامتیں ہوتی ہیں (جیسے رفع، نصب، جر) اور جہاں پر غرض کا حصول ظاہری علامات سے ہو وہ اشرف ہوتا ہے اور مبنی میں کوئی ظاہری علامت نہیں ہوتی جبکہ معرب میں ظاہری علامات موجود ہیں اس وجہ سے معرب کو مبنی پر مقدم کیا۔

فالمعرب المرکب الذی ......

مصنفؒ اسم کی تقسیم کے بعد اسم کی اقسام کی تفصیل ذکر فرما رہے ہیں۔

اعتراض:۔ معرب اعراب سے مشتق ہے اور اعراب مشتق منہ ہے جو کہ اصل ہوتا ہے اور اصل کو مقدم کیا جاتا ہے مگر مصنفؒ نے معرب کو اعراب پر کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ معرب محل ہے اور اعراب حال ہے تو عقلی اور نقلی طور پر محل حال سے مقدم ہوتا ہے تو مصنفؒ نے ذکری طور پر بھی محل کو مقدم کیا تا کہ عقل اور ذکر میں مطابقت ہو جائے۔

اعتراض:۔ معرب کی تعریف میں مرکب کا لانا صحیح نہیں اس لئے کہ معرب اسم کی اقسام میں سے ہے اور اسم کلمہ کی اقسام میں سے ہے اور کلمہ کے مفہوم میں افراد کا لحاظ کیا جاتا ہے اور افراد و ترکیب میں منافات ہے لہٰذا معرب کی صفت المرکب لانا درست نہیں۔

جواب:۔ یہاں مرکب سے لغوی مرکب مراد ہے یعنی ایک چیز دوسری چیز سے ملی ہوئی ہو اور اس معنی کے اعتبار سے مرکب اور مفرد میں کوئی منافات نہیں۔

اعتراض:۔ پھر ضرب زید پر بھی آپ کی تعریف صادق آتی ہے کیونکہ یہ مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ بھی نہیں۔

جواب:۔ مرکب سے ہماری مراد اسم مرکب ہے کیونکہ یہاں تعریف ہی اسم معرب کی ہو رہی ہے مطلقاً معرب کی نہیں اور ضرب اسم نہیں بلکہ فعل ہے۔

وحکمه ...... الخ

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ معرب کا اثر یہ ہے کہ عوامل کے مختلف ہونے سے اس کا آخر بدلتا رہے مگر جاء نی زیدٌ ، رأیت زیداً، مررت بزیدٍ میں ہرایک کے آخر میں حرف دال باقی ہے وہ تو بدلا ہی نہیں۔

جواب:۔ اختلاف کی دوقسمیں ہیں (۱) ذاتی (۲) وصفی

اختلاف ذاتی:۔ وہ اختلاف ہے کہ ایک حرف کے بدلے میں دوسرا حرف آجائے جیسے جاء ابوک، رایت اباک، مررت بابیک وغیرہ

اختلاف وصفی:۔ وہ اختلاف ہے کہ ایک حرکت کے بدلے میں دوسری حرکت آجائے، جیسے جاء نی زیدٌ، رایت زیداً، مررت بزیدٍ وغیرہ

اور یہاں پراختلاف وصفی ہوا ہے ذاتی نہیں۔

اعراب کی قسمیں:۔

اعراب کی دوقسمیں ہیں ایک اعراب بالحرف اس کو اختلاف ذاتی بھی کہتے ہیں اور دوسرا اعراب بالحرکت اس کو اختلاف وصفی بھی کہتے ہیں۔ اختلاف ذاتی وہاں ہوگا جہاں اسم معرب ہوحروف کے ساتھ جیسے جاء ابوک، رایت اباک وغیرہ اوراختلاف وصفی وہاں ہوگا جہاں اسم معرب بالحرکت ہو یعنی حرکت کے ساتھ معرب ہو جیسے جاء نی زیدٌ، رایت زیداً۔

اعتراض:۔ آپ نے یہ کہہ دیا کہ جہاں اعراب بالحرف ہوگا وہاں اختلاف ذاتی ہوگا تو ہم آپ کوایک ایسا اسم بتاتے ہیں کہ جس میں اختلاف ذاتی نہیں حالانکہ وہ معرب بالحرف

ہے جیسے رایت مسلمین ،مررت بمسلمین ، یہاں پر عامل تو بدل گیا مگر معرب نہیں بدلا یعنی دونوں حالتوں (نصبی و جری) میں مسلمین ہی رہا جبکہ معرب بالحرف ہے معرب بالحرکت نہیں۔

جواب:۔ اختلاف ذاتی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) حقیقی ، (۲) حکمی

جمع مذکر سالم میں حقیقتاً تو نہیں مگر حکماً بدل گیا ہے یعنی اختلاف ذاتی حکمی ہے حقیقی نہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا جو معرب بالحرکت ہو تو وہاں اختلاف وصفی ہوگا لیکن غیر منصرف میں اختلاف وصفی نہیں ہوتا جبکہ وہ معرب بالحرکت ہے جیسے مررت بعمرَ.

جواب:۔ یہاں لفظاً جر نہیں ہے مگر حکماً اور تقدیراً موجود ہے۔

العوامل

اعتراض:۔ عوامل جمع کا صیغہ ہے اور جمع کا اطلاق تین سے کم پر نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ معرب پر جب تین عوامل آئیں گے تو اس کا آخر بدلے گا ورنہ نہیں لیکن جاء زیدٌ اور رایت زیداً میں عامل ایک ہے مگر اس کا آخر بدل گیا ہے۔

جواب:۔ العوامل پر الف لام جنس کا ہے اور جب جمع پر الف لام جنسی داخل ہوتا ہے تو اس کی جمعیت کو ختم کر دیتا ہے تو اب معنی یہ ہوگا کہ معرب پر کوئی ایک عامل بھی داخل ہو جائے تو اس کا آخر بدل جائے گا۔

اعراب

مصنفؒ اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد اب ''ما بہ الاختلاف'' یعنی جس سے اختلاف واقع ہوتا ہے اس کو ذکر فرما رہے ہیں۔

سوال:۔ الاعراب مبتداء ہے اور ما اس کی خبر ہے اور یہ دونوں معرفہ ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ

جب مبتداء اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو ان دونوں کے درمیان ''ضمیر فصل'' لائی جاتی ہے تو یہاں پر کیوں نہیں لائی گئی؟

جواب:۔ یہاں ما سے مراد یا تو حروف ہیں یا حرکت اور یہ دونوں نکرہ ہیں اس لئے ان میں ضمیر فصل لانے کی ضرورت نہیں۔

المعتورة

سوال:۔ المعتورة ،اعتور سے ہے اور یہ بنفسہ متعدی ہوتا ہے تو اس کو ''علیٰ'' کے ذریعہ متعدی کیوں کیا؟

جواب:۔ یہاں صنعت تضمین ہوئی ہے۔

سوال:۔ صنعت تضمین کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ ایک فعل یا شبہ فعل کا اس طرح ہونا کہ اس کے اندر دوسرے فعل یا شبہ فعل کا معنی موجود ہو اور اس دوسرے فعل یا شبہ فعل کا صلہ جو آسکتا ہو اس کو اس پہلے فعل کے ساتھ ملا دینا جیسے یہاں پر المعتورۃ کے صلہ میں اگر چہ علیٰ نہیں آتا لیکن چونکہ ''المعتورۃ''''الواردۃ'' کے معنی میں ہے اور الواردۃ کے صلہ میں علیٰ آسکتا ہے اس لئے المعتورۃ کے صلہ میں بھی علیٰ کو لایا۔

وانواعه رفعٌ و نصبٌ و جرٌ

مصنفؒ اعراب کی تعریف کرنے کے بعد اعراب کی قسمیں بیان فرما رہے ہیں تو اعراب کی تین قسمیں ہیں:۔ رفع ،نصب ،جر

سوال:۔ اعراب تو کل چار ہیں رفع ،نصب ،جر ،جزم۔ تو مصنفؒ نے صرف تین کو ذکر کیوں کیا؟

جواب:۔ مصنفؒ یہاں پر اسم کے اعراب ذکر فرمارہے ہیں، نہ کہ مطلق اعراب، تو اسم میں صرف یہی تین اعراب آتے ہیں اس لئے ان تینوں کو ذکر فرمایا۔

اعراب کی تقسیم از ابن ہشام

ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ اعراب کی چار قسمیں ہیں۔ رفع، نصب، جر اور جزم، ان میں سے رفع اور نصب اسم اور فعل دونوں میں مشترک ہیں، یعنی رفع اور نصب اسم اور فعل دونوں میں آتے ہیں جیسے رفع کی مثال زیدٌیقوم، نصب کی مثال جیسے ان زیداً لن یقوم اور جر خاص ہے اسم کے لئے جیسے مررت بزیدٍ اور جزم خاص ہے فعل کے لئے جیسے اضربْ، لیضربْ.

سوال:۔ یہاں پر رفع، نصب، جر کہہ دیا اعراب بالحروف کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ رفع، نصب، جر کہنے سے اعراب بالحرکت اور بالحروف دونوں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ رفع، نصب، جر کا اطلاق جس طرح اعراب بالحرکت پر ہوتا ہے اسی طرح اعراب بالحروف پر بھی ہوتا ہے۔

سوال:۔ رفع، نصب، جر اور ضمہ، فتحہ، کسرہ میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ رفع نصب اور جر معرب کے لئے خاص ہیں اور ضمہ، فتحہ اور کسرہ مبنی کیلئے۔ مگر بعض دفعہ یہ معرب پر بھی آتے ہیں (یعنی ان کا اطلاق حرکات بنائیہ اور اعرابیہ دونوں پر ہوتا ہے البتہ ضم، فتح اور کسر (یعنی آخر میں تانہ ہوتو) یہ مبنی کے ساتھ خاص ہیں۔

سوال:۔ رفع کو رفع، نصب کو نصب اور جر کو جر کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔ رفع...... ۱) رفع کو رفع اس لئے کہتے ہیں کہ رفع کے معنی بلندی کے ہیں اور اس کو تلفظ کرتے وقت نچلے ہونٹ اوپر کو اٹھ جاتے ہیں یعنی بلند ہوتے ہیں۔ ۲) رفع

اپنے اخوین (نصب اور جر) سے بلند ہوتا ہے کیونکہ رفع فاعل پر آتا ہے اور فاعل کے بغیر کلام تمام نہیں ہوتا (یعنی فاعل کلام میں عمدہ ہوتا ہے) اس لئے رفع کو رفع کہتے ہیں۔

نصب...... نصب کا معنی ہے کھڑا ہونا اور نصب کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹ اپنی جگہ پر کھڑے رہتے ہیں۔

جر)...... ۱) جر کے معنی کھینچنے کے آتے ہیں اس کے ادا کرتے وقت نیچے والے ہونٹ نیچے کھنچ جاتے ہیں۔ ۲) یہ فعل کے معنی کو کھینچ کر اسم تک لیجاتا ہے اس لئے اس کو جر کہتے ہیں۔

فالرفع علم الفاعلية، والنصب علم المفعولية، والجر علم الاضافة۔

سوال:۔ یہاں فاعلیت اور مفعولیت میں تو ''یا'' مشددہ لائے ہیں اور ''الاضافۃ'' میں ''یا'' کیوں نہیں لائے؟ یوں کہہ دیتے کہ **والجر علم الاضافية**

جواب:۔ یہاں پر ہمیں معنی مصدری مطلوب تھا اس لئے فاعلیۃ اور مفعولیۃ لائے اور اضافت میں چونکہ پہلے ہی سے معنی مصدری پایا جاتا ہے اس لئے وہاں ''یا'' نہیں لائے۔

مذکورہ عبارت کا ترجمہ:۔

پس رفع فاعل ہونے کی علامت ہے اور نصب مفعول ہونے کی علامت ہے اور جر اضافت کی علامت ہے یعنی (مضاف الیہ کی)

سوال:۔ رفع کو فاعل کیلئے نصب کو مفعول کے لئے اور جر کو اضافت کے لئے خاص کیوں کیا؟

جواب:۔ رفع...... فاعل کے افراد چونکہ قلیل تھے اور رفع حرکات میں ثقیل تھی تو اس لئے

رفع فاعل کو دیدیا کیونکہ یہ بہت کم آتا ہے، ہم نے کہا کہ یہ کبھی کبھی آتا ہے چلو اس ثقل کو برداشت کرلے گا اس لئے رفع کو فاعل کے لئے خاص کردیا۔

نصب...... مفعولیت کے افراد چونکہ زیادہ تھے تو نصب ان کو دیدیا کیونکہ یہ اخف الحرکات ہے۔

جر...... چونکہ رفع فاعل کو دیا تھا اور نصب مفعول کو اب صرف جر باقی تھا، اس لئے اضافت کیلئے جر کو خاص کردیا۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ رفع فاعل کے لئے خاص ہے حالانکہ مبتداء، خبر، خبر انّ، اسم کان، وغیرہ بھی مرفوع ہوتے ہیں، حالانکہ وہ فاعل نہیں۔

جواب:۔ حقیقتاً فاعل تو نہیں لیکن حکماً ضرور ہیں وہ اس طرح کہ جس طرح فاعل مسند الیہ ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی مسند الیہ ہوتے ہیں یا جس طرح فاعل جملے کا جز ثانی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی جملے کا جز ثانی واقع ہوتے ہیں۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ (انشاءاللہ)

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ نصب کو مفعول کے لئے خاص کیا ہے حالانکہ تمیز، حال، اسم انّ، خبر کان، وغیرہ بھی منصوب ہوتے ہیں جبکہ وہ مفعول نہیں۔

جواب:۔ حقیقتاً تو مفعول نہیں لیکن حکماً ضرور ہیں اس لئے کہ جس طرح مفعول کلام کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی کلام کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتے ہیں۔

سوال:۔ مصنفؒ نے الاعراب مااختلف آخرہ بہ لیدل میں متعلق کو موخر کیا ہے اور اس کے عامل کو مقدم کیا ہے لیکن العامل مابہ یتقوم میں متعلق کو عامل سے مقدم کیا ہے ایسا کیوں کیا ہے؟

جواب:۔ حصر کے لئے، چونکہ اعراب کی تعریف یہ کی ہے کہ اسم کا آخر اس کی وجہ سے مختلف ہو جائے تو آخر عامل کی وجہ سے بھی بدلتا ہے اسلئے وہاں پر متعلق کو اپنی اصلی جگہ پر رکھا اور عامل کی تعریف میں چونکہ حصر کی ضرورت تھی کیونکہ معنی مقتضی للاعراب منحصر ہے عامل کیلیۓ اس لئے متعلق کو مقدم کیا تا کہ حصر کا معنی پایا جائے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ **التقديم ماحقه التاخيريفيد الحصر والاختصاص۔**

سوال:۔ یتقوم کے معنی قائم ہونے کے ہیں اور یہ ذی روح کے لئے آتا ہے تو یہاں پر یتقوم کیوں استعمال کیا؟

جواب:۔ یتقوم بمعنی تحصل کے ہے۔

فالمفرد المنصرف ، والجمع المكسر المنصرف بالضمه رفعاً

مصنفؒ اعراب کی قسموں کو بیان کرنے کے بعد اب ان کی تقسیم بیان فرما رہے ہیں کہ کون سا اعراب کس پر آئے گا، تو سب سے پہلے بتا دیا کہ مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف کو حالت رفعی میں ضمہ، حالت نصبی میں فتحہ اور حالت جری میں کسرہ دیا جائیگا۔

سوال:۔ اعراب کی دو قسمیں ہیں۔ ۱) اعراب بالحرکت ۲) اعراب بالحرف، ان میں اعراب بالحرکت کو مقدم کیوں کیا؟

جواب:۔ اعراب بالحرکت اصل ہے اور اعراب بالحرف فرع ہے اس لئے اعراب بالحرکت کو مقدم کیا۔

فائدہ:۔ مفرد کا لفظ چار چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے۔ ۱) مرکب کے مقابلے میں آتا ہے۔ ۲) جملہ کے مقابلے میں آتا ہے۔ ۳) تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں آتا ہے۔ ۴) مضاف کے مقابلے میں آتا ہے۔

عبارت میں فصول:۔ عبارت میں مفرد کی قید سے مرکبات نکل گئے اور منصرف کہنے سے غیر منصرف نکل گیا ان کے اعراب بعد میں آئیں گے جمع مکسر کہنے سے جمع سالم خارج ہوگئی اور منصرف کہنے سے غیر منصرف خارج ہوگیا، کیونکہ ان کے اعراب آگے آرہے ہیں۔

سوال:۔ ان اعراب کو مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف کیلئے کیوں خاص کیا؟

جواب:۔ اعراب میں سے اعراب بالحرکت اصل ہے اور حالات میں اصل یہ ہے کہ حالات ثلاثہ میں حرکات ثلاثہ آجائیں، یعنی حالت رفع، نصب اور جر کے لئے الگ الگ اعراب آئیں۔ مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف بھی اصل تھے اس لئے ان اعراب کو ان کے ساتھ خاص کردیا۔

سوال:۔ مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف کس طرح اصل ہیں؟

جواب:۔ مفرد منصرف اور جمع مکسر اصل اس طرح ہیں کہ مفرد اصل ہے تثنیہ وجمع کے اعتبار سے اور منصرف اصل ہے غیر منصرف کے اعتبار سے اور جمع مکسر منصرف اصل ہے جمع مکسر غیر منصرف کے اعتبار سے۔

جمع المؤنث السالم بالضمة والكسرة

جمع مؤنث سالم اس وقت بنتی ہے جب اس کے واحد میں الف اور تاء بڑھا دیا جائے چاہے اس کا واحد مذکر ہو یا مؤنث جیسے مسلمات جس کی واحد مسلمۃ آتی ہے اور مرفوعات جس کی واحد مرفوع آتی ہے۔

سوال:۔ جمع مؤنث سالم کی حالت نصبی حالت جری کے تابع کیوں کردی؟

جواب:۔ جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے کیونکہ اصل (جمع مذکر سالم) میں نصب، جر کا تابع تھا اس لئے فرع میں بھی نصب کو جر کا تابع کردیا۔ اصل میں کیوں تابع

کیا تھا اس کا جواب جمع مذکر سالم کے اعراب میں آئے گا۔

سوال:۔ جمع مؤنث سالم فرع تھی تو فرع کو اصل سے مقدم کیوں کیا؟

جواب:۔ تقدیم اور تاخیر میں ہم نے اعراب کا لحاظ کیا ہے چونکہ اعراب میں اصل اعراب بالحرکت ہے اس لئے جمع مؤنث سالم کو مقدم کیا کیونکہ اس میں اعراب بالحرکت ہے۔

سوال:۔ جمع مؤنث سالم کو غیر منصرف سے مقدم کیوں کیا؟ جبکہ غیر منصرف میں بھی اعراب بالحرکت ہے۔

جواب:۔ اس لئے کہ جمع مؤنث سالم اپنی اصل سے اتنی خالف نہیں جتنا کہ غیر منصرف اپنی اصل سے مخالف ہے کیونکہ غیر منصرف میں ایک حرکت بھی نہیں آتی اور تنوین بھی نہیں آتی وغیرہ۔

غیر المنصرف بالضمة والفتحة

سوال:۔ غیر منصرف میں حالت جری، حالت نصبی کے تابع کیوں ہے؟

جواب:۔ غیر منصرف فعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے چونکہ فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی اس لئے اس کے (غیر منصرف کے) جر کو نصب کے تابع کردیا۔

سوال:۔ حالتِ جری کو حالت رفعی کے تابع کیوں نہیں کیا حالت رفعی کے تابع کیوں کیا؟

جواب:۔ رفع اور جر میں منافات اور تباین پایا جاتا ہے اسلئے یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ رفع عمدہ پر آتا ہے اور جر فضلہ پر اور نصب اور جر میں تناسب ہے کیونکہ نصب بھی فضلہ پر آتا ہے اور جر بھی فضلہ پر آتا ہے۔ اس لئے حالت جری کو حالت رفعی کا تابع نہیں کیا۔

سوال:۔ جب غیر منصرف منصرف کی فرع ہے تو اس کو اعراب فرعی یعنی اعراب بالحرف کیوں نہیں دیا؟

جواب:۔ یہ اعراب بھی فرعی ہیں کیوں کہ وہ اعراب جس کے حالات ثلاثہ میں صرف دو اعراب آئیں وہ فرع ہے بنسبت اس اعراب کے کہ جس کے حالات ثلاثہ میں حرکات ثلاثہ آئیں۔

فائدہ:۔ ابوک، اخوک، حموک، ھنوک، فوک، ذومال، میں سے پہلے چار ناقص واوی ہیں پانچواں اجوف واوی ہے اور آخری لفیف مقرون ہے۔

سوال:۔ ناقص واوی کو اجوف واوی اور لفیف مقرون سے کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ کثرت استعمال کی وجہ سے، کیونکہ کلام میں ناقص واوی کثیر الاستعمال ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔

سوال:۔ حموکِ کے کاف کے نیچے کسرہ کیوں ہے؟ یعنی ضمیر مؤنث کی کیوں لائی ہے حالانکہ باقی سب کے کاف پر فتحہ ہے۔

جواب:۔ چونکہ یہ لفظ خاوند کی طرف سے عورت کے جو رشتہ دار ہیں ان پر بولا جاتا ہے اس لئے کاف پر کسرہ لگا دیا۔ جیسے سسر، دیور وغیرہ

سوال:۔ ان تمام اسماء کی اضافت ضمائر کی طرف ہے اور ذو کی اضافت اسم جنس کی طرف کیوں ہے؟

جواب:۔ ذو کو اس بات کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ یہ اسم جنس کو کسی کے لئے صفت بنا دے اس لئے اس کی اضافت اسم جنس کی طرف کر دی۔

اسمائے ستہ مکبرہ میں اعراب کے لئے شرائط:۔

اسمائے ستہ مکبرہ میں اعراب بالحرف تب آئے گا جب ان میں چار شرطیں پائی جائیں ورنہ ان کے اعراب اعراب بالحروف نہیں ہونگے اور وہ شرطیں درج ذیل ہیں۔

(۱) مکبرہ:۔ مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں ورنہ ان کے اعراب اعراب بالحرکت لفظی ہوں گے جیسے جاء نی ابیُک رأیت ابیَّک مررت بابیِّک۔

(۲) موحدہ:۔ موحدہ ہوں تثنیہ وجمع نہ ہوں ورنہ تثنیہ کے اعراب ہوں گے جیسے جاء نی اخواک، رأیت اخوَیک مررت باخوَیک۔

(۳) مضاف:۔ مضاف ہوں اگر مضاف نہ ہوں تو اس کے اعراب اعراب بالحرکت لفظی ہوں گے جیسے جاء نی ابٌ، رأیت اباً، مررت بابٍ۔

(۴) مضاف الیٰ غیر یاءِ متکلم ہوں:۔ یائے متکلم کی طرف اضافت نہ ہو ورنہ اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا جیسے جاء نی اخی، رأیت اخی، مررت باخی۔

اتفاقی مثال: جاء نی ابوک رأیت اباک مررت بابیک۔

المثنیٰ و کلا مضافا الیٰ مضمر واثنان و اثنتان

مصنفؒ ابھی ان اسماء کا تذکرہ فرمارہے ہیں جن کے حالات ثلاثہ میں صرف دو حرف آتے ہیں۔

سوال:۔ مثنیٰ سے مراد مثنیٰ کے افراد ہیں تو پھر کلا اور اثنان واثنتان کو کیوں ذکر کیا؟

جواب:۔ یہ کلا اور اثنان وغیرہ مثنیٰ کے افراد نہیں ہیں کیونکہ مثنیٰ وہ ہوتا ہے جسکے مفرد کے آخر میں الف اور نون بڑھادیا ہو جیسے رجلٌ سے رجلانِ وغیرہ لیکن کلا وغیرہ کا کوئی مفرد نہیں آتا اسلئے یہ مثنیٰ کے لواحقات میں سے ہیں حقیقت میں مثنیٰ نہیں یعنی شکل وصورت میں یہ مثنیٰ کے مشابہ ہیں اس لئے ان کو مثنیٰ کے اعراب دے دیئے ہیں۔

سوال:۔ کلا کو ذکر کیا کلتا کو کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب:۔ کلا اصل ہے اور کلتا فرع ہے اصل کو ذکر کر کے فرع کو ترک کر دینا جائز ہے۔

سوال:۔ اثنان اصل اور اثنتان فرع دونوں کو کیوں ذکر کیا؟

جواب:۔(۱) بعض نسخوں میں اثنتان کو ذکر نہیں کیا ہے پھر تو کوئی اشکال ہی نہ رہا۔

جواب:۔(۲) اسمائے عدد اکثر قیاس کے مخالف ہوتے ہیں جیسے ثلاثة رجالٍ اور ثلاث نساءٍ اسلئے مصنفؒ نے دونوں کو صراحتاً ذکر فرمایا کہ یہاں پر کوئی اختلاف نہیں دونوں کے اعراب ایک جیسے ہیں۔

جواب:۔(۳) پہلی صورت یعنی کلا میں اصل کو ذکر اور فرع کو ترک کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ اصل کو ذکر کر کے فرع کو ترک کر دینا درست ہے اور دوسری صورت اثنان میں اصل اور فرع دونوں ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ اصل اور فرع دونوں کو ذکر کرنا اولیٰ ہے اگر چہ فرع کو ترک کر دینا بھی جائز ہے۔

سوال:۔ کلا کے ساتھ مضاف کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ کلا میں دو اعتبار ہیں (۱) باعتبار لفظ کے یہ مفرد ہے۔ (۲) باعتبار معنیٰ کے یہ تثنیہ ہے، ان دونوں میں سے مفرد تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اعراب بالحرکت آجائے اور باعتبار معنیٰ کے یہ تقاضا کرتا ہے کہ ان میں اعراب بالحرف ہو، تو ہم نے دونوں کا اعتبار کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اگر یہ ضمیر کی طرف مضاف ہو تو اس کا اعراب تثنیہ والا ہوگا اور اگر اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو تو اس کا اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا جیسے جاء نی کلا الرجلین، رأیت کلا الرجلین، مررت بکلا الرجلین تینوں صورتوں میں ظاہراً ''کلا'' میں کوئی فرق نہیں آیا۔

جمع المذكر السالم و اولو، و عشرون و اخواتها

ان سب کا اعراب حالت رفعی میں واؤ ماقبل مضموم اور حالت نصبی و جری میں یاء ماقبل مکسور ہوگا جاء نی مسلمون و ألو مال و عشرون رجلاً و رأیت مسلمین و مررت بمسلمین.

سوال :۔ جمع مذکر سالم کہنے سے اس کے افراد مراد ہوتے ہیں چونکہ اولو اور عشرون بھی اس کے افراد میں سے ہیں تو ان کو دوبارہ کیوں ذکر کیا؟

جواب :۔ اولو اور عشرون جمع مذکر سالم نہیں ہیں کیونکہ جمع مذکر سالم وہ ہوتا ہے جس کے واحد کے آخر میں واؤ اور نون لگا دیا گیا ہو جبکہ عشرون کا مفرد ہی نہیں آتا اور اولو کے آخر میں واؤ اور نون نہیں اس لئے یہ جمع مذکر سالم نہیں بلکہ اس کے ملحقات میں سے ہیں۔

سوال :۔ کیا عشرون کا مفرد عشرۃ نہیں ہے؟

جواب :۔ عشرۃ، عشرون کا مفرد نہیں یعنی عشرون عشرۃ کی جمع نہیں ہے کیونکہ جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے اب عشرۃ کو تین مرتبہ جمع کرو تو اس کا حاصل جمع تیس (۳۰) ہوتا ہے اور عشرون بیس کے عدد پر دلالت کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ عشرون عشرۃ کی اسی طرح اربعون اربعۃ کی اور ثلاثون ثلاثۃ کی جمع نہیں ہے۔

سوال :۔ ان کو اعراب بالحرکت یعنی اصلی اعراب کیوں نہیں دیا؟

جواب :۔ یہ فرع ہیں اس لئے ان کو فرعی اعراب دیئے گئے۔

سوال :۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ مثنیٰ اور جمع کی حالت رفعی میں واؤ، حالت نصبی میں الف، اور حالت جری میں یا ہو کیونکہ رفع کیلئے اعراب بالحروف میں واؤ اور اعراب بالحرکت میں ضمہ ہوتا ہے اسی طرح نصب کے لئے بالترتیب الف اور فتح اور جر کیلئے یا اور کسرہ ہوتے

ہیں لیکن یہاں اعراب اس اصول کے خلاف کیوں ہے؟

جواب:۔ اعراب بالحرف کل ہمارے پاس تین تھے، الف واؤ اور یا اور حالتیں کل چھ تھیں ۔تثنیہ کی حالت رفعی، نصبی ، جری۔ اسی طرح جمع کی حالت رفعی، نصبی ، جری۔ اب تینوں اعراب اگر تثنیہ کو دے دیئے جائیں تو جمع خالی رہ جاتی ہے اور اگر جمع کو دیں تو تثنیہ خالی رہ جاتا ہے اور دونوں کو دے دیں تو التباس لازم آجاتا ہے تو چونکہ فعل کے اندر تثنیہ میں الف اس کا فاعل ہوتا ہے جیسے ضربا تو اس وجہ سے تثنیہ کی حالت رفعی کو الف دیدیا۔ اور جمع میں واؤ اس کا فاعل ہوتا ہے جیسے ضربوا، تو اس وجہ سے جمع کی حالت رفعی کو واؤ دیدیا۔ اب اعراب صرف ایک ''یا'' باقی تھا اور حالتیں کل چار باقی تھیں، تثنیہ وجمع کی حالت نصبی و جری، تو یا کو تثنیہ وجمع کی حالت جری کو دیکر نصبی کو جر کے تابع کر دیا۔

سوال:۔ حالت نصبی کو جری کے بجائے حالت رفع کے تابع کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ رفع اور جر میں منافات وتباین ہے اس وجہ سے دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور نصب اور جر میں چونکہ تناسب ہے اس لئے نصب کو جر کے تابع کر دیا اس کی تفصیل غیر منصرف میں گزر چکی ہے دوبارہ دیکھ لیں۔

التقدیر فی ما تعذر

اعراب کو ذکر کرنے کے بعد مصنفؒ اب ان مقامات کو ذکر فرمارہے ہیں جہاں اعراب تقدیراً آتے ہیں یہاں التقدیر فیما کے اندر جو مَا ہے اس سے مراد معرب ہے۔

تقدیری اعراب کے مواضع:۔

تقدیری اعراب دو مواضع میں آتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱) جہاں پر اعراب لفظی کا آنا ممکن نہ ہو جیسے عصا اور غلامی

۲) جہاں پر اعراب لفظی ثقیل ہو جیسے قاض اس کی تفصیل بعد میں آئے گی عصا سے مراد وہ اسم معرب ہے جسکے آخر میں الف مقصورہ ہو چاہے وہ الف ساقط ہو یا ثابت۔

سوال:۔ عصا میں اعراب تقدیری کیوں ہے لفظی کیوں نہیں؟

جواب:۔ اس میں اعراب لفظی ممکن نہیں اس لئے کہ اس کے آخر میں الف ہے اب اگر ہم اس کو حرکت دیں گے تو وہ الف باقی نہیں رہے گا بلکہ ہمزہ بن جائے گا اس لئے اس کو اعراب تقدیری دے دیئے گئے۔

غلامی سے مراد وہ اسم معرب ہے جو جمع مذکر نہ ہو اور مضاف ہو یائے متکلم کی طرف یعنی وہ اسم جمع مذکر سالم نہ ہو کیونکہ جمع مذکر سالم جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اس کے اعراب آگے آئیں گے۔

سوال:۔ غلامی میں اعراب لفظی کیوں نہیں تقدیری کیوں ہے؟

جواب:۔ اس لئے کہ اس میں میم پر جو کسرہ آیا ہے وہ ''ی'' کی نسبت کی وجہ سے آیا ہے اب اگر ہم اس پر اعراب لفظی بھی رکھ دیں تو دو حرکتوں کا ایک اسم پر ہونا لازم آئیگا اور یہ درست نہیں چاہے وہ حرکت ضمہ ہو یا فتحہ ہو یا کسرہ۔

مطلقاً

۱) مطلقاً یا تو حال ہے عصا اور غلامی دونوں سے، تو اس صورت میں معنیٰ ظاہر ہے یعنی ان دونوں اسموں کی تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہوگا۔

۲) یا حال ہے صرف غلامی سے تو اس صورت میں مصنفؒ ان نحویوں پر رد کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ غلامی کی حالت جری میں اعراب لفظی ہیں، وہ اس طرح کہ اس کی یا سے پہلے کسرہ ہے تو مصنفؒ نے فرمایا کہ اس پر جو کسرہ ہے وہ عامل کی وجہ سے نہیں آیا بلکہ یا کی

مناسبت سے آیا ہے کیونکہ عامل کی وجہ سے جو حرکت آتی ہے وہ عوامل کے بدلنے سے بدل جاتی ہے مگر اس کی حرکت کبھی نہیں بدلتی، اس سے معلوم ہوا کہ غلامی پر جو کسرہ آیا ہے وہ عامل کی وجہ سے نہیں بلکہ یا کی مناسبت سے آیا ہے۔

۳) اعراب تقدیری آنے کی دوسری جگہ وہ ہے جہاں اعراب لفظی کا آنا ناممکن اور ممتنع نہیں مگر ثقیل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے (۱) قاضٍ (۲) مسلمیّ

قاضٍ :۔ قاضٍ سے مراد وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو چاہے وہ یاء ساقط ہو یا ثابت، اور اس کو اسم منقوص کہتے ہیں اس کا اعراب حالت رفعی میں تقدیراً ضمہ جری میں تقدیراً کسرہ اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی ہوگا۔ جاء القاضِیُ رأیت القاضِیَ مررت بالقاضِیِ

اس پر اعراب تقدیراً اس لئے آتے ہیں کہ اس کے آخر میں یاء ہے اور یاء پر چونکہ ضمہ اور کسرہ ثقیل تھے اس لئے ان کو تقدیری کر دیا اور چونکہ فتحہ اخف الحرکات تھا اس لئے فتحہ کو لفظی ہی رکھا۔

مُسْلِمِیَّ :۔ مسلمیّ سے مراد وہ جمع مذکر سالم ہے جو مضاف ہو یائے متکلم کی طرف اس کی حالت رفعی میں تقدیراً واؤ نصبی اور جری دونوں حالتوں میں یاء لفظاً ہوگی۔

سوال :۔ اس کی حالت رفعی میں واؤ تقدیراً کیوں ہے لفظاً کیوں نہیں؟

جواب :۔ اس میں تعلیل ہوئی ہے اور تعلیل کے بعد واؤ موجود ہی نہیں ہوتی، کیونکہ مسلمیّ اصل میں مسلمون تھا اس کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا مسلموی ہو گیا پھر واؤ کو یاء سے تبدیل کر دیا اور یاء کی نسبت سے ماقبل کے میم کو کسرہ دیا اب دو یا جمع ہو گئے تو ان کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا تو مسلمیّ بن گیا۔ اب جبکہ اعلال کے

بعد واؤ باقی نہیں رہا تو ہم نے کہا واؤ تقدیری ہوگا۔

غیر المنصرف

اعراب کی تقسیم کے بعد مصنفؒ اب اسم معرب کی تقسیم کررہے ہیں اس میں پہلے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اسم کی دو قسمیں ہیں (۱) منصرف (۲) غیر منصرف، تو یہاں مصنفؒ نے غیر منصرف کو ذکر کیا اور منصرف کو ترک کر دیا اس کی دو وجوہ ہیں۔

۱) منصرف کثیر ہوتا ہے اور غیر منصرف قلیل، اس لئے مصنفؒ نے قلیل چیز کو ذکر فرمایا اور کثیر کو چھوڑ دیا۔

۲) غیر منصرف کی تعریف سے منصرف خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے۔

غیر منصرف اس کو کہتے ہیں جسمیں اسباب منع صرف میں سے دو یا ایک سبب جو دو اسباب کے قائم مقام ہو پایا جائے۔ اور اسباب منع صرف کل نو ہیں جن کو شاعر نے اس شعر میں جمع کیا ہے۔

عدل و وصف و تانیث و معرفة

و عجمة ثم جمع ثم ترکیب

والنون زائدة من قبلها الف

ووزن الفعل وهذاالقول تقریب

فائدہ:۔ یہ دونوں شعر سعید انباری کے ہیں اور ان سے پہلا شعر ہے

موانع الصرف تسع کلما اجتمعت ثنتان منهافما للصرف تصویب

مثالیں:۔ ① عمر (عدل، معرفہ) ② احمر (وصف، وزن فعل) ③ طلحۃ (تانیث لفظی، معرفہ) ④ زینب (تانیث معنوی، معرفہ) ⑤ ابراہیم (عجمہ، معرفہ) ⑥

مساجد (جمع منتہی الجموع) ⑦ معدیکرب (ترکیب، معرفہ) ⑧ عمران (الف نون زائدتان، معرفہ) ⑨ احمد (وزن فعل، معرفہ)

اعتراض:۔ آپ کی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں کیونکہ آپ کی تعریف ضَرَبَتْ پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ اس میں دو سبب پائے جاتے ہیں۔ ایک وزن فعل اور دوسرا سبب تانیث حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں بلکہ مبنی ہے۔

جواب:۔ ہم نے جو غیر منصرف کی تعریف میں ما فیہ علتان کہا ہے اسمیں ما سے مراد اسم معرب ہے تو معلوم ہوا کہ ضربت ہماری تعریف میں داخل نہیں کیونکہ وہ فعل ہے۔

اعتراض:۔ آپکی تعریف جامع نہیں کیونکہ حضار کے اندر دو سبب (معرفہ، تانیث) پائے جاتے ہیں مگر پھر بھی مبنی ہے غیر منصرف نہیں۔

جواب:۔ غیر منصرف کی تعریف میں مافیہ علتان میں جو ما ہے اس سے مراد اسم معرب ہے اور آپ خود فرماتے ہیں کہ حضار مبنی ہے اور غیر منصرف معرب کی قسم ہے اس میں مبنی کس طرح داخل ہوگا۔

اعتراض:۔ ہم آپ کو ایسا اسم بتا سکتے ہیں جو اسم معرب بھی ہے اور اس میں دو سبب بھی پائے جاتے ہیں مگر پھر بھی منصرف ہے جیسے نوح اس میں ایک سبب معرفہ ہے اور دوسرا عجمہ مگر یہ پھر بھی منصرف ہے۔

جواب:۔ عجمہ کے غیر منصرف بننے کیلئے دو شرطیں ہیں۔ ۱) علم ہو ۲) دو امروں میں سے کوئی ایک پایا جائے یا تو زائد از ثلاثہ ہو یا متحرک الاوسط ہو اور ''نوح'' نہ تو زائد از ثلاثہ ہے اور نہ ہی متحرک الاوسط ہے تو معلوم ہوا کہ ''نوح'' اسلئے غیر منصرف نہیں کہ اس میں ایک شرط مفقود ہے یعنی امرین (زائد از ثلاثہ، متحرک الاوسط) کے مفقود ہونے کی وجہ سے

منصرف ہے۔

سوال:۔ مصنفؒ نے جو شعر ذکر کیا ہے اس کا پہلا مصرعہ کیوں چھوڑا؟

جواب:۔ اس مصرعہ کو اس لئے بیان نہیں کیا کہ اس میں یہ بات تو تھی کہ اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جائیں تو وہ اسم غیر منصرف ہوگا مگر یہ بات صراحتاً ذکر نہیں تھی کہ ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہو وہ موجود ہو تو اس سے بھی اسم غیر منصرف ہوتا ہے۔

اعتراض:۔ شعر کے اندر مصنفؒ نے ثم جمع ثم ترکیب فرمایا ہے اور ثم تراخی کے لئے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ''جمع'' یا ''ترکیب'' اس وقت پایا جائیگا جب عدل، وصف ،تانیث، معرفہ اور عجمہ اس اسم کے اندر پہلے سے پائے جاتے ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ مثلاً مَساجِدُ اور مَعدِیکرب وغیرہ میں دیکھیں کہ نہ ان میں عدل ہے نہ وصف ہے اور نہ تانیث ہے۔

جواب:۔ یہاں ثم تراخی کیلئے نہیں بلکہ صرف عطف کے لئے ہے اور یہاں وزن شعر برقرار رکھنے کے لئے واؤ کی جگہ ثم استعمال کیا ہے۔

والنون زائدة من قبلها

ترکیب کے لحاظ سے زائدۃ میں دو احتمال ہیں۔ ۱) مرفوع ۲) منصوب

۱) اگر یہ مرفوع ہو تو صفت ہوگی النون کے لئے۔

۲) اور اگر منصوب ہو تو یہ النون سے حال ہوگا۔

دونوں احتمال صحیح نہیں :۔ صفت اس لئے صحیح نہیں کہ ''النون'' معرفہ ہے اور ''زائدۃ'' نکرہ ہے اور موصوف صفت میں تعریف و تنکیر میں مطابقت ضروری ہے جبکہ یہاں مطابقت نہیں اور حال اس لئے صحیح نہیں کہ حال تو وہ ہوتا ہے جو فاعل یا مفعول کی ہیئت کو

بیان کرے اور النون نہ تو فاعل ہے اور نہ مفعول۔

ترکیب کا حل:۔ دونوں احتمال درست ہیں۔

۱) صفت اس لئے درست ہے کہ ''النون'' میں الف لام زائد ہے یا عہد ذہنی کا ہے اور ان دو قسموں سے اسم معرفہ نہیں بنتا۔

۲) حال اس لئے درست ہے کہ اصل میں النون فاعل ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے! **تمنع النون الصّرف حال کونها زائدةً** اس عبارت میں زائدة النون سے حال واقع ہے اور الف میں دو احتمال ہیں ۱) مبتداء مؤخر ۲) یہ فاعل ہو ظرف کا یعنی من قبلها جس سے متعلق ہے اس کے لئے الف فاعل ہے پھر اس مکمل جملہ **من قبلها الف** میں دو احتمال ہیں ۱) یہ جملہ بھی ''النون'' سے حال واقع ہو، اس کو احوال مترادفہ کہتے ہیں ۲) یہ حال ہو ''زائدہ'' کی ضمیر سے اس کو احوال متداخلہ کہتے ہیں۔

سوال:۔ عبارت سے نون کا زائدہ ہونا تو معلوم ہوتا ہے مگر الف کا زائد ہونا نہیں؟

جواب:۔ نون کا زائد ہونا مجہول تھا اسلئے اس کو ذکر کر دیا اور الف کا زائد ہونا چونکہ عام تھا اس لئے اس کو ذکر نہ کیا۔ لیکن بہتر ترکیب یہ ہے کہ **الف زائدة** کا فاعل ہے اور **من قبلها زائدة** سے متعلق ہے اس صورت میں تقدیری عبارت یہ ہوگی **تمنع النون الصرف حال کون الالف زائدة من قبلها** اس میں الف کی زیادتی کا تو عبارت سے پتہ چلا اور نون کا زائدہ ہونا عرب کے محاورہ سے کیونکہ اہل عرب کا محاورہ ہے **جاء زید راکباً من قبله اخوه** اور محاورہ میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ وصف رکوب میں زید اور اس کا بھائی دونوں شریک ہیں لیکن آنے میں زید کا بھائی مقدم ہے۔

وهذا القول تقريب

اس عبارت کی تین توجیہات ہوسکتی ہیں ۱) **مُقَرَّبٌ اِلیٰ الْحِفْظِ** یعنی یہ نظم حفظ کے لئے

آسان ہے۔ ۲) مُقَرَّبٌ اِلیٰ الصَّوابِ یعنی یہ قول صحت کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اسباب منع صرف کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک دو اور بعض کے نزدیک نو اور بعض کے نزدیک گیارہ ہیں تو مصنفؒ نے درمیان کو لیا ہے اور یہ قول زیادہ راجح ہے۔ ۳) تقریبی لا تحقیقی مجازی ہیں تحقیقی نہیں یعنی اسم کو غیر منصرف بنانے کیلئے حقیقت میں ان میں سے دو چیزیں مل کر علت ہوتی ہیں نہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک علت بن جائے اس اعتبار سے ان کو نو کہنا مجازی ہے حقیقی نہیں۔

غیر منصرف کا حکم:۔ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔

سوال:۔ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین کیوں نہیں آتی؟

جواب:۔ یہ فعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور چونکہ فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی اسلئے غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آتی اور فعل پر کسرہ اور تنوین اسلئے نہیں آتی کہ یہ اسم کی خاصیت ہے (بقیہ تفصیل اسم کی خاصیات میں گزر چکی ہے) اور یہ مشابہت وجود فرعیتین میں ہے یعنی غیر منصرف اور فعل دونوں فرعیتین کے محتاج ہوتے ہیں۔

غیر منصرف:۔ اسباب منع صرف سب فرع ہیں اور اسم "غیر منصرف" بننے کے لئے سببین کا محتاج ہوتا ہے اور غیر منصرف میں دو سبب پائے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اسم غیر منصرف فرعیتین کا محتاج ہوتا ہے۔

فعل:۔ فعل میں بنسبت اسم کے فرعیتین ہوتی ہیں۔

۱) فاعل کا محتاج ہونا:۔ ۲) اشتقاق کے اعتبار سے مشتق منہ کا فرع ہونا یعنی ان کا محتاج ہونا ہے۔

و یجوز صرفه' للضرورة

اسم غیر منصرف کو دو وجہ سے منصرف بنانا جائز ہے۔

۱) ضرورتِ شعری ۲) تناسب

وزن شعری کی تین قسمیں ہیں۔

۱) شعر کا وزن ٹوٹتا ہو جیسے حضرت فاطمہؓ کا شعر ہے

صُبّت علی مصائبٌ لو انّها　　　صبّت علی الایام صرن لیالیاً

یہاں مصائب پر تنوین آئی ہے حالانکہ غیر منصرف پر تنوین نہیں آتی۔

۲) رعایت قافیہ کی بنا پر بھی غیر منظرف کو منصرف بناتے ہیں جیسے حضرت علیؓ کا شعر ہے

سلام علی خیر الأنام و سیدٍ　　　حبیب اللہ العالمین محمدٍ

بشیر نذیرٍ ہاشمیٍّ مکرمٍ　　　عطوفٍ رؤفٍ من یسمیٰ باحمدٍ

یہاں ''احمد'' غیر منصرف تھا مگر اس پر کسرہ آیا ہے کیونکہ پہلے شعر کے آخری حرف پر کسرہ ہے۔

۳) سلاست کو برقرار رکھنے کیلئے یعنی شعر کی نرمی کو برقرار رکھنے کے لئے، جیسا کہ امام شافعیؒ کا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں شعر ہے کہ!

اعد ذکر نعمانٍ لنا ان ذکرہ　　　ھو المسک ماکررتہ یتضوّع

یہاں ''نعمان'' جو کہ غیر منصرف تھا اس پر تنوین آئی ہے۔

تناسب:۔ اسم غیر منصرف کو منصرف بنانے کی دوسری وجہ تناسب ہے یعنی تناسب کی بنا پر بھی اسم غیر منصرف کو منصرف بناتے ہیں تناسب کا مطلب یہ ہے کہ ایک اسم منصرف کے ساتھ کوئی اسم غیر منصرف مذکور ہو تو اس اسم غیر منصرف کو بھی منصرف کر دیتے ہیں جیسے سلاسلا و اغلالاً یہاں پر سلاسل جو کہ مساجد کے وزن پر سلسلۃ کی جمع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف تھا لیکن اغلالاً کی مناسبت سے منصرف لکھا جاتا ہے۔

سوال:۔ مصنفؒ نے تناسب کی مثال تو دی ہے وزن شعری کی مثال کیوں نہیں دی؟

جواب:۔ تناسب کی مثال اس لئے دی ہے کہ یہ مجہول ہے اور عام نہیں ہے اور وزن شعری چونکہ عام اور معروف ہے اس لئے اس کی مثال نہیں دی۔

سوال:۔ آپ نے اسم غیر منصرف کو منصرف بنانے کا تو ذکر کیا ہے لیکن یہ کیوں نہیں بتایا ہے کہ اسم منصرف سے غیر منصرف بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ اسماء میں اصل انصراف ہے یعنی منصرف ہونا، اب اگر ہم منصرف سے غیر منصرف بنانے کا تذکرہ کرتے تو اصل کو فرع کی طرف لوٹانا لازم آتا جو کہ درست نہیں اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا۔

سوال:۔ یہاں پر لفظ یجوز کیوں لایا ہے جبکہ بعض جگہوں پر غیر منصرف کو بنانا صرف جائز نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہوتا ہے؟

جواب:۔ یہاں پر لفظ یجوز بمعنی لا یمتنع کے ہے یعنی منع نہیں تو جب منع نہیں تو چاہے ضروری ہو یا نہ ہو اس میں کوئی فرق نہیں۔

عدل کی تشریح:۔

سوال:۔ عدل کو اسباب منع صرف کے دیگر اسباب پر کیوں مقدم کیا؟

جواب (۱):۔ اسلئے کہ باقی تمام اسباب میں کچھ شرائط ہیں مگر عدل میں کوئی شرط نہیں اس لئے عدل بمنزلہ مطلق کے ہے اور باقی اسباب بمنزلہ مقیّد کے، اور یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ مطلق مقیّد پر مقدم ہوتا ہے۔

(۲):۔ اجمال (یعنی شعر) میں عدل مقدم تھا لہٰذا تفصیل میں بھی عدل کو مقدم کر دیا۔

سوال:۔ باقی تمام اسباب کی تعریف مصنفؒ نے نہیں کی ہے اور عدل کی تعریف کی ہے یہ

کیوں؟

جواب نمبرا:۔ اس وجہ سے کہ باقی تمام کی تعریفات میں مصنفؒ اور دیگر نحویوں میں فرق نہیں مگر عدل کی تعریف میں مصنفؒ اور دیگر نحویوں میں فرق تھا تو مصنفؒ نے اپنی رائے ظاہر کرنے کے لئے تعریف کی۔

جواب نمبر۲:۔ عدل کی تعریف کا محل ہی یہی تھا کیونکہ باقی اسباب کی تعریف مختلف مقامات پر ہوتی رہتی ہے اس لئے ان کی تعریف کو ترک کر کے صرف عدل کی تعریف کی۔

عدل کے لغوی و اصطلاحی معنی:۔

لغت میں عدل کے بہت سارے معنی آتے ہیں مگر ان میں سے پانچ یہ ہیں۔

۱) عدل کا صلہ اگر عَنْ آجائے تو اس صورت میں اس کے معنی اعراض کرنے کے ہونگے۔

۲) عدل کا صلہ اگر اِلیٰ آجائے تو رجوع ہونے کے معنی میں ہوگا۔

۳) عدل کا صلہ اگر من آجائے تو بعد کے معنی میں ہوگا۔

۴) عدل کا صلہ اگر فی آجائے تو اس کے معنی پختہ ارادہ کے اور متردد ہونے کے آتے ہیں۔

۵) عدل کا صلہ اگر بین آجائے تو اس صورت میں اس کے معنی استوا اور برابری کے آتے ہیں۔

عدل کی اصطلاحی تعریف:۔ خروجه عن صيغته الاصلية الى صيغة اخرى تحقيقاً او تقديراً مع بقآء المادّة الاصلية بلاقاعدة و قانون.

فالعدل خروجه

ترکیب:۔ العدل مبتداء خروجہ خبر۔

اشکال:۔ العدل متکلم کی صفت ہے اور خروجہ اسم کی صفت ہے تو ان دونوں میں تباین ہے

اس وجہ سے ان کا مبتداء اور خبر ہونا صحیح نہیں۔

جواب:۔ یہاں العدل معدول کے معنی میں ہے اور معدول بھی اسم کی صفت ہے لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

اعتراض:۔ معدول ذات مع الوصف اور خروجہ صرف وصف ہے اسی طرح معدول متعدی ہے اور خروج لازم، لہٰذا خروج کا حمل معدول پر درست نہیں۔

جواب:۔ **معدول:. کون الاسم معدولاً** کے معنی میں ہے اور کون صرف وصف بھی ہے اور لازمی بھی لہٰذا حمل درست ہوا۔

اعتراض:۔ **کون الاسم معدولاً** حاصل بالمصدر ہے اور خروجہ ذات مصدر ہے پھر بھی تو ان کا مبتداء اور خبر ہونا درست نہیں ہوا۔

جواب:۔ **خروجہ:. کون الاسم مخرجاً** کے معنی میں ہے لہٰذا دونوں حاصل بالمصدر ہو گئے۔

خروجہ کی ضمیر کا مرجع:۔ خروجہ کی ضمیر کے بارے میں دو احتمال ہیں۔ ۱)اس سے مراد عدل ہو ۲) اس سے مراد اسم ہو۔

اعتراض:۔ یہ دونوں احتمال درست نہیں اسلئے کہ اس سے مراد اگر عدل ہو تو پھر **اخذ المحدود فی الحد** لازم آئے گا اور اگر اس سے مراد اسم ہو تو اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور یہ دونوں جائز نہیں۔

جواب:۔ اس سے مراد اسم ہے، اور رہا اضمار قبل الذکر کا اشکال تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا کیونکہ یہ بحث اور مقام ہی اسم کا ہے تو یہ مقام خود دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد اسم ہے۔

اعتراض:۔ اسم مادّہ اور صورت کا نام ہے اور صیغہ بھی مادّہ اور صورت کا نام ہے یعنی اسم کے اندر ایک مادہ ہوتا ہے اور ایک صورت اور صیغہ کے اندر بھی ایک مادہ اور ایک صورت ہوتی ہے تو اس وجہ سے عبارت خروجه عن صيغة کہنے سے خروج الكل عن الكل لازم آتا ہے کیونکہ خروجہ میں ضمیر کا مرجع اسم ہے جو کہ مادہ اور صورت کا نام ہے اور صیغہ بھی مادہ اور صورت کا نام ہے۔

جواب:۔ یہاں خروج الكل عن الكل کی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ یہاں اسم سے مراد مادہ اور صیغہ سے مراد صورت ہے۔

اعتراض:۔ آپکی تعریف مانع عن دخول الغیر نہیں کیونکہ اسمائے مشتقات بھی عدل کی تعریف میں داخل ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے صیغہ اصلیہ سے خارج ہوتے ہیں۔

جواب:۔ ہماری تعریف میں ایک شرط ہے وہ یہ کہ صیغہ اصلی سے نکلنا، تو اس شرط سے اسمائے مشتقات خارج ہوگئے کیونکہ وہ اپنے صیغہ اصلیہ سے نہیں نکلتے بلکہ وہ مصدر سے نکالے گئے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے معانی ایک جیسے نہیں ہوتے

اعتراض:۔ آپکی تعریف مانع عن دخول الغیر نہیں ہے کیونکہ اسمائے محذوفۃ الاعجاز آپکی تعریف میں داخل ہوجاتے ہیں جیسے یدٌ اور دمٌ اصل میں یدیٌ اور دموٌ تھے اور ان کے معنی میں بھی فرق نہیں تو اس وجہ سے ان پر عدل کی تعریف صادق آتی ہے۔

جواب:۔ یہ عدل کی تعریف میں داخل نہیں کیونکہ ہم نے عدل کی تعریف میں یہ شرط لگائی تھی کہ مع بقاء المادة الاصلية یعنی اس کا مادہ اصلیہ باقی ہو اور یہاں ان کا مادہ اصلیہ باقی نہیں۔

اعتراض:۔ آپ کی تعریف مغیرات قیاسیہ پر صادق آتی ہے کیونکہ ان کے معنی میں بھی

فرق نہیں آتا اور ان کا مادہ اصلیہ بھی باقی ہوتا ہے جیسے مبیعٌ اور مقولٌ اصل میں مبیوعٌ اور مقوولٌ تھے۔

جواب:۔ یہ ہماری تعریف میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم نے عدل کی تعریف میں بلا قاعدۃ وقانون کی شرط لگائی ہے حالانکہ یہ مبیعٌ اور مقولٌ تو قانون سے نکالے گئے ہیں۔

اعتراض:۔ آپ کی تعریف مغیرات شاذۃ پر صادق آتی ہے جیسے اقوس اور انیب یہ قوس اور ناب کی جمع ہے اور یہ اجوف واوی ہیں۔ اور اجوف کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ اس کی جمع افعال کے وزن پر آتی ہے جبکہ یہاں افعال کا وزن نہیں، پس معلوم ہوا کہ اقوسٌ اور انیبٌ ، اقواس اور انیاب سے معدول ہو کر آئے ہیں۔

جواب:۔ ان کی جمع افعال کے وزن پر آتی ہی نہیں بلکہ ابتداء ہی سے اقوس اور انیب آتی ہے اس لئے ان کو مغیرات شاذہ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ اقواس اور انیاب سے معدول ہو کر نہیں آئے۔

تحقیقاً او تقدیراً

تحقیقاً او تقدیراً سے مصنفؒ عدل کی دو قسموں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ عدل کی دو قسمیں ہیں۔

اقسامِ عدل:۔ ۱) عدل تحقیقی ۲) عدل تقدیری

عدل تحقیقی کی تعریف:۔ عدل تحقیقی اسے کہتے ہیں جہاں اسم کے معدول ہونے پر غیر منصرف ہونے کے علاوہ کوئی اور دلیل بھی موجود ہو جیسے ثلٰث، مثلث ، اُخر اور جمعَ .

ثلٰث و مثلث:۔ یہ غیر منصرف ہیں اس میں ایک وصف پایا جاتا ہے اور دوسرا عدل، چونکہ یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے اس لئے اس کے معدول ہونے پر غیر منصرف ہونے کے

علاوہ اور دلیل بھی ہمارے پاس ہے وہ یہ کہ ثلاث اور مثلث ثلاثۃ ثلاثۃ سے معدول ہوکر آئے ہیں اور دلیل یہ ہے کہ ثلاث اور مثلث کے معنی تین تین کے آتے ہیں اور تکرار المعنی یدل علیٰ تکرار اللفظ (تکرار معنی تکرار لفظ پر دلالت کرتا ہے) تو اس سے معلوم ہوا کہ ثلث اور مثلث دونوں ثلاثۃ ثلاثۃ سے معدول ہوکر آئے ہیں۔

اُخر:۔ یہ بھی غیر منصرف ہے اسمیں بھی ایک عدل اور ایک وصف پایا جاتا ہے کیونکہ "اخر" الآخر سے معدول ہوکر آیا ہے یا آخر من سے، چونکہ یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے اس وجہ سے اس کے معدول ہونے پر دلیل دینا بھی ضروری ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اُخر جمع ہے اخریٰ کی جو مؤنث ہے آخر اسم تفضیل کی اور اسم تفضیل کے استعمال ہونے کے تین طریقے ہیں۔ ۱) من کے ساتھ ۲) اضافت کے ساتھ ۳) الف لام کے ساتھ

۱) اضافت کے ساتھ یہاں استعمال نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اگر اضافت کے ساتھ استعمال ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مضاف الیہ مذکور ہوگا یا محذوف ہوگا یہاں مضاف الیہ مذکور نہیں اور اگر مضاف الیہ محذوف ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ ۱) یا تو اس مضاف الیہ کے عوض میں تنوین لاتے ہیں جیسے یومئذٍ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا۔ ۲) یا مضاف میں تکرار ہوتا ہے جیسے یا تیم تیم عدی۔ ۳) یا مبنی بر ضمہ ہوتا ہے جیسے قبلُ بعدُ، ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی یہاں مستعمل نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اخر، الآخر سے یا آخر من سے معدول ہوکر آیا ہے (یعنی یا تو من کے ساتھ مستعمل ہے اور یا الف لام کے ساتھ)

جُمَع: یہ بھی غیر منصرف ہے اس میں بھی ایک وصف اور ایک عدل پایا جاتا ہے یہ یا تو جُمْعٌ سے یا جماعیٰ سے اور یا جمعاوات سے معدول ہوکر آیا ہے اس لئے کہ جُمَع جمع ہے جمعاء کی بروزن فعلاء، اور فعلاء کیلئے یہ قاعدہ ہے کہ اگر اس میں معنی وصفی کا لحاظ

رکھا جائے تو اس صورت میں اس کی جمع فُعْل کے وزن پر آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حُمْرٌ آتی ہے اور اگر معنی وصفی کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس وقت اس کی جمع فعالٰی یا فعلاوات کے وزن پر آتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحاری یا صحراوات آتی ہے پس معلوم ہوا کہ جُمَعُ یا تو جُمْعٌ سے معدول ہو کر آیا ہے اور یا جماعیٰ سے یا جمعاوات سے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ اخر اسم تفضیل ہے اسم تفضیل میں تو شدت کے معنی پائے جاتے ہیں لیکن یہاں تو یہ غیر کے معنی میں ہے۔

جواب:۔ ہم نے اس کے اصل کا اعتبار کیا ہے اگر چہ یہاں غیر کے معنی میں ہے لیکن واضع نے اس کو اسم تفضیل کے لئے وضع کیا ہے۔

اعتراض:۔ جُمَع کے اندر آپ نے کہا کہ وصف ہے حالانکہ یہ تاکید کے لئے آتا ہے اس لئے اس میں وصفیت کا اعتبار صحیح نہیں۔

جواب:۔ ہم نے اصل کا اعتبار کیا ہے کیونکہ اصل میں واضع نے اس کو وصف کے لئے وضع کیا ہے اگر چہ بعد میں یہ تاکید کے لئے آتا ہے۔

عدل تقدیری کی تعریف:۔ عدل تقدیری اسے کہتے ہیں جہاں اسم کے معدول ہونے پر غیر منصرف ہونے کے علاوہ کوئی دلیل نہ ہو۔ جیسے عمر وغیرہ

عمر:۔ غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس میں دو سبب پائے جاتے ہیں ۱) عدل ۲) معرفہ اور یہ عامر سے معدول ہو کر آیا ہے اور یہ چونکہ عدل تقدیری کی مثال ہے اس لئے اس کے معدول ہونے پر ہمارے پاس سوائے غیر منصرف کے کوئی دلیل نہیں یعنی عرب لوگ چونکہ عمر کو غیر منصرف استعمال کرتے تھے تو ہم نے اس میں اسباب منع صرف کو ڈھونڈا تو ایک معرفہ مل گیا اور دوسرا سبب کچھ نہ ملا تو آخر میں ہم نے مجبور ہو کر یہ کہہ دیا کہ یہ عامر سے

معدول ہوکر آیا ہے۔

و باب قطام فی تمیم

قطام بنی تمیم کے نزدیک غیر منصرف ہے اس میں ایک معرفہ ہے اور ایک عدل اور یہ قاطمۃ سے معدول ہو کر آیا ہے چونکہ یہ عدل تقدیری کی مثال ہے اسلئے ہمارے پاس اس کے معدول ہونے پر سوائے غیر منصرف ہونے کے اور کوئی دلیل نہیں۔

سوال:۔ قطام، قاطمۃ سے معدول ہوکر آیا ہے اس میں ایک تانیث پائی جاتی ہے اور ایک معرفہ اس وجہ سے یہ غیر منصرف بنتا ہے پھر آپ نے اس میں عدل کیوں مانا؟

جواب:۔ ہم اس کو غیر منصرف بنانے کے لئے عدل کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ اس کے نظائر نزال بمعنی انزل پر اس کا حمل کرنے کے لئے اس کا اعتبار کرتے ہیں یعنی فعال کے وزن پر آنے والے دوسرے اسماء میں عدل پایا جاتا تھا تو ہم نے اس میں بھی عدل مان لیا۔

باب قطام سے مراد:۔

باب قطام سے مراد ہر وہ اسم ہے جو فعال کے وزن پر ہو اور (۱) علم ہو اعیان مؤنثہ کے لئے اور (۲) غیر ذوات الراء میں سے ہو یعنی آخر میں راء نہ ہو۔

فائدہ:۔ فعال کے وزن پر آنے والا اسم چار قسم پر ہے ① بمعنی امر جیسے نزال معنی انزل، یہ مبنی ہے۔ ② مؤنث کی صفت ہو جیسے فَسَاقِ فاسقۃ کے معنی میں ہے۔ ③ مصدر معرفہ کے معنی ہو جیسے فجار الفجور کے معنی میں ہے۔ یہ دونوں چونکہ نزال کے ساتھ وزن اور عدل میں مشابہت رکھتے ہیں اس لئے مبنی ہے۔ ④ علم ہو اعیان مؤنثہ کا۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) آخر میں را ہو جیسے حضار (ستارے کا نام ہے) یہ بھی مبنی ہے۔ (۲) آخر میں را نہ ہو جیسے قطام (عورت کا نام ہے) یہ اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہے

اور اکثر بنوتمیم کے نزدیک معرب غیر منصرف۔

....

الوصف

وصف لغت میں تعریف کے معنیٰ میں آتا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ :۔ **كون الاسم دالاعلىٰ ذات مبهمة ماخوذةمع بعض صفاتها سواء كانت هٰذه الدلالةبحسب الوضع او بحسب الاستعمال.**

شرطه ان يكون في الاصل

وصف بھی اسباب منع صرف میں سے ایک سبب ہے اور یہ مؤثر سبب تب بنے گا جب وصف اصلی ہو۔ان یکون فی الاصل سے وصف کی دو قسمیں معلوم ہوتی ہیں۔

① وصف اصلی ② وصف عارضی

سوال:۔ وصف اصلی کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اسم کے اندر انصراف اصل ہے اور عدم انصراف فرع ہے تو اسم کو اصل سے فرع کی طرف اصل ہی نکال سکتی ہے فرع نہیں اس لیئے اصلی ہونے کی شرط لگائی۔

فلا تضره الغلبة

یعنی وصف اصلی پر اگر علمیت غالب آجائے تو وہ اسکے غیر منصرف ہونے پر کوئی ضرر نہیں دیتی۔

فلذٰلك صرف اربع

فلذٰلک سے تفریع ہے دو چیزوں کی (۱) **ان يكون فى الاصل** (۲) **فلا تضره الغلبة.**

اعتراض:۔ ذالک اسم اشارہ ہے اور اور اسکا اشارہ واحد کیلئے ہوتا ہے اور یہاں اسکے

مشار الیہ دو ہیں تو اسم اشارہ اور مشار الیہ میں مطابقت نہیں ہوئی۔

جواب:۔ یہ دونوں المذکور کی تاویل میں ہیں۔

یہ اربع منصرف ہے اسلئے کہ اس میں وصف عارضی ہے وصف عارضی اسلئے ہے کہ وصف اصلی ذات مبہم پر دلالت کرتی ہے اور اربع ذات متعین پر دلالت کرتی ہے یعنی اربع سے مراد تین سے اوپر پانچ سے نیچے والا عدد مراد ہے۔

وامتنع اسود

پس اسود ، ارقم، ادھم، یہ تینوں غیر منصرف ہیں باوجود یہ کہ ان میں علمیت غالب آ گئی ہے یعنی ارقم اور اسود یہ سانپ کے نام بن گئے ہیں۔ اسود کالے سانپ کو ارقم چت کبرے (جس میں سیاہ وسفید داغ ہوں) سانپ کو کہتے ہیں۔اور ادھم زنجیر کو کہتے ہیں۔ یہ تینوں غیر منصرف اس وجہ سے ہیں کہ واضع نے ان کو صفت کے لیئے وضع کیا تھا یعنی اسود کالے اور ارقم چتکبرے اور ادھم زیادہ سخت کالے رنگ کے لیئے وضع کیئے گئے ہیں۔

وضعف معنی افعٰی

افعٰی ،اجدل اور اخیل کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ وصف اصلی میں اگر علمیت غالب آ جائے تو وہ ضرر نہیں دیتی اسکے باوجود وہ اسم غیر منصرف ہی رہتا ہے جبکہ یہاں آپ اسکو غیر منصرف پڑھنا ضعیف کہتے ہیں۔

جواب:۔ان میں وصف اصلی یقینی نہیں بلکہ گمانی ہے اور اسود، ارقم میں وصف اصلی یقینی تھا۔

یہ افعٰی فعوۃ سے مشتق ہے یہ سانپ کو کہتے ہیں اور اجدل جدل سے مشتق ہے شکرہ کو کہتے ہیں اور اخیل خیلان جمع خال، خال سے مشتق ہے یہ بھی ایک سبز رنگ کا پرندہ

ہے جس میں تھوڑی سی سرخی بھی ہوتی ہے۔

التانیث بالتاء

تانیث کی دو قسمیں ہیں،۱۔ تانیث بالتاء ۲۔ تانیث بغیر التاء۔ یعنی الف مقصورہ اور الف ممدودہ ، پھر تانیث بالتاء کی دو قسمیں ہیں ۱۔تانیث لفظی جس میں تالفظوں میں موجود ہو جیسے طلحة ،۲۔ تانیث معنوی جس میں تالفظوں میں موجود نہ ہو جیسے زینب ۔ تانیث لفظی کیلئے علمیت کا ہونا شرط ہے اور تانیث معنوی کے لئے بھی علمیت شرط ہے۔

سوال:۔ جب تانیث لفظی اور معنوی دونوں کے لئے علمیت کا ہونا شرط ہے تو پھر دونوں کو اکٹھا ذکر کرتے الگ الگ ذکر کیوں کیا؟

جواب:۔ تانیث لفظی میں علمیت وجوب کیلئے شرط ہے اور تانیث معنوی میں علمیت جواز کیلئے شرط ہے یعنی اگر تانیث لفظی میں علمیت پائی جائے تو اسکو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اور اگر تانیث معنوی میں علمیت پائی جائے تو اسکو غیر منصرف پڑھنا جائز تو ہے مگر واجب نہیں۔

تانیث معنوی کے وجوبا غیر منصرف ہونے کی شرط:۔

تانیث معنوی وجوبا غیر منصرف اس صورت میں ہوگی جب اسمیں علمیت کیساتھ ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے۔

۱۔زائد علی الثلثه ہو جیسے زَینَب ۲۔متحرک الاوسط ہو جیسے سَقَرَ ۳۔وہ اسم لغت عجم میں کسی کا نام ہو جیسے ماه اور جُور ۔ (دو قلعوں کے نام ہیں)

هند کو منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے۔غیر منصرف اس وجہ سے کہ اس میں ایک تانیث معنوی ہے اور دوسرا سبب اس میں معرفہ ہے۔اور منصرف اس وجہ سے کہ

اسمیں وجوب کی تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی جا رہی۔ یعنی نہ زائد علی الثلاثہ ہے اور نہ متحرک الاوسط اور نہ علم عجمی ہے۔

فان سمی به مذکر

اگر تانیث معنوی کو اٹھا کر کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اس صورت میں اسکو غیر منصرف پڑھنے کے لیئے شرط یہ ہے کہ وہ زائد علی الثلاثہ ہو پس عَقْرَب اگر کسی مذکر کا نام رکھدیا جائے تو وہ غیر منصرف ہوگا کیونکہ زائد علی الثلاثہ ہے اور قَدَمْ کسی مذکر کا نام رکھیں تو منصرف ہوگا اسلیئے کہ یہ زائد علی الثلاثہ نہیں۔

سوال:۔ تانیث کے لئے علمیت کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ علامت تانیث محل زوال میں ہوتی ہے یعنی کسی بھی وجہ سے اس کو گرایا جا سکتا ہے۔ اس لئے علمیت کی شرط لگائی تا کہ تانیث کلمہ کو لازم ہو جائے اور علمیت اس کو زوال سے بچائے کیونکہ علمیت کلمہ کو تغیر و تبدل اور زوال سے محفوظ رکھتی ہے۔

سوال:۔ زائد علی الثلاثہ، متحرک الاوسط اور عجمہ کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ مذکورہ شرائط اس لئے لگائی ہیں تا کہ کلمہ خفت سے نکل کر ثقل میں آجائے اور اس میں کچھ قوت پیدا ہو جائے چنانچہ یہاں چوتھا حرف اور متحرک الاوسط میں حرکت قائم مقام تانیث کے ہوتی ہے، اسی طرح جب عجمہ ہوگا تو یہ بات ظاہر ہے کہ اہل لسان پر دوسری زبان ثقیل ہوتی ہے اس ثقل کی وجہ سے منع صرف کا سبب بننے میں قوت پیدا ہوگی۔

المعرفه

معرفہ بھی اسباب منع صرف میں سے ایک سبب ہے اور یہ مؤثر سبب تب بنے گا جب اس میں علمیت پائی جائے۔

اعتراض:۔ اسباب منع صرف سب اوصاف کے قبیل میں سے ہیں اور معرفہ ذات ہے یہاں معرفہ کالانا درست نہیں۔

جواب:۔ یہاں المعرفہ بمعنی التعریف کے ہے جو کہ مصدر ہے۔

اعتراض:۔ پھر یہاں التعریف کیوں نہیں لایا المعرفہ کیوں لایا؟

جواب:۔ شعر کے اندر معرفہ تھا اس لئے یہاں بھی معرفہ لایا۔

سوال:۔ شعر میں معرفہ کیوں لایا؟

جواب:۔ وزن شعری کو برقرار رکھنے کیلئے۔

سوال:۔ معرفہ کی کل سات قسمیں ہیں ان سب میں صرف علمیت کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ معرفہ کی سات قسموں میں سے تین: مضمرات، اسمائے موصولات اور اسمائے اشارات تو مبنی ہیں اس لئے ان کو نہیں لایا باقی معرف باللام (جس میں ندا بھی داخل ہے اس لئے کہ یا رجل کی اصل بھی یاایھا الرجل ہے) اور مضاف کے ذریعے سے تو غیر منصرف کو منصرف بنایا جاتا ہے پس صرف علم باقی رہا تو معرفہ کے لئے ہم نے علمیت کو شرط قرار دیا۔

سوال:۔ آپ نے معرفہ کو سبب بنایا ہے اور علمیت کو اس کے لئے شرط بنایا اس کے برعکس یعنی علمیت کو سبب بنا کر معرفہ کو اس کے لئے شرط کیوں نہیں قرار دیا؟

جواب:۔ اسباب منع صرف سب فرع ہیں اور یہاں علمیت بھی نکرہ کی فرع ہے اور معرفہ بھی لیکن معرفہ کا نکرہ کی فرع ہونا زیادہ اظہر ہے بنسبت علمیت کے نکرہ کی فرع ہونے سے، اس لئے معرفہ کو سبب بنا کر علمیت کو شرط قرار دیا۔

العجمة

اصطلاحی تعریف:۔ کون الاسم وضعه غیر عرب. عجمہ اسباب منع صرف میں سے ایک سبب ہے اور یہ مؤثر سبب اس وقت بنے گا، جبکہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں ا۔علمیت پائی جائے (یعنی لغت عجم میں کسی کا اسم ہو) ۲۔دوسری شرط یہ ہے کہ ان دو امروں میں سے ایک پایا جائے۔ (۱) زائد علی ثلاثۃ ہو (۲) یا متحرک الاوسط ہو جیسے ابراهیم یہ علم بھی ہے اور زائد علی الثلاثۃ بھی ہے اور شَتَرَ (ایک قلعہ کا نام ہے) یہ علم بھی ہے اور متحرک الاوسط بھی ہے۔ (اور یہ دونوں یعنی شتر اور ابراہیم عجمہ بھی ہیں) اور نوح منصرف ہوگا کیونکہ اس میں ایک شرط مفقود ہے یعنی اس میں علمیت تو پائی جاتی ہے مگر نہ تو یہ زائد علی الثلاثۃ ہے اور نہ متحرک الاوسط۔

فائدہ:۔ انبیاء کے ناموں میں سے کچھ منصرف ہیں بقیہ غیر منصرف ہیں، منصرف یہ ہیں صالحؑ، هودؑ، محمد ﷺ، شعیبؑ، نوحؑ، لوطؑ، عزیرؑ، بعض نے شیثؑ بھی ذکر کیا ہے۔

سوال:۔ عجمہ کے لئے علمیت کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ تا کہ اسم تبدیل و تغییر سے بچ جائے اس طریقہ پر کہ ایک زبان کا لفظ دوسری زبان والوں پر ثقیل ہوتا ہے اب ثقیل لفظ کو اگر عرب لوگ استعمال کریں گے تو لامحالہ تغیر و تبدل کریں گے تو ہم نے اس میں علمیت کی شرط لگائی تا کہ تغیر و تبدل سے بچ جائے کیونکہ علمیت کلمہ کو تغیر و تبدل سے بچاتی ہے۔

سوال:۔ زائد علی الثلاثۃ اور متحرک الاوسط کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اسلئے کہ اگر یہ شرط نہ لگائیں تو کلمہ میں خفت پیدا ہوگی اور اسباب منع صرف میں

سے ایک سبب ثقالت ہے پس یہ صفت اس ثقالت کے معارض ہوگی اور عجمہ کا اثر ختم ہو جائے گا۔

الجمع

جمع اسباب منع صرف میں سے ایک سبب ہے مگر یہ اس وقت مؤثر ہوگا جبکہ یہ منتہی الجموع کا صیغہ ہو اور اس کے آخر میں ایسی تاء (ت) نہ ہو جو وقف کی حالت میں ہ بن جاتی ہے یہ ایک سبب دو کے قائم مقام ہے۔

جمع منتہی الجموع:۔ جمع منتہی الجموع اسے کہتے ہیں جسکے شروع والا حرف مفتوح ہو اور الف جمع کے بعد دو حرف ہوں اور پہلا مکسور ہو جیسے مَساجِدُ یا ایک حرف ہو لیکن مشدّد ہو جیسے دوابّ یا تین حرف ہوں اور ساکن الاوسط ہوں جیسے: مصابیح وغیر ذالک۔

سوال:۔ آخر میں تاء نہ ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اس لئے کہ آخر میں تاء ہو تو یہ مفرد کا وزن بن جاتا ہے جیسے فرازنة بروزن کراھیة، طواعیة جسکی وجہ سے اس جمع کی قوۃ میں کمی آجاتی ہے اور یہ ایک سبب دو کے قائم مقام نہیں بن سکتا۔

فرازنة منصرف

فرازنۃ منصرف ہے اسلئے کہ اسمیں شرط نہیں پائی جارہی ہے اور وہ یہ کہ ہم نے یہ شرط لگائی تھی کہ اسکے آخر میں ایسی ''تاء'' نہ ہو جو وقف میں ''ھاء'' ہو جائے۔

حضاجر:۔ حضاجر غیر منصرف ہے اور یہ بجّو (جو ایک چھوٹا سا جانور ہے) کو کہتے ہیں۔

اعتراض:۔ حضاجر کو غیر منصرف پڑھنا درست نہیں کیونکہ اگر چہ یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہے مگر خود جمع نہیں تو جب مشروط اور اصل سبب ہی نہیں پایا جاتا ہے تو بغیر مشروط کے

شرط باطل ہے اس وجہ سے حضاجر کو غیر منصرف پڑھنا درست نہیں۔

جواب:۔ حضاجر جمع ہے مفرد نہیں کیونکہ جمع عام ہے چاہے فی الحال ہو یا فی الاصل‘ تو یہ اگر چہ فی الحال جمع نہیں مگر فی الاصل جمع ہے کیونکہ یہ حضاجر حضجر کی جمع ہے جسکے معنی (کبیر البطن) بڑے پیٹ والے کے آتے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضاجر جمع بھی ہے اور جمع منتہی الجموع بھی ہے تو اسکو غیر منصرف پڑھنا درست اور صحیح ہوا۔

اعتراض:۔ جب یہ فی الاصل جمع ہے تو شروع میں ان یکون فی الاصل کی قید کیوں نہیں لگائی جیسا کہ آپ نے وصف میں قید لگائی ہے کہ الوصف شرطہ ان یکون فی الاصل.

جواب:۔ اس لیئے تاکہ سامع کو شبہ نہ ہو کہ جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) اصلی (۲) عارضی

اعتراض:۔ سراویل کو آپ غیر منصرف پڑھتے ہیں حالانکہ نہ تو یہ فی الاصل جمع ہے اور نہ فی الحال‘ لہٰذا سراویل کا غیر منصرف پڑھنا صحیح نہ ہوا۔

جواب:۔ سراویل میں دو قول ہیں ا۔ یہ کہ یہ منصرف ہے تب تو اس میں کوئی اشکال نہیں ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ غیر منصرف ہے اور یہی جمہور کا قول ہے پھر انکے دو ۲ گروہ ہیں ا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عجمی ہے ۲۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ عربی ہے۔ (۱) جو کہتے ہیں یہ عجمی ہے وہ کہتے ہیں کہ جمع عام ہے حقیقی ہو یا حکمی، یہاں پر اگر چہ جمع حقیقی نہیں مگر جمع حکمی ضرور ہے یعنی ہم نے اس سراویل کو اوزانِ جموع عرب پر محمول کیا ہے یعنی سراویل، مصابیح اور اناعیم کا وزن ایک ہے تو ہم نے اسکو ان پر محمول کیا اور اسکو غیر منصرف قرار دیا۔ (۲) اور جو کہتے ہیں کہ یہ عربی لفظ ہے تو وہ بھی فرماتے ہیں کہ جمع عام ہے چاہے حقیقی ہو یا اعتباری یہاں پر اگر چہ جمع حقیقی نہیں مگر اعتباری ہے یعنی ہم نے اسکو جمع فرض کرلیا ہے

کیونکہ عرب اسکو غیر منصرف استعمال کرتے تھے، تو ہم نے ڈھونڈا تو کوئی اور سبب نہیں ملا تو ہم نے کہا یہ سروالۃ کی جمع ہے، کیونکہ اسکا وزن جمع منتہی الجموع کا ہے اور وہ قائم مقام دو سبب کے ہوتا ہے۔

واذا صرف فلا اشکال

اعتراض:۔ یہاں پر اذا کا لانا درست نہیں کیونکہ اذا قطعیت کیلئے آتا ہے اور سراویل کا منصرف ہونا قطعی نہیں بلکہ مشکوک ہے تو یہاں اِنْ استعمال کرنا چاہیے تھا نہ کہ اذا۔

جواب:۔ (۱) ماقبل کی مشابہت کی وجہ سے اذا لایا ہے، کیونکہ پہلے بھی ایک اذا ذکر ہو چکا ہے۔ (۲) جب ہم نے پہلے **اذا لم یصرف وھو الاکثر** کہا تو اس سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اس کا منصرف ہونا مشکوک ہے اب دوبارہ اگر ان لاتے تو تکرار آتا، اس تکرار سے بچنے کے لئے ان کو ترک کر کے مصنفؒ نے اذا کو ذکر فرمایا۔

نحو جوار رفعاً و جراً کقاضٍ

سوال:۔ جوارٍ سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب:۔ جوارٍ سے ہر وہ جمع منقوص مراد ہے جو فواعل کے وزن پر ہو۔

سوال:۔ جوارٍ اصل میں کیا تھا؟

جواب:۔ جوارٍ اصل میں جواریٌ تھا یاء پر ضمہ ثقیل تھا اس کو ساکن کیا پھر یاء کو حذف کیا اور ماقبل راء پر تنوین لگائی تو جوارٍ بن گیا، جیسے قاضی میں بنایا گیا۔

سوال:۔ جوارٍ کے استعمال کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:۔ حالت رفعی اور جری میں قاضی کی طرح ہے اور حالت نصبی میں مفتوح ہوگا۔

سوال:۔ جوارِ جمع کا صیغہ ہے اور قاضی مفرد ہے تو جمع کو مفرد پر قیاس کرنا درست نہیں، یہاں جمع کو مفرد پر کیوں قیاس کیا؟

جواب:۔ یہ قیاس افراد اور جمع میں نہیں بلکہ حذف یاء اور ادخال تنوین میں ہے یعنی جیسے قاضی میں ''یا'' کے حذف ہونے کہ وجہ سے ''ض'' پر تنوین آتی ہے اسی طرح ''جواری'' میں بھی حالت رفعی اور جری میں یاء حذف ہونے کی وجہ سے ''ر'' پر تنوین آتی ہے۔

سوال:۔ یہاں تو منصرف اور غیر منصرف کی بحث ہے تو مصنفؒ نے نہ یہ فرمایا کہ منصرف ہے اور نہ یہ کہ غیر منصرف ہے بلکہ رفعاً وجراً کہا یہ کیوں؟

جواب:۔ جوارِ کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے اس لیئے مصنفؒ نے اس کو چھوڑ کر اسکے استعمال کا طریقہ بتایا اور اختلاف کو نہیں چھیڑا۔ یہ اختلاف اصل میں ایک اور اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ میں انصراف اور عدم انصراف مقدم ہے یا اعلال تو اس میں دو مذہب ہیں

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ کلمۃ میں انصراف مقدم ہے اور تعلیل و اعلال مؤخر ہے دلیل یہ ہے کہ اعلال کلمہ سے اس کے ثقل کو دور کرنے کے لیئے کیا جاتا ہے اور کلمۃ ثقیل تب ہوگا جبکہ اسکا تلفظ کیا جائے اور تلفظ آپ تب کرینگے جب پہلے اس کے لیئے منصرف اور غیر منصرف کا فیصلہ کریں گے اس کے بغیر آپ تلفظ نہیں کر سکتے۔ انکے نزدیک جواری اعلال سے پہلے غیر منصرف ہے کیونکہ جمع بھی ہے اور جمع منتی الجموع کا صیغہ بھی' اور اعلال کے بعد یہ منصرف ہو گا کیونکہ یہ جوارِ اگرچہ جمع کا صیغہ تو ہے مگر اب اسکی شرط باقی نہیں رہی یعنی منتی الجموع کا صیغہ نہیں رہا' جب شرط باقی نہ رہی تو اب یہ منصرف ہوگا۔

۲۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اعلال مقدم ہے اور انصراف اور عدم انصراف مؤخر ہے' انکی

دلیل یہ ہے کہ اعلال کلمہ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اور انصراف وعدم انصراف وصف سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذات وصف سے مقدم ہوتی ہے۔اب انکے پھر دو گروہ ہیں ا۔بعض کہتے ہیں کہ اب اعلال کے بعد یہ منصرف ہے کیونکہ یہ صیغہ اگر چہ جمع کا ہے مگر منتی الجموع کی شرط نہیں پائی جاتی۔اور اعلال سے پہلے وہ انصراف وعدم انصراف کو نہیں دیکھتے۔

(۲)۔اور بعض حضرات ان میں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہے وہ فرماتے ہیں کہ جوارٍ اگر چہ ظاہراً منتہی الجموع کا صیغہ نہیں لیکن اصلاً ضرور ہے، کیونکہ یہ اصل میں جَوارِیُ تھا، اور جوارٍ کی تنوین ''یاء'' کے حذف پر دلالت کرتی ہے اور قاعدہ ہے کہ المحذوف کالملفوظ یعنی محذوف ملفوظ کے حکم میں ہوتا ہے،اس وجہ سے یہ غیر منصرف ہے۔

ان سب کے علاوہ ایک اور مذہب بھی ہے وہ یہ کہ جوارٍ اعلال سے پہلے بھی منصرف ہے اور اعلال کے بعد بھی منصرف ہے۔

الترکیب

تعریف:۔ صیرورۃ الکلمتین کلمۃ واحدۃ بغیر حرفیۃ احد الجزئین۔

(دو کلموں کو ملا کر ایک کر دینا مگر ان دونوں کلموں میں سے کوئی حرف نہ ہو)

ترکیب اسباب منع صرف میں سے ایک سبب ہے اور یہ مؤثر سبب اس وقت بنے گا جب اس میں تین شرطیں ہوں، ان تین شرطوں میں ایک شرط وجودی ہے اور دو عدمی ہیں یعنی ترکیب میں علمیت کا پایا جانا ضروری ہے اور اضافت اور اسناد کا نہ ہونا ضروری ہے۔

اعتراض:۔ آپ کی تعریف النجم، بصریٌ اور قائمۃ پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ یہ بھی مرکب ہیں پس اس وجہ سے ان کو بھی غیر منصرف پڑھنا چاہیے۔

جواب:۔ ہم نے تعریف میں بغیر حرفیۃ احد الجزئین کی شرط لگائی ہے یعنی کہ ان

جز ؤں میں سے کوئی جزء بھی حرف نہ ہو حالانکہ ان سب میں ایک جزء تو اسم ہے مگر دوسرا جزء حرف ہے مثلاً النجم میں الف لام حرف ہے بصریٰ میں یا حرف ہے اور قائمۃ میں ۃ حرف ہے

سوال:۔ علمیت کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ علمیت کلمہ کو متغیر ہونے سے بچاتی ہے اور اس کے مؤثر ہونے میں قوت دیتی ہے اسلئے یہاں علمیت کی شرط لگائی ہے۔

سوال:۔ اضافت اور اسناد کے نہ ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اسلئے کہ اضافت کی وجہ سے اسمِ غیر منصرف کو منصرف بنایا جاتا ہے (یا منصرف کے حکم میں کردیا جاتا ہے بنابر اختلاف مذاہب جیسے آگے آرہا ہے) اور اسناد مبنیات کے قبیل سے ہے (اور ہماری بحث مبنیات سے نہیں بلکہ معرب سے ہے) اس لیے ان دونوں کے نہ ہونے کی شرط لگائی۔

الف والنون

سوال:۔ اسباب منع صرف سب اوصاف کے قبیل سے ہیں اور الف نون ذوات میں سے ہے تو ان کا سبب بننا درست نہیں پھر ان کو سبب کیوں بنایا؟

جواب:۔ الالف والنون میں الف لام عہد خارجی کا ہے اور اس سے مراد وہ الف اور نون ہے جو کہ زائد ہوں پس زائدہ ہونا وصف ہے لہٰذا اب کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

سوال:۔ اسباب منع صرف سب کے سب فروع ہیں الف نون کو سبب قرار کیوں دیا جبکہ یہ فرع نہیں؟

جواب:۔ الف نون زائدتان بھی فرع ہیں مگر اس میں اختلاف ہے کہ ان کا اصل کیا ہے اس بارے میں دو مذہب ہیں۔

۱) کوفیوں کے نزدیک الف نون زائدتان فرع ہیں مزید علیہ کے یعنی یہ دونوں جن سے زائد ہیں ان کے فرع ہیں اب چونکہ ان کی فرعیت ثابت ہوگئی تو منع صرف کیلئے سبب بننے میں کوئی اشکال نہ رہا۔

۲) بصریوں کے نزدیک الف نون زائدتان الف مقصورہ اور الف ممدودہ کے فرع ہیں کیونکہ الف نون زائدتان مشابہ ہیں الف مقصورہ اور الف ممدودہ کے اس طور پر کہ جیسے الف مقصورہ اور ممدودہ پر ''تا'' نہیں آتی اسی طرح الف نون زائدتان پر بھی ''تا'' نہیں آتی پس الف نون زائدتان مشابہ ہوئے الف مقصورہ والف ممدودہ کے، اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ مشابہ مشابہ منہ کا فرع ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ الف نون زائدتان الف مقصورہ و ممدودہ کے فرع ہیں اور اسی وجہ سے ان کو سبب بنایا گیا ہے۔

الف نون زائدتان کا طریقہ استعمال:۔

الف نون زائدتان کے استعمال کے دو طریقے ہیں ۱۔ الف نون زائدتان اسم میں پایا جائیگا۔ ۲۔ وصف میں پایا جائے گا۔

اول طریقہ:۔ اگر الف نون زائدتان اسم میں ہو تو اس میں علمیت شرط ہے جیسے عمران یہ غیر منصرف ہے اس میں ایک علمیت ہے اور ایک الف نون زائدتان۔

دوسرا طریقہ:۔ اور اگر الف نون زائدتان وصف میں ہوں تو اس کے لئے کیا شرط ہے اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فَعلیٰ کے وزن پر آئے پس سکران دونوں کے نزدیک غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مؤنث سکریٰ فَعلیٰ کے وزن پر آتی ہے پہلے والوں کی شرط بھی پوری ہوگئی اس لیے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہیں آتی اور دوسرے مذہب والوں کی شرط بھی پائی جاتی ہے اس لئے کہ

اس کی مؤنث فعلی کے وزن پر آتی ہے۔ ندمان جب ندیم سے ہوتو دونوں کے نزدیک منصرف ہوگا اس لئے کہ اس کی مؤنث ندمانۃ بروزن فعلانۃ آتی ہے اور اگر ندمان نادم سے ہوتو دونوں کے نزدیک غیر منصرف ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کی مؤنث ندمیٰ آتی ہے بروزن فعلیٰ کیونکہ دونوں مذاہب کی شرط پائی جاتی ہے اس وجہ سے دونوں کے نزدیک غیر منصرف ہوگا۔

رحمان:۔

رحمان میں اختلاف ہے جو کہتے ہیں کہ الف نون اگر وصف میں ہوتو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے تو ان کے نزدیک رحمٰن غیر منصرف ہوگا کیونکہ اس کی مؤنث ہی نہیں آتی (یہ اللہ تعالیٰ کا صفتی نام ہے) اس وجہ سے یہ غیر منصرف ہوگا اور جو یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس کی مؤنث فعلیٰ کے وزن پر آنی چاہیے تو ان کے نزدیک یہ منصرف ہوگا کیونکہ ان کی شرط یہاں نہیں پائی جاتی کیونکہ جب رحمٰن کی مؤنث ہی نہیں آتی ہے تو پھر فعلیٰ کا وزن کس طرح پایا جائے گا اور پہلے والوں کے نزدیک صرف یہ شرط تھی کہ مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے تو یہاں مؤنث ہی نہیں آتی تو فعلانۃ کا وزن کیسے ہوگا یہ تو زیادہ بہتر اور اعلیٰ ہوگا۔

الف والنون ان کانتا فی اسم فشرطه العلمية

سوال:۔ شرطہ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

جواب:۔ اس میں دو احتمال ہیں ۱) اس کا مرجع اسم ہو اس صورت میں عبارت یوں ہو گی فشرط الاسم الذی فیه الالف والنون العلمیة۔ ۲) اس کا مرجع الالف والنون بھی ہوسکتا ہے۔

اعتراض:۔ شرطہ کا مرجع الف ونون بنانا درست نہیں کیونکہ ضمیر مفرد کی ہے اور الف نون تثنیہ ہے حالانکہ راجع اور مرجع میں مطابقت ضروری ہے۔

جواب:۔ یہ دونوں الگ الگ سبب نہیں بلکہ سبب واحد ہے اور اس اعتبار سے ضمیر واحد لوٹانا درست ہے۔

وزن الفعل

وزن فعل کی تعریف:۔ کون الاسم علی وزن یعد من اوزان الفعل

وزن فعل بھی اسباب منع صرف میں سے ایک سبب ہے مگر یہ مؤثر سبب اس وقت بنے گا جب اس میں دو شرطوں میں سے کوئی ایک پائی جائے۔

ا۔ جب یہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو، ۲۔ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف ہو (یعنی جو حروف مضارع کے شروع میں آتے ہیں، الف، تا، یا اور نون) اور وہ تا کو قبول نہ کرتا ہو۔

اعتراض:۔ آپ نے وزن فعل کی تعریف میں جو یہ کہا ہے کہ وہ وزن اوزان فعل کے ساتھ خاص ہو یہ درست نہیں کیونکہ خاص کی تعریف یہ ہے کہ ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ تو آپکی تعریف صحیح نہیں ہوئی کیونکہ جب وزن فعل کے ساتھ خاص ہوگا تو اسم میں کیسے پایا جائیگا۔

جواب:۔ ہم نے جو تعریف میں ان یختص بہ کی قید لگائی ہے وہ اصل کے اعتبار سے ہے یعنی وہ وزن اصل میں فعل ہی کا ہو اور جو اسم میں ہے وہ بھی فعل سے منقول ہو کر آئے جیسے شمّر یہ باب تفعیل سے فعل ماضی کا صیغہ ہے جس کے معنی دامن اٹھانے کے آتے ہیں یہ بعد میں حجاج بن یوسف کے ایک تیز گھوڑے کا نام پڑ گیا اب شمَّر غیر منصرف ہے ایک اس

میں علمیت پائی جاتی ہے اور ایک وزن فعل اور اسی طرح ضُرِبَ کسی کا نام رکھا جائے تو یہ بھی غیر منصرف ہوگا۔

سوال:۔ صاحب کتاب نے معروف کا صیغہ ضَرَبَ کو کیوں نہیں ذکر کیا؟

جواب:۔ ضَرَبَ کا وزن اکثر اسم میں بھی پایا جاتا ہے اسلئے مصنفؒ نے مجہول کے صیغہ کو ذکر کیا جیسے حَجَرَ شَجَرَ وغیرہ

اگر کوئی وزن فعل کے ساتھ خاص نہیں تو اس کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہو اور تاء کو قبول نہ کرتا ہو جیسے اَحْمر یہ وزن اگر چہ فعل کے ساتھ خاص نہیں مگر پھر بھی یہ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ تاء کو قبول بھی نہیں کرتا اور شروع میں حروف اتین میں سے همزہ ہے اور یعمل منصرف ہے اس کے شروع میں اگر چہ یا ہے مگر پھر بھی یہ منصرف ہے کیونکہ یہ تاء کو قبول کرتا ہے جیسے: ناقة يعملة استعمال ہوتا ہے۔

سوال:۔ وزن فعل کے ساتھ ان يختص به (یعنی وہ وزن اوزان فعل کے ساتھ خاص ہو) کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اسلئے کہ جب یہ وزن فعل سے منتقل ہو کر آئے گا تو اسم میں خلاف عادت یعنی اسم کے خلاف ہو جانے کی وجہ سے ثقیل ہوگا اور یہ جتنا ثقیل ہوگا اتنا ہی غیر منصرف بننے میں زیادہ مؤثر ہوگا۔

سوال:۔ اس کے شروع میں حروف اتین کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ جب یہ وزن فعل کے اوزان کے ساتھ خاص نہ ہوگا تو اس کے شروع میں اگر حروف اتین میں سے کوئی حرف ہوگا تو فعل کے ساتھ خصوصیت پیدا ہو جائے گی جس سے وہ منع صرف میں زیادہ مؤثر ہوگا۔

سوال:۔ تاءکوقبول نہ کرنے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اسلئے کہ اسم کے آخر میں تاء آتی ہے اب اگر اسکے آخر میں تاء داخل ہوگی تو وہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہیں رہے گا اور وزن فعل سے نکل جائے گا۔

وما فیه علمیة مؤثرة اذانکر صرف

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ اسباب منع صرف جن میں علمیت پائی جاتی ہے چاہے بطور شرط کے ہو یا صرف سبب محض کے طور پر۔تو اگر وہاں علمیت کونکرہ بنادیا جائے تو وہ اسم غیر منصرف سے منصرف بن جائیگا۔علمیت اگر اسباب منع صرف میں سے کسی کے ساتھ جمع ہوجائے تو وہ دو حال سے خالی نہیں، ا۔ یا تو یہ علمیت اس سبب کے لئے شرط ہوگی ۲۔ یا سبب محض کے طور پر جمع ہوگی۔

فائدہ:۔ علمیت کونکرہ بنانے کے دو طریقے ہیں ا۔ علم بول کر وصف مشہور مرادلیا جائے جیسے **لکل فرعون موسیٰ ای لکل مبطل محق** ۔ ۲۔ علم کواٹھا کر پوری جماعت کا نام رکھا جائے جیسے **رأیت عمرَو عمراً آخر** یہاں دوسرا عمر نکرہ ہے اس لئے منصرف ہے

وہ اسباب جن کے لئے علمیت شرط ہے:۔

وہ اسباب جن میں علمیت بطور شرط اور سبب کے جمع ہوتی ہے وہ کل پانچ ہیں ① تانیث بالتاء، ② معرفہ، ③ عجمہ، ④ ترکیب، ⑤ الف نون زائدتان جبکہ یہ دونوں اسم میں ہوں۔ یہ وہ مقام ہیں جہاں علمیت بطور شرط کے پائی جاتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جن اسباب میں علمیت بطور شرط کے جمع ہوتی ہے وہ چار ہیں وہ حضرات معرفہ کو شمار نہیں کرتے

اور فرماتے ہیں کہ معرفہ علمیت ہی کی ایک قسم ہے

وہ اسباب جن میں علمیت صرف سبب محض کے طور پر جمع ہوتی ہے:۔

وہ جگہیں اور وہ اسباب منع صرف جن میں علمیت اتفاقاً سبب محض کے طور پر جمع ہوتی ہے وہ صرف دو ہیں (۱) عدل اور (۲) وزن فعل۔ وہ اسباب جن میں علمیت پائی جاتی ہے چاہے بطور شرط کے ہو یا سبب محض کے ان میں اگر علمیت کو نکرہ بنا دیں تو وہ اسماء منصرف بن جائیں گے اور اگر اس اسم میں علمیت بطور شرط کے تھی تو اب کوئی سبب باقی نہیں رہے گا کیونکہ ایک سبب تو علمیت تھا اس کو نکرہ بنایا تو وہ ختم ہو گیا صرف ایک سبب رہ گیا تھا وہ سبب بھی شرط نہ ہونے کی وجہ سے ختم ہو جائیگا کیونکہ قاعدہ ہے کہ **اذا فات الشرط فات المشروط** جیسے **بعلبک** اس میں ایک ترکیب ہے اور ایک علم اور علمیت اس کے لئے شرط ہے اب جب کہ آپ نے علمیت کو نکرہ بنا دیا تو ایک سبب تو اسی وجہ سے ختم ہوا اور دوسرا سبب ترکیب کا وہ شرط کے نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہو گیا اور اسم بلا سبب کے رہ گیا لہٰذا یہ منصرف ہوگا اور اگر علمیت بطور شرط کے نہ ہو بلکہ سبب محض کے طور پر ہو تو اس صورت میں اسم میں ایک سبب رہ جائیگا جو کہ اسم کو غیر منصرف بنانے کے لئے کافی نہیں جیسے **عمر** اس میں ایک عدل ہے اور ایک علم اور علمیت اس کے لئے شرط نہیں اب اگر اس کو ہم نکرہ بنا دیں تو صرف ایک سبب عدل رہ جائیگا اور اسم کو غیر منصرف بنانے کے لئے دو اسباب کی ضرورت پڑتی ہے یا جو دو کے قائم مقام ہو اس کی ضرورت پڑتی ہے اور یہاں صرف ایک سبب ہے اس وجہ سے یہ اسم اب منصرف ہوگا۔

وهما متضادان

یہ ایک اشکال کا جواب ہے اور وہ یہ کہ کوئی آدمی کہہ دے کہ کسی اسم کے اندر وزن فعل اور عدل کے ساتھ علمیت پائی جائے تو اگر وہاں علمیت کو نکرہ بنا دیا جائے تو پھر بھی اسم غیر منصرف

ہی رہے گا کیونکہ دو سبب عدل اور وزن فعل اب بھی موجود ہوں گے کیونکہ علمیت ان کے لئے شرط نہیں کہ جس کے ختم ہونے سے یہ بھی سبب نہ رہیں۔ تو مصنفؒ نے اس کا جواب **وھما متضادان** سے دے دیا کہ وزن فعل اور عدل میں منافات اور تضاد ہے یہ دونوں کسی اسم میں جمع نہیں ہو سکتے اسلئے کہ اوزان عدل چھ ہیں جو وزن فعل میں نہیں پائے جاتے۔

فائدہ:۔ اوزان عدل

عدل کے کل چھ اوزان ہیں جن کو شاعر نے اس شعر میں جمع کیا ہے

اوزان عدل شش بود اے صاحب کمال فُعَلِ فَعَلُ فُعَالَ فُعَلُ مَفْعَلَ فَعَالِ

از ہر یک مثال بگویم ترا اے عزیز اَمْسِ سَحَرُ ثُلٰث عُمَرُ مَثْلَث نَزَالِ

خالف سيبويه الاخفش فى مثل احمر

سیبویہؒ نے احمر جیسی مثالوں میں اخفشؒ کی مخالفت کی ہے کہ جب اس کو نکرہ بنا دیا جائے تو منصرف ہونا چاہیے یا غیر منصرف۔

اخفش سے کون مراد ہیں؟ علم نحو میں جب اخفش کا نام آتا ہے تو اس سے تین شخص مراد ہوتے ہیں ❶ سیبویہ کا استاذ ❷ سیبویہ کا شاگرد ❸ سیبویہ کا ہم عصر اور ساتھی، یہاں اخفش سے سیبویہ کا شاگرد مراد ہے (جس کا اصل نام ابوالحسن سعید بن سعدہ تھا)

اعتراض:۔ مخالفت کی نسبت عرب کے محاورے میں ادنیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور یہاں سیبویہ جو کہ استاذ ہے اس کی طرف کیوں کی ہے جبکہ استاذ شاگرد سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

جواب:۔ یہاں پر مرتبہ کا لحاظ نہیں کیا ہے بلکہ دلیل کی قوت اور ضعف کا اعتبار کیا ہے تو اخفش اگرچہ شاگرد تھا لیکن جمہور نحاۃ کے مذہب کے موافق تھا اور سیبویہ کا مذہب جمہور نحاۃ

کے مخالف تھا لہٰذا مصنفؒ نے مخالفت کی نسبت سیبویہ کی طرف کردی۔

سوال:۔ فی مثل احمر سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ احمر سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کو واضع نے صفت کے لئے وضع کیا ہو اور بعد میں علم بن جائے۔

اختلاف:۔ اب اختلاف یہ ہے کہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ احمر سے اگر علمیت کو ختم کیا جائے تب بھی غیر منصرف ہوگا کیونکہ احمر میں معنی وصفی پایا جاتا تھا۔ جب آپ نے اس کو علم بنایا تو اس میں معنی وصفی ختم ہو گیا اب جب کہ اس کو نکرہ بنایا تو علمیت ختم ہوگئی تو وہ معنی وصفی جو علمیت کی وجہ سے معدوم ہوئے تھے دوبارہ لوٹ کر آئیں گے اور احمر غیر منصرف ہوگا وزن فعل اور وصف کی وجہ سے۔ اخفش فرماتے ہیں کہ احمر کو جب نکرہ بنایا تو اب یہ منصرف ہوگا کیونکہ اب اس میں صرف وزن فعل پایا جاتا ہے اور کچھ نہیں پایا جاتا اور وصف چونکہ معدوم ہو چکا ہے اب واپس نہیں لایا جائیگا۔

اصل بات:۔ حقیقت اختلاف یہ ہے کہ سیبویہ معدوم کا اعتبار کرتے ہیں اور اخفش معدوم کا اعتبار نہیں کرتے۔

سیبویہ کہتے ہیں کہ احمر میں اصلاً معنی وصفی پائے جاتے ہیں مگر جب اس میں علمیت آگئی تو اس کی وجہ سے احمر سے معنی وصفی معدوم ہوگئی اب جب نکرہ بنانے کے بعد اس کی علمیت ختم ہوگئی اور معنی وصفی کو جو چیز مانع تھی وہ ختم ہوگئی ہے تو اس وجہ سے اس کی معنی وصفی دوبارہ لوٹ آئے گی۔

اخفش فرماتے ہیں کہ جو چیز معدوم ہوگئی اب دوبارہ اس کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

اخفش پر سوال:۔ اب سیبویہ اخفش سے سوال کرتے ہیں کہ پھر ارقم اور اسود کو بھی

منصرف پڑھنا چاہئے کیونکہ جب ان پر علمیت غالب آگئی تو ان میں سے معنی وصفی ختم ہو گئے تو آپ ان کو کیوں غیر منصرف پڑھتے ہیں۔

جواب:۔ اخفش اس کا جواب دیتے ہیں کہ ❶ ارقم اور اسود میں اگرچہ علمیت غالب آگئی ہے مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ معنی وصفی پائے جاتے ہیں اوران سے معنی وصفی من کل الوجوہ ختم نہیں ہوئے کیونکہ اسود مطلق سانپ کو یا سرخ سانپ کو نہیں کہا جاتا بلکہ کالے سانپ ہی کو کہا جاتا ہے جبکہ احمر کسی کا نام رکھ دیا جائے تو اسمیں اس کے معنی من کل الوجوہ ختم ہو جاتے ہیں ❷ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے ارقم اور اسود کو غیر منصرف بنانے کیلئے وصف کو سبب نہیں قرار دیا بلکہ وزن فعل اور علمیت کو سبب قرار دیا ہے بخلاف احمر کے اس میں چونکہ علمیت ختم ہوگئی ہے اور باقی وزن فعل ہے لہٰذا آپ اس میں وصف کے علاوہ کوئی سبب مان ہی نہیں سکتے۔

سیبویہ پر سوال:۔ امام اخفش سوال کرتے ہیں کہ جب آپ معدوم چیز کا اعتبار کرتے ہیں تو حاتم جیسے اسماء کو غیر منصرف کیوں نہیں مانتے؟ کیونکہ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اس میں معنی وصفی پائے جاتے ہیں اور حاتم کے معنی حکم کرنے وغیرہ کے آتے ہیں اس سے معنی وصفی اس لئے زائل ہوئی تھی کہ یہ علم بن گیا تھا تو معدوم کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو بھی غیر منصرف ماننا چاہئے۔

جواب:۔ مصنفؒ نے سیبویہ کی طرف سے اس کا جواب **ولا یلزمہ ......الخ** سے دیدیا کہ اس سے دو متضاد چیزوں کا ایک حکم میں جمع ہونا لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں اور وہ دو چیزیں علمیت اور وصف ہیں کیونکہ علمیت ذات معین پر دلالت کرتی ہے اور وصف ذات مبہم پر۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ متضاد کا اجتماع حکم واحد میں جائز نہیں حالانکہ ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ ایک جگہ پر متضادین کا اجتماع ہو گیا ہے جیسے **عمر** اور **ثلث** میں، کیونکہ **عمر**

تو اس وجہ سے غیر منصرف ہے کہ اس میں ایک علمیت اور دوسرا عدل پایا جاتا ہے اور ثلث غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس میں ایک عدل اور ایک وصف پایا جاتا ہے مگر دونوں کا حکم ایک ہے کہ دونوں غیر منصرف ہیں۔

جواب:۔ یہاں ایک جملہ اور ہے وہ یہ کہ **مع اتحاد اللفظ** یعنی لفظ کا بھی ایک ہونا ضروری ہے اور یہاں عمر اور ثلث دونوں الگ الگ لفظ ہیں۔

باب حاتم سے مراد:۔ باب حاتم سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کو واضع نے وصف کے لئے وضع کیا ہو اور بعد میں علم بن گیا ہو۔

و جميع الباب باللام او بالاضافة ينجر بالكسر

اسم غیر منصرف کو منصرف بنانے کا طریقہ:۔

اسم غیر منصرف پر اگر الف لام داخل کیا جائے یا اس کی اضافت کی جائے تو وہ اسم کسرہ کے ساتھ مجرور ہوگا جیسے مررت بالاحمدِ اور مررت باحمدِکم۔

سوال:۔ جمیع الباب سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ وہ تمام اسماء مراد ہیں جو کہ غیر منصرف ہوں۔

سوال:۔ مصنفؒ نے ینجر اور بالکسر دونوں کو لایا صرف ینجر کیوں نہیں لایا؟

جواب:۔ اس لئے کہ بعض اسماء مجرور تو ہوتے ہیں لیکن ان پر فتح آتا ہے جیسے مررت باحمدَ وغیرہ تو یہاں یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ مجرور کسرہ کے ساتھ ہوگا۔

سوال:۔ صرف ینکسر کہتے ینجر کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:۔ اس لئے کہ کسرہ اعراب بنائیہ میں سے ہے تو کسی کو شبہ ہو جاتا کہ شاید وہ مبنی بر کسرہ ہو اس لئے مصنفؒ نے ینجر بالکسر فرمایا۔

سوال:۔ یہاں مصنفؒ نے صرف اعراب بتایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ یہ منصرف ہوتا ہے یا غیر منصرف ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ اسم منصرف ہوگا یا غیر منصرف اس وجہ سے مصنفؒ نے صرف اعراب ذکر کر کے چھوڑ دیا اور اس کا حکم نہیں بتایا۔

اصل اختلاف کا سبب اور اختلاف کی وضاحت:۔ اصل اختلاف غیر منصرف کی تعریف میں ہے ❶ بعض کہتے ہیں کہ غیر منصرف وہ ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب یا وہ ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہو پایا جائے۔ ❷ بعض کے نزدیک غیر منصرف وہ ہے کہ جس پر کسرہ اور تنوین نہ آتی ہو۔

پس (۱) جن کے نزدیک غیر منصرف کی تعریف یہ ہے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب یا ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہو پایا جائے، ان کے نزدیک اگر اسم پر الف لام اور اضافت کی وجہ سے کسرہ آ بھی جائے تب بھی یہ غیر منصرف ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک کسرہ مانع منع صرف نہیں ہے اور چونکہ دو سبب یا ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہو، وہ تو کسرہ کے بعد بھی پائے جاتے ہیں اس وجہ سے اس گروہ کے نزدیک وہ اسم غیر منصرف ہی رہیگا۔ (۲) جن کے نزدیک غیر منصرف کی تعریف یہ ہے جس پر کسرہ اور تنوین نہ آئے تو ان میں پھر دو گروہ ہیں۔

۱) بعض کہتے ہیں کہ یہ اسم کسرہ کے داخل ہونے کے بعد بھی غیر منصرف ہی رہے گا کیونکہ اصل جو مانع منع صرف ہے وہ تنوین ہے اور وہ یہاں اضافت اور الف لام دونوں صورتوں میں داخل نہیں ہوتی جیسے الف لام کی مثال بالاحمر اور اضافت کی مثال جیسے مررت بعمرکم کیونکہ تنوین تمکن پر دلالت کرتی ہے اس وجہ سے اصل صرف سے مانع تنوین ہی ہے اور کسرہ فرع ہے جس کا اعتبار نہیں اسی وجہ سے (کہ یہاں الف لام اور اضافت کے

باوجود) تنوین نہیں آتی تو اسم بدستور غیر منصرف ہی رہیگا۔ ۲) بعض کے نزدیک یہ اسم منصرف ہو جائے گا کیونکہ اب اس پر کسرہ داخل ہو گیا ہے جو کہ مانع منع صرف ہے کیونکہ کسرہ اکثر جگہ بدون تنوین کے نہیں آتا تو جب یہاں کسرہ داخل ہو گیا تو گویا تنوین بھی آگئی اور یہاں تنوین اس وجہ سے نہیں آئی ہے کہ الف لام اور اضافت دونوں مانع تنوین ہیں۔

تمت المقدمة من الكافيه بحمدالله عزّ وجلّ

"المرفوعات"

هو مااشتمل على علم الفاعلية

اس مختصر سی عبارت میں چھ باتیں ہیں (۱) مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر کیوں مقدم کیا؟ (۲) مرفوعات میں اعراب کا احتمال اور انکی وجوہ (۳) مرفوعات کس کی جمع ہے مرفوع کی یا مرفوعۃ کی؟ (۴) ھُوَ ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ (۵) علیٰ علم الفاعلیۃ کہا ہے علی علم الرّفع کیوں نہیں کہا؟ (٦) علم الفاعلیۃ سے کیا مراد ہے؟

سوال:۔ مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ مرفوع فاعل ہوتا ہے جو کہ عمدہ ہوتا ہے اور منصوبات و مجرورات فضلہ ہوتے ہیں اس لئے مقدم کیا۔

سوال:۔ المرفوعات میں اعراب کونسے ہیں؟

جواب:۔ المرفوعات میں چاروں اعراب: رفع، نصب، جر، سکون درست ہیں (۱) اگر مرفوعات کو مرفوع پڑھیں تو دو احتمال ہیں۔ (۱) یا تو یہ خبر ہے مبتدا محذوف کیلئے اور اصل عبارت یہ ہے ھذہ المرفوعات (۲) یا تو یہ مبتدا ہے برائے خبر اور خبر ھو ما

اشتمل...... الخ مذکور ہے۔

(۲) اگر مرفوعات کو منصوب پڑھیں تو یہ مفعول واقع ہوگا فعل محذوف کیلئے اور عبارت یوں ہوگی خذالمرفوعات یا اشرع المرفوعات۔

(۳) اگر المرفوعات کو مجرور پڑھیں تو یہ مضاف الیہ ہوگا مضاف محذوف کیلئے اور عبارت یوں ہوگی بحث المرفوعات یا هذا الباب فی المرفوعات۔

(۴) اگر المرفوعات کو ساکن پڑھیں تو یہ فصل ہوگا ماقبل اور مابعد کیلئے المرفوعاتْ ۔

سوال:۔ مرفوعات کس کی جمع ہے؟

جواب:۔ اس میں دو احتمال ہیں (۱) مرفوعٌ کی (۲) مرفوعۃٌ کی۔

(۱) پہلا احتمال اس لئے صحیح نہیں کہ مرفوعٌ مذکر مفرد ہے اسکی جمع واؤ اور نون کے ساتھ آتی ہے اگر مرفوعٌ کی جمع ہوتی تو پھر مرفوعون آنا چاہیے لیکن مرفوعون نہیں تو معلوم ہوا کہ المرفوعات مرفوعٌ کی جمع نہیں ہے (۲) دوسرا احتمال بھی صحیح نہیں کیونکہ المرفوعات مرفوعۃٌ کی جمع بھی نہیں ہوسکتی اس لئے کہ مرفوعات صفت ہے اسماء کی اور اسم مذکر ہے اب اگر اسکا مفرد مرفوعۃٌ لائیں تو پھر موصوف اور صفت میں مطابقت نہیں رہتی۔

مرفوعات مرفوع کی جمع ہے:۔ پھر اشکال ہوگا کہ مرفوعٌ تو مذکر ہے اسکی جمع الف اور تاء کیساتھ کیسے آئی تو اسکا جواب یہ ہے کہ نحویوں کا ایک قاعدہ ہے۔

قاعدہ:۔ مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے تو ''اسم'' مذکر غیر عاقل ہے اور مرفوع اسکی صفت ہے اور اسکی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے المرفوعات۔

جیسے الیوم کی صفت خالیٌ آتی ہے اور اسکی جمع خالیات آتی ہے۔ جیسے قرآن میں ہے کہ فی الایام الخالیات۔

سوال:۔ ھو کا مرجع کیا ہے؟

جواب:۔اس میں دو احتمال ہیں: اس کا مرجع مرفوعات ہے اور یا مرفوع ہے۔

(۱): مرفوعات اسکا مرجع نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ھو مذکر ہے اور مرفوعات مؤنث اسی طرح ھو واحد ہے اور مرفوعات جمع ہے۔ (۲) مرفوعؔ بھی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس طرح اضمار قبل الذکر لازم آئیگا۔

حل:۔ ھو کا مرجع مرفوعؔ ہے اور اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا کیونکہ جمع کے ضمن میں مفرد پایا جاتا ہے تو مرفوعات کے ضمن مُیں مرفوع پایا جاتا ہے۔ (یعنی جنس مرفوع)

سوال:۔ مصنفؒ نے علم الفاعلیۃ کہا ہے، علم الرفع کیوں نہیں فرمایا؟

جواب:۔ اس لئے کہ ھو سے مراد بھی مرفوعؔ ہے اور اب دوبارہ رفع لے آتے تو تکرار آجاتا اسلئے مصنفؒ نے تکرار سے بچنے کیلئے علم الفاعلیۃ کہا۔

سوال:۔ علم الفاعلیۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ علم الفاعلیۃ سے مراد اعراب بالحرکت میں ضمہ ہے جیسے جاء نی زید۔ اور اعراب بالحرف میں الف اور واوؔ دونوں ہیں جیسے جاء نی رجلان اور جاء نی مسلمون وغیرہ۔

فمنه الفاعل

سوال:۔ مرفوعات تو کل آٹھ ہیں ان میں سے فاعل کو کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ اس لئے کہ فاعل جمہور کے نزدیک تمام مرفوعات سے اصل ہے اور اس کے اصل ہونے کیوجہ یہ ہے کہ یہ جملہ فعلیہ کا جزء ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں سے اصل ہوتا ہے۔ اور جملہ فعلیہ اصل اس وجہ سے ہے کہ اس میں ایک معنی کی زیادتی پائی جاتی ہے جو

دوسرے جملوں میں نہیں پائی جاتی اور وہ معنی کی زیادتی ''زمانہ'' ہے جو کہ صرف جملہ فعلیہ میں پائی جاتی ہے۔

فاعل کی تعریف

ما اسند الیه الفعل او شبهه وقدم علیه علی جهة قیامه به.

فاعل ہر وہ اسم ہے جسکی طرف فعل یا شبہ فعل کی نسبت کی گئی ہو اور وہ دونوں اس اسم سے مقدم ہوں اور اس طریقے پر نسبت کی گئی ہو کہ وہ دونوں اس اسم کیساتھ قائم ہوں۔ ہر تعریف میں ایک جنس ہوتی ہے اور کئی فصول ہوتی ہیں تو فاعل کی تعریف میں **ما** جنس ہے۔ **اسند الیه الفعل أو شبهه** فصل اول ہے اس سے **زید أبوک** کی ترکیب خارج ہو گئی کیونکہ یہاں زید اسم کی طرف أبوک کی نسبت تو ہے مگر زید نہ فعل ہے اور نہ شبہ فعل۔ **قدم علیه** فصل ثانی ہے اس سے **زید ضرب** کی ترکیب خارج ہو گئی کیونکہ یہاں اسم مقدم ہے۔

علیٰ جهة قیامه به فصل ثالث ہے اس سے **ضُرِبَ زیدٌ** یعنی فعل مجہول کی ترکیب خارج ہو گئی کیونکہ اس میں فعل زید کے ساتھ قائم نہیں۔ فعل کی مثال **قام زید**: شبہ فعل کی مثال **زید قائم ابوه**۔

والاصل ان یلی الفعل

فاعل کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کیساتھ ہو اسی وجہ سے **ضرب غلامَه زیدٌ** کی ترکیب جائز ہے مگر **ضرب غلامُه زیدًا** کی ترکیب جائز نہیں۔ ظاہراً یہ دونوں ترکیبیں درست نہیں ہونی چاہیے تھیں کیونکہ ان دونوں ترکیبوں میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے لیکن پہلی ترکیب جائز ہے کیونکہ وہاں اضمار قبل الذکر اگرچہ لفظاً ہے لیکن رتبۃً نہیں ہے، کیونکہ غلامہ کی ضمیر زید کی طرف راجع ہے جو فاعل ہے تو زید اگرچہ لفظاً بعد میں واقع ہے لیکن رتبۃً اور معنًا مقدم ہے کیونکہ یہ فاعل ہے اور فاعل کا رتبہ مفعول سے مقدم ہوتا ہے اسوجہ سے یہاں اضمار قبل الذکر لازم نہیں آئے گا بخلاف دوسری ترکیب **ضرب غلامُه زیدًا** کے کیونکہ اس

میں غلامہ کی ضمیر کا مرجع پھر وہی زید ہے مگر یہاں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، کیونکہ یہاں زیدٌ امفعول واقع ہے جو کہ لفظاً بھی مؤخر ہے اور رتبۃً بھی، تو اس وجہ سے یہ ترکیب درست نہیں۔

واذا انتفی الاعراب

یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو ذکر کر رہے ہیں جہاں فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہے اور وہ مقامات کل چار (۴) ہیں۔

(۱) جب فاعل اور مفعول دونوں میں اعراب لفظی بھی نہ ہو اور کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو وہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے: ضرب موسیٰ عیسیٰ یہاں فاعل اور مفعول دونوں اعراب لفظی سے خالی ہیں پس یہاں اگر ہم فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب قرار نہ دیں تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے، اگر ان میں اعراب لفظی یا کوئی قرینہ ہو تو مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے اعراب لفظی کی مثال جیسے: ضرب عمرًا زیدٌ قرینہ چاہے لفظی ہو جیسے: ضربت موسیٰ حبلیٰ یہاں موسیٰ مفعول واقع ہے اگر چہ ان دونوں میں اعراب لفظی نہیں ہے لیکن یہ بات پھر بھی ظاہر ہے کہ یہاں حبلیٰ فاعل ہے کیونکہ اگر موسیٰ فاعل ہوتا تو ضربت کے بجائے ضرب (فعل مذکر) ہوتا، یا قرینہ معنوی ہو جیسے اکل الکمثریٰ یحی یہاں اگر چہ اعراب لفظی نہیں ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ آکل یحیٰ ہے اس لئے کہ امرود یحیٰ کو نہیں کھا سکتا۔

(۲) جب فاعل ضمیر متصل ہو تو فاعل کو مفعول سے مقدم کرنا واجب ہے جیسے ضربتُ زیدًا۔ یہاں مفعول کو فاعل پر اس لئے مقدم نہیں کر سکتے کہ اگر مفعول کو فاعل پر مقدم کریں گے تو ضمیر متصل کو منفصل کرنا پڑے گا اور ضمیر متصل اور منفصل میں منافات ہے اس وجہ سے یہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

(۳) تیسری جگہ جہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ جب مفعول الا کے بعد واقع ہو جیسے ماضرب زید الاعمراً ۔ یہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا اسلئے واجب ہے کہ اگر ہم مفعول کو مقدم کریں گے تو ہمارے مقصود کے خلاف ہوگا، کیونکہ اسکا ترجمہ یہ ہے کہ زید نے صرف عمرو کو مارا ہے اور کسی کو نہیں یعنی ضاربیت زید منحصر ہے مضروبیت عمرو پر اور اگر یہاں مفعول کو مقدم کریں گے جیسے ماضرب عمراً الا زیدٌ تو ترجمہ یہ ہوگا عمرو کو صرف زید نے مارا ہے اور کسی نے نہیں مارا یعنی اس صورت میں مضروبیت عمرو منحصر ہوگی ضاربیت زید پر اور یہ ہمارا مقصود نہیں بلکہ ہمارا مقصود ضاربیت زید کو مضروبیت عمرو پر منحصر کرنا ہے۔

(۴) جہاں مفعول معنیٰ الا کے بعد واقع ہو تو وہاں بھی فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے انما ضرب زید عمراً، یہاں اگر مفعول کو مقدم کریں تو وہی خرابی لازم آتی ہے جو تیسری صورت میں آتی ہے۔

واذا اتصل به ضمیر مفعول

یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو ذکر فرمارہے ہیں جہاں فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے اور وہ بھی کل چار (۴) مقام ہیں۔

(۱) جہاں مفعول کی ضمیر فاعل کیساتھ متصل ہو جیسے ضرب زیدًا غلامُہ یہاں پر مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا اس لئے واجب ہے کہ اگر فاعل کو مفعول پر مقدم کریں گے تو اضمار قبل الذکر لازم آئیگا جیسے ضرب غلامُہ زیدا یہاں غلامہ کی ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے جو لفظاً اور معنیً مؤخر ہے لفظاً تو ظاہر ہے معنیً اس لئے کہ یہ مفعول واقع ہے اور مفعول معنیً مؤخر ہی ہوتا ہے۔

(۲) دوسری جگہ جہاں فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ جب فاعل الا

کے بعد واقع ہو جیسے ماضرب عمراً الا زید" اس صورت میں فاعل کو مؤخر کرنا اس لئے واجب ہے کہ اگر ہم فاعل کو مقدم کریں گے تو مقصود کے خلاف لازم آئے گا کیونکہ ہمارا مقصود مضروبیت عمرو کو ضاربیت زید پر منحصر کرنا ہے اور اگر فاعل کو مقدم کریں گے تو ضاربیت زید کا مضروبیت عمرو پر منحصر ہونا لازم آئے گا جو کہ ہمارا مقصود نہیں ہے۔

(۳) تیسری جگہ ان جگہوں میں سے جہاں فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ فاعل معنی الا کے بعد واقع ہو جیسے انما ضرب عمراً زید" یہاں اگر فاعل کو مقدم کیا جائے تو وہی خرابی لازم آتی ہے جو دوسری صورت میں گزر گئی۔

(۴) اگر فعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو اور فاعل جدا ہو تو اس صورت میں بھی فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے جیسے ضربک زید یہاں پر اگر فاعل کو مقدم کریں تو مفعول کی ضمیر متصل کو منفصل کرنا پڑے گا حالانکہ ضمیر متصل کو بلا ضرورت منفصل بنانا جائز نہیں۔

وجب تاخیرہ

سوال:۔ مصنفؒ نے پہلے ان مقامات کو ذکر کیا جہاں پر فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے اس کے بعد وہ مقامات ذکر کیے جہاں فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے تو مصنفؒ نے کتاب میں یہ فرمایا کہ فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ مفعول کو مقدم کرنا واجب ہے؟

جواب:۔ اس لئے کہ بحث فاعل کی چل رہی ہے تو پہلے فاعل کو مفعول پر مقدم کرنے کی جگہوں کا ذکر کیا تو بعد میں فاعل کو مؤخر کرنے کی جگہوں کا تذکرہ کر رہے ہیں اور اگر مفعول کو مقدم کرنے کا ذکر کرتے یعنی یہ کہتے کہ وجب تقدیم المفعول تو مفعول کی بحث کا فاعل کی بحث میں دخول لازم آتا اور یہ درست نہیں ہے۔

قد يحذف الفعل لقيام قرينة جوازاً

کبھی کبھی فاعل کے فعل کو جوازاً حذف کیا جاتا ہے جبکہ کوئی قرینہ موجود ہو جیسے زید کہنا اس شخص کے جواب میں جو سوال کرے من قام سے، اب اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ من قام تو آپ صرف زید کہیں گے تو گویا کہ آپ نے قام زید کہدیا اس لئے کہ جو سوال میں مذکور ہوتا ہے اسکو جواب میں شامل کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا المذکور فی السوال کالموعود فی الجواب تو یہاں پر قرینہ سوال مذکور تھا اس وجہ سے فاعل کے فعل کو حذف کیا اور کبھی فاعل کے فعل کو حذف کیا جائے گا اور وہاں قرینہ سوال مذکور نہ ہوگا بلکہ سوال محذوف ہوگا جیسے شاعر کا شعر ہے

لِيُبْکَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ

ترجمہ:۔ چاہیے کہ یزید پر روئے وہ شخص جو جھگڑے (دشمنی) سے عاجز ہو اور وہ آدمی روئے جو مسکین ہے دنیا کے حوادثات نے اس کے مال کو تباہ کیا ہو

یہاں ضارع سے پہلے یبکی فعل تھا جسکو حذف کیا گیا ہے، اور اس کے حذف ہونے پر سوال مقدر دلالت کرتا ہے جیسے کہ شعر میں ہے لیبک یزید چاہیے کہ یزید پر رویا جائے تو ذھن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کون روئے تو آگے جواب دیا کہ ضارع لخصومة تو یہاں سے فعل کو حذف کیا ہے اور یہ حذف کرنا جوازی ہے وجوبی نہیں۔

سوال:۔ آپ نے لیبک کو فعل مجہول پڑھا اس کو معروف پڑھ لیتے تا کہ یہ ساری مشقت لازم نہ آتی؟

جواب:۔ (۱) اس لئے کہ اس مثال کو ہم نے سوال مقدر کیلئے ہی پیش کرنا تھا اس لئے ہم نے مجہول پڑھا اور اگر معروف پڑھتے تو ہمارا مقصود فوت ہو جاتا۔

(۲) اس شعر میں یزید نائب فاعل ہے اور جب ہم معروف پڑھیں گے تو یزید مفعول بن

جائے گا جو کہ فضلہ ہے اور ایک عمدہ چیز کو فضلہ بنانا درست نہیں اس وجہ سے اس کو مجہول کے صیغے کے ساتھ استعمال کیا۔

ووجوبا فی مثل وان احد من المشركين استجارك

یہاں مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ وان احدٌ الخ جیسی مثالوں میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے مثل الخ سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جس میں فعل کو حذف کیا گیا ہو اور اس فعل کے حذف ہونے کی وجہ سے ابہام پایا گیا ہو اور اس ابہام کو دور کرنے کیلئے ایک اور فعل لایا گیا ہو تو جس فعل کو پہلے حذف کیا تھا اس کو وجوبا حذف کرنا پڑے گا یعنی دوبارہ اس کا اظہار کرنا جائز نہیں، جیسے وان احد من...... الخ اس آیت کی تقدیری عبارت اس طرح تھی کہ وان استجارک احد من المشرکین تو یہاں پر شروع میں جو استجارک ہے اس کو حذف کیا تو آیت میں ابہام ہو گیا یعنی وان احد من المشرکین فاجرہ بن گیا، تو ترجمہ یہ ہوا کہ ''اور اگر مشرکین میں سے ایک تو امن دو'' تو یہاں مشرکین میں سے ایک کہنے سے ابہام پایا گیا کہ مشرکین میں سے ایک کیا کرے؟ تو اس ابہام کو دور کرنے کیلئے آخر میں فعل لایا جو کہ پہلے فعل کیلئے تفسیر تھا تو اب آیت کریمہ یوں ہو گئی کہ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ اور اس سے ابہام دور ہو گیا۔

یہاں شروع میں اِن کے بعد جو استجارک (فعل) تھا اس کو حذف کیا ہے اب اس کو واپس نہیں لا سکتے کیونکہ اس کا حذف کرنا واجب ہے اگر اس کو ظاہر کر دیں تو مفسر اور تفسیر کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ ناجائز ہے۔

سوال:۔ آپ نے کہا کہ مفسر اور تفسیر کا اجتماع جائز نہیں حالانکہ جاء نی رجل ای زید میں رجل مفسر ہے اور زید تفسیر اور دونوں ایک جگہ جمع ہیں۔

جواب:۔ مفسر اور تفسیر میں اجتماع اس صورت میں جائز نہیں جب تفسیر کو اس ابہام کی وجہ

سے لایا ہو جو فعل کے حذف ہونے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو اور یہاں جاء نی رجل ای زیــد میں جو ابہام پایا جاتا ہے وہ رجل کے نکرہ ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ فعل کے حذف ہونے کی وجہ سے۔

سوال:۔ وان احد...... الخ میں فعل کے حذف ہونے پر قرینہ کیا ہے؟

جواب:۔ اس میں قرینہ یہ ہے کہ ان شرطیہ فعل پر داخل ہوتا ہے نہ کہ اسم پر جبکہ یہاں ان کے بعد اسم ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں فعل محذوف ہے اور وہ استجار ک ہے۔

وقد يحذفان معًا في مثل نعم

کبھی فعل اور فاعل دونوں کو حذف کیا جاتا ہے جیسے نعم کہنا اس آدمی کے سوال کے جواب میں جو کہے اقام زید؟ کیا زید کھڑا ہے تو آپ نے جواب دیا نعم یعنی نعم قام زید.

سوال:۔ آپ جملہ فعلیہ کو مقدر مانتے ہیں جملہ اسمیہ کو مقدر کیوں نہیں مانتے؟

جواب:۔ جملہ فعلیہ کو اس لئے مقدر مانتے ہیں تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے سوال میں اقام زید جملہ فعلیہ ہے لہٰذا جواب میں نعم قام زید ہوگا تا کہ مطابقت پیدا ہو جائے۔ نعم زید قائم صحیح نہیں ہے بوجہ عدم مطابقت کے۔

اذا تنازع الفعلان ظاهرا بعدهما

جب دو فعل تنازع کریں اس اسم ظاہر کے بارے میں جو ان دونوں فعلوں کے بعد واقع ہو۔ اگر وہ اسم دونوں فعلوں کے درمیان یا مقدم ہو تو اس صورت میں بالاتفاق پہلے فعل کو عامل بنایا جائے گا مگر یہ تنازع اس صورت میں ہے جب یہ اسم دونوں فعلوں کے بعد واقع ہو۔

سوال:۔ تنازع ذی روح کی خاصیت ہے تو فعل کیلئے لفظ تنازع استعمال کیوں کیا؟

جواب:۔ یہاں تنازع بمعنی اقتضاء کے ہے یعنی دو فعل تقاضا کریں۔ اس تنازع کی چار (۴) صورتیں ہیں۔

(۱): فعل اول و ثانی دونوں فاعل کو چاہتے ہوں مثلا ضربنی واکرمنی زیدٌ.

(۲): دونوں مفعول چاہتے ہوں مثلا ضربت واکرمت زیدا.

(۳): فعل اول فاعل اور ثانی مفعول چاہتا ہو مثلا ضربنی واکرمت زید.

(۴): فعل اول مفعول اور ثانی فاعل چاہتا ہو مثلا ضربت واکرمنی زیدا.

تو ان تمام صورتوں میں فعل اول و ثانی دونوں میں سے کسی کو بھی عامل بنانا درست ہے لیکن مختار کونسا ہے اسمیں اختلاف ہے چنانچہ بصریین کے نزدیک فعل ثانی کو عامل بنانا زیادہ مناسب ہے اور کوفیین کے نزدیک فعل اول کو عامل بنانا بہتر ہے۔

بصریوں کی دلیل: (۱) الحق للقریب ثم للبعید کے تحت، کیونکہ فعل ثانی اسم ظاہر کے زیادہ قریب ہے۔ (۲) اگر فعل اول کو عامل بنائیں تو عامل اور معمول کے درمیاں اجنبی چیز کا فصل لازم آئے گا جو درست نہیں۔

کوفیوں کی دلیل: (۱) الفضل للمتقدم کے تحت چونکہ پہلا فعل پہلے آتا ہے تو یہ زیادہ مستحق ہے۔ (۲) اگر فعل ثانی کو عامل قرار دیں تو فعل اول میں ضمیر لانا ہوگا جس سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ صحیح نہیں۔

بصریین کے مذہب پر عمل:۔

اگر بصریین کے مطابق فعل ثانی کو عمل دیں تو فعل اول کی دو صورتیں ہیں، یا تو فعل اول فاعل چاہے گا یا مفعول (۱) اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو اس میں ضمیر لائیں گے جیسے ضربنی واکرمت زیدا اور اس میں اضمار قبل الذکر بھی لازم نہیں آتا کیونکہ فاعل عمدہ ہوتا ہے اس لئے اگرچہ لفظوں میں مؤخر ہے مگر معنی اور رتبۃ مؤخر نہیں ہے بلکہ مقدم ہے اور یہ

ضمیر اسم ظاہر کے موافق ہوگی یعنی مفرد کے لئے مفرد تثنیہ کیلئے تثنیہ جیسے ضربنی و اکرمت زیدا، ضرباني واكرمت الزيدَين، ضربوني واكرمت الزيدِين.

لیکن امام کسائی اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ فاعل کو حذف کیا جائے گا ضمیر نہیں لائی جائے گی ورنہ اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور فاعل کو حذف کرنے کی صورت میں اس قباحت سے بچا جائے گا اور فاعل کو حذف کرنے میں قباحت نہیں کیونکہ وہ عمدہ ہوتا ہے یعنی محذوف کی صورت میں بھی ملفوظ کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ فاعل کیلئے ضمیر لانے کی صورت میں اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا اس لئے کہ فاعل کے لئے ضمیر بشرط تفسیر جائز ہے جیسے قل هو الله احد اور حذف کرنا درست نہیں کیونکہ فاعل عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا کلام سے حذف کرنا درست نہیں، اور امام فراء ان دونوں کو جائز نہیں سمجھتے (یعنی جب فعل اول فاعل کا تقاضا کرے تو اضمار قبل الذکر اور حذف فاعل دونوں کو جائز نہیں سمجھتے) لهذا فراء کے نزدیک فعل اول اگر فاعل کا تقاضا کرے تو فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہی نہیں (۲) اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں فعل اول مفعول سے مستغنی ہوگا یا نہیں بالفاظ دیگر فعل اول افعال قلوب میں سے ہوگا یا نہیں۔

اگر افعال قلوب میں سے نہ ہو تو فعل اول کے مفعول کو حذف کریں گے کیونکہ مفعول فضلہ ہوتا ہے اور یوں کہیں گے ضربت واكرمني زيدا اور اگر فعل اول افعال قلوب میں سے ہے تو اس صورت میں اس کے مفعول کو ظاہر کریں گے۔ جیسے حسبني منطلقا وحسبت زيدا منطلقا اصل عبارت یہ تھی حسبني وحسبت زيدا منطلقا. حسبنی کو فاعل کی ضرورت تھی اور ایک مفعول کی بھی کیونکہ یہ افعال قلوب میں سے ہے اور اسی طرح حسبت کو دو مفعولوں کی ضرورت تھی چونکہ فاعل اس میں ضمیر ہے اس وجہ سے اس کو فاعل کی ضرورت نہیں تھی، تو سب سے پہلے تنازع زید پر ہوا حسبنی کا تقاضا تھا کہ زید میرا فاعل بنے اور حسب

کا تقاضا تھا کہ میرا مفعول بنے تو ہم نے بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دیا یعنی زید کو حسبت کا مفعول اول بنا دیا اور حسبنی کا فاعل ضمیر کو بنا دیا (اور فاعل میں اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا) پھر منطلقا پر تنازع ہوا حسبنی اور حسبت دونوں کا تقاضا تھا کہ یہ میرا مفعول ثانی بنے تو ہم نے بصریوں کے مذہب کے مطابق حسبت یعنی فعل ثانی کو عمل دیا اور حسبنی کے لئے الگ سے منطلقا کو ظاہر کر دیا اب عبارت یہ ہوگئی حسبنی منطلقا و حسبت زیداً منطلقا یہاں ہم نے مفعول کو ظاہر کر دیا ہے کیونکہ ضمیر اس وجہ سے نہیں لا سکتے تھے کہ مفعول میں اضمار قبل الذکر جائز نہیں اور حذف اس وجہ سے نہیں کیا کہ افعال قلوب کے کسی ایک مفعول کو بھی حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ افعال قلوب کے دونوں مفعول مثل مبتداء، خبر اور موصوف، صفت کے ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کو حذف کر کے دوسرے کو باقی رکھنا درست نہیں کیونکہ مبتدا بغیر خبر کے موصوف بغیر صفت کے نہیں آسکتا، بالفاظ دیگر افعال قلوب کے دونوں مفعول قائم مقام ایک کلمہ کے ہیں اور ایک کلمہ کے بعض اجزاء کو حذف کرنا اور بعض کو رکھنا درست نہیں۔

کوفیوں کا مذہب:۔ اگر ہم کوفیوں کے مذہب کا اعتبار کر کے فعل اول کو عمل دیں تو فعل ثانی کی دو صورتیں ہیں (۱) فاعل کو چاہے گا یا (۲) مفعول کو چاہے گا۔ (۱) اگر فعل ثانی فاعل کو چاہتا ہے تو اس میں ضمیر لائیں گے جیسے ضربت واکرمنی زیدا اور یہاں اضمار قبل الذکر کا اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ جب ہم نے زیدا کو ضربت کا مفعول بنایا تو گویا عبارت یوں ہوئی ضربت زیدا واکرمنی تو اس میں اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا (۲) اور اگر فعل ثانی مفعول کو چاہتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں فعل ثانی مستغنی عن المفعول ہوگا یا نہیں یا بالفاظ دیگر دوسرا فعل افعال قلوب میں سے ہوگا یا نہیں اگر دوسرا فعل مستغنی عن المفعول ہو تو اس کے مفعول کو حذف کرنا بھی درست ہے اور ضمیر لانا بھی، البتہ ضمیر لانا بہتر

ہے، حذف اس وجہ سے جائز ہے کہ مفعول فضلہ ہوتا ہے حذف کی مثال جیسے ضربنی واکرمت زیدٌ اور ضمیر لانا احسن اور بہتر اس لئے ہے کہ اس سے متکلم کی مراد ظاہر ہوجاتی ہے۔ جیسے ضربت واکرمته زیدا اب اگر یہاں ہم ضمیر نہیں لاتے تو سامع کو اشکال ہوتا کہ مارا تو زید کو ہے اور اکرام کسی اور کا کیا ہوگا مگر جب ہم مفعول کے لئے ضمیر لائے تو اب اسکا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے زید کو مارا اور اسی کا اکرام کیا۔ اور اگر دوسرا فعل مستغنی عن المفعول نہ ہو تو اس میں مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے کیونکہ کل ہمارے پاس تین صورتیں ہیں ا۔ یا تو ضمیر لائیں گے ۲۔ یا حذف کریں گے ۳۔ یا اسم ظاہر لائیں گے۔ پہلی دو صورتیں جائز نہیں، ضمیر اس لئے کہ اگر ہم ضمیر لاتے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو ضمیر واحد کی لائیں گے جیسے حسبنی وحسبتهما اياه الزيدان منطلقا تو افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں مطابقت نہ ہوگی حالانکہ افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں مطابقت ضروری ہے اور اگر تثنیہ کی ضمیر لائیں گے جیسے حسبنی وحسبتهما اياهما الزيدان منطلقا تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی یعنی یہاں جو ایاھما آیا ہے اس کا مرجع منطلقا ہے جو کہ مفرد ہے، پس اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس میں ضمیر لانا درست نہیں۔ اور حذف کرنا جائز اس لئے نہیں کہ افعال قلوب کے کسی مفعول کا حذف جائز نہیں جب حذف اور ضمیر دونوں درست نہ ہوئے تو ہم نے اس میں اسم ظاہر لایا اور عبارت یہ ہوئی حسبنی وحسبتهما منطلقين الزيدان منطلقا.

وقول امرئی القیس: كَفَانِيُ وَلَمُ اَطۡلُبۡ قَلِيۡلٌ مِنَ الۡمَالِ، ليس منه، لفساد المعنى.

یہ شعر کوفیوں نے استدلال کے طور پر پیش کیا ہے کہ امرءالقیس (مشہور شاعر) نے اپنے شعر میں فعل اول کو عامل بنایا ہے یعنی اس مصرعہ میں کفانی پہلا فعل ہے جو فاعل کا تقاضا

کرتا ہےاور لم اطلب دوسرا فعل ہے جو مفعول کا تقاضا کرتا ہےتو شاعر نے قلیل کو رفع دیکر فعل اول یعنی کفانی کیلئے اس کو فاعل بنایا ہے،تو معلوم ہوا کہ فعل اول کو عامل بنانا مختار ہےاس لئے کہ مشہور شاعر نے ایسا کیا ہےتو اس کا جواب مصنفؒ نے دیا کہ لیس منه یعنی یہ شعر تو تنازع فعلین میں سے ہے ہی نہیں کیونکہ اگر ہم اس کو تنازع فعلین میں سے مانیں تو ترجمہ اور مطلب درست نہیں ہوتا ہے۔ترجمہ غلط اس لئے ہوتا ہے کہ اس شعر کا پہلا مصرعہ یہ ہے کہ ولو انما اسعی لادنی معیشة تو اس کے شروع میں لو داخل ہےاور لو شرط کے لئے آتا ہےاور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر یہ جملہ مثبت میں داخل ہو تو منفی اور منفی میں داخل ہو تو مثبت کر دیتا ہے،اور جیسے یہ اپنے مدخول میں عمل کرتا ہے اسی طرح وہی عمل اس جملے میں بھی کرتا ہے جسکا اس پر عطف ہو تو اب اس قاعدہ کی رو سے اس شعر کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ’’میں ادنیٰ معیشت کے لئے کوشش نہیں کرتا ہوں اس لئے کہ میرے لئے ادنیٰ معیشت کافی نہیں ہوتی اور میں ادنیٰ معیشت طلب کرتا ہوں‘‘تو اجتماع نقیضین لازم آگیا پہلے تو کہا کہ میں ادنیٰ معیشت کے لئے کوشش نہیں کرتا ہوں پھر کہتا ہے کہ میں ادنیٰ معیشت طلب کرتا ہوں،تو معلوم ہوا کہ یہ تنازع فعلین میں سے نہیں اگر بالفرض اس کو تنازع فعلین میں سے مانا جائے تو ترجمہ غلط ہو جاتا ہے بصریین کہتے ہیں کہ اس میں اطلب کا مفعول محذوف ہے جو کہ العز والمجد ہے پورے شعر کا ترجمہ یہ ہوگا میں کم معیشت کے لئے کوشش نہیں کرتا ہوں اس لئے کہ کم معیشت مجھے کافی نہیں ہوتی اور میں کوشش کرتا ہوں بزرگی اور بڑائی کے لئے۔

سوال:۔العزوالمجد کے حذف پر کیا قرینہ ہے؟

جواب:۔اس کے حذف پر اس کے بعد میں آنے والا شعر قرینہ ہے اصل میں پورا شعر اس طرح ہے۔

ولو انما اسعیٰ لادنیٰ معیشة :: کفانی ولم اطلب قلیل من المال

ولکنما اسعیٰ لمجد مؤثل :: وقد یدرک المجد المؤثل امثالی

ترجمہ:۔ میں ادنیٰ معیشت کے لیئے کوشش نہیں کرتا ہوں کیونکہ کم مال مجھے کافی نہیں لیکن میں کوشش کرتا ہوں دائمی بزرگی کی اور کبھی میرے جیسے لوگ بھی دائمی (پائیدار) بزرگی پا لیتے ہیں۔

مفعول مالم یسم فاعله

مصنفؒ فاعل کی بحث سے فارغ ہوکر نائب فاعل یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ کی بحث شروع کررہے ہیں اس کی تعریف یہ ہے کہ **هو کل مفعول حذف فاعله واقیم هو مقامه** یعنی **مفعول مالم یسم فاعله** ہر وہ مفعول ہے جسکے فاعل کوحذف کردیا گیا ہواور اس مفعول کواس فاعل کے قائم مقام بنادیا گیا ہو۔

سوال:۔ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے اس وقت لائی جاتی ہے جب ضمیر متصل پر کسی کا عطف ہو یہاں ضمیر متصل پر کسی کا عطف نہیں تو پھر آپ نے ھو ضمیر منفصل کیوں لائی؟

جواب:۔ اس کے لانے کے دوفائدے ہیں ا۔ اگر ھو ضمیر نہ لاتے تو سامع کو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ اقیم کا نائب فاعل مقامہ ہو ۲۔ یہ بتانے کے لئے کہ اقیم میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع مفعول ہے نہ کہ فاعل حالانکہ ضمیر کے لئے جب مرجع قریب میں موجود ہو تو اس کو بعید کی طرف نہیں لوٹایا جاتا، تو یہاں ھو لا کر یہ اشارہ کردیا کہ جیسے یہاں ھو خلاف قیاس آیا ہے اسی طرح اقیم کا مرجع بھی خلاف قیاس مفعول ہے جو کہ دور ہے نہ کہ فاعل جو قریب ہے۔ یہ نائب فاعل اس وقت بنایا جائے گا جبکہ فعل مجہول ہو یعنی ماضی میں فُعِلَ اور مضارع میں یُفْعَلُ کے وزن پر ہو یہ شرط (یعنی ان دواوزان کی) صحیح کے چھ(٦) ابواب کے لئے ہے باقی ابواب میں اور اوزان آتے ہیں جیسے اُسْتُفْعِلَ یُسْتَفْعَلُ وغیرہ۔ اس کی تفصیل

صرف کی کتب میں موجود ہے۔

وہ مفاعیل جو مفعول مالم یسم فاعلہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے:۔

کل 4 چار مفاعیل ایسے ہیں جو مفعول مالم یسم فاعلہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے یعنی وہ نائب فاعل نہیں بن سکتے اور وہ یہ ہیں۔

① **علمت کا مفعول ثانی:۔** باب علمت یعنی افعال قلوب کا مفعول ثانی نائب فاعل نہیں بن سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ علمت کا مفعول ثانی مسند واقع ہوتا ہے کیونکہ افعال قلوب کے دونوں مفعول حقیقت میں مبتداء خبر ہوتے ہیں اسلئے پہلا مفعول مسندالیہ ہوتا ہے اور دوسرا مسند، مگر جب اس کو نائب فاعل بنائیں گے تو وہ مسندالیہ واقع ہوگا اور ایک چیز کا مسند اور مسندالیہ ہونا درست نہیں جیسے علمت زیدا فاضلا، یہاں فاضلا مفعول ثانی مسند ہے اور زید مسندالیہ ہے لیکن جب اس کو نائب فاعل بنائیں گے تو مسندالیہ ہوگا، تو ایک ہی چیز کا مسند و مسندالیہ ہونا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں۔

② **باب اعلمت کا مفعول ثالث:۔** اعلمت کا مفعول ثالث بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا ہے اس کی بھی یہی وجہ ہے جو علمت میں گزری ہے مثلا اعلمت زیدا عمرا فاضلا. (اعلمت سے ہر وہ فعل مراد ہے جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہو)

③ **مفعول لہ:۔** مفعول لہ لام کیساتھ ہوگا یا بغیر لام کے۔ اگر لام کیساتھ نہ ہو تو چونکہ مفعول لہ فعل کیلئے علت اور غرض ہوا کرتا ہے اور اس علت پر اس کا نصب دال ہوتا ہے اور جب اس کو نائب فاعل بنا دیں گے تو اس کا نصب ختم ہو کر اس میں رفع آجائے گا تو اس پر کوئی چیز دال نہیں رہے گی اس وجہ سے مفعول لہ نائب فاعل نہیں بن سکتا ہے اور جب مفعول لہ لام کیساتھ ہو تو یہ نائب فاعل بن سکتا ہے جیسے ضُرِبَ للتادیب.

④ مفعول معہ:۔ مفعول معہ نائب فاعل اس لئے نہیں بن سکتا ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کو واؤ کیساتھ لائیں گے یا بغیر واؤ کے۔ واؤ کیساتھ اس وجہ سے درست نہیں ہے کیونکہ واؤ چاہتا ہے انفصال کو اور نائب فاعل اتصال کو چاہتا ہے اور دونوں کے درمیان منافات ہے اس وجہ سے مفعول معہ کا واؤ کیساتھ نائب فاعل بننا درست نہیں اور بغیر واؤ کے اس وجہ سے درست نہیں کہ بغیر واؤ کے مفعول معہ بن ہی نہیں سکتا۔ تو ان وجوہات کی بناء پر مفعول معہ چاہے واؤ کیساتھ ہو یا بغیر واؤ کے مفعول مالم یسم فاعلہ نہیں بن سکتا۔

واذا وجد المفعول به تعین له

نائب فاعل بننے کا سب سے زیادہ حقدار۔

اگر کسی ترکیب اور عبارت میں بہت سارے مفاعیل ہوں تو نائب فاعل کیلئے مفعول بہ متعین ہوگا یعنی مفعول بہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کو نائب فاعل بنایا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ مفعول بہ کا فعل کے ساتھ تعلق بنسبت دوسرے مفاعیل کے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ فعل جیسے فاعل کا محتاج ہوتا ہے اس طرح مفعول بہ کا بھی محتاج ہوتا ہے مثلاً کوئی آدمی کہے ضرب زید تو یہ بات بالکل ذھن میں آتی ہے کہ اس کے بعد جو بھی ذکر ہوگا وہ مفعول بہ ہوگا۔

مثال:۔ **ضُرِبَ زیدٌ یومَ الجمعة امامَ الامیر ضرباً شدیدًا فی دارہ** ۔اس عبارت میں زید مفعول بہ ہے یوم الجمعۃ ظرف زمان امام الامیر ظرف مکان ضربا شدیدا مفعول مطلق اور فی دارہ مجرور ہے جو فضلہ ہونے میں مفاعیل کے مشابہ ہو کر ان کی طرح فاعل کے موقع میں واقع ہوسکتا ہے، لیکن ان سب کو چھوڑ کر زید کو جو کہ مفعول بہ ہے اس کو نائب فاعل بنایا ہے۔

فان لم یکن فالجمیع سواء

اگر مفعول بہ کلام میں نہ ہو تو جسے چاہو نائب فاعل بناؤ سب برابر ہیں۔

والاول من باب اعطیت اولی من الثانی

اعطیت جو کہ دو مفعولوں کو چاہتا ہے ان کے دونوں مفعولوں میں سے پہلے والے مفعول کو نائب فاعل بنانا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں کچھ نہ کچھ فاعلیت کا معنی پایا جاتا ہے مثلاً اعطیت زیدا درهما، یعنی میں نے زید کو درھم دیا، تو زید نے جب درھم لیا تو اس میں کچھ نہ کچھ معنی فاعلیت پائے جا رہے ہیں لٰہذا یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس کو نائب فاعل بنایا جائے بنسبت دوسرے مفعول کے کیونکہ درھم میں اخذ یعنی لینے کی صلاحیت نہیں۔

ومنها المبتدأ والخبر

بعض کتابوں میں منھا لکھا ہے جیسے یہاں اور بعض کتابوں میں منہ لکھا ہے اور بعض کتابوں میں صرف المبتدأ والخبر لکھا ہے یہ سب درست ہیں جن کتابوں میں منھا لکھا ہے وہاں منھا کا مرجع مرفوعات ہوگا اور جن کتابوں میں منہ لکھا ہے اُس کا مرجع مرفوع ہے اور جنہوں نے کچھ نہیں لکھا ہے وہ اس لئے درست ہے کہ انہوں نے فمنه الفاعل پر قیاس کیا یعنی شروع میں منہ آگیا تھا باقی مرفوعات اس کے ضمن میں آگئے یہ بھی صحیح ہے۔

سوال:۔ مبتدأ اور خبر دونوں کو اکھٹا ذکر کیوں کیا؟

جواب:۔ اس لئے کہ (۱) ان دونوں میں غایت تعلق ہے کیونکہ جہاں مبتدا ہوگا وہاں خبر ضرور ہوگی اور جہاں خبر ہوگی وہاں مبتدا ضرور ہوگا بغیر مبتدا کے خبر نہیں آسکتی اور بغیر خبر کے مبتدا نہیں آسکتا (۲) اور دونوں کا عامل بھی ایک ہے یعنی دونوں میں عامل معنوی ہے ان وجوہات کی بناء پر مبتدا اور خبر کو ایک ساتھ ذکر کیا۔

هو الاسم المجرد عن العوامل اللفظية مسندا اليه

مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو۔

اعتراض:۔ مجرد تجرید سے ہے جسکے معنی ''خالی کر دینے'' کے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ

مبتدا میں پہلے عوامل لفظیہ تھے لیکن بعد میں خالی کر دیا گیا ہے۔

جواب:۔ کبھی کبھی امکان وجود کو وجود کے قائم مقام بنا دیا جاتا ہے یعنی مبتدا پر عوامل لفظیہ تو نہیں تھے مگر ان کا امکان ضرور تھا، اس وجہ سے مجرد کا لفظ استعمال کیا جیسے ضیق فم البیر کہا جاتا ہے یعنی کنویں کے منہ کو تنگ کرو تو کنواں کھودنے سے پہلے اس کا منہ تو کشادہ نہیں ہوتا مگر احتمال ہوتا ہے اس لئے کنواں کھودنے سے پہلے ضیق فم البیر کہتے ہیں۔

اعتراض:۔ عوامل جمع کا صیغہ ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مبتداء پر تین عامل نہیں آسکتے دو اور ایک عامل آسکتے ہیں۔

جواب:۔ العوامل پر الف لام جنس کا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب الف لام جنسی جمع پر داخل ہو تو اسکی جمعیت کو باطل کر دیتا ہے، تو معلوم ہوا کہ مبتدا پر ایک عامل بھی نہیں آسکتا۔

فوائد قیود:۔ اس عبارت میں الاسم جنس ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے المجرد عن العوامل اللفظیة فصل اول ہے اس سے کان کا اسم وغیرہ خارج ہو گئے مسندا الیه فصل ثانی ہے اس سے مبتداء کی قسم ثانی اور خبر خارج ہو گئے، کیونکہ اگر چہ یہ دونوں عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں مگر مسند الیہ نہیں ہوتے مبتدأ کی مثال زید قائم۔

مبتداء کی قسم ثانی:۔ جان لو کہ نحاۃ کے نزدیک مبتدأ کی ایک اور قسم بھی ہے جس کو مبتداء کی قسم ثانی کہتے ہیں اس کی تعریف یہ ہے۔ هو الصفة الواقعة بعد حرف النفی او الف الاستفهام رافعة لظاهر ۔ وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی یا استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دیتا ہو۔ (صیغہ صفت سے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم منسوب جیسے قریشی مراد ہیں) اور اسم ظاہر حقیقی ہو یا حکمی (حکمی سے مراد ضمیر منفصل ہے کیونکہ جس طرح اسم ظاہر پر تکلم قصدا ہوتا ہے اسی طرح ضمیر منفصل پر بھی تکلم قصداً ہوتا ہے،

برخلاف ضمیر متصل کے) حکمی کی مثال: أراغب أنت عن الهتي۔

فوائد قیود:۔ ہر تعریف میں ایک جنس ہوتی ہے اور کئی فصول ہوتی ہیں اس عبارت میں بھی کئی فصلیں ہیں اس میں جب ہم نے الصفة کہا تو تمام صیغہ صفات اسمیں شامل تھے لیکن جب ہم نے بعد حرف النفي او الف الاستفهام کہد یا تو وہ صفات خارج ہوگئیں جو حرف نفی یا استفہام کے بعد واقع نہیں اور رافعة لظاهر کہنے سے وہ صفات خارج ہوگئیں جو حرف نفی اور استفہام کے بعد واقع ہوں لیکن اسم ظاہر کو رفع نہ دیتی ہوں جیسے اقائمان الزیدان ۔ یہاں قائمان صیغہ صفت ہے اور استفہام کے بعد بھی واقع ہے لیکن اس نے اسم ظاہر کو رفع نہیں دیا اس لئے یہ مبتدا کی قسم ثانی میں سے نہیں ہوگا۔

سوال:۔ الزیدان تو مرفوع ہے اس کو رفع کس نے دیا؟

جواب:۔ اس میں عامل معنوی ہے اور یہ مبتدا مؤخر ہے اور أقائمان نے اس کو رفع اس لئے نہیں دیا کہ اگر الزیدان قائمان کیوجہ سے مرفوع ہوتا تو قائمان تثنیہ نہ آتا بلکہ قائم مفرد کا صیغہ آتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل اور شبہ کو ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے۔

مبتدا کی قسم ثانی کی مثال ماقائم الزیدان واقائم الزیدان.

فان طابقت مفردا جاز الامران

اگر مفرد کیساتھ مطابق ہو جائے تو دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اصل میں اسکی (یعنی صیغہ صفت اور خبر کی) تین صورتیں بنتی ہیں۔

① صیغہ صفت مفرد ہو اور خبر تثنیہ یا جمع ہو اس صورت میں صیغہ صفت مبتدا کی قسم ثانی ہوگا اور اس کے بعد والا اسم خبر ہوگا جیسے ماقائم الزیدان.

② صیغہ صفت تثنیہ یا جمع ہو اور اس کے بعد کا اسم بھی تثنیہ یا جمع ہو تو اس صورت میں صیغہ صفت کو خبر مقدم بنائیں گے اور بعد کے اسم کو مبتدا مؤخر بنادیں گے مثلاً اقائمان الزیدان

③ اگر صیغہ صفت مفرد ہو اور بعد کا اسم بھی مفرد ہے تو اس صورت میں صیغہ صفت کو مبتدا کی قسم ثانی اور بعد کے اسم کو خبر مان لیا جائے تب بھی درست ہے اور صیغہ صفت کو خبر مقدم اور بعد والے اسم کو مبتدا مؤخر مان لیں تب بھی درست ہے مثلاً ماقائم زید.

والخبر هو المجرد المسند به المغائر للصفة المذكورة

خبر وہ ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند بہ ہو اور صفت مذکور کے مخالف ہو۔ اس عبارت میں هو جنس ہے تمام اسماء کو شامل ہے المجرد فصل اول ہے اس سے انّ وغیرہ کی خبر نکل گئی، المسند به فصل ثانی ہے اس سے مبتدا خارج ہو گیا کیونکہ وہ مسند الیہ ہوتا ہے المغائر للصفة المذكورة فصل ثالث ہے اس سے مبتدا کی قسم ثانی بھی نکل گئی۔ اور مغایرت کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

① یا تو خبر صیغہ صفت ہی نہ ہو جیسے زید ضرب ② صیغہ صفت تو ہو لیکن حرف نفی اور استفہام کے بعد واقع نہ ہو جیسے زید قائم ③ صیغہ صفت بھی ہو حرف نفی اور استفہام کے بعد بھی واقع ہو لیکن اسم ظاہر کو رفع نہ دے جیسے اقائمان الزیدان.

واصل المبتدأ التقديم.

مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ مقدم ہو یعنی مبتدا کا مقام خبر سے پہلے ہے۔

ومن ثم جاز الخ.

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ خبر سے مقدم ہو تو فی داره زید کی ترکیب جائز ہوگی اور صاحبها فی الدار کی ترکیب جائز نہیں ہوگی۔ قاعدہ کے لحاظ سے یہ دونوں ترکیبیں درست نہیں ہونی چاہئے کیونکہ دونوں صورتوں میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے جو ناجائز ہے لیکن فی داره زید کی ترکیب درست ہوگی اس لئے کہ داره کی ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے جو کہ لفظاً اگرچہ مؤخر ہے لیکن رتبۃً مقدم ہے کیونکہ زید مبتدا ہے اور

رتبے کے لحاظ سے مبتدا خبر سے مقدم ہوتا ہے لیکن صاحبھا فی الدار کی ترکیب درست نہیں ہو گی اس لئے کہ صاحبھا کی ضمیر کا مرجع دار ہے جو کہ خبر ہے یہ جس طرح لفظا مؤخر ہے اسی طرح رتبۃ بھی مؤخر ہے تو اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃ دونوں لازم آتا ہے جو ناجائز ہے۔

وقد يكون المبتدا نكرة اذا تخصصت بوجه ما

مبتدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ معرفہ ہو لیکن نکرہ بھی مبتدا بن سکتا ہے جبکہ اس میں کسی وجہ سے تخصیص آجائے۔ تخصیص کا مطلب قلت اشتراک ہے یہ نہیں کہ وہ معرفہ بن کر مبتدا ہو جائے تخصیص کی چند اقسام یہاں پر ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ ولعبد مؤمن خير من مشرك

یہاں عبد نکرہ ہے اس کے باوجود مبتدا واقع ہے کیونکہ اس میں تخصیص ہوئی ہے اور تخصیص صفت ذکر کرنے سے ہوئی ہے وہ اس طرح کہ عبد پہلے عام تھا چاہے مؤمن ہو یا غیر مؤمن لیکن جب مومن کی قید لگائی تو غیر مومن خارج ہو گیا اب قلت اشتراک ہو گیا لہٰذا عبد نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا بن سکتا ہے، اور نکرہ کے مبتدا بننے کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

۲۔ أرجل في الدار ام امرأة

یہاں بھی رجل مبتداء واقع ہے جو کہ نکرہ ہے اور اس کا مبتداء واقع ہونا درست ہے کیونکہ اس میں تخصیص ہوئی ہے اور یہ تخصیص علم متکلم سے ہے یعنی متکلم کو یہ بات معلوم ہے کہ گھر کے اندر مرد اور عورت میں سے ایک ضرور ہے اور وہ مخاطب سے اس کی تعیین چاہتا ہے اسی وجہ سے اس کا جواب بھی صرف رجل یا صرف امرأۃ سے دیا جاتا ہے یعنی احد الشیئین کی تعیین سے جواب دیا جاتا ہے نعم یالا سے نہیں۔

۳۔ ما احد خير منك

احد نکرہ ہے جو کہ مبتدا واقع ہے اس کا مبتدا واقع ہونا درست ہے کیونکہ اسمیں تخصیص ہوئی

ہے اور تخصیص اس طرح ہوئی ہے کہ نکرہ تحت النفی واقع ہے اور جب نکرہ تحت النفی واقع ہو تو وہاں عموم ہوتا ہے اور عموم میں تعدد نہیں ہوتا یعنی اس میں افراد کا لحاظ نہیں رکھا جاتا جیسے سو (۱۰۰) کا لفظ ہے (مائۃ) یہ مصداق کے لحاظ سے تو جمع پر دلالت کرتا ہے لیکن یہ لفظ خود مفرد ہے اور اس میں افراد کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے یعنی لفظ مائۃ لفظا مفرد اور معنا جمع ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ نکرہ تحت النفی واقع ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے اس میں افراد معتبر نہیں ہوتے ہیں اس وجہ سے مبتدا واقع ہونا درست ہے تو **تمرۃ خیر من جرادۃ** میں تمرۃ مبتدا ہے جو نفی کے تحت واقع نہیں، یعنی (نکرہ تحت النفی نہیں) پھر مبتدا کیوں ہے؟

جواب:۔ ہم نے جب یہ کہا کہ نکرہ تحت النفی واقع ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور عموم کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ جب نکرہ اثبات میں ہو لیکن اس سے عموم اور شمول افراد مقصود ہوں تو وہ بھی عموم کا فائدہ دیتا ہے جیسے مثال مذکور میں تمرۃ نے عموم کا فائدہ دیا ہے۔

٤۔ شرٌّ اھر ذاناب

(یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی بہادر شخص میدان سے ناتواں اور عاجز ہو کر فرار ہو جائے) اس عبارت میں شرّ نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہے اور اس کا مبتدا واقع ہونا درست ہے کیونکہ اس میں تخصیص ہوئی ہے اس کی تخصیص کے دو طریقے ہیں ① یا تو اس میں صفت محذوف ہے اصل میں عبارت یوں ہے **شرّ عظیم اھرّ ذاناب** یہاں عظیم صفت لانے کی ضرورت اس لئے ہے کہ شرّ کی تنوین تعظیم کیلئے ہے ② یا اس میں تخصیص فاعل کے طریقے پر ہوئی ہے اور فاعل کی تخصیص ذکر فعل سے ہوتی ہے اس صورت میں تقدیری عبارت یہ ہوگی **اھر شر ذاناب** تو اھر فعل ہے ضمیر اس میں فاعل مبدل منہ اور شر بدل ہے اور بدل چونکہ فاعل حکمی ہوتا ہے تو چونکہ مبدل منہ میں تخصیص ہے تو بدل میں بھی

تخصیص ہوئی یا یہ کہ فاعل فعل کے بعد ہوتا ہے اس طرح فاعل حکمی بھی فعل کے بعد ہوتا ہے لیکن یہاں مقدم کیا ہے تو التقدیم ما حقه التاخیر یفید الحصر و الاختصاص کے قاعدہ کے تحت تخصیص ہوئی۔ اب جبکہ اس عبارت میں تخصیص ہوئی تو گویا یہ عبارت اس عبارت کے قائم مقام ہوگئی ما اھرَّ ذاناب الا شر تو اس عبارت میں ما بھی حصر کیلئے ہے اور الا بھی، تو جب اس میں حصر پایا گیا تو شر کا مبتداء واقع ہونا درست ہوا۔ (اس کی اور بھی تفصیل ہے لیکن اختصارا یہاں اسی پر اکتفاء کرلیا جاتا ہے)

۵۔ فی الدار رجلٌ

اس میں رجل نکرہ ہے اور مبتدا واقع ہے اس کی وجہ یہ ہے اس میں تخصیص ہوئی ہے اور یہ تخصیص اس قاعدہ التقدیم ما حقه التاخیر یفید الحصر و الاختصاص کے تحت ہوئی ہے کیونکہ مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ مقدم ہو اور خبر مؤخر ہو لیکن یہاں خبر کو مقدم کیا ہے تو اس وجہ سے اس کو تخصیص حاصل ہوگئی۔

٦۔ سلام علیك

اس میں سلام نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس میں تخصیص ہوئی ہے اور تخصیص متکلم کی جانب سے ہوئی ہے اصل میں سلمت سلامًا علیک تھا یعنی متکلم یہ کہتا ہے کہ آپکو میری طرف سے سلام ہو تو تمام افرد کو خارج کر کے اپنی طرف سے سلام کہہ دیا تو اس میں تخصیص آ گئی اس وجہ سے اس کا مبتدا واقع ہونا درست ہے۔ سلمت سلاماً علیک سے فعل یعنی سلمت کو حذف کیا پھر سلاماً کے نصب کو رفع سے تبدیل کیا تو سلامٌ علیک ہوا۔

سوال:۔ سلام علیک اصل میں سلمت سلاماً علیک تھا تو اس کو منتقل کر کے جملہ اسمیہ کیوں بنایا؟

جواب:۔ دوام اور استمرار کیلئے کیونکہ جملہ اسمیہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے۔

والخبر قد يكون جملة

خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو لیکن کبھی خبر جملہ بھی ہوسکتی ہے چاہے جملہ اسمیہ ہو جیسے زيد ابوه قائم یا جملہ فعلیہ ہو جیسے زيد قام ابوه، پہلی مثال میں ابوہ قائم پورا جملہ اسمیہ زید کیلئے خبر واقع ہو رہا ہے اور دوسری مثال میں قام ابوہ جملہ فعلیہ زید کیلئے خبر واقع ہو رہا ہے۔

لطیفہ:۔ مصنفؒ کی عبارت والخبر قد يكون جملة قانون بھی ہے اور مثال بھی یعنی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اس کی الگ سے مثال دینے کی ضرورت نہیں یہی جملہ اس کی مثال ہے کیونکہ الخبر مبتداء ہے اور قد يكون الخ پورا جملہ اس کی خبر۔

فلا بد من عائد

اگر جملہ خبر واقع ہو تو اس جملے میں عائد کا ہونا ضروری ہے تا کہ خبر اور مبتدا کے درمیان ربط پیدا ہو جائے کیونکہ جملہ من حیث الجملہ مستقل ہوتا ہے۔ اور عائد کئی قسم پر ہوتی ہے۔

عائد کی قسمیں:۔

عائد چار قسم پر ہوتی ہے، (۱) کبھی عائد ضمیر ہوگی جیسے زيد ابوه قائم میں ابوہ کی ضمیر۔

(۲) کبھی الف لام کی صورت میں ہوگی جیسے نعم الرجل زيد، نعم الرجل پورا جملہ خبر مقدم ہے اور زید مبتدا مؤخر۔ اور الرجل میں جو الف لام ہے یہی عائد ہے۔

(۳) کبھی اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ پر لایا جاتا ہے جیسے الحاقة ما الحاقة، ما الحاقة پورا جملہ خبر ہے یہاں کوئی ضمیر نہیں۔ لیکن یہ پورا جملہ ضمیر کی جگہ پر واقع ہے کیونکہ الحاقة ماهي ہونا چاہیے تھا۔

(۴) خبر مبتدا کی تفسیر کرے جیسے قل هو الله احد میں ھو مبتدا ہے اور اللہ احد پورا جملہ خبر

ہے۔اور جو مراد ضمیر ''ھو'' سے ہے وہی لفظ اللہ سے ہے یعنی یہ اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

وقد یحذف

اس عائد کو حذف بھی کرنا جائز ہے جب کوئی قرینہ موجود ہو جیسے البر الکر بستین درھمًا، اصل میں البر الکرمنه بستین درھمًا تھا لیکن اس کو حذف کر دیا گیا ہے اور یہاں قرینہ حالیہ ہے یعنی متکلم جو قیمت بتا رہا ہے وہ اسی چیز کی ہے جس کو پہلے ذکر کیا ہے مثلاً کوئی آدمی یہ کہدے کہ ایک کلو گندم ۱۰ روپے میں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ دس روپے جو کہا ہے وہ ایک کلو چاول کی قیمت ہے بلکہ ہر ایک یہی سمجھے گا کہ یہ دس روپے ایک کلو گندم کے بدلے ہیں اور کسی کے نہیں، تو یہاں قرینہ حالیہ کی وجہ سے عائد جو کہ منه ہے اس کو حذف کیا گیا۔

وما وقع ظرفًا فالاکثر علی انه مقدر بجملة

مسئلہ یہ ہے کہ جار مجرور کس کے متعلق ہوگا مثلاً زید فی الدار میں فی الدار کو کس کے متعلق کریں اس میں اختلاف ہے بصریین کہتے ہیں کہ یہ فعل کے ساتھ متعلق ہوگا کیونکہ عمل کے اعتبار سے فعل اصل ہے اس وجہ سے بصریوں کے ہاں تقدیری عبارت یوں ہوگی زید استقر فی الدار اور کوفیین کہتے ہیں کہ یہ اسم کے ساتھ متعلق ہوگا یعنی شبہ فعل کے ساتھ کیونکہ یہ خبر واقع ہو رہی ہے اور خبر میں افراد افضل ہے اور افراد اسم میں ہوتا ہے نہ کہ فعل میں، تو ان کے نزدیک تقدیری عبارت یہ ہوگی۔ زید ثابت فی الدار۔

واذا کان المبتدا مشتملا علی ماله صدر الکلام

مصنفؒ مبتداء وخبر کی تعریف ذکر کرنے کے بعد وہ مقامات ذکر کر رہے ہیں جہاں مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے

کل چار مقامات ایسے ہیں جہاں پر مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے اور وہ درج ذیل ہیں۔

① مبتداء اگر صدارت کلام چاہتا ہو تو وہاں مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے (صدارت کلام چاہے استفہام کی صورت میں ہو یا شرط کی صورت میں یا تمنی وترجی وغیرہ کی صورت میں ہو) جیسے من ابوک یہاں مَنْ استفہامیہ مبتداء واقع ہے اور یہ صدارت کلام کو چاہتا ہے اب اگر یہاں مبتدا کو مقدم نہیں کریں گے تو اس کی صدارت فوت ہو جائیگی۔

فائدہ:۔ چھ (۶) چیزیں صدارت کلام چاہتی ہیں۔ شرط، قَسم، تعجب، استفہام، نفی، لام ابتدائیہ، جنکو ایک شاعر نے جمع کیا ہے۔ شعر:

شش چیز بود مقتضی صدر کلام درطبع فصیحاں شد این نظم تمام

شرط و قسم و تعجب و استفہام نفی آمد ابتداء گشت تمام

بعض نے تمنی وترجی بھی شامل کی ہے (مصباح المعانی ص ۲۲۱)

② مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو بھی مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے مثلاً اللّٰـه ربنا، آدم ابونا یہاں اگر مبتدا کو مقدم نہیں کریں گے تو التباس کا خوف ہے یعنی یہ دونوں معرفہ ہونے کی وجہ سے مبتدا بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس لئے معلوم نہیں ہوگا کہ مبتدا کونسا ہے اور خبر کونسی ہے۔ اس وجہ سے ہم نے متعین کر دیا کہ ان میں جو بھی پہلے ہوگا اس کو مبتدا اور دوسرے کو خبر قرار دیں گے۔

③ مبتدا اور خبر دونوں میں تخصیص ہوئی ہو، چاہے کسی میں تخصیص زیادہ ہو اور کسی میں کم لیکن نفس تخصیص کے لحاظ سے دونوں برابر ہوں مثلاً افضل منک افضل منی یہاں بھی مبتدا کو اگر مقدم نہیں کریں گے تو خبر کیساتھ ملتبس ہو جائے گا۔

④ خبر مبتدا کیلئے فعل ہو مثلاً زیدٌ ضرب، یہاں اگر مبتدا کو مقدم نہیں کریں گے تو مبتدا اور فاعل کے درمیان التباس لازم آئے گا جیسے ضرب زیدٌ.

واذا تضمن الخبر المفرد

مصنفؒ وہ مقامات جہاں مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب تھا ان کے ذکر سے فارغ ہونے کے بعد وہ مقامات ذکر کر رہے ہیں جہاں پر خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے، وہ بھی 4 چار مقامات ہیں۔

① خبر ایسی مفرد ہو جو صدارت کو چاہتی ہو جیسے این زیدٌ یہاں زید مبتدا مؤخر ہے اور این خبر مقدم یہاں اگر خبر کو مقدم نہ کریں تو اس کی صدارت فوت ہو جاتی ہے اس وجہ سے یہاں پر خبر کو مقدم کرنا واجب ہے۔ مصنفؒ نے المفرد کہہ کر زید من ابوہ جیسی عبارات سے احتراز کیا کیونکہ یہاں خبر مفرد نہیں بلکہ جملہ ہے اور جملہ ہونے کی وجہ سے خبر کو مقدم کرنا واجب نہیں اس لئے کہ یہاں من استفہامیہ ہے جو صدارت کلام کو چاہتا ہے تو یہ اپنے مدخول کے شروع میں تو واقع ہے اب یہ ضروری نہیں کہ اس کو مبتدا سے بھی پہلے ذکر کیا جائے۔

② او کان مصححا له

دوسری جگہ جہاں خبر کو مقدم کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ خبر کو مقدم کرنا مبتدا کے مبتدا بننے کیلئے ضروری ہو یعنی اگر ہم خبر کو مقدم نہ کریں تو مبتدا کا مبتدا واقع ہونا درست ہی نہ ہو جیسے فی الدار رجلٌ یہاں فی الدار خبر مقدم اور رجلٌ مبتدا مؤخر ہے رجل چونکہ نکرہ ہے اور نکرہ مبتدا واقع نہیں ہو سکتا جب تک اس میں تخصیص نہ کی جائے اور یہاں تخصیص اس طرح ہوئی ہے کہ اس کو اپنی جگہ سے ہٹا کر مؤخر کیا گیا ہے اب یہاں اگر ہم خبر کو مقدم نہیں کریں گے تو مبتدا کا مبتدا واقع ہونا درست نہ ہوگا اس وجہ سے یہاں خبر کا مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے۔

③ او لمتعلقه ضمیر فی المبتداء

اگر مبتدا میں خبر کے متعلق کیلئے کوئی ضمیر ہو تو اس صورت میں بھی خبر کو مقدم کرنا واجب ہے اور متعلق سے مراد خبر کا ایسا جزء ہے جو اس سے مقدم نہ ہو سکے جیسے علی التمرة مثلها

زبدًا یہاں **علی التمرة** خبر مقدم ہے اور **مثلھا** مبتداء مؤخر ہے اور متعلق یہاں پر تمرة ہے جو کہ خبر کا جزء ہے اور **علی** سے مقدم نہیں ہوسکتی کیونکہ **علی** حرف جر عامل ہے اور **التمرة** مجرور معمول ہے اور مجرور حرف جر سے مقدم نہیں ہوسکتا، تو یہاں پر خبر کو مقدم کرنا اس لئے واجب ہے کہ اگر ہم خبر کو مقدم نہ کریں تو پھر اضمار قبل الذکر لازم آئے گا یعنی اس عبارت میں مثلھا کی ضمیر کا مرجع تمرة ہے جو کہ اس سے مقدم ہے، اگر خبر کو مؤخر کریں تو **مثلھا زبدًا علی التمرة** ہوگا اور اس صورت میں بھی مثلھا کی ضمیر کا مرجع وہی تمرة ہے جو کہ مؤخر ہے۔ تو اس اضمار قبل الذکر کی قباحت سے بچنے کیلئے ہم نے یہاں خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب قرار دیا ہے۔

④ او کان خبرا عن اَنَّ

اَنَّ سے خبر بھی مقدم ہوگی (یعنی اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مبتدا واقع ہو اور اس سے کوئی چیز خبر واقع ہو) مثلاً **عندی انک قائم**، یہاں عندی خبر مقدم ہے اور اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ ہو کر مبتدا مؤخر ہے۔ یہاں خبر کو مقدم کرنا اس لئے واجب ہے کہ اگر ہم خبر کو مقدم نہیں کریں گے تو اَنَّ، اَنَّ نہیں رہے گا بلکہ وہ اِنَّ ہو جائیگا کیونکہ کلام کے شروع میں اِنَّ آتا ہے اَنَّ نہیں آتا ہے۔

وقد یتعدد الخبر

ایک مبتدا کی کئی خبریں لانا بھی درست ہے وہ اس لئے کہ مبتدا ذات ہوتا ہے اور خبر صفت اور ایک ذات کیلئے کئی اوصاف کا ہونا ممتنع نہیں مثلاً **زید عالم، عاقل** وغیرہ۔

وقد یتضمن المبتدا

کبھی کبھی مبتدا معنی شرط کو متضمن ہوگا یعنی مبتدا کے اندر شرط کے معنی پائے جائیں گے تو اس صورت میں خبر میں (فا) لانا جائز ہوگا، یعنی جب مبتدا میں شرط کے معنی پائے گئے تو مبتدا

قائم مقام شرط کے ہوگا اور خبر قائم مقام جزاء کے، لہٰذا جس طرح جزاء میں فا آتا ہے اسی طرح اس خبر میں بھی ''ف'' کا لانا درست ہوگا اور یہ کل دو صورتوں میں ہوتا ہے۔ مبتدا (۱) اسم موصول ہو (۲) نکرہ موصوفہ ہو، ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ فعل کے ساتھ ۲۔ ظرف کے ساتھ

تو یہ کل صورتیں چار (۴) نکلیں جہاں خبر میں ''ف'' کا لانا درست ہوتا ہے۔

ا۔ مبتدا اسم موصول ہو اور اس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو۔ جیسے **الذی یاتینی فله درهم**۔

۲۔ مبتدا اسم موصول ہو اور اس کا صلہ ظرف ہو۔ جیسے **الذی فی الدار فله درهم**۔

۳۔ مبتدا نکرہ ہو اور صفت جملہ فعلیہ ہو۔ جیسے **کل رجل یاتینی فله درهم**۔

۴۔ مبتدا نکرہ ہو اور صفت ظرف ہو۔ جیسے **کل رجل فی الدار فله درهم**۔

ولیت ولعل مانعان بالاتفاق

لیت اور لعل دخول فا سے مانع ہیں یعنی اگر لیت اور لعل ایسے مبتدا پر داخل ہوں جو متضمن معنی شرط ہو تو اس کی خبر میں ''ف'' نہیں آسکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ لیت اور لعل انشاء کی قسم میں سے ہیں اور جب یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہونگے تو یہ اس جملہ کو انشاء میں داخل کر دینگے اور جب یہ انشاء کی قسم میں سے ہو جائیں گے تو ان کی مشابہت شرط اور جزاء سے زائل ہو جائے گی کیونکہ شرط اور جزاء خبر کی قبیل میں سے ہیں نہ کہ انشاء کی۔ پس **لعل الذی یاتینی فله درهم** کہنا جائز نہیں۔

والحق بعضهم ان بهما

بعض حضرات جن میں سیبویہ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جیسے لیت اور لعل کے داخل ہونے سے خبر پر فا کا آنا جائز نہیں اسی طرح جب مبتدا پر اِنَّ داخل ہو جائے تب بھی خبر پر فاء کا داخل ہونا جائز نہیں اس لئے شرط اور جزاء میں تردد کے معنی پائے جاتے ہیں اور اِنَّ تحقیق

کیلئے آتا ہے اور ان دونوں معنوں میں منافات ہے اس وجہ سے جب مبتدا پر اِنَّ داخل ہو تو خبر پر فا کا لانا جائز نہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ قرآن میں خود فاء کو داخل کیا ہے جیسے اِنَّ الذین کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل .....الخ

سوال:۔ جیسے اِنَّ کے بارے میں یہ اختلاف ہے اسی طرح اَنَّ اور لٰکِنَّ میں بھی اختلاف ہے تو مصنفؒ نے صرف اِنَّ میں اختلاف ذکر کیا بقیہ میں نہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ تھے تو یہ دونوں قول ضعیف لیکن پہلے والے قول کا قائل سیبویہ تھا چونکہ سیبویہ نحو کا بڑا امام تھا تو اس وجہ سے اِنَّ کو ذکر کیا باقی کو نہیں۔ اور اَنَّ جس مبتدا پر داخل ہو تو اس کی خبر پر فا کے داخل ہونے کی مثال یہ ہے۔ واعلموا انّما غنمتم من شئی فان لله خمسه

لکن کی مثال:۔ فواللہ مافارقتکم قالیالکم ولکن مایقضی فسوف یکون اللہ کی قسم میں تم سے تمھارے ساتھ دشمنی کر کے جدا نہیں ہوا لیکن جو کچھ خدا کا فیصلہ ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

وقد یحذف المبتداء لقیام قرینة جوازًا

کبھی کبھی مبتدا کو جوازی طور پر حذف بھی کیا جاتا ہے جبکہ کوئی قرینہ موجود ہو جیسے الھلال واللہ یہاں الھلال خبر واقع ہے اور اس کا مبتداء ھٰذا ہے جو کہ محذوف ہے اور اس کے محذوف ہونے پر قرینہ حالیہ دلالت کرتا ہے، کیونکہ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ پہلے چاند نظر نہ آیا ہو اور لوگ چاند کی تلاش کر رہے ہوں تو اچانک کسی کو چاند نظر آئے تو وہ الھلال واللہ کہتا ہے۔

سوال:۔ آپ نے یہاں مبتدا کو محذوف مانا ہے اور تقدیری عبارت ھٰذا الھلال نکالی ہے آپ یہاں خبر کو محذوف کیوں نہیں مانتے؟ کہ اس کی اصل الھلال ھٰذا ہو، تاکہ مبتدا جو کہ اصل ہے اس کا حذف لازم نہ آئے۔

جواب:۔ یہاں قرینہ اس بات پر دال ہے کہ مبتدا محذوف ہے کیونکہ الھلال ھذا تو اس وقت کہا جاتا ہے جب پہلے چاند نظر آ گیا ہو اب کسی دوسرے شخص کو دکھانا مقصود ہو لیکن ھذا الھلال اس وقت کہا جاتا ہے جب پہلے سے چاند نظر نہ آیا ہو جیسا کہ پہلی سطروں میں گزر چکا ہے۔

والخبر جوازًا

خبر کو حذف کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ۱۔ جوازا، ۲۔ وجوبًا اب وہ جگہ ذکر کر رہے ہیں جہاں خبر کو حذف کرنا جائز ہو۔ اگر خبر کے حذف ہونے پر کوئی قرینہ موجود ہو اور خبر کے قائم مقام کوئی چیز نہ ہو تو اس صورت میں خبر کو حذف کرنا جائز ہے جیسے خرجت فاذا السبع تو یہاں السبع مبتدا ہے اور اس کی خبر واقف محذوف ہے اور یہاں خبر کے محذوف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ اذا مفاجاتیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جبکہ یہاں السبع مفرد ہے تو ہم نے السبع کو مبتدا مان لیا اور خبر کو محذوف، کیونکہ مبتداء معرفہ ہوتا ہے اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ چونکہ السبع معرفہ تھا اس لئے ہم نے اس کو مبتداء بنایا اور خبر کو محذوف مانا۔ ترجمہ اس کا یہ ہے ''میں گھر سے نکلا پس درندہ کھڑا تھا''

ووجوبًا فیما التزم فی موضعه غیره

خبر کو اس جگہ پر حذف کرنا واجب ہے جہاں خبر کی جگہ پر اس کے غیر کو قائم مقام بنایا ہو اور یہ کل چار (۴) جگہوں میں پایا جاتا ہے۔

① لولا زید لکان کذا

اس سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں مبتدا لولا کے بعد واقع ہو۔ اب یہاں فیما التزم فی موضعه غیره کی عبارت اس طرح فٹ ہوگی کہ لولا زید لکان کذا اصل میں لولا زید موجود لکان کذا تھا تو موجود خبر تھی اس کے غیر یعنی لکان کذا کو اس کا قائم

مقام بنایا اور **موجود** کو حذف کر دیا، اس کے حذف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ **لولا** انتفاء ثانی بسبب وجودِ اول کے لئے آتا ہے یعنی انتفائے ثانی ہوا اول کے موجود ہونے کی وجہ سے تو یہی (یعنی لولا کا وجود پر دلالت کرنا) اس کا قرینہ ہے۔

سوال:۔ یہاں خبر کا حذف کرنا واجب کیوں ہے؟

جواب:۔ اس لئے کہ یہاں قرینہ بھی موجود ہے اور قائم مقام بھی۔ اگر یہاں خبر کو حذف نہ کریں تو اصل اور فرع کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ اصل اور فرع کا اجتماع جائز نہیں یا یہ کہ لولا کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے لیکن ہم آپ کو ایسا مقام دکھاتے ہیں جہاں لولا کی خبر کو حذف نہیں کیا ہے جیسے امام شافعیؒ کا شعر ہے۔

ولولا خشية الرحمان عندی جعلت الناس کلهم عبيدی

ولولا الشعر بالعلماء يزری لکنت اليوم اشعر من لبيد

یہاں مبتدا لولا کے بعد واقع ہے لیکن اس کے باوجود اس کی خبر کو حذف نہیں کیا گیا (یہاں پہلے شعر میں عندی اور دوسرے شعر میں یزری خبر ہیں)

جواب:۔ لولا کی خبر کا حذف کرنا اس صورت میں واجب ہے کہ جب خبر افعال عموم میں سے ہو ورنہ واجب نہیں، تو یہاں خبر افعال عموم میں سے نہیں، بلکہ افعال خاصہ میں سے ہے اس وجہ سے یہاں خبر کو حذف نہیں کیا۔

② ضربی زیدا قائما

اس سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں مبتدا مصدر ہو (حقیقی ہو یا حکمی) اور اس کی اضافت فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف کی گئی ہو اور اس کے بعد حال واقع ہو، یا مبتدا اسم تفضیل ہو

اس کی نسبت مصدر کی طرف کی جائے اور وہ مصدر چاہے حقیقی ہو یا حکمی اور اس مصدر کی اضافت فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف کی جائے اور اس کے بعد ایک حال واقع ہو اور حال چاہے فاعل سے واقع ہو یا مفعول سے یا دونوں سے۔ اس طرح کل 36 چھتیس صورتیں بنتی ہیں، جو درج ذیل ہیں۔ مبتدا مصدر حقیقی ہو اور اس کی اضافت (۱) فاعل (۲) یا مفعول (۳) یا دونوں کی طرف ہو۔ مبتدا مصدر حکمی ہو اور اس کی اضافت (۴) فاعل (۵) یا مفعول (۶) یا دونوں کی طرف ہو۔ مبتدا اسم تفضیل ہو اس کی نسبت مصدر حقیقی کی طرف ہو اور اس کی اضافت (۷) فاعل (۸) مفعول (۹) یا دونوں کی طرف ہو۔ مبتدا اسم تفضیل ہو اور اس کی نسبت مصدر حکمی کی طرف ہو اور اس کی اضافت (۱۰) فاعل (۱۱) یا مفعول (۱۲) یا دونوں کی طرف ہو۔ ان بارہ میں سے ہر ایک کی تین صورتیں بنتی ہیں (۱) فاعل سے حال واقع ہو۔ (۲) مفعول سے حال واقع ہو۔ (۳) دونوں سے حال واقع ہو۔ لہٰذا بارہ کو تین سے ضرب دینے سے چھتیس صورتیں بن گئیں۔ ان میں سے بارہ صورتیں بمع امثلہ نقشے میں دی گئی ہیں باقی مثالوں کو ان پر قیاس کر کے نکالا جا سکتا ہے۔

دونوں کی طرف :	اکثر ضرب زید عمرا قائمین
مفعول کی طرف :	اکثر ضرب زید عریانا
فاعل کی طرف :	اکثر ذہابی راجلا
دونوں کی طرف :	اکثر ان ضرب زید عمرا قائمین
مفعول کی طرف :	اکثر ان ضرب زید عریانا
فاعل کی طرف :	اکثر ان ذہبت راجلا
دونوں کی طرف :	ضرب زید عمرا قائمین
مفعول کی طرف :	ضرب زید عریانا
فاعل کی طرف :	ذہابی راجلا
دونوں کی طرف :	ان ضرب زید عمرا قائمین
مفعول کی طرف :	ان ضرب زید عریانا
فاعل کی طرف :	ان ذہبت راجلا

اس نقشے میں کل بارہ صورتیں اوران کی مثالیں ذکر ہیں اب ہم کتاب کی مثال کی تشریح کرتے ہیں اوروہ یہ ہے کہ ضربی زیدًا قائماً یہاں ضرب مصدر ہےاوراس کی اضافت فاعل کی طرف کی گئی ہےاوراس کے بعد قائماً حال واقع ہےاصل عبارت یوں تھی ضربی زیدً احاصلٌ اذا کان قائماً یہاں پر حاصل خبر تھی اس کوحذف کر کے ظرف یعنی اذا کان کواس کے قائم مقام بنادیا پھر اذا کان کوحذف کر کے حال یعنی قائماً کواس کے قائم مقام بنادیا(کیونکہ حال اورظرف میں قدرے اشتراک ہوتا ہے جیسے:رأیت زیدًا راکباً کے معنی یوں ہے رأیت زیدًافی زمان الرکوب تواس وجہ سے اذا کان کوحذف کردیا) اور یہاں پر حاصل یعنی خبر کے حذف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ اذا کان ظرف ہے جوکہ مظروف یعنی متعلق کو چاہتا ہے اور ماقبل میں حاصل کے علاوہ اورکوئی نہیں ہے جس کے ساتھ متعلق کیا جائے۔یہ مصدر حقیقی کی مثال تھی۔

اور مبتدااسم تفضیل کی مثال جیسے اکثر شربی السویق ملتوتا۔یہ عبارت اصل میں اکثرشربی السویق حاصل اذاکان ملتوتا تھی یہاں بھی حاصل خبرکوحذف کر کے اذا کان کواوراس کوحذف کر کے ملتوتا کوقائم مقام بنایا گویا یہ حال اب خبر کے قائم مقام بن گئی،اس کی بقیہ تفصیل وہی ہے جو پہلی مثال کے تحت ذکر کی ہے۔

③ کل رجل وضیعته

(ہرمرداپنے پیشے کے ساتھ مقرون (ملاہوا) ہوتا ہے)یہ تیسرا مقام ہے جہاں پرخبرکوحذف کرناواجب ہے اس سے ہروہ ترکیب مراد ہے جہاں خبر مقارنت کے معنی پر مشتمل ہواور مبتداپرایک اسم کاواؤ کے ذریعہ عطف کیا ہواوروہ واؤ مع کے معنی میں ہوجس کی مثال ابھی ذکر کی ہے یہ اصل میں کل رجل مقرون وضیعته تھایہاں سے اس کی خبر

کو جو مقرون تھی حذف کر دیا اور یہاں پر حذف کرنا اس لئے واجب ہے کہ اس کا قائم مقام وضیعتہ موجود ہے اگر حذف نہیں کریں گے تو اصل اور فرع کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اور یہاں خبر کے حذف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ وضیعتہ میں واؤ مع کے معنی میں ہے تو یہ مضاف مضاف الیہ ظرف، ماقبل مظروف چاہتے ہیں اور مقرون کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں جس کے یہ ظرف ہوتے ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ ان کا مظروف محذوف ہے۔

④ لعمرك لافعلن كذا

یہ چوتھا مقام۔ ہے جہاں پر خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔ اس سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں مبتدا مقسم بہ ہو اور خبر لفظ قسم ہو۔ مقسم بہ کا مطلب یہ ہے کہ جس پر قسم کھائی گئی ہو مثلاً کوئی یہ کہہ دے کہ قرآن کی قسم، تو قرآن مقسم بہ ہوا۔ تو یہاں اس کی اصل عبارت یہ تھی لعمرک قسمي لافعلن كذا۔ یہاں عمر جو کہ مبتدا ہے اس پر قسم کھائی گئی ہے یعنی وہ مقسم بہ واقع ہے اور قسمی خبر ہے جو کہ لفظ قسم ہے اب یہاں قسمی کو حذف کر کے لافعلن کذا کو اس کے قائم مقام بنایا ہے اور یہاں خبر کا حذف کرنا اس لئے واجب ہے کہ ورنہ اصل اور فرع کا اجتماع لازم آتا ہے اور خبر کے حذف ہونے پر قرینہ لام قسمیہ ہے یعنی عمر پر جو لام داخل کیا ہے وہی قرینہ ہے کیونکہ یہ دلالت کرتا ہے قسم پر اور قسم یہاں موجود نہیں تو معلوم ہوا کہ لافعلن کذا کو جو کہ جواب قسم ہے خبر کا قائم مقام بنا دیا گیا ہے۔

خبران واخواتها: هوالمسند بعد دخول هٰذه الحروف

مرفوعات کی پانچویں قسم اِنَّ اور اس کے اخوات یعنی حروف مشبہ بالفعل کی خبر ہے یہ کل چھ ہیں جن کو ایک شاعر نے اس شعر میں جمع کیا ہے

اِنَّ بـانَّ کَـانَّ لٰـکـنَّ لَیْـتَ لَـعَـلَّ   ناصب اسمند ورافع درخبر ضد ما و لا

ان حروف کو حروفِ مشبہ بالفعل کہتے ہیں کیونکہ یہ فعل کے ساتھ لفظاً اور معناً مشابہت رکھتے

ہیں (۱) لفظاً: جیسے فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں مثلاً اِنَّ اور اَنَّ ثلاثی ہیں اور کَاَنَّ اور لٰکِنَّ رباعی ہیں۔ (۲) معنیً جیسے انَّ اور اَنَّ حققت کے معنی میں ہیں، کَاَنَّ تشبیہت ،لکنّ استدرکت ،لیت تمنّیت کے معنی پر اور لعلّ ترجیت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ عمل کے اعتبار سے بھی فعل کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے یعنی فعل جیسے دو اسموں: فاعل اور مفعول پر داخل ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی دو اسموں: مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، یہاں خبر کی تعریف میں ھو المسند کہنے سے مبتدا کی خبر اور مبتدا کی قسمِ ثانی بھی داخل ہو گئے تھے لیکن بعد دخول ...... الخ کی قید سے ان کو خارج کر دیا مثال ان زیدًا قائم۔

وامره كامر خبر المبتدا الافی تقدیمه الااذاكان ظرفًا

خبر انَّ کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے یعنی جیسے مبتدا کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی اور جب جملہ ہو تو عائد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خبر انَّ کے اندر بھی ایسا ہوتا ہے لیکن ایک بات میں فرق ہے اور وہ یہ کہ مبتدا کی خبر تو بعض اوقات مقدم ہوتی ہے لیکن انَّ کی خبر میں تقدیم جائز نہیں اس لئے کہ اِنَّ عامل ضعیف ہے جب اس کا اسم اور خبر ترتیب سے آئیں تو عمل کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ مگر جب انَّ کی خبر ظرف واقع ہو تو اس صورت میں اس کی خبر کا حکم تمام صورتوں میں مبتدا کی خبر کی طرح ہوگا، کیونکہ جب انَّ کی خبر ظرف ہو تو اس کو انَّ کے اسم سے مقدم کرنا جائز ہوتا ہے کیونکہ ظروف کو کلام میں توسع حاصل ہے یعنی ظروف کلام میں ایسی جگہوں پر بھی آتے ہیں جہاں دوسرے نہیں آتے تو جب یہ معلوم ہو گیا کہ خبر اِنَّ اگر ظرف ہو تو اس کا حکم بعینہٖ وہی ہے جو مبتدا کی خبر کا ہے تو اِنَّ کی خبر کا مقدم کرنا بھی کبھی جائز ہوگا اور کبھی واجب جیسے مبتدا کی خبر میں ہوتا ہے۔ تو اِنَّ کا اسم اگر معرفہ ہو تو خبر کا اسم پر مقدم کرنا جائز ہوگا جیسے: اِنَّ الینا ایابَھم اور اگر نکرہ ہو تو اس صورت میں خبر کی تقدیم

واجب ہوگی جیسے اِنَّ من البیان لسحرا۔

خبر لاالتی لنفی الجنس: ھوالمسند بعد دخولھا

عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لا جوجنس کی نفی کے لئے ہو،لیکن ایسانہیں بلکہ وہ جنس کی صفت کی نفی کے لئے ہوتا ہے جیسے لاغلام رجل ظریف فیھا۔یہاں جنس غلام کی نفی نہیں بلکہ ظریف صفت کی نفی ہے یعنی غلام ظریف نہیں۔

سوال:۔ مصنفؒ نے وہ عام مثال (یعنی لارجل فی الدار) کیوں نہیں دی یہ مثال کیوں دی؟

جواب:۔ اس لئے کہ مثال ایسی پیش کرنی چاہیئے جس میں غیر کا احتمال نہ ہو تو یہاں لارجل فی اندار میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ رجل موصوف فی الدار اس کی صفت ہوکر پھر یہ لائےنفی جنس کا اسم ہو اور خبر محذوف ہو تو یہ احتمال باقی تھا مگر لا غلام رجل ظریف فیھا میں یہ احتمال نہیں کیونکہ ظریف غلام کیلئے صفت نہیں بن سکتا کیونکہ یہ مرفوع ہے اور غلام منصوب ہے حالانکہ موصوف اور صفت میں مطابقت لازمی ہے۔

سوال:۔ مصنفؒ نے ایسی مثال پیش کی ہے جہاں دوخبریں ہیں ایک خبر والی مثال کو چھوڑ کر دوخبروں والی مثال کیوں پیش کی؟

جواب:۔ اس میں دوفائدے ہیں (۱) یہ بتانے کے لئے کہ لائےنفی جنس کی خبر ظرف بھی ہوسکتی ہے اور غیر ظرف بھی،فیھا ظرف اور ظریف غیر ظرف ہے۔(۲) اس لئے کہ اگر خبر ثانی کو ذکر نہ کرتے تو یہ جملہ غلط ہوجاتا اور ترجمہ یوں ہوتا کہ کسی آدمی کا غلام شریف نہیں حالانکہ یہ درست نہیں۔اس لئے خبرِ ثانی کو بھی ذکر کیا،تواب ترجمہ یوں ہوگا ’’کسی آدمی کا شریف غلام گھر میں نہیں‘‘

....

ویحذف کثیرا

لائے نفی جنس کی خبر اکثر حذف ہوتی ہے جیسے لاالہ الا اللہ یہاں موجود خبر محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے۔ لاالہ موجود الا اللہ۔

وبنوتمیم لایثبتونہ

اس عبارت کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

(۱) بنوتمیم لائے نفی جنس کی خبر کو محذوف مانتے ہیں۔

(۲) دوسرا یہ کہ وہ لائے نفی جنس کی خبر کے قائل ہی نہیں۔ اس صورت میں ان پر اعتراض ہوتا ہے۔

اعتراض:۔ جب آپ لائے نفی جنس کی خبر کے قائل نہیں تو پھر لااھل ولامال کی ترکیب کیا ہے؟

جواب:۔ لا اسمائے افعال میں سے ہے اور اھل اس کا فاعل ہے لااھل ولامال کا معنی ہے، انتفی الاھل والمال۔

اسم ماولا المشبھتین بلیس ۔ ھوالمسند الیہ بعددخولھا

وہ ما اور لا جو لیس کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں ان کا اسم مرفوع ہوگا، یہ مشابہت کئی قسم پر ہے۔

(۱) لیس بھی نفی کے لئے آتا ہے اور ماولا بھی، (۲) لیس بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا ہے اور ماولا بھی، (۳) لیس اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اور ماولا بھی اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو ماولا المشبھتین بلیس کہا جاتا ہے۔ مثال مازیدٌ قائماولارجل افضل منک

سوال:۔ مصنفؒ نے ''ما'' کو معرفہ اور ''لا'' کو نکرہ پر داخل کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ یہ بتانے کے لئے کہ ما معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور لا صرف نکرہ پر، اس وجہ سے مصنفؒ نے ما کو معرفہ پر داخل کیا کیونکہ جب یہ معرفہ (جو اصل ہے اس) پر داخل ہو سکتا ہے تو نکرہ پر بطریقِ اولیٰ داخل ہوگا۔

وهوفی لاشاذ

لیس کی طرح عمل کرنا لا کے اندر شاذ ہے کیونکہ لا کی مشابہت لیس کے ساتھ مکمل نہیں کیونکہ لیس حال کی نفی کے لئے آتا ہے اور لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور ما کی مشابہت لیس کے ساتھ تام ہے کیونکہ یہ بھی حال کی نفی کے لئے آتا ہے۔

ما اور لا میں فرق:۔ ما اور لا دونوں نفی کے لئے آتے ہیں مگر ان دونوں میں کچھ فرق ہے (۱) ما معرفہ اور نکرہ دونوں میں آتا ہے اور لا صرف نکرہ میں (۲) ما حال کی نفی کے لئے آتا ہے اور لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے، خواہ ماضی ہو یا حال یا استقبال۔ (۳) ما کی خبر میں "با" داخل ہوتی ہے اور لا کی خبر میں "با" داخل نہیں ہوتی جیسے **وماربک بظلّام للعبید**.

واضح رہے کہ ما و لا کا عمل کرنا اہلِ حجاز کا مسلک ہے، بنو تمیم ما و لا کو عمل نہیں دیتے بلکہ ان کے بعد والے کو مبتدا اور خبر بناتے ہیں ان کی دلیل یہ شعر ہے

ومهفهف كالغصن قلت لهٗ انتسب فاجاب ما قتل المحب حرام

اہلِ حجاز کا مذہب راجح ہے اور انہی کی لغت پر قرآن اترا ہے۔ قولہ تعالیٰ **ماهذا بشرًا** ۔ ترکیب ما مشابہ بلیس، ھذا اسم اور بشرًا خبر۔

تمت المرفوعات بعون الله وفضله وكرمه

....

المنصوبات

هوما اشتمل على علم المفعولية

المنصوبات ...... الخ: اس ترکیب میں بعینہ وہی تفصیل ہے جو المرفوعات کے ضمن میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

سوال:۔ علم المفعولیۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب: مفردات اور غیر منصرف میں فتحہ، جمع مؤنث سالم میں کسرہ، اسماء ستہ مکبرہ میں الف اور تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں یاء ہے۔

اعتراض: جب آپ نے کہا کہ جمع میں ''یا'' علامت مفعولیت ہے اور جمع مؤنث سالم میں کسرہ تو ہم آپ کو ایسا مقام بتاتے ہیں جہاں ان شرطوں کے پائے جانے کے باوجود وہ مفعول نہیں جیسے مررت بمسلمین یہ جمع بھی ہے اور ''یا'' بھی ہے لیکن اس کے باوجود یہ مفعول نہیں ہے اور اسی طرح مررت بمسلماتٍ اور مررت بعمرَ وغیرہ۔

جواب: ہم نے جو کہا ہے کہ ''یا'' ہو یا ''الف'' ہو یا ''فتحہ'' وغیرہ ہو یہ وہاں پر ہے جہاں حرفِ جر کے ساتھ نہ ہو اور یہاں حرفِ جر کے ساتھ ہے اور مررت بمسلمات میں الف تثنیہ کا نہیں بلکہ جمع کا ہے۔

المفعول المطلق: وهو اسم ما فعله فاعل فعل مذكور بمعناه

مفول مطلق وہ اسم ہے جس کو فعلِ مذکور کے فاعل نے کیا ہو اور یہ مفعول مطلق اس فعل کے ہم معنی ہو اور اس فعل کے فاعل کے ساتھ قائم ہو۔

سوال:۔ مفعول مطلق کو دیگر مفاعیل اور منصوبات سے مقدم کیوں کیا؟

جواب:۔ دیگر منصوبات سے تو اس لئے مقدم کیا کہ وہ مفاعیل ہی کے ساتھ ملحق ہوتے

ہیں اور دوسرے مفاعیل سے اس لئے مقدم کیا کہ باقی تمام مفاعیل مقید ہیں کوئی بہ کے ساتھ اور کوئی فیہ کے ساتھ کوئی لہ وغیرہ کے ساتھ بخلاف مفعول مطلق کے کہ وہ کسی کے ساتھ مقید نہیں ہوتا اس وجہ سے اس کو مقدم کیا کیونکہ مطلق مقید سے مقدم ہوتا ہے۔

وقد يكون للتاكيد

مفعول مطلق کی اقسام: مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں (۱) تاکید کے لئے (۲) نوع کے لئے (۳) اور عدد کے لئے۔

وجہ حصر: مفعول مطلق یا تو فعل کے مفہوم (یعنی فعل کے معنی) میں زیادتی پر دلالت کرے گا یا نہیں اگر فعل کے معنی میں زیادتی پر دلالت نہ کرے تو وہ تاکید کے لئے ہے جیسے جلست جلوساً اگر فعل کے معنی میں زیادتی پر دلالت کرے تو اس کی دو قسمیں ہیں یا تو معنی کے ساتھ نوع کا قصد کیا جائے گا یا عدد کا، اگر نوع کا قصد کیا جائے تو وہ نوعی ہے جیسے جلست جِلسة اور اگر عدد کا قصد کیا جائے تو وہ عددی ہے جسے جلست جَلسةً۔

فائدہ:۔ فَعلة کا وزن بیان عدد کے لئے آتا ہے اور فِعلة کا وزن بیان نوع کے لئے۔

فالاول لايثنى ولايجمع بخلاف اخويه

مفعول مطلق جو تاکید کے لئے ہو وہ تثنیہ اور جمع نہیں ہو سکتا کیونکہ مفعول مطلق جب تاکید کے لئے آئے تو وہاں اس سے مراد فعل کی ماہیت ہوتی ہے اور چونکہ ماہیت میں تعدد نہیں ہوتا اس وجہ سے تاکید میں بھی تعدد نہ ہوگا، بخلاف دوسری صورتوں کے یعنی اگر مفعول مطلق تاکید کے لئے نہ ہو بلکہ نوع یا عدد کے لئے ہو تو وہ تثنیہ و جمع ہو سکتا ہے جیسے جلست جَلستين (میں دو مرتبہ بیٹھا) جلست جِلستَين (میں دو طرح بیٹھا)

قديكون بغير لفظه

کبھی مفعول مطلق اپنے فعل کے غیر سے واقع ہوگا یعنی اپنے فعل کا مغایر ہوگا۔

مغایرت کی تین قسمیں ہیں (۱) صرف مادے کے لحاظ سے مغایر ہو جیسے **قعدت جلوساً**، قعد اور جلس کے معنی ایک ہیں لیکن دونوں کا مادہ الگ ہے ایک میں ق، ع، د ہے اور دوسرے میں ج، ل اور س ہیں۔

(۲) صرف باب کے لحاظ سے مغایر ہو مثلاً **انبت اللّٰہ نباتاً**.

(۳) باب اور مادہ دونوں کے لحاظ سے مغایر ہو: مثلاً **فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ** خیفۃ مفعول مطلق ہے اوجس سے، دونوں کا مادہ بھی الگ ہے اور باب بھی۔

وقد یحذف الفعل لقیام قرینۃ جوازا

مفعول مطلق کے فعل کو دو طریقوں پر حذف کیا جاتا ہے (۱) جوازاً (۲) وجوباً: تو اب یہ بیان کرتے ہیں کہ مفعول مطلق کے فعل کو جوازی طور پر حذف کب کیا جاتا ہے، تو مفعول مطلق کے فعل کو قرینہ کی بناء پر حذف کرنا جائز ہے جیسے کسی آنے والے کے لئے **خیر مقدم** کہنا۔ تو یہاں خیر مقدم مفعول مطلق ہے جس کا فعل محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے **قدمت قدوماً خیر مقدم** تو یہاں قرینہ آنے والے کی حالت ہے۔

ووجوباً سماعاً

کبھی مفعول مطلق کے فعل کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے اور اس وجوباً کی بھی دو صورتیں ہیں (۱) سماعاً (۲) قیاساً: سماعی اسے کہتے ہیں جہاں فعل کے حذف ہونے کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہ ہو بلکہ عرب سے ایسا ہی سنا ہو اور قیاسی اسے کہتے ہیں کہ جہاں فعل کے حذف کے لئے کوئی قاعدہ مقرر ہو۔

سماعی کی مثالیں: **سقیاً، رعیاً، خیبۃً، جدعاً، حمداً، شکراً، عجباً**، اصل عبارت ان میں یہ ہے **سقاک اللّٰہ سقیا، رعاک اللّٰہ رعیا، خاب خیبۃ، جدع جدعا، حمدت حمدا، شکرت شکرًا، عجبت عجبا**.

ترجمہ: اللہ تجھے سیراب کرے، اللہ تیری حفاظت کرے، وہ نامراد اور ناکام ہوا، فلاں نے ناک کان کاٹ دیا۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں، میں اللہ کا شکر کرتا ہوں، میں نے بہت تعجب کیا۔

وقیاسًافی مواضع

سات مقامات پر مفعول مطلق کے فعل کو قیاسًا حذف کرنا واجب ہے ان میں سب سے پہلا یہ ہے کہ: **منہا ما وقع مثبتًا بعد نفی او معنیٰ نفی داخل علی اسم لایکون خبرا عنہ**: مفعول مطلق نفی کے بعد مثبت واقع ہو اور ایسے اسم پر داخل ہو کہ جس سے یہ مفعول مطلق خبر واقع نہ ہو سکے جیسے **ما انت الا سیرا، ماانت الاسیر البلد، انما انت سیرًا**، پہلی دو مثالیں وہ ہیں جہاں مفعول مطلق نفی کے بعد واقع ہو اور آخری مثال وہ ہے جہاں مفعول مطلق معنی نفی کے بعد واقع ہو، تو یہاں مفعول مطلق مثبت بھی ہے اور نفی کے بعد بھی واقع ہے اور حرفِ نفی بھی اسم پر داخل ہے اور مفعول مطلق اس اسم (جس پر حرف نفی داخل ہے) سے خبر بھی واقع نہیں ہو رہا، اس لئے یہاں سے فعل کو حذف کیا ہے جو کہ تسیر ہے۔

فوائد قیود:۔ مذکورہ عبارت میں لفظ **ما** جنس ہے اور **مثبتًا** فصل اول ہے اس سے وہ ترکیب خارج ہو گئی جہاں مفعول مطلق مثبت نہ ہو جیسے **ما انت تسیر سیرا** یہاں سیرًا مفعول مطلق ہے لیکن مثبت نہیں ہے اس لئے اس کے فعل کو حذف نہیں کریں گے اور **ما انت تسیر سیرًا** کہیں گے اور **بعد نفی او معنی نفی** فصل ثانی ہے اس سے وہ ترکیب خارج ہو گئی جہاں مفعول مطلق نفی یا معنی نفی کے بعد واقع نہ ہو، جیسے **سرت سیرا** اور **داخل علی اسم** فصل ثالث ہے اس سے وہ ترکیب خارج ہو گئی جہاں حرف نفی یا معنی نفی اسم پر داخل نہ ہو جیسے **ما سرت الا سیرا لبرید**، یہاں ما حرفِ نفی سرت فعل پر داخل

ہے نہ کہ اسم پر اس وجہ سے یہاں سے فعل حذف نہیں ہوگا اور **لا یکون خبرًا عنه** فصل رالع ہے اس سے وہ ترکیب خارج ہوگئی جہاں مفعول مطلق خبر واقع ہو جیسے **ماسیری الا سیر شدید** یہاں فعل کو حذف نہیں کریں گے کیونکہ سیر خبر ہے ماقبل (سیری) سے اور سیر کو منصوب پڑھنا جائز نہیں۔

سوال:۔ مصنف نے یہاں **ماانت الّاسیرًا** اور **ماانت الّاسیر البرید** دو مثالوں کو ذکر کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے ایک ہی مثال پر اکتفاء کیوں نہیں کیا؟

جواب: یہ بتانے کے لئے کہ مفعول مطلق کبھی نکرہ ہوتا ہے اور کبھی معرفہ۔ تو پہلی مثال میں مفعول مطلق نکرہ ہے اور دوسری مثال میں مفعول مطلق معرفہ ہے۔

(۲) ماوقع مکررًا

مفعول مطلق کے فعل کو وجوبًا قیاسًا حذف کرنے کی دوسری جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق مکرر واقع ہو جیسے **زیدٌ سیرًا سیرًا . ای یسیر سیرًا.**

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ جہاں مفعول مطلق مکرر واقع ہو تو وہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے تو ہم آپ کو ایسی ترکیب بتا دیتے ہیں جہاں مفعول مکرر تو ہے مگر فعل کو حذف نہیں کیا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **کلا اذا دُکت الارض دکًّا دکًّا**۔ یہاں اس آیت شریفہ میں **دکًّا دکًّا** مفعول مطلق ہے جو کہ مکرر واقع ہے اس کے باوجود **دُکّت** فعل کو حذف نہیں کیا گیا۔

جواب:۔ مفعول مطلق کے مکرر واقع ہونے کی صورت میں اس کے فعل کو حذف کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مفعول مطلق ایسے اسم کے بعد واقع ہو جو کہ خبر کا تقاضا کرے اور وہ مفعول مطلق خبر نہ بنے یعنی مفعول مطلق خبر کی جگہ پر واقع ہو جیسے **زیدٌ سیرا سیرا** یہاں زید مبتدا ہو کر خبر کا تقاضا کرتا ہے لیکن **سیرا سیرا** اس سے خبر نہیں بنتا بخلاف

دکّادکا کے کہ وہاں دکت الارض میں الارض نائب فاعل ہے جو کہ خبر کا تقاضا ہی نہیں کرتا تو دکادکا خبر کہاں واقع ہوگی پس دکادکاً کا خبر کی جگہ پر واقع نہ ہونے کی وجہ سے دکت الارض میں فعل کو حذف نہیں کریں گے۔

سوال:۔ ان دونوں صورتوں میں فعل کو حذف کرنا کیوں واجب ہے؟

جواب:۔ اس لئے کہ فعل کو حذف نہ کرنے کی صورت میں ہمارا مقصود فوت ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ہمارا مقصود دوام واستمرار ہے اور چونکہ فعل استمرار کا مخالف ہے اس وجہ سے فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

سوال:۔ ان دونوں صورتوں کو ایک ساتھ کیوں ذکر کیا؟ یعنی دوسری قسم کو اول کے ضمن میں کیوں ذکر کیا الگ سے ذکر کرتے؟

جواب:۔ اس لئے کہ دونوں میں قدرے اشتراک ہے یعنی دونوں دو چیزوں میں مشترک ہیں (۱) یہ کہ قسم اول میں بھی دوام اور استمرار مقصود تھا اور قسم ثانی میں بھی (۲) پہلی قسم میں بھی مفعول مطلق اپنے اسم سے خبر نہیں بن سکتا تھا اور دوسری قسم میں بھی یا بالفاظ دیگر یہ کہیں کہ دونوں کا عمل ایک ہے۔

(۳) منها ماوقع تفصيلًا لاثر مضمون جملة متقدمة

مفعول مطلق کے فعل کو وجوباً حذف کرنے کی تیسری صورت یہ ہے کہ مفعول مطلق جملہ متقدمہ کے مضمون کی غایت کا بیان واقع ہو۔ جملہ متقدمہ سے مراد یہ ہے کہ مفعول مطلق سے پہلے ایک جملہ ہو اور مفعول مطلق اس جملے کے بعد واقع ہو، اور مضمون سے مراد یہ ہے کہ جملے سے حاصل شدہ مصدر کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف کی جائے، اثر سے مراد غایت ہے اور تفصیل سے مراد بیان ہے۔ مثلاً فشدوا الوثاق فامامنابعد واما فداء

اس آیت میں مناً اور فداءً دونوں مفعول مطلق ہیں اور ان سے پہلے فشدوا الوثاق جملہ متقدمہ ہے اور مضمون اس طرح ہے کہ یہاں شد مصدر کی اضافت الوثاق کی طرف کی گئی ہے اور یہ مفعول واقع ہے اور غایت یہ ہے کہ یا تو احسان کرو کہ مفت میں چھوڑ دو اور یا فدیہ لے کر چھوڑ دو اور مناً اور فداءً اسی کو بیان کر رہے ہیں۔ یہاں اصل میں تمنّون منا اور تفدون فداءً تھا اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ (جب کفار کو جہاد میں پکڑ لو تو ان کو جکڑ ڈالو) اس کے بعد یا (تو بغیر فدیہ کے چھوڑ کر) احسان کرو اور یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔

حذف کی وجہ:۔ اس صورت میں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا اس لئے واجب ہے کہ (۱) اگر فعل کو حذف نہ کریں تو اشتغال بما لایعنی لازم آتا ہے یعنی مناً اور فداءً سے بات معلوم ہو جاتی ہے تو دوبارہ تمنون اور تفدون فعل کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں فعل کا قائم مقام مفعول مطلق موجود ہے اور یہاں حذف پر قرینہ بھی ہے کیونکہ مفعول مطلق کا منصوب ہونا یہ قرینہ ہے کہ یہاں فعل کو حذف کیا گیا ہے۔

(٤) منها ماوقع للتشبيه علاجاً بعد جملة مشتملة على اسم بمعناه وصاحبه

مفعول مطلق کے فعل ناصب کو وجوباً قیاساً حذف کرنے کا چوتھا مقام یہ ہے کہ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو اور افعالِ جوارح میں سے کسی پر دال ہو اور یہ مفعول مطلق ایسے جملے کے بعد واقع ہو کہ جو جملہ ایسے اسم پر مشتمل ہو کہ وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو اور صاحب اسم پر بھی مشتمل ہو مثال: مررت به فاذا له صوت صوتَ حمار او صراخ صراخ الثكلیٰ، اصل میں یصوت صوت حمار اور یصرخ صراخ الثكلیٰ تھا۔ اس عبارت میں صوت حمار مفعول مطلق ہے اور یہ تشبیہ واقع ہے اور صوت کا تعلق زبان کے ساتھ ہے جو کہ جوارح میں سے ہے اور مفعول مطلق ایسے جملے کے بعد ہے جس میں صوت

ہے یعنی فاذا لہ صوت اور مفعول مطلق میں بھی صوت ہے اور صاحب اسم پر بھی مشتمل ہے جیسے فاذا لہ میں ضمیر کا مرجع صاحب اسم ہے۔ اسی طرح صراخ الثکلی کو بھی سمجھیں۔

سوال:۔ یہاں دو مثالیں کیوں پیش کی ہیں؟

جواب:۔ (۱) اس لئے کہ یہ بتانا مقصود تھا کہ مفعول مطلق کبھی مضاف ہوگا ذوی العقول کی طرف اور کبھی غیر ذوی العقول کی طرف۔ پہلی غیر ذوی العقول کی مثال ہے اور دوسری ذوی العقول کی ہے (۲) یہ بتانے کیلئے کہ کبھی تو مفعول مطلق مضاف ہوگا نکرہ کی طرف اور کبھی معرفہ کی طرف پہلی مثال نکرہ کی اور دوسری معرفہ کی ہے۔

فوائد قیود:۔ (۱) مفعول مطلق تشبیہ کیلئے ہو اس سے وہ ترکیب خارج ہوگئی جہاں مفعول مطلق تشبیہ کیلئے نہ ہو جیسے لزید صوت صوت حسن (۲) مفعول مطلق افعال جوارح میں سے کسی پر دال ہو اس سے وہ ترکیب خارج ہوگئی جہاں مفعول مطلق افعال جوارح میں سے کسی پر دال نہ ہو بلکہ افعال قلوب میں سے ہو جیسے مررت بہ فاذا لہ زھد زھد الصلحاء (۳) بعد جملۃ کہہ کر اس ترکیب کو خارج کر دیا جہاں جملے کے بعد واقع نہ ہو جیسے صوت زید صوت حمار (۴) مشتملۃ علی اسم بمعناہ کہنے سے اس ترکیب سے احتراز ہو گیا جہاں جملہ اسم پر تو مشتمل ہو مگر وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی نہ ہو جیسے مررت بہ فاذا لہ ضرب صوت حمار اس مثال میں صوت حمار مفعول مطلق ہے اور اس سے پہلے جملہ بھی ہے مگر وہ جملہ ایسے اسم پر مشتمل نہیں جو مفعول مطلق کے ہم معنی ہو، کیونکہ ضرب اور چیز ہے اور صوت اور چیز ہے۔ (۵) صاحبہ اس سے وہ ترکیب خارج ہوگئی جہاں جملہ صاحب اسم پر مشتمل نہ ہو۔ جیسے مررت بالبلد فاذا بہ صوت صوت حمار اس مثال میں بہ کا مرجع اگرچہ بلد ہے لیکن وہ صاحب اسم (یعنی صاحب صوت) نہیں۔

سوال:۔ یہاں مفعول مطلق کو کیوں حذف کرتے ہیں؟

جواب:۔ اس کی وہی وجوہات ہیں جو تیسری قسم میں گزر چکی ہیں۔

(۵) منها ما وقع مضمون جملة لا محتمل لها غيره

مفعول مطلق کے فعل ناصب کو وجوباً قیاساً حذف کرنے کی پانچویں جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسے جملے کا خلاصہ ہو کہ اس جملے میں مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ ہو جیسے لہ علیّ الف درھم اعترافاً اصل میں اعترفت اعترافاً تھا اس ترکیب میں اعترافاً مفعول مطلق ہے اور لہ علی الف درہم جو جملہ ہے اس کا یہ اعترافاً خلاصہ ہے کیونکہ علیّ الف درہم کہنے کا مقصد ہی اپنے اوپر ہزار (۱۰۰۰) درہم کا اعتراف کرنا ہے، اس جملے میں غیر کے معنی کا احتمال بھی نہیں کہ علی الف درہم کا مقصد کچھ اور ہو۔ اور اس مفعول مطلق کو تاکید لنفسہ کہتے ہیں کیونکہ جملے کا مدلول اور مفعول مطلق کا مدلول ایک ہے۔

(٦) منها ما وقع مضمون جملة لها محتمل غيره

چھٹا مقام مفعول مطلق کے فعل کو وجوباً قیاساً حذف کرنے کا یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسے جملے کا خلاصہ ہو کہ اس جملے میں مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ غیر معنی کا بھی احتمال ہو یہ پہلی قسم کی ضد ہے۔ جیسے زیدٌ قائم حقًّا۔ (اصل میں اُحقُّ حقاً تھا) یہاں مفعول مطلق حقاً ہے جو کہ زید قائم کا خلاصہ ہے اور اس زید قائم میں یہ بھی احتمال تھا کہ ہوسکتا ہے کہ زید کھڑا نہ ہو لیکن حقا کو تاکید لا کر اس احتمال کو دور کر دیا اور اس مفعول مطلق کو تاکید لغیرہ کہتے ہیں، کیونکہ یہ اپنے نفس کی تاکید کرتا ہے اور غیر کا دفاع بھی کرتا ہے۔

سوال:۔ ان دونوں صورتوں میں فعل کو کیوں حذف کرتے ہیں؟

جواب:۔ اس لئے کہ فعل کا قائم مقام مفعول مطلق خود موجود ہے۔

(۷) منها ما وقع مثنی

مفعول مطلق کے فعل کو وجوباً قیاساً حذف کرنے کی ساتویں اور آخری جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق تثنیہ کی صورت میں ہو مگر معنی تثنیہ مراد نہ ہو بلکہ تکرار اور تکثیر کیلئے ہو اور اس کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف کی گئی ہو جیسے: لبیک و سعدیک یہ تثنیہ کی صورت میں تو ہے مگر معنی تثنیہ کے مراد نہیں بلکہ اس کے معنی بار بار کے ہیں اور یہ تثنیہ کی صورت میں اس طرح ہے کہ یہ اصل میں الب لک البابین تھا تو اس سے فعل کو یعنی الب کو حذف کر دیا تو لک البابین رہ گیا البابین جو کہ مصدر ہے اس کے شروع سے ہمزہ کو حذف کر دیا پھر لام کو فتح دیا لک لبابین ہوا پھر لبا کے الف کو حذف حذف کیا اور لک سے لام کو حذف کر دیا اور لببین کی اضافت کاف ضمیر کی طرف کر دی تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا پھر باء کا باء میں ادغام کر دیا تو لبیک ہوا۔ اب یوں دیکھ لو۔ البُّ لک البابین ،لک اِلبابین، لک لَبابین ،لک لَببین، لببیک، لبیک ،اسی طرح سعدیک بھی اصل میں اسعدک اسعادین تھا مثل لبیک یہاں بھی تعلیل ہوئی ہے اور یہ سب تخفیف کیلئے ہوا ہے۔ اس کی آسان تعلیل اس طرح بھی کی جا سکتی ہے کہ الب فعل کو حذف کیا پھر البابین جو کہ مزید کا مصدر ہے اس کو مجرد میں لایا پھر لک سے لام حذف کر دیا اور مصدر کی اضافت کاف کی طرف کر دی تو لبیک ہوا۔

اعتراض:۔ ثم ارجع البصر کرّتین، میں کرتین مفعول مطلق ہے اور بصورت تثنیہ ہے معنی تثنیہ مراد نہیں اسکے باوجود اسکے فعل کو حذف نہیں کیا ہے یہ کیوں؟

جواب:۔ اس جیسی صورت میں فعل کو حذف کرنا اس وقت واجب ہے جبکہ مفعول مطلق کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف کی گئی ہو اور یہاں مفعول مطلق کی نہ تو فاعل کی طرف اضافت ہے اور نہ مفعول کی طرف اس وجہ سے فعل کو حذف نہیں کیا گیا۔

سوال:۔ اس صورت میں فعل کو حذف کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ یہاں فعل کو حذف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فعل کا قائم مقام موجود ہوتا ہے یعنی مفعول مطلق اور قرینہ بھی موجود ہے یعنی مفعول مطلق کا منصوب ہونا۔

المفعول به: ما وقع عليه فعل الفاعل

مفعول بہ ہر وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضربت زيدًا۔

وقد يتقدم على الفعل

کبھی کبھی مفعول بہ کو اپنے عامل یعنی فعل سے مقدم کرتے ہیں اور یہ جائز ہے جب کوئی مانع نہ ہو کیونکہ فعل عامل قوی ہے چاہے اس کا مفعول مقدم ہو یا مؤخر یہ اس میں عمل کرتا ہے جیسے: زيدًا ضربت اور کبھی مفعول کو مقدم کرنا واجب ہوتا ہے یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب مفعول شرط یا استفہام کے معنی کو متضمن ہو جیسے: من رأيت اور من تكرم يكرمك

وقد يحذف لقيام قرينة جوازًا

کبھی کبھی مفعول بہ کے فعل کو جوازی طور پر حذف کیا جاتا ہے جبکہ کوئی قرینہ موجود ہو جیسے زيدًا کہنا اس شخص کے جواب میں جو سوال کرے من اضرب کے ذریعے یعنی میں کس کو ماروں کہے یہاں فعل جو اصل میں اضرب زيدًا تھا کو حذف کر دیا ہے اور حذف کا قرینہ یہ قاعدہ ہے کہ المذكور في السوال كالموعود في الجواب.

ووجوبًا في اربعة مواضع

چار مقامات پر مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

❶ الاول سماعي

ان میں پہلا سماعی ہے۔ سماعی اس کو کہتے ہیں کہ فعل کو کیوں حذف کرتے ہیں اس کے لئے

کوئی قاعدہ نہیں بس عربوں سے یوں سنا گیا ہے جیسے: امرأ و نفسه. وانتهوا خيرًا لكم، اهلًا وسهلًا اصل میں عبارت اترک امرأ و نفسه، انتهوا عن التثليث واقصدوا خيرًا لكم، اتيت اهلاً ووطيت سهلاً تھی۔

❷ الثاني المنادىٰ: هو المطلوب اقباله بحرف نائب مناب ادعو لفظًا او تقديرًا

مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کی دوسری جگہ یہ ہے کہ منادی میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے اور منادی کی تعریف یوں کی ہے کہ منادی وہ اسم ہے جس کو متوجہ کرنا مقصود ہو ایسے حرف کے ذریعے جو ادعو کے قائم مقام ہو لفظًا او تقديرًا چاہے حرف نداء مذکور ہو جیسے: یازید اور یا محذوف ہو یعنی تقدیری ہو جیسے یوسف اعرض عن هٰذا۔ اصل میں یا یوسف اعرض عن هٰذا تھا۔

توجہ کی اقسام: توجہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) توجہ حقیقی (۲) توجہ حکمی۔ اگر منادیٰ ذی روح ہو تو اس کو توجہ حقیقی کہتے ہیں جیسے یا زید اور اگر منادیٰ ذی روح نہ ہو تو اس کو حکمی کہتے ہیں جیسے یا سماء اقلعی وغیرہ توجہ حقیقی کہ پھر دو قسمیں ہیں (۱) توجہ وجہی: جس کے چہرے کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہو۔ (۲) توجہ قلبی: جس کے دل کو متوجہ کرنا مقصود ہو یعنی جو دیکھ تو رہا ہو لیکن دل سے حاضر نہ ہو جیسے (بعض طلباء سبق میں اس طرح بیٹھتے ہیں کہ خود کلاس میں حاضر ہوتے ہیں لیکن دل حاضر نہیں ہوتا)

منادیٰ کے اعراب: منادیٰ پر چار قسم کے اعراب جاری ہوتے ہیں (۱) رفع (۲) فتح (۳) جر (۴) نصب

(۱) يبنىٰ على ما يرفع به ان كان مفردا معرفة

اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الرفع ہوگا چاہے یہ منادیٰ حرف ندا کے دخول سے پہلے

معرفہ ہو یا نہ ہو جیسے: یازید، یارجل، یازیدان، یازیدون۔ ان مثالوں میں پہلی، تیسری اور چوتھی وہ مثالیں ہیں جہاں منادیٰ حرف ندا کے دخول سے پہلے بھی معرفہ تھا اور دوسری مثال اس کی ہے جہاں منادیٰ حرف ندا کے دخول سے پہلے نکرہ تھا اور حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد معرفہ بن گیا ہے۔

سوال:۔ بقیہ تینوں صورتوں سے اس صورت کو مقدم کیوں کیا؟

جواب:۔ اس لئے کہ اس کے مواقع دوسروں سے کم ہیں۔

سوال:۔ اس صورت میں منادیٰ مبنی کیوں ہوتا ہے؟

جواب:۔ اس لئے کہ منادیٰ ''کاف'' اسمی کی جگہ پر واقع ہے اور کاف اسمیہ کاف حرفیہ کیساتھ مشابہت رکھتا ہے تو منادیٰ کی کاف اسمیہ کے واسطے سے کاف حرفیہ کیساتھ مشابہت پائی گئی تو چونکہ کاف حرفیہ مبنی الاصل ہے تو اس کیساتھ مشابہت رکھنے والا بھی مبنی ہوگا۔ تو اس وجہ سے یہ منادیٰ مبنی ہوتا ہے جیسے یازید بمنزلہ ادعوک کے ہے اور یہ ادعوک کا کاف اس ''کاف'' کی طرح ہے جو ذلک میں ہے اور چونکہ ذلک کا کاف حرف ہونے کی وجہ سے مبنی ہے تو جو اس کیساتھ مشابہت رکھے گا وہ بھی مبنی ہوگا۔

سوال:۔ اس منادیٰ کو مبنی علی الرفع کیوں کردیا سکون یا کوئی اور حرکت کیوں نہیں دی؟

جواب:۔ سکون تو اسلئے نہیں دیا کہ سکون مبنی الاصل کی خاصیت ہے اور یہ منادی مبنی الاصل نہیں بلکہ مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے، مبنی علی الفتح اس لئے نہیں کیا کہ اس صورت میں اس منادی کیساتھ التباس آئیگا جس کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی گئی ہو اور پھر اس یاء کو الف سے بدل دیا گیا ہو اور الف سے ماقبل فتح دے کر الف کو گرادیا گیا ہو جیسے یاغلامَ۔ جو کہ اصل میں یا غلامی تھا اس سے غلاما اور پھر غلامَ کردیا اور مجرور اس لئے نہیں کیا

کہ اس صورت میں اس منادیٰ کیساتھ التباس آئے گا جس کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی گئی ہو اور پھر وہاں سے یا کو حذف کرنے کے بعد ماقبل میں کسرہ کو باقی رکھا گیا ہو جیسے یا ربِّ اصل میں یا ربیّ تھا۔ تو ان علتوں کی بنا پر ہم نے اس منادیٰ کو مبنی علی الرفع کر دیا۔

② ویخفض بلام الاستغاثۃ

منادیٰ کی اعراب کے اعتبار سے دوسری قسم یہ ہے کہ منادیٰ مجرور ہوگا جبکہ منادیٰ پر لام استغاثہ داخل ہو جیسے یالـزیدٍ للمظلوم۔ ایک مستغاث ہوتا ہے اور ایک مستغیث اور ایک مستغاث لہ ان کی تعریفات یوں ہیں۔ مستغیث مدد طلب کرنے والا۔ مستغاث جس سے مدد طلب کی جائے۔ مستغاث لہ جس کے لئے مدد طلب کی جائے۔ اس مذکورہ مثال میں بلانے اور پکارنے والا مستغیث ہے اور زید مستغاث ہے اور مظلوم مستغاث لہ ہے۔

سوال:۔ یہ منادیٰ مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے مبنی علی الرفع تھا صرف لام لانے کی وجہ سے اسکو معرب اور مجرور بنا دیا یہ کیوں؟

جواب:۔ معرب تو اس وجہ سے کہ پہلے یہ جو مبنی تھا وہ کاف حرفیہ کیساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا اور اب وہ مشابہت کمزور ہوگئی کیونکہ اس پر لام جارہ داخل ہوا اور حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے۔ یا بالفاظِ دیگر یہ اسم کی خاصیت ہے تو اس وجہ سے حرف کیساتھ مشابہت کمزور ہوئی اور معرب ہوا، جر اس وجہ سے آیا کہ یہاں زید پر دو عامل ہیں۔ (۱): یا، حرف ندا (۲): لام جارہ، تو "یا" بذاتِ خود عامل نہیں اور زید کے قریب بھی نہیں اس کے برعکس لام جارہ بذاتِ خود عامل بھی ہے اور زید کے قریب بھی ہے اس وجہ سے یہاں حرف جر کو عامل بنایا اور زید کو مجرور کر دیا۔

سوال:۔ اگر زید پر داخل شدہ لام لام جارہ ہے تو اسے لام استغاثہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔ اسلئے کہ یہ لام مستغاث کی تعیین کے لئے آتا ہے۔

سوال:۔ لام جارہ تو مکسور ہوتا ہے یہ مفتوح کیوں ہے؟

جواب:۔ تاکہ مستغاث لہ کے لام کیساتھ مشابہت نہ آجائے اور اصل میں یہ لام ضمیر پر داخل ہے جیسے لک وغیرہ اور ضمیر پر داخل ہونے والا لام مفتوح ہوتا ہے اس لئے اس لام کو مفتوح اور مستغاث لہ کے لام کو مجرور کر دیا تاکہ التباس لازم نہ آجائے۔

③ ویفتح بالحاق الفها ولا لام فیه

اگر منادیٰ کے آخر میں الف داخل ہو اور اسکے شروع میں لام استغاثہ نہ ہو تو اس صورت میں منادیٰ مفتوح ہوگا، یعنی مبنی برفتحہ ہوگا مبنی اس لئے کہ یہ کاف کی جگہ پر واقع ہے اور مفتوح اس وجہ سے ہوگا کہ الف ماقبل فتحہ چاہتا ہے۔ اور لام کے نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ لام تقاضا کرتا ہے کہ اس کے آخر میں جر آجائے اور الف تقاضا کرتا ہے کہ اس پر فتحہ آئے تو ان دونوں میں منافات ہے اس وجہ سے یہ شرط لگائی کہ اس پر لام نہ آئے مثال: یازیدا

④ وینصب ما سواھما

اگر منادیٰ مفرد معرفہ بھی نہ ہو اور مستغاث بھی نہ ہو تو اس صورت میں منادیٰ منصوب ہوگا (مستغاث میں لام استغاثہ اور الف استغاثہ دونوں داخل ہیں اس لئے ان دونوں کو ایک شمار کیا اور منادیٰ مفرد معرفہ کو ایک اس وجہ سے ان دونوں کے لئے سواھما میں تثنیہ کی ضمیر لوٹا دی) یعنی اگر منادی مضاف ہو یا مشابہ مضاف ہو اور یا نکرہ غیر معین ہو تو وہ منادیٰ منصوب ہوگا، مضاف کی مثال: یاعبداللہ مشابہ مضاف کی مثال: یاطالعاً جبلاً، نکرہ کی مثال: یارجلاً خذ بیدی۔

....

وتوابع المنادیٰ المبنی المفردة من التاکید ..... ترفع علیٰ لفظه وتنصب علی محله

مصنفؒ منادیٰ کے احکام سے فارغ ہو کر اب منادیٰ کے توابع کا حکم بیان فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ منادیٰ مبنی کے مفرد توابع کو لفظ پر محمول کر کے مرفوع پڑھنا اور محل پر محمول کر کے انہیں منصوب پڑھنا دونوں جائز ہیں۔ اور وہ توابع یہ ہیں۔ (۱): تاکید (۲): صفت (۳): عطف بیان (۴): اور ایسا معطوف جس پر ''یا'' کا دخول ممتنع ہو یعنی معطوف معرف باللام ہو۔ یہاں منادیٰ مبنی سے مراد وہ منادیٰ ہے جو مبنی علی الرفع ہوتا ہے یعنی مفرد معرفہ ہو اور مفرد سے مراد یہ ہے کہ مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو اور اضافت سے یہاں اضافت حقیقی مراد ہے کیونکہ اضافت لفظی مفرد کے حکم میں ہوتی ہے۔

امثلہ:۔ تاکید کی مثال جیسے یاتیم اجمعون اجمعین اور صفت کی مثال جیسے یازیدُ العاقلُ العاقلَ ۔عطفِ بیان کی مثال یاغلام بشرٌ بشرًا معطوف بحرف کی مثال یازیدو الحارثُ والحارثَ ۔ان تمام صورتوں میں ان توابع کو ماقبل منادیٰ کے لفظ پر محمول کر کے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ منادیٰ لفظاً مرفوع ہے اور منادیٰ کے محل پر حمل کر کے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ منادیٰ محلاً منصوب ہوتا ہے کیونکہ مثلاً یا زید حقیقت میں ادعو زیدًا کے معنی میں ہے۔

والخلیل فی المعطوف یختار الرفع وابو عمرو النصب وابو العباس ان کان کالحسن فکالخلیل والا فکابی عمرو.

یہ بات تو معلوم ہو گئی تھی کہ منادیٰ مبنی کے مفرد توابع کو مرفوع پڑھنا اور منصوب پڑھنا دونوں جائز ہے۔ اور انہی توابع میں سے ایک عطف بحرف (یعنی ایسا معطوف جس پر حرف ندا کا دخول ممتنع ہو) بھی تھا، اس عطف والی صورت میں معطوف کو مرفوع اور منصوب پڑھنے میں

مختار کیا ہے اس کے بارے میں تین مذاہب ہیں (ا): خلیل کا (۲): ابوعمرو کا (۳): ابو العباس مبرد کا۔ تینوں مذاہب ملاحظہ فرمائیں۔

① خلیل کا مذھب اس بارے میں یہ ہے کہ اسکو رفع پڑھنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ دلیل:۔ حقیقت میں تابع بھی منادیٰ ہوتا ہے مگر اس پر ''یا'' یعنی حرف ندا اس لئے داخل نہیں ہوسکتا کہ اس پر پہلے سے الف لام تعریف کا موجود ہے اب اگر ہم یا کو بھی داخل کریں تو دو علامت تعریف کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ درست نہیں۔

② ابوعمرو کے نزدیک اس کو نصب دینا یعنی منصوب پڑھنا بہتر اور اولیٰ ہے۔ دلیل: یہ بات تو واضح ہوگئی کہ اس پر یا داخل نہیں ہوسکتی تو جب یا کا دخول ممتنع ہونے کی وجہ سے منادیٰ نہیں بن سکتا تو یہاں عطف متعین ہوگیا لہذا اس کو منصوب پڑھیں گے کیونکہ معطوف کو معطوف علیہ کے محل پر حمل کیا جاتا ہے اور یہاں معطوف علیہ منادیٰ ہے جو کہ محلاً منصوب ہے پس اس وجہ سے اس کے توابع کو منصوب پڑھیں گے۔

③ ابوالعباس مبرد کہتے ہیں کہ اگر منادیٰ الحسن کی طرح ہو تو خلیل کی طرح رفع پڑھنا اولیٰ ہے ورنہ ابوعمرو کی طرح نصب۔ الحسن سے مراد یہ ہے کہ اس اسم سے الف لام جدا ہوسکتا ہو۔

سوال:۔ وہ کونسا مقام ہے جہاں اسم سے الف لام جدا ہوتا ہے اور کہاں نہیں ہوتا ہے؟

جواب:۔ اگر واضع نے اسم کو وضع کرتے وقت ہی اس اسم پر الف لام داخل کیا ہو تو وہ الف لام اس اسم سے جدا نہیں ہوتا جیسے النجم اور اگر واضع نے وضع کرتے وقت الف لام کو داخل نہ کیا ہو بلکہ بعد میں اس پر الف لام داخل کر دیا گیا ہو تو وہ الف لام اس اسم سے جدا ہوتا ہے جیسے الحسن یہاں واضع نے وضع کرتے وقت صرف حسن کو وضع کیا تھا الف لام

کو بعد میں داخل کر دیا گیا ہے۔

والمضاف تنصب

ابھی تک جن توابع کا بیان تھا وہ منادیٰ مبنی علی الرفع کے مفرد توابع کا بیان تھا تو مصنفؒ اب ان توابع کو ذکر فرما رہے ہیں جو مضاف ہیں تو فرمایا کہ منادیٰ مبنی کے مضاف توابع منصوب ہونگے اور انکو منصوب پڑھا جائے گا (یہاں اضافت سے اضافت حقیقی مراد ہے)۔

سوال:۔ ان توابع کو منصوب کیوں پڑھتے ہیں؟

جواب:۔ اس لئے کہ خود منادیٰ اگر مضاف ہو تو بھی اس کو منصوب پڑھتے ہیں تو توابع اگر مضاف ہوں تو بطریق اولیٰ منصوب پڑھیں گے کیونکہ منادیٰ پر تو حرف ندا بھی داخل ہے اور یہاں حرف ندا بھی داخل نہیں ہے۔

اور منادیٰ مفرد کے مضاف توابع ذیل ہیں۔

(۱): تاکید مثلاً یاتیم کلھم (۲): صفت مثلاً یازید ذاالمال (۳): عطف بیان مثلاً یارجل ابا عبداللہ معطوف معرف باللام ان توابع میں داخل نہیں کیونکہ جب معطوف معرف باللام ہوگا تو وہ مضاف نہیں ہوگا جبکہ یہاں تو مضاف کا بیان ہو رہا ہے۔

والبدل والمعطوف غیر ما ذکر حکمه حکم المستقل مطلقًا

اگر منادیٰ مبنی کے توابع میں بدل آجائے یا ایسا معطوف آئے جس پر ''یا'' کا دخول ممتنع نہ ہو تو اس بدل اور معطوف کا حکم منادیٰ مستقل کی طرح ہوگا یعنی اگر مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الرفع اور مضاف ہو تو منصوب وغیرہ۔

مطلقًا۔ مطلقًا کا مطلب یہ ہے کہ چاہے یہ بدل اور معطوف مضاف ہوں یا مشابہ مضاف یا نکرہ وغیرہ ان تمام صورتوں میں منادیٰ مستقل کا حکم ہوگا۔ امثلہ: بدل کی مثالیں۔ ۱: بدل مفرد ہو جیسے یازید عمرو ۲: بدل مضاف ہو جیسے یا زید اخا عمرو ۳: بدل مشابہ

مضاف ہو جیسے یازید طالعًا جبلًا ۴: بدل نکرہ غیر معین ہو جیسے یازید رجلاً صالحًا

معطوف کی مثالیں: ا۔ معطوف مفرد ہو جیسے یازید وعمرو ۲۔ معطوف مضاف ہو جیسے یازید واخاعمرو، ۳۔ معطوف مشابہ مضاف ہو جیسے یازید وطالعًا جبلًا، ۴۔ معطوف نکرہ غیر معین ہو جیسے یازید ورجلًا صالحًا.

سوال:۔ اس صورت میں بدل اور معطوف کا حکم منادیٰ مستقل کا کیوں ہوتا ہے؟

جواب:۔ بدل تو اس لئے کہ بدل مقصود بالذکر ہوتا ہے یعنی بدل اور مبدل منہ میں سے مقصود بدل ہوتا ہے تو ندا میں بھی مقصود بدل ہوتا ہے جب اصل مقصود ہمارا بدل ہوا تو اسی پر منادیٰ کے احکام جاری ہوں گے مثلاً اگر ہم یوں کہیں کہ یازید عمرو تو یہاں ندا سے مقصود عمرو ہوتا ہے نہ کہ زید جب ندا سے مقصود عمرو ہی ہے تو اسی کو منادیٰ قرار دے کر اس پر منادیٰ کے احکام جاری کر دیئے اور معطوف کا حکم منادیٰ مستقل کا اس وجہ سے کر دیا کہ ندا سے مقصود جس طرح معطوف علیہ ہوتا ہے اس طرح معطوف بھی ہوتا ہے اور کیونکہ معطوف پر الف لام نہیں اس وجہ سے اس پر ''یا'' یعنی حرفِ ندا بھی داخل ہو سکتا ہے تو ہم حرفِ عطف کو یا کے قائم مقام کر دیں گے جیسے یازید وعمرو کہنا ایسا ہے جیسے یازید، یاعمرو کہنا۔

والعلم الموصوف بابن وابنة مضافا الی علم اٰخر یختار فتحه

ماقبل میں یہ بات آئی تھی کہ اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الرفع ہوگا تو بطورِ استثناء کے مصنفؒ نے اس عبارت کو ذکر کیا کہ اگر منادیٰ مفرد معرفہ علم ہو اور اس کی صفت ابن یا ابنة آئی ہو اور اس ابن یا ابنة کی اضافت علمِ اٰخر کی طرف کی گئی ہو تو علم اول کو یعنی اس منادیٰ کو مرفوع پڑھنا تو جائز ہے مگر فتحہ پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ کلامِ عرب میں اس جیسے منادیٰ کا استعمال بہت کثرت سے ہوتا ہے اس لئے اس کو فتحہ دیا جاتا ہے کیونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے تاکہ کلام میں ثقل نہ آئے جیسے: یازید بن عمرو۔ یہاں زید پر ضمہ پڑھنا جائز اور فتحہ

اولیٰ ہے۔زید بن عمرو میں زید موصوف ہے ابن مضاف،عمرو مضاف الیہ۔

واذانودی المعرف باللام قیل یاایھاالرجل

جب معرف باللام کو منادیٰ بنانا چاہو تو اس صورت میں حرف ندا اور منادیٰ کے درمیان ایسا اسم مبہم لے آؤ جو ظاہر میں منادیٰ معلوم ہوتا ہو اور معرف باللام اس کی صفت واقع ہو لیکن حقیقت میں منادیٰ وہی معرف باللام ہو،اور یہ اس لئے کہ الف لام بھی تعریف کے لئے آتا ہے اور حرف ندا بھی تعریف کے لئے اب اگر معرف باللام کو منادیٰ بنائیں تو دو علامت تعریف کا ایک اسم میں جمع ہونا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے اور وہ اسم مبہم کبھی تو ایھا لاتے ہیں جیسے یاایھاالرجل اور کبھی صرف ھٰذا لاتے ہیں جیسے یاھٰذاالرجل اور کبھی ای اور ھٰذا دونوں لاتے ہیں جیسے یاای ھٰذاالرجل۔

والتزموا رفع الرجل لانه مقصود بالنداء

یہ عبارت ایک اشکال کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ

اشکال:۔ آپ نے منادیٰ مفرد معرفہ کی صفت میں رفع ، نصب دونوں کو جائز قرار دیا تھا جیسے یازیدنِ العاقلُ العاقلَ میں لیکن یاایھاالرجل میں صرف رفع پڑھتے ہیں نصب کو جائز قرار نہیں دیتے ، یہ کیوں؟

جواب:۔ منادیٰ مفرد معرفہ ایھا یا ھٰذا یا ای ھٰذا ہو اور اس کی صفت معرف بلام ہو تو اس صورت میں نحاۃ نے اس صفت پر رفع کو لازم قرار دیا ہے،اور یہ اس لئے کہ یہاں ندا سے اصل مقصد الرجل ہی ہے نہ کہ ایھا وغیرہ برخلاف یا زیدنِ العاقلُ العاقلَ کے کیوں کہ وہاں مقصود بالندیٰ زید موصوف ہوتا ہے۔

وتوابعه لانها توابع معرب

ماقبل میں یہ ذکر کیا تھا کہ منادیٰ مفرد معرفہ کے مفرد توابع کو مرفوع اور منصوب دونوں پڑھ

سکتے ہیں لیکن اب مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ اگر منادیٰ معرف باللام ہوتو جس طرح اس کومرفوع پڑھنا لازم ہے اسی طرح اس کے توابع کو بھی مرفوع پڑھنا لازم ہے۔ چاہے وہ توابع مفرد ہوں یا مضاف وغیرہ ہوں، کیونکہ جو احکام پہلے گزرے ہیں وہ منادیٰ مبنی کے توابع کے تھے اور یہ حکم منادیٰ معرب کے توابع کا ہے یاایھا الرجل میں الرجل معرب ہے مبنی نہیں۔ مفرد کی مثال جیسے: یاایھاالرجلُ الکریمُ۔ مضاف کی مثال جیسے: یاایھاالرجلُ صاحبُ الفرس۔

وقالوا یااللہ خاصۃ

یہ ایک اعتراض کا جواب ہے

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ جب معرف باللام کو منادیٰ بنایا جائے تو وہاں حرفِ ندا اور منادیٰ میں اسم مبہم کا فاصلہ لانا ضروری ہے لیکن یا اللہ میں ایسا کیوں نہیں کیا؟

جواب (۱):۔ اللہ کی ذات، ذاتِ مشہور ہے اور ذات مشہور میں اسم مبہم کا لانا ناقدری ہے اس لئے اسم مبہم کو نہیں لایا۔

(۲):۔ اگر اسم پر الف لام کسی کے عوض میں آیا ہو اور پھر الف لام اس اسم کے ساتھ لازم ہو گیا ہو تو اب اس معرف باللام کو منادیٰ بناتے وقت اسم مبہم نہیں لاتے کیونکہ الف لام شدتِ اتصال کی وجہ سے ایسے ہوتا ہے جیسے کلمہ کا جزء ہے اور معرف باللام ہے ہی نہیں اور اس الف لام کو الف لام لازم عوضی کہتے ہیں اور اگر الف لام صرف عوضی ہو یا صرف لازمی ہو تو وہاں حرفِ ندا اور منادیٰ کے درمیان اسم مبہم کا لانا لازمی ہوگا۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ اگر منادیٰ کا الف لام صرف لازمی ہو یا صرف عوضی ہو تو وہاں اسم مبہم کا فصل لازمی ہے لیکن ہم آپ کو ایسی ترکیب بتادیتے ہیں جہاں الف لام

صرف لازمی یا صرف عوضی ہے اس کے باوجود اسم مبہم کا فصل نہیں مثلاً فیا الغلامان میں الف لام نہ لازمی ہے اور نہ عوضی ہے۔ اس کے باوجود اسم مبہم کا فصل نہیں۔

جواب:۔ یہ اشذ الشاذ ہے اور شاذ کا اعتبار نہیں۔

ولك فی مثل یاتیمُ تیمَ عدی الضم والنصب

یہاں مثل سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں منادیٰ مفرد معرفہ صورۃ مکرر واقع ہو اور اس کے بعد مضاف الیہ مذکور ہو تو اس منادیٰ (یعنی پہلے والے) میں ضمہ اور نصب دونوں پڑھنا جائز ہے، ضمہ پڑھنے کی صورت میں منادیٰ مفرد معرفہ مبنی علی الرفع ہوتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں لیکن نصب پڑھنے کی صورت میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس بات پر نہیں ہے کہ نصب پڑھنا جائز ہے یا نہیں بلکہ علت میں اختلاف ہے کہ یہ منصوب کیوں ہوگا تو اس میں دو مذہب ہیں (۱) سیبویہ کا (۲) مبرد کا

(۱) سیبویہ:۔ سیبویہ فرماتے ہیں تیمِ اول عدی مذکور کی طرف مضاف ہے اور تیمِ ثانی تاکید ہے۔ تو اس صورت میں سیبویہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پھر تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل آ گیا جو کہ جائز نہیں تو سیبویہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل ایسی چیز کا ممنوع ہے جو کہ غیر ہو یہاں جو فصل ہے وہ مضاف کی جنس میں سے ہے اور اس کی تاکید ہے اس لئے فصل کی قباحت لازم نہیں آتی۔

(۲) مبرد:۔ امام مبرد فرماتے ہیں کہ تیمِ اول عدی محذوف کی طرف مضاف ہے اور تیمِ ثانی عدی مذکور کی طرف مضاف ہے، تو گویا عبارت اصل میں یہ ہے یاتیم عدی یاتیم عــدی بہر حال منصوب پڑھنا دونوں کے نزدیک جائز ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سیبویہ کے نزدیک تیمِ اول عدی مذکور کی طرف مضاف ہے اور مبرد کے نزدیک عدی محذوف کی طرف مضاف ہے پورا شعر یوں ہے۔

یاتیمَ تیمَ عدی لاابالکم　　لایُلقِینّکم فی سوءۃ عمرو

یہ ابنِ جریر کا شعر ہے جب شاعر عمرو تیمی نے ابنِ جریر کی ہجو اور بے عزتی کا ارادہ کیا تو ابنِ جریر نے پورے قبیلے کو ہدف بنا کر کہا یا تیم الخ جس کا ترجمہ یہ ہے ''اے قبیلہ تیم عدی تمہارا باپ نہیں کہیں عمرو تمہیں برائی میں نہ ڈالے'' یہاں لا اباً لکم سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہارا باپ نہیں حرامی تم ویسے بھی ہو اور بھی بے عزتی کراؤ گے اور یہ بھی کہ تم بڑے لوگ ہو تمہارا کوئی باپ نہیں خواہ مخواہ بے عزتی کراؤ گے یعنی بڑائی بیان کرنا مقصود ہو۔

والمضاف الیٰ یاء المتکلم یجوز فیہ یاغلامی

اگر منادیٰ کی اضافت یاءِ متکلم کی طرف کی جائے تو اس صورت میں چار صورتیں جائز ہیں۔ (۱) یاء کو فتحہ دینا جیسے یاغلامیَ۔ (۲) یاء کو ساکن پڑھنا جیسے یاغلامیْ (۳) یاء کو حذف کر کے ماقبل کو کسرہ دینا جیسے یــا غــلامِ (۴) یاء کو الف سے بدل کر ماقبل کو فتحہ دینا مثلاً یاغلاماَ۔

وبالھاء وقفاً

اور وقف کی صورت میں ''ھا'' بھی آخر میں لگاتے ہیں تاکہ وقف اور وصل میں فرق ہوجائے جیسے یا غلامِیَہ ویاغلامِیُہ ویاغلامہ و یاغلامَاہ .

وقالوا یاابی ویاامی

اب اور ام کی اضافت جب یائے متکلم کی طرف کی جائے تو غلامی والی چار صورتیں بھی جائز ہیں اور ان کے علاوہ دو صورتیں اور بھی جائز ہیں وہ یہ کہ (۱) یائے متکلم کو تاء سے تبدیل کریں پھر اس تاء پر فتحہ اور کسرہ دونوں پڑھنا جائز ہے جیسے یــا ابــتِ اور یــا امــتِ اور (۲) اس تاء کے بعد الف کو زیادہ کر کے ابتَا اور امتَا بھی پڑھنا جائز ہے۔ اس صورت میں تاء اور الف دونوں یاء کے عوض میں ہوں گے اور یہ درست ہے لیکن آخر میں تاء کے

ساتھ یا کو زیادہ کر کے یــا ابتی اور یــا امتی کہنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں عوض اور معوض کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ نا جائز ہے۔

یا ابن ام ویا ابن عم خاصة مثل باب غلامی

ابن کی اضافت جب ام یا عم کی طرف کی جائے تو اس میں غلامی کی طرح چار صورتیں جائز ہیں اور اس میں ایک پانچویں صورت بھی جائز ہے اور وہ یہ کہ ام اور عم سے یاء کو حذف کر کے ان کو مفتوح پڑھنا جیسے یــا ابن امَ اور یــا ابن عمَ اور اگر ابن کی اضافت ام اور عم کے علاوہ کی طرف ہو تو اس میں یہ صورتیں جائز نہیں۔

وترخیم المنادیٰ جائز وفی غیرہ ضرورة

سوال:۔ مصنف نے ترخیم کی تعریف سے پہلے اس کا حکم بیان کیا۔ یہ کیوں؟

جواب:۔ ہمارا مقصود حکم تھا نہ کہ تعریف اس لئے حکم کو تعریف پر مقدم کیا۔ ترخیم منادیٰ میں بغیر ضرورت کے بھی اور باقی میں ضرورةً جائز ہے۔

فوائدِ قیود:۔ وھو حذف فی آخرہ جنس ہے اس میں سب داخل ہیں جو قاعدہ کے تحت حذف ہوں یا بغیر قاعدہ کے، لیکن جب تــخفیفاً کہا تو وہ تمام صورتیں یا اسماء خارج ہو گئے جن کے آخر سے تخفیف کے لئے نہیں بلکہ کسی قاعدہ کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے۔

وشرطه ان لایکون مضافاً

ترخیم کے لئے چار شرطیں ہیں ان میں سے تین عدمی اور ایک وجودی ہے۔ عدمی شرطیں:

(۱) مضاف نہ ہو۔ (۲) مستغاث نہ ہو۔ (۳) جملہ نہ ہو (۴) وجودی شرط۔ علم یا تائے تانیث میں سے کوئی ایک ہو۔

(۱) مضاف نہ ہو: مضاف کے نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر مضاف ہو تو اس سے حذف کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو مضاف سے حذف کیا جائے گا یا مضاف الیہ سے اور یہ

دونوں درست نہیں کیونکہ مضاف سے حذف کرنا تو اس لئے درست نہیں کہ معنیٰ اجازت نہیں دیتا کیونکہ معنی کے اعتبار سے مضاف اور مضاف الیہ کلمہ واحدہ کے حکم میں ہیں اور ترخیم کے لئے کلمہ کے درمیان سے حذف نہیں کیا جاتا، اور مضاف الیہ سے اس لئے حذف نہیں کرتے کہ لفظ اجازت نہیں دیتا کیونکہ اصل میں منادیٰ مضاف ہی ہوتا ہے مضاف الیہ نہیں اور ترخیم منادیٰ میں کی جاتی ہے جیسے یا غلام زید۔

(۲) مستغاث نہ ہو: مستغاث کی دونوں قسمیں مستغاث باللام اور بالالف دونوں نہ ہوں۔ مستغاث بالالف کے نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ الف کو مدِّ صوت کے لئے لایا جاتا ہے اور اب اگر ترخیم کریں گے تو ہمارا مقصد فوت ہو جائے گا اور مستغاث باللام کے نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ اس پر ندا کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے (اور ندا کا اثر یہ ہے کہ منادیٰ پر نصب اور رفع وغیرہ آئے) اور ترخیم منادیٰ کی خصوصیات میں سے ہے تو جب اس پر ندا کا اثر یعنی منادیٰ ہونے کی علامت ظاہر نہیں ہوگی تو اس میں ترخیم بھی نہیں ہوگی۔

(۳) جملہ نہ ہو: جملہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ منادیٰ ایسا علم نہ ہو جو جملے کا منقول ہو یعنی کسی جملے کو لا کر کسی کا نام رکھ دیا جائے جیسے تابط شرًّا یہ جملہ تھا بعد میں کسی کا نام رکھ دیا گیا۔ یہاں جملے سے حذف کرنا اس لئے جائز نہیں کہ اس سے مقصود فوت ہو جاتا ہے یعنی جس قصہ پر یہ جملہ دلالت کرتا ہے اس پر دلالت نہیں کر سکے گا۔ یہ تینوں شرطیں عدمی تھیں اور ایک شرط وجودی ہے اور وہ یہ کہ علم ہو اور یا آخر میں تائے تانیث ہو۔

(۴) علم ہو: علم ہو اور زائد علی الثلاثہ ہو، علم کے ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ ناموں میں عام طور پر اشتباہ نہیں ہوتا اور وہ سمجھے جاتے ہیں اور زائد علی الثلاثہ کی قید اس لئے لگائی تاکہ معرب کے حروف میں کمی نہ آئے کیونکہ معرب کے کم از کم تین حروف ہوتے ہیں تو ترخیم کے بعد یعنی حذف کرنے کے بعد بھی تین حروف باقی رہیں گے۔

تاء التانیث:۔ اگر علم یا زائد علی الثلاثہ نہ ہو تو تاءِ تانیث ہونے کی صورت میں بھی حذف کیا جائے گا یعنی اگر اس کے آخر میں تاءِ تانیث ہو تو وہاں علم ہونے اور زائد علی الثلاثہ ہونے کی شرط نہیں اور یہ اس لئے کہ تاءِ تانیث محلِ زوال میں ہوتی ہے اور اس کو وضع ہی اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ حذف ہو جائے یعنی جو ہم نے پہلے شرط لگائی تھی زائد علی الثلاثہ ہونے کی وہ اس وجہ سے تھی تاکہ معرب تین حرفوں سے کم پر باقی نہ رہے لیکن یہاں پر شرط پہلے سے ہی مفقود ہے کیونکہ تاء الگ کلمہ ہے۔

فان کان فی آخرہ زیادتان فی حکم الواحد۔۔۔حذفتا

اب مصنفؒ یہ تفصیل بتا رہے ہیں کہ کس مقام پر کتنے حروف حذف کیے جائیں گے تو تین مقامات پر دو حرف اکٹھے حذف ہوں گے (۱) اسم کے آخر میں دو حرف ایسے ہوں جن کو ایک ساتھ زیادہ کیا گیا ہو جیسے **اسماء** بروزنِ فعلاء یہ اسم کی جمع ہے باقی دونوں حروف کو ایک ساتھ زیادہ کیا ہے۔(۲) اسم کے آخر میں ایسے دو حروف ہوں جو ایک کلمہ کے حکم میں ہوں جیسے الف ونون زائدتان **مروان** تو یہاں دو حروف اس لئے حذف کیے جائیں گے کہ جب ان کو اسم کے آخر میں زیادہ کیا تھا تو ایک ساتھ کیا تھا تو اب جب حذف کریں گے تو بھی ایک ساتھ حذف کریں گے اور (۳) اگر اسم کے آخر میں حرفِ صحیح ہو اور اس کے ماقبل حرفِ علت ہو تو وہاں بھی دو حرف حذف کریں گے لیکن شرط یہ ہے کہ زائد علی الاربعہ ہو جیسے **منصور، عمّار، ادریس**۔ یہاں سے دو حرف اس لئے حذف کریں گے کہ جب ہم آخر سے حرفِ صحیح کو حذف کریں تو حرفِ علت کو ضرور ہی حذف کرنا پڑے گا ورنہ اس مقولہ کے مصداق ہوں گے **صلتَ علی الاسد وبلتَ علی النقد** (یعنی تو نے شیر پر تو حملہ کیا اور بکری کے خوف سے پیشاب نکل گیا) کیونکہ حرف صحیح جو کہ عموماً حذف نہیں ہوتا اس کو حذف کر کے حرف علت جو کہ عموماً حذف ہوتا ہے اس کو چھوڑنا

درست نہیں۔

وان كان مركبا حذف الاسم الاخير

اگر منادیٰ دو اسموں سے مرکب ہو یعنی مرکب منع صرف ہو تو وہاں اسم آخر کو حذف کریں گے، کیونکہ یہ اسم آخر تاءِ تانیث کی طرح الگ کلمہ ہوتا ہے جیسے بعلبک سے یا بعلُ کہیں گے۔

فان كان غير ذٰلك فحرفٌ واحدٌ

اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی نہ ہو تو وہاں صرف ایک حرف کو حذف کریں گے اور یہ اس لئے کہ جب ایک حرف سے ہمارا مقصود یعنی تخفیف پورا ہوتا ہے تو دوسرے کی ضرورت نہیں جیسے یاحارث سے یاحار۔

وهو فی حکم الثابت علی الاکثر

منادیٰ میں تخفیف کے بعد آخری حرف پر حرکت کیا پڑھیں۔ تو نحاۃ اکثر و بیشتر اس کو ثابت کے حکم میں کر دیتے ہیں یعنی جب پورا اسم تھا اس وقت اس حرف پر جو حرکت تھی اب بھی وہی حرکت پڑھیں گے مثال کے طور پر یاحارِث کے راء پر اب کسرہ ہے تو ''ثاء'' کو حذف کرنے کے بعد بھی یاحارِ راء پر کسرہ ہی پڑھیں گے اور یاثمودُ سے یاثموُ، یاکروان سے یاکروَ پڑھتے ہیں۔

وقد يجعل اسماً براسه

کبھی اس محذوف شدہ منادیٰ کو اسم براسہ سمجھتے ہیں یعنی اسی کو منادیٰ تصور کیا جاتا ہے اور اس کو مستقل منادیٰ تصور کر کے منادیٰ کے اعراب جاری کرتے ہیں اور قاعدہ وغیرہ بھی جاری کرتے ہیں جیسے یاحارث سے یا حارُ اور یاثمود سے یا ثمی اور یا کروان سے یا کرا پڑھتے ہیں۔ پہلی صورت میں یعنی حار کو مرفوع کر دیا اس لئے کہ یہ منادیٰ مفرد

معرفہ ہے اور وہ مرفوع ہوتا ہے اور ثـمـود سے ثـمـی اس طرح بنا کہ جب دال کو حذف کیا تو واؤ طرف میں واقع ہو گیا اور واؤ طرف میں ضمہ کے بعد تھا اس لئے یاء سے تبدیل کیا اور یاء کی مناسبت سے ماقبل کسرہ لگایا اور کـروان سے کـرا اس طرح بنا کہ جب الف اور نون حذف ہوئے تو کَرَو رہ گیا تو واؤ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے بدل دیا تو کرا بن گیا۔

وقد استعملوا صيغة النداء فى المندوب

حروفِ ندا میں سے ''یا'' ندا اور مندوب دونوں کے لئے آتا ہے

واختص بواو ۔مندوب کو واؤ کے ساتھ خاص کر دیا ہے یعنی واؤ کو مندوب کے لئے خاص کر دیا اس طرح کہ واؤ صرف مندوب میں استعمال ہوگا ندا میں نہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے ابھی کہا تھا کہ ''یا'' جس طرح ندا کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح مندوب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اب کہتے ہیں کہ واؤ کو مندوب کے ساتھ خاص کیا ہے یہ کیوں؟

جواب:۔ یہاں اختصاص بمعنی ممتاز کے ہے یعنی واؤ صرف مندوب کے لئے استعمال ہوتا ہے جس طرح دوسرے حروفِ ندا صرف ندا کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ معنی نہیں کہ مندوب کے لئے صرف واؤ استعمال ہوتا ہے۔

ولك زيادة الالف فى اٰخره ،فان خفت اللبس قلت و اغلامكيه واغلامكموه

مندوب کے آخر میں الف بھی بڑھا سکتے ہیں کیونکہ وہاں صرف مدِّ صوت مقصود ہوتا ہے چاہے مندوب مذکر ہو یا مؤنث، واحد ہو یا جمع جیسے **واغلامکَ، غلامکِ، غلامکم** سے **واغلامکا** اور **واغلامکما** اور اگر التباس کا خوف ہو تو آخری حرکت کے اعتبار سے

اس کے بعد حرفِ علت لائیں گے جیسے غلامکَ اور غلامکِ کے آخر میں الف لگانے سے دونوں غلامکا ہوں گے اسی طرح غلامکم یعنی جمع کے آخر میں الف لگانے سے غلامکما بن جائے گا، پہلی صورت میں مذکر اور مؤنث میں اور دوسری صورت میں تثنیہ اور جمع میں التباس لازم آرہا ہے لہٰذا اس سے بچنے کے لئے آخری حرکت کا اعتبار کر کے حرف علت لائیں گے لہٰذا غلامکَ سے غلامکا، غلامکِ سے غلامکی اور غلامکم سے غلامکمو کہیں گے اور وقف کی حالت میں آخر میں ھا کا اضافہ کر کے یوں پڑھیں گے واغلامکاہ، واغلامکیہ، واغلامکموہ۔

ولایندب الاالمعروف

مندوب یعنی ندبہ معروف شخص پر ہوتا ہے مجہول پر نہیں۔

وامتنع وازید الطویلاہ

یہ ایک قاعدہ کی طرف اشارہ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر مندوب موصوف ہو تو اسکی صفت کے آخر میں الف نہیں بڑھا سکتے بلکہ موصوف کے آخر میں الف لائیں گے ہاں اگر مندوب مضاف ہو تو وہاں مضاف الیہ کے آخر میں الف کا زیادہ کرنا جائز ہے اور یہ اس وجہ سے کہ صفت موصوف کی جز نہیں ہوتی بلکہ موصوف کی وضاحت یا تخصیص کیلئے آتی ہے برخلاف مضاف الیہ کے کہ مضاف الیہ مضاف کے لئے جزء ہوتا ہے اور مضاف الیہ مضاف کے معنی کو مکمل کرنے کے لئے آتا ہے، اور مضاف الیہ مع مضاف کے کلمہ واحدہ کے حکم میں ہوتا ہے اب اگر آپ مضاف الیہ کے آخر میں الف بڑھا دیں تو یہ ایسا ہے گویا آپ نے اصل مندوب کے آخر میں الف بڑھا دیا لہٰذا مضاف الیہ کے آخر میں الف بڑھانا جائز ہے۔

جیسے یاامیر المؤمنیناہ۔

خلافاًلیونس

یونس ایک نحوی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ مندوب کی صفت کے آخر میں بھی الف کی زیادتی جائز ہے دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ مضاف الیہ جو کہ مضاف کا غیر ہوتا ہے جب اس میں الف کی زیادتی جائز ہے تو صفت جو کہ موصوف کی عین ہوتی ہے وہاں تو بطریقِ اولیٰ جائز ہونی چاہیئے جیسے ایک اعرابی کے دو پیالے گم ہو گئے تھے تو اس نے کہا تھا واجمجمتی الشامیتاہ (ہائے میرے دوشامی پیالے) تو یہاں صفت کے آخر میں الف بڑھایا ہے۔

جمہور نحاۃ جواب دیتے ہیں کہ آپ کا قیاس درست نہیں ہے کیونکہ مضاف مضاف الیہ کلمہ واحدہ کے حکم میں ہوتے ہیں اور موصوف صفت کلمہ واحدہ کے حکم میں نہیں ہوتے کیونکہ صفت موصوف کی توضیح کے لئے آتی ہے باقی رہا اعرابی کا قول تو وہ فصیح نہیں اور شاذ ہے۔

ویجوز حذف حرف النداء الامع اسم الجنس الخ

چار مقامات پر حرفِ ندا کا حذف کرنا جائز نہیں۔ (یہاں حرفِ ندا سے مراد صرف یا ہے)

ا۔ منادیٰ اسم جنس ہو۔ ٢۔ اسم اشارہ ہو۔ ٣۔ مستغاث ہو۔ ٤۔ مندوب ہو۔ حرفِ ندا کے حذف کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ مذکورہ چار قسموں میں سے کوئی نہ ہو ورنہ حرفِ ندا کو حذف کرنا جائز نہیں۔ مذکورہ چاروں کے نہ ہونے کی شرط کیوں لگائی اس کی تفصیل ذیل ہے۔

(١) منادیٰ اسم جنس نہ ہو۔ اسم جنس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ منادیٰ حرفِ ندا کے دخول سے پہلے نکرہ ہو چاہے حرفِ ندا کے دخول کے بعد معرفہ بنا ہو یا نہیں تو یہاں سے اس لئے حرفِ ندا کو حذف نہیں کریں گے کیونکہ اسمیں ابہام ہوتا ہے اور ذہن اس طرف نہیں جائے گا کہ یہ منادیٰ تھا یا نہیں مثلاً یا رجل سے یا کو حذف نہیں کریں گے۔

(٢) منادیٰ اسمِ اشارہ نہ ہو اور یہ اس لئے کہ اسمیں بھی ابہام ہوتا ہے اور التباس ہوگا کہ آیا

یہ منادیٰ ہے یا نہیں مثلاً یا ھٰذا سے یا کو حذف نہیں کیا جائے گا۔

(۳۔۴) مستغاث اور مندوب اس لئے نہ ہو کہ وہاں تو آواز کو بڑھانا مقصود ہوتا ہے اور حذف اس کے منافی ہے یعنی حذف کرنے سے آواز کم ہوتی ہے۔

وہ مقام جہاں حرفِ ندا کو حذف کرنا جائز ہے۔

(۱) منادیٰ علم ہو چاہے حرفِ ندا کے عوض میں کچھ لایا جائے یا نہیں جیسے حرفِ ندا کے عوض میں لانے کی مثال یااللہ سے اللّٰھم۔ اور بدلے میں کچھ نہ لانے کی مثال جیسے یوسف اعرض عن ھٰذا۔ اصل میں یا یوسف تھا۔

اعتراض:۔ یوسف کو منادیٰ بنانے کی کیا ضرورت تھی اس کو مبتدا بناؤ اور باقی کو خبر۔

جواب:۔ اگر ہم یوسف کو مبتدا بنائیں تو بن جائے گا لیکن باقی جملہ خبر نہیں بن سکتا اس لئے کہ وہ انشاء ہے اور انشاء خبر نہیں بنتا۔

(۲) منادیٰ لفظِ ایّ ہو اور اس کی صفت معرف باللام ہو اور یا اس کی صفت موصوف ہو معرف باللام کے ساتھ جیسے ایُّھا الرجل و ایُّھٰذا الرجل۔ یہاں پہلی مثال میں ای منادیٰ موصوف ہے اور اس کی صفت الرجل معرف باللام ہے اور دوسری مثال میں ایّ موصوف ہے اور اس کی صفت ھٰذا ہے اور ھٰذا خود موصوف بھی ہے اور اس کی صفت معرف باللام ہے۔ یہ دونوں مثالیں اصل میں یاایھا الرجل اور یاایھذا الرجل تھیں۔ یہاں حرفِ ندا حذف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ ایھا کو لایا ہی اس لئے جاتا ہے کہ یہ منادیٰ اور حرفِ ندا میں فصل کرے۔

(۳) مضاف ہو معرفہ کی طرف جیسے غلامَ زید اِفعَلْ کذا۔

(۴) موصولات سے بھی حذف جائز ہے جیسے من لایزال محسنا اَحْسِنْ الیَّ۔ ان دونوں مثالوں میں حذف پر قرینہ امر کا صیغہ ہے۔ پہلی مثال میں اِفعَلْ اور دوسری میں اَحْسِنْ۔

وشذ اصبح لیل

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ اگر منادیٰ اسم جنس ہوتو وہاں حرفِ ندا کا حذف کرنا جائز نہیں لیکن ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ جہاں منادیٰ کے اسم جنس ہونے کے باوجود حرفِ ندا کو حذف کیا گیا ہے جیسے اصبح لیل ، افتد مخنوق ،اطرق کرا ۔یہ سب اصل میں اصبح یالیل ،افتد یامخنوق اوراطرق یا کرا تھے۔

جواب:۔ یہ سب شاذ ہیں۔

فائدہ:۔ کہا جاتا ہے سلیک بن سلکہ چت لیٹا ہوا سورہا تھا کہ ایک چور نے آکر اس کا گلا گھونٹ کر کہا کہ افتد مخنوق (اے گلا گھونٹے ہوئے شخص تو فدیہ دے) تاکہ میں تجھے چھوڑ دوں۔مخنوق اسم مفعول کا صیغہ ہے اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کا گلا گھونٹا گیا ہو، یہ اسم جنس ہے مگر اس کے باوجود اس سے حرفِ ندا کو حذف کیا گیا ہے۔

اصبح لیل : امرأ القیس عجم کے فضلاء میں سے ایک عظیم فاضل اور شاعر تھا کہا جاتا ہے کہ جب یہ عرب گیا تو اس کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے اس کا عربی ہونا مشتبہ ہوگیا اور بعد میں اس کی ایک عرب لڑکی کے ساتھ شادی ہوگئی تو پہلی رات کو اپنی شریکِ حیات سے چراغ بجھانے کے لئے لفظ اطفی السراج کے بجائے اقتلی السراج کہہ دیا تو اس کی بیوی چونکہ عرب تھی تو سنتے ہی کہنے لگی واللہ ھذا عجمی لیس بعوبی اور تمام رات روتی رہی اور کہہ رہی تھی اصبح لیل یعنی اے رات جلدی صبح ہوجا، تاکہ میں اس سے چھٹکارا حاصل کروں۔لیکن یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ اتنے بڑے شاعر سے ایسی غلطی ہو بلکہ اس کی بیوی اس کی بعض نازیبا حرکتوں کی وجہ سے علیحدگی چاہتی تھی اس وجہ سے اس کی بیوی نے یہ بہانہ بنایا۔

اطـرق کـرا: یہ اصل میں ایک منتر ہے جب کروان پرندہ (جسے کلنگ کہتے ہیں) کو پکڑنا ہوتو یوں کہتے ہیں اطرق کرا اطرق کرا ان النعامة فی القریٰ ترجمہ: اے کروان تو اپنے سر کو جھکالے تحقیق شترمرغ (جو تجھ سے بڑا ہے شکار کرلیا گیا ہے اور) گاؤں میں پہنچادیا گیا ہے تو تو کب چھوٹ سکتا ہے۔

وقد یحذف المنادیٰ لقیام قرینة جوازا مثل الایااسجدوا

کبھی کبھی منادیٰ کو بھی حذف کیا جاتا ہے جب کہ کوئی قرینہ موجود ہو جیسے الایااسجدوا۔ اصل میں یاقوم اسجدوا ہے اور یہاں قرینہ یہ ہے کہ حرفِ ندا فعل پر داخل ہے حالانکہ حرفِ ندا اسم پر داخل ہوتا ہے۔

(۳) الثالث مااضمر عاملهٗ علی شریطة التفسیر

مفعول بہ کے فعل کو وجوباً حذف کرنے کی تیسری صورت مصنفؒ ذکر فرمارہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ اسم جس کے عامل کو پوشیدہ کیا گیا ہو اس شرط پر کہ اس کی تفسیر آگے آرہی ہو اور یہاں فعل کا حذف کرنا اس لئے واجب ہے تاکہ مفسر اور تفسیر کا اجتماع لازم نہ آئے۔

مااضمر عاملہٗ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ **وهو کل اسم بعدهٗ فعل اوشبهه مشتغل عنه بضمیره او متعلقه بحیث لو سلط علیه هو او مناسبه لنصبه.**

ترجمہ: مااضمر الخ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم سے اعراض کررہا ہو اس اسم کی ضمیر میں یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس طریقے پر کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل یا مناسب فعل میں سے کسی ایک کو اس اسم پر مسلط کیا جائے تو وہ اس اسم کو نصب دے۔ مناسب کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مناسب مرادف اور (۲) مناسب لازم۔ اس طرح مااضمر عاملہ الخ کی عقلاً کل بارہ صورتیں بنتی ہیں وہ اس طرح کہ مااضمر میں اسم کے بعد فعل ہوگا یا شبہ فعل پھر ان میں سے ہر ایک کی پھر دو صورتیں بنتی ہیں اس طرح

کہ وہ فعل یا شبہ فعل اسم کی ضمیر میں عمل کررہا ہوگا یا متعلق میں یہ چار صورتیں ہوگئیں پھر ان میں سے ہر ایک کی تین صورتیں بنتی ہیں (وہ اس طرح کہ بعینہٖ فعل یا شبہ فعل کو مسلط کیا جائے یا مناسب مرادف کو اور یا مناسب لازم کو) لہٰذا تین کو چار سے ضرب دینے سے بارہ صورتیں نکلیں، البتہ ان میں سے چار صورتیں صحیح نہیں بقیہ آٹھ صورتیں صحیح ہیں وہ چار صورتیں یہ ہیں ① فعل اسم کے متعلق میں عمل کرے اور بعینہٖ فعل یا ② مناسب مرادف کو مسلط کیا جائے، ③ شبہ فعل اسم کے متعلق میں عمل کرے اور بعینہٖ شبہ فعل کو یا ④ مناسب مرادف کو مسلط کیا جائے۔ اب تفصیل ملاحظہ فرمائیں

(۱) اسم کے بعد فعل ہو اور عمل کرے ضمیر میں اور اسم پر بعینہٖ فعل کو مسلط کیا جائے جیسے زیداً ضربته ای ضربتزیداً ضربته.

(۲) اسم کے بعد فعل ہو اور وہ عمل کرے ضمیر میں اور اسم پر مناسب مرادف کو مسلط کیا جائے جیسے زیداً مررت به ای جاوزت زیداً۔

(۳) اسم کے بعد فعل ہو اور وہ عمل کرے ضمیر میں اور اس اسم پر مناسب لازم کو مسلط کیا جائے جیسے زیدا حبست علیه ای لابست زیداً۔

(۴) اسم کے بعد فعل ہو اور وہ عمل کرے متعلق میں اور بعینہ فعل کو مسلط کیا جائے۔ یہ صورت صحیح نہیں۔

(۵) اسم کے بعد فعل ہو اور وہ عمل کرے متعلق میں اور مناسب مرادف کو مسلط کیا جائے۔ یہ صورت بھی صحیح نہیں۔

(۶) اسم کے بعد فعل ہو اور وہ عمل کرے متعلق میں اور مناسب لازم کو مسلط کیا جائے جیسے زیداضربت غلامه ای اهنت زیداً۔

(۷) اسم کے بعد شبہ فعل ہو اور وہ عمل کرے ضمیر میں اور بعینہ شبہ فعل کو مسلط کیا جائے۔

زیدا انا ضاربه ای انا ضاربٌ زیداً.

(۸) اسم کے بعد شبہ فعل ہواور وہ عمل کرے ضمیر میں اور مناسب مرادف کو مسلط کیا جائے جیسے زید اانا ماربه ای انا مجاوزٌ زیداً۔

(۹) اسم کے بعد شبہ فعل ہواور وہ عمل کرے ضمیر میں اور مناسب لازم کو مسلط کیا جائے جیسے زیدا انا محبوس علیه ای ان ملابس زیدا ۔

(۱۰) اسم کے بعد شبہ فعل ہواور وہ عمل کرے متعلق میں اور بعینہ شبہ فعل کو مسلط کیا جائے۔ یہ صورت صحیح نہیں۔

(۱۱) اسم کے بعد شبہ فعل ہواور وہ عمل کرے متعلق میں اور مناسب مرادف کو مسلط کیا جائے۔ یہ صورت بھی صحیح نہیں۔

(۱۲) اسم کے بعد شبہ فعل ہواور وہ عمل کرے متعلق میں اور مناسب لازم کو مسلط کیا جائے جیسے زیداانا ضارب غلامه ای انا مهین زیداً۔

امثلہ کی وضاحت:۔

اب کتاب میں موجود مثالوں کی وضاحت کی جاتی ہے

(۱) زیـدا ضـربتـه:۔ یہ وہ مثال ہے جہاں اسم کے بعد فعل ہواور وہ عمل کرتا ہو ضمیر میں اور بعینہ فعل کو مسلط کیا جائے جیسے ضربت زیدا ضربته۔

(۲) زیـدا مـررت بـه: ۔ یہ وہ مثال ہے جہاں اسم کے بعد فعل ہواور وہ ضمیر میں عمل کرتا ہو مگر مناسب مرادف کو مسلط کیا جائے جیسے جاوزت زیدامررت به۔ یہاں مررت کو مسلط نہیں کر سکتے اس لئے کہ یا مـررت کو ''با'' حرفِ جر کے ساتھ مسلط کریں گے یا بغیر حرفِ جر کے، اگر حرفِ جر کے ساتھ کریں تو اسم مجرور ہوگا، اگر با کے بغیر کریں گے تو پھر مررت فعل لازم ہے جو کہ مفعول کا محتاج نہیں لہٰذا ہم نے مررت کے مناسب لفظ جاوزت کو

مسلط کردیا۔

(۳) زیدا ضربت غلامه :. یہ وہ مثال ہے جہاں فعل متعلق میں عمل کرے اور مناسب لازم کو اسم پر مسلط کیا جائے جیسے اھنت زیدا ضربت غلامه۔ کیونکہ زید کے غلام کو مارنا گویا زید کی توہین ہے اور یہاں بعینہ فعل کو مسلط نہیں کر سکتے کیونکہ اگر غلام کے ساتھ فعل کو مقدم کریں تو زید مجرور ہوگا اور عبارت بنے گی ضربت غلام زید اور اگر صرف ضربت یعنی فعل کو مقدم کریں تو مقصود فوت ہوگا، ہمارا مقصود تو یہ تھا کہ میں نے زید کے غلام کو مارا ہے لیکن اب ضربت زیدا کہنے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ زید کو مارا ہے۔

(۴) زیدا حُبِستُ علیه : یہ وہ مثال ہے جہاں فعل ضمیر میں عمل کرے اور مناسب لازم کو مسلط کیا جائے جیسے لابست زیدا حبست علیه۔ یہاں بعینہ فعل کو اس لئے مقدم نہیں کر سکتے کیونکہ اگر فعل کو علیٰ حرف جر کے ساتھ مسلط کریں تو زید مجرور ہوگا اور اگر صرف حبست کو مسلط کریں تو زید اس صورت میں مرفوع ہوگا مفعول مالم یسم فاعلہ کی بناء پر۔

ینصب بفعل مضمر یفسر مابعده

ان مثالوں میں زید منصوب ہے فعلِ محذوف کی وجہ سے اور اس فعل محذوف کی تفسیر بعد میں آنے والا فعل کر رہا ہے مثال کے طور پر زیدا ضربته میں زید منصوب ہے اس ضربت کی وجہ سے جو اس زید سے پہلے محذوف ہے اور اس ضربت کی تفسیر بعد میں آنے والا ضربته کر رہا ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے ضربت زیدا ضربته.

فوائد قیود:۔ مااضمر عاملہ کی تعریف میں کل اسم جنس ہے۔ بعدهٗ فعل او شبهه فصلِ اول ہے اس سے زید ابوک جیسی ترکیب کو خارج کردیا کیونکہ یہاں زید کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں بلکہ اسم ہے۔ مشتغل عنه فصلِ ثانی ہے اس سے زیدا ضربت

جیسی ترکیب خارج ہوگئی کیونکہ یہاں ضربت نے زید پر عمل کیا ہے اس سے مستغنی نہیں۔ **بضمیرہ او متعلقہ** فصلِ ثالث ہے اس سے **زیدٌ ضربتہ** جیسی ترکیب کو خارج کر دیا کیونکہ یہاں اعراض کی (ضمیر کے علاوہ) ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ زید مرفوع ہے ابتدا کی وجہ سے اور اگر ہم زید پر فعل کو مسلط کر دیں تو وہ منصوب ہوگا۔ **لو سلط علیہ** فصلِ رابع ہے اس سے وہ ترکیب خارج ہوگئی جہاں مسلط ہی نہیں کر سکتے مثلاً۔ا **زید ذھب بہ** وغیرہ۔ **لنصبہ** (نصب دے مفعولیت کی بناء پر) یہ فصل خامس ہے اس قید سے وہ ترکیب خارج ہوگئی جہاں فعل کو مسلط کرنے سے نصب تو دیتا ہو مگر مفعولیت کی بناء پر نہیں جیسے **زیدا کنت ایاہ** ۔ یہاں کنت کو مقدم کرنے سے بھی زید منصوب تو ہوگا مگر مفعولیت کی وجہ سے نہیں بلکہ کان کی خبر ہونے کی وجہ سے۔

ویختار الرفع بالابتداء عند عدم قرینة

وہ اسم جو ما اضمر عاملہٗ کی قبیل میں سے ہو یعنی ما اضمر عاملہٗ تو نہ ہو مگر ظاہراً ما اضمر عاملہ معلوم ہو رہا ہو تو اس اسم کو مرفوع پڑھیں یا منصوب تو اس کی پانچ صورتیں ہیں۔

۱۔رفع مختار ۲۔نصب مختار ۳۔رفع ونصب تساوی ۴۔وجوب رفع ۵۔وجوب نصب

(ا) مختار رفع: دو صورتوں میں رفع مختار ہے (ا) اسم مبتدا واقع ہو اور اس کے مرفوع پڑھنے کے خلاف کوئی قرینہ مرجّحہ نہ ہو مثلاً: **زید ضربتہ**، یہاں زید کو مرفوع پڑھنا اور منصوب پڑھنا دونوں جائز ہیں لیکن رفع پڑھنا اولیٰ ہے، نصب اس لئے جائز ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ما اضمر عاملہٗ ہو اور بعد میں آنے والا فعل اس کی تفسیر ہو، اور مرفوع پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ یہ مبتدا واقع ہے اور بعد کا فعل اس کی خبر۔ اور رفع پڑھنا اولیٰ اس لئے ہے کہ یہاں رفع پڑھنے کی صورت میں کوئی محذوف عبارت نہیں نکالنی پڑتی، بخلاف نصب کے کہ جب منصوب پڑھیں تو وہاں فعل محذوف نکالنا پڑتا ہے، اب چونکہ رفع پڑھنے کی صورت میں

عبارت محذوف ماننے کی قباحت سے بچ جاتے ہیں اس لئے رفع اولیٰ ہے۔ (قرینہ مرجّحہ کا مطلب ہے کہ ترجیح دینے کا قرینہ اور قرینہ مصحّحہ کا مطلب ہے کہ اسم کو مرفوع یا منصوب پڑھنا صحیح ہونے کا قرینہ)

(۲) رفع مختار کی دوسری صورت یہ ہے کہ رفع اور نصب دونوں کے لئے قرینہ مصحّحہ اور قرینہ مرجّحہ موجود ہوں مگر رفع کا قرینہ مرجّحہ اقویٰ ہو اور یہ کل دو صورتوں میں ہوتا ہے۔ (۱) اسم پر امّا داخل ہو اور اس کے بعد والا جملہ خبریہ ہو انشائیہ نہ ہو جیسے لقیت القوم و امّا زید فاکرمتہٗ۔ اس عبارت میں زید پر امّا داخل ہے یہاں زید کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور مرفوع بھی۔ نصب کے لئے قرینہ مصحّحہ یہ ہے کہ زید ما اضمر عاملہٗ ہو اور بعد والا فعل اس کی تفسیر ہو، اور رفع کے لئے قرینہ مصحّحہ یہ ہے کہ یہ ابتداء میں واقع ہے، نصب کے لئے قرینہ مرجّحہ یہ ہے کہ اس صورت میں زید کا عطف القوم پر ہوگا اور جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہوگا اور تقدیرِ عبارت یوں ہوگی لقیت القوم و امّا اکرمت زیدًا فاکرمتہ تاکہ معطوف معطوف علیہ میں مناسبت ہو اور رفع کے لئے قرینہ مرجّحہ یہ ہے کہ زید پر امّا داخل ہے اور وہ تقاضا کرتا ہے کہ زید پر رفع آئے اور رفع کا قرینہ اقویٰ اس طرح ہے کہ اگر ہم زید کا عطف قوم پر نہ کریں تو صرف یہ ہوگا کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملیہ فعلیہ پر ہوگا، تو جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کلامِ عرب میں بہت ہوتا ہے لیکن امّا کبھی فعل پر داخل نہیں ہوتا اس لئے رفع کا قرینہ اقویٰ ہے۔

(۲) جب اسم پر اذا مفاجاتیہ داخل ہو تو تب بھی رفع مختار ہے جیسے خرجت فاذا زیدٌ یضربہ عمرو۔ یہاں زید پر اذا مفاجاتیہ داخل ہے تو زید کو مرفوع پڑھنا بھی درست ہے کیونکہ یہ عواملِ لفظیہ سے خالی ہے اور منصوب پڑھنا بھی درست ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بعد والا فعل اس کی تفسیر ہو، رفع کے لئے قرینہ مرجّحہ یہ ہے کہ اس (زید) پر اذا مفاجاتیہ داخل

ہے اور نصب کے لئے قرینہ مرجّحہ یہ ہے کہ جب نصب پڑھیں تو جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہوگا اور رفع کا قرینہ اقویٰ اس طرح ہے کہ کلامِ عرب میں جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر تو ہوتا ہے لیکن اذا مفاجاتیہ کبھی فعل پر داخل نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے اس لئے یہاں رفع کا قرینہ اقویٰ ہے۔

ويختار النصب بالعطف على الجملة

آٹھ مقامات پر نصب پڑھنا مختار ہے۔

(۱) جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو اور رفع کے لئے کوئی قرینہ مرجّحہ نہ ہو جیسے خرجت فزیداً لقیته، نصب اس لئے تا کہ جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو، تقدیری عبارت یوں ہے، خرجت فلقيت زيدًا لقيتهٗ۔

(۲) اسم حرفِ نفی کے بعد ہو جیسے ما زيدًا ضربتهٗ یہاں نصب اس لئے مختار ہے کہ حرفِ نفی فعل پر داخل ہوتا ہے، تقدیری عبارت یوں ہے ماضربت زيدًا ضربته۔

(۳) اسم پر حرفِ استفہام داخل ہو جیسے أزيدًا ضربتهٗ ، یہاں نصب اس لئے مختار ہے کہ حرفِ استفہام فعل پر داخل ہوتا ہے، تقدیری عبارت یوں ہے أضربت زيدًا ضربتهٗ۔

(۴) اسم اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو جیسے اذا زيدًا ضربتهٗ اضربك یہاں نصب اس لئے مختار ہے کہ اذا شرطیہ فعل پر داخل ہوتا ہے نہ کہ اسم پر، تقدیری عبارت یوں ہے اذاضربت زيدًا ضربتهٗ۔

(۵) اسم حیث کے بعد واقع ہو جیسے حيث زيدًا تجده اكرمهٗ یہاں نصب اس لئے مختار ہے کہ حیث شرط کے لئے آتا ہے اور فعل پر داخل ہوتا ہے، تقدیری عبارت یوں ہے حيث تجدزيدًا تجده اكرمه۔

(۶) اسم کے بعد امر ہو جیسے زيدًا اضربه یہاں نصب اس لئے پڑھیں گے کہ مرفوع

پڑھنے کی صورت میں زید مبتدا تو بن جائے گا لیکن اضربہٗ اس کی خبر نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ وہ انشاء میں سے ہے اور انشاء خبر نہیں بن سکتی، تقدیری عبارت یوں ہے اضرب زیدًا اضربہٗ۔

(۷) اسم کے بعد نہی ہو جیسے زیدًا لاتضربہٗ یہاں بھی وہی علت ہے جو امر میں تھی تقدیری عبارت یوں ہے لاتضرب زیدًا لاتضربہ۔

(۸) تفسیر کا صفت کے ساتھ التباس لازم آتا ہو جیسے انا کلَّ شیءٍ خلقناہُ بقدرٍ یعنی ہم نے ہر چیز کو اپنے اندازہ سے پیدا کیا ہے۔ یہاں کلَّ منصوب ہے اگر مرفوع پڑھیں گے تو تفسیر اور صفت کا التباس لازم آئے گا، وہ اس طرح کہ مرفوع پڑھنے کی صورت میں اس عبارت کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(۱) کل شیءٍ مبتدا ہو اور اس کا مابعد پورا جملہ خبر ہو اور اس صورت میں ترجمہ درست ہوتا ہے۔

(۲) خلقناہُ صفت ہو شیءٍ کے لئے پھر موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ ہو ''کل'' کے لئے ''کل'' مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا اور بقدرٍ خبر ہو۔ تو اس صورت میں ترجمہ صحیح نہیں ہوتا کیونکہ ترجمہ یوں ہوتا ہے ''ہر وہ چیز جو ہم نے پیدا کی وہ اندازے پر ہے'' تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا (نعوذ باللہ) حالانکہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے

فائدہ:۔ اصل میں رفع کی صورت میں صفت اور خبر کا التباس لازم آتا ہے، یعنی ایک صورت میں خلقناہ صفت واقع ہو رہا ہے اور دوسری صورت میں خبر، لیکن چونکہ منصوب پڑھنے کی صورت میں تفسیر واقع ہو رہا تھا اس لئے تفسیر کا صفت کے ساتھ التباس کہہ دیا اس صورت میں تقدیری عبارت یوں ہوگی خلقنا کلَّ شیءٍ خلقناہ بقدر۔

....

ویستوی الامران فی مثل زیدٌ قام وعمروا اکرمتہٗ

مثل سے مراد ہروہ ترکیب ہے جہاں ما اضمر عاملہٗ کا عطف ایسے جملے پر ہو جو ذات الوجہین ہو، ذات الوجہین کا مطلب یہ ہے کہ ایسے جملہ اسمیہ پر عطف ہو جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو، جان لو کہ جملے کی دو قسمیں ہیں۔(۱) جملہ کبریٰ یعنی پورے جملہ کا عطف پورے جملہ پر ہو (۲) جملہ صغریٰ یعنی جملے کا عطف دوسرے جملے کے جزء پر ہو۔ تو مذکورہ عبارت میں عمرو کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اور منصوب بھی۔ مرفوع کی صورت میں عطف جملہ کبریٰ پر اور منصوب کی صورت میں عطف جملہ صغریٰ پر ہوگا، یعنی مرفوع پڑھنے کی صورت میں ترکیب یوں ہوگی کہ زید مبتدا قام خبر اور معطوف علیہ، عمرو مبتدا اکرمتہٗ خبر اور معطوف، منصوب پڑھنے کی صورت میں ترکیب یوں ہوگی کہ زیدٌ مبتدا قام فعل فاعل اور معطوف علیہ ۔اکرمت عمروا اکرمتہٗ معطوف، معطوف اور معطوف علیہ مل کر خبر ہو جائے گی۔

ویجب النّصب

حروفِ شرط ان، لو اور حروفِ تحضیض کے بعد اسم کو منصوب پڑھنا واجب ہے کیونکہ مذکورہ حروفِ شرط اور حروفِ تحضیض ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں، چاہے فعل مذکور ہو یا محذوف ۔ شرط کی مثال جیسے اِنْ زیدًا ضربتہٗ ضربک اصل میں ان ضربت زیدًا ضربتہٗ ضربک تھا۔ تحضیض کی مثال جیسے اَلَّا زیدًا ضربتہٗ اصل میں الاضربت زیدًا ضربتہٗ تھا۔

ولیس مثل أزیدٌ ذھب بہ منہ فالرفع

مثل سے ہروہ ترکیب مراد ہے جہاں ما اضمر عاملہٗ کے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو کہ جس کو اسم پر مسلط کرنے سے وہ اسم کو نصب نہ دے سکے۔ یہ مثال اس کی ہے جہاں ما اضمر عاملہٗ کو مرفوع پڑھنا واجب ہے، لیکن یہ مثال ایک اعتراض کا جواب بھی ہو سکتی ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے پہلے کہا تھا کہ ہمزہ استفہام کے بعد اسم کو منصوب پڑھنا مختار ہے، تو یہاں ہمزہ استفہام کے بعد اسم ہے مگر اس پر رفع کو واجب قرار دیا ہے، یہ کیوں؟

جواب:۔ یہ ماضمر عاملہٗ الخ کے قبیل میں سے ہے ہی نہیں کیونکہ ماضمر عاملہٗ کے لئے یہ شرط لگائی تھی کہ **لوسلط علیه هو اومناسبهٗ لنصبهٗ** یعنی اس فعل کو یا اس کے مناسب کو مسلط کرنے سے وہ اسم کو نصب دے مگر اس ترکیب میں فعل یعنی ذُهِبَ کو اگر اسم یعنی زید پر داخل کرتے ہیں تو اس کو نصب نہیں دے سکتا، کیونکہ اگر ذُهِبَ کو بغیر ''با'' کے مسلط کرتے ہیں تو زید مرفوع ہوگا کیونکہ ذہب فعل مجہول ہے اور اگر با کے ساتھ مسلط کریں تو زید مجرور ہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ ماضمر عاملہٗ کے قبیل میں سے نہیں ہے اور اس پر رفع واجب ہے۔

وکذلك کل شیءٍ فعلوهُ فی الزبر

ترجمہ:''بندوں کے تمام افعال اعمال نامہ میں درج ہیں'' یہاں کل کو مرفوع پڑھنا واجب ہے منصوب نہیں پڑھ سکتے کیونکہ مرفوع کی صورت میں تو ترکیب یوں ہوگی، کل مضاف شیء موصوف فعلوہٗ اس کی صفت، موصوف اور صفت مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا اور مابعد اس کی خبر ہوگی اور منصوب کی صورت میں تقدیری عبارت یوں ہوگی۔ **فعلوا کل شیء فعلوه فی الزبر** تو یہاں فی الزبر میں ترکیبی لحاظ سے دو احتمال ہیں۔(۱) فعلوا کا متعلق ہو۔(۲) شیء کی صفت ہو لیکن یہ دونوں احتمال باطل ہیں، کیونکہ برتقدیرِ اوّل ترجمہ یوں ہوگا'' سارے افعال جو بندوں نے کئے ہیں وہ صحیفے میں کئے ہیں''، تو صحیفہ یعنی اعمال نامہ کا بندوں کے افعال کے لئے محل بننا لازم آئے گا۔ اور دوسری صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ ''بندوں نے وہ افعال کئے ہیں جو صحیفے میں ہیں'' تو اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ کچھ ایسے اعمال بھی ہیں جو صحیفہ یعنی اعمال نامہ میں نہیں ہیں اور بندوں

نے کیئے ہیں، تو چونکہ نصب کی صورت میں دونوں طرح سے ترجمہ غلط ہوتا ہے اس لئے کل پر رفع کو واجب قرار دیا۔

ونحوالزانية والزانی الفاء بمعنی الشرط

یہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ اگر اسم کے بعد امر ہو تو اس اسم کو منصوب پڑھنا اولیٰ اور مختار ہے۔ لیکن الزانیۃ والزانی کے بعد فاجلدوا امر کا صیغہ ہے مگر اس کے باوجود منصوب نہیں اور قراء سبعہ کا اس کے مرفوع ہونے پر اتفاق ہے، تو اس سے آپ کا قانون ناقص ہو گیا۔

جواب:۔ اس کے دو جواب دیے ہیں ایک مبرد نے اور دوسرا سیبویہ نے۔

مبرد:۔ مبرد فرماتے ہیں کہ الزانية والزانی ما اضمر عاملہ کے قبیل سے ہی نہیں اس لئے کہ یہاں فاجلدوا میں فاء جزائیہ ہے یعنی الزانية والزانی شرط ہے اور فاجلدوا جزاء ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ الزانية میں الف لام بمعنی الذی کے ہے یہ صلہ موصول معطوف معطوف علیہ مبتدا بمعنی شرط کے ہے اور فاجلدوا خبر بمعنی جزاء ہے، تو یہاں جو فاء ہے یہ فاء جزائیہ ہے اور اس کے بارے میں یہ قاعدہ ہے کہ فاء کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا، یعنی فاء کے مابعد کو مقدم کر کے اسم پر مسلط نہیں کر سکتے جبکہ ما اضمر میں تو یہ شرط تھی کہ اس فعل کو اسم پر مسلط کر سکتے ہوں۔ تو اس سے معلوم ہو گیا کہ الزانية والزانی ما اضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں ہے۔

سیبویہ:۔ سیبویہ فرماتے ہیں یہ ما اضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں، کیونکہ یہ اصل میں دو جملے ہیں (۱) الزانیۃ والزانی اور (۲) فاجلدوا۔ اور دونوں کی تقدیری عبارت یہ ہے

کہ (۱) حکم الزانیۃ والزانی فیما یتلیٰ علیکم بعد (۲) اِنْ ثبت زناھما فاجلدوا۔ اب اگر ہم یہاں فعل کو اسم پر مسلط کردیں تو ایک جملے کے جزء کا دوسرے جملے کے جزء پر عمل کرنا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں۔

والافالمختار النصب

یعنی اگر فاء جزائیہ بھی نہ ہو اور آیت کے دو جملے الگ الگ بھی نہ ہوں تو اس صورت میں نصب پڑھنا اولیٰ اور مختار ہوگا، لیکن چونکہ قراء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ مرفوع ہے تو معلوم ہوگیا کہ یہاں یا تو فاء بمعنیٰ شرط کے ہے جیسا کہ مبرد صاحب کا قول ہے اور یا یہ دو جملے ہیں جیسا کہ سیبویہ کا قول ہے ورنہ نصب پڑھنے کی صورت میں اختلاف قراء لازم آئے گا۔

الرابع "التحذیر"

مفعول بہ کے فعل کو وجوباً حذف کرنے کی چوتھی اور آخری صورت یہ ہے کہ تحذیر ہو اور یہاں فعل کو حذف کرنے کی وجہ تنگی مقام اور قلتِ فرصت ہے۔

تحذیر کے معنیٰ ڈرانے کے آتے ہیں جس کو ڈرایا جائے اس کو محذَّر اور جو ڈرانے والا ہو اسے محذِّر اور جس چیز سے ڈرایا جائے اسے محذَّر منه کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے تحذیر اس اسم کو کہتے ہیں جو تقدیرُ اِتَّقِ یا بَعِّدْ کا معمول یعنی مفعول ہو چاہے اسم حقیقی ہو یا تاویلی ہو۔

امثلہ: ایَّاک والاسد ای بعِّد نفسک والاسد ۔ یہ وہ مثال ہے جس میں محذَّ رمنہ اسم حقیقی ہے۔ ایاک وان تحذف ای بعِّد نفسک من حذف الارنب یعنی اپنے آپ کو لکڑی سے خرگوش کو مارنے سے بچا۔ یہاں محذَّ رمنہ اسم تاویلی یعنی حکمی ہے کیونکہ یہاں تحذف تو فعل ہے مگر اَن نے آکر بتاویل مصدر اس کو محذَّ رمنہ بنادیا ہے۔ الطریق الطریق: یہ وہ مثال ہے جہاں محذَّ رمنہ کو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔

وتقول اياك من الاسد

محذرمنہ کی باعتبار استعمال کے آٹھ صورتیں بنتی ہیں۔

وجہ حصر:۔ وجہ حصر یہ ہے کہ محذرمنہ تحقیقی ہوگا یا تاویلی ہوگا، پھر یہ من کے ساتھ مستعمل ہوگا یا واؤ کے ساتھ، پھر واؤ اور من مذکور ہوں گے یا محذوف ہوں گے۔ یہ کل آٹھ صورتیں ہوگئیں ان میں تین صورتیں ممتنع ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ واؤ کا حذف کرنا چاہے محذرمنہ (۱) تحقیقی ہو یا (۲) تاویلی اور (۳) من کا حذف کرنا جبکہ محذرمنہ تحقیقی ہو۔ یہ تین صورتیں عدم جواز کی ہوگئیں بقیہ جائز ہیں۔ تفصیل نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

محذرمنہ کی حالت	طریقہ استعمال	مثال	حکم
اسم حقیقی ہو	مِن مذکور ہو	ایّاک من الاسد	جائز
ایضاً	مِن محذوف ہو	ایاک الاسد	ناجائز
ایضاً	واؤ مذکور ہو	ایاک والاسد	جائز
ایضاً	واؤ محذوف ہو	ایاک الاسد	ناجائز
تاویلی ہو	مِن مذکور ہو	ایاک من ان تحذف	جائز
ایضاً	مِن محذوف ہو	ایاک ان تحذف	جائز
ایضاً	واؤ مذکور ہو	ایاک وان تحذف	جائز
ایضاً	واؤ محذوف ہو	ایاک ان تحذف	ناجائز

المفعول فيه هومافعل فيه فعل مذكور من زمان اومكان

مفعول فیہ وہ زمان یا مکان ہے جس میں فعلِ مذکور کیا جائے۔ یہاں زمان اور مکان سے مفعول فیہ کی دوقسموں کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ مفعول فیہ زمانیہ اور مکانیہ جس کو بالفاظِ

دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مفعول فیہ کوظرف بھی کہتے ہیں اور ظرف کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ظرفِ مکان (۲) ظرفِ زمان۔

فوائدِ قیود:۔ مفعول فیہ کی تعریف میں **ھُوَ مَا فُعِلَ** جنس ہے اس میں دوسرے مفاعیل بھی داخل ہوتے ہیں لیکن **فعلٌ مذکورٌ** سے ہر اس ترکیب کو خارج کردیا جس میں فعلِ مذکور نہ ہو جیسے **یوم الجمعة یوم طیبٌ**

وشرط نصبه تقدیر فی

مفعول فیہ کے منصوب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ فی مقدر ہو، کیونکہ ''فی'' اگر لفظوں میں مذکور ہو تو مجرور ہوگا، ظرفِ زمان اور ظرفِ مکان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱) محدود۔ (۲) مبہم۔ ظرفِ مکان وزمان محدود جو کسی متعین مکان وزمان پر دلالت کرے اور مبہم وہ ہے جو غیر معین مکان وزمان پر دلالت کرے۔ ظرفِ زمان مبہم جیسے **دھر** اور **حین** اور محدود جیسے **یوم**، **شھر**، **سنة** وغیرہ۔ ظرفِ مکان مبہم کی مثال جیسے **جھاتِ ستہ** یعنی **تحت**، **فوق**، **خلف**، **قدام**، **یمین**، **شمال** اور محدود جیسے **سوق**، **دار** وغیرہ۔

ظروفِ زمان مبہم اور محدود دونوں تقدیر ''فی'' کو قبول کرتے ہیں، ظرفِ زمان مبہم تو اس لئے کہ وہ فعل کے مفہوم کا جزء ہوتا ہے اور یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جب جزءِ فعل کو اس سے علیحدہ کرتے ہیں تو وہ بلاواسطہ حرفِ جر کے منصوب ہوتا ہے جیسے مفعول مطلق لہٰذا ظرفِ زمان مبہم بھی تقدیرِ فی کو قبول کرے گا اور منصوب ہوگا۔ اور ظرفِ زمان محدود کو ظرفِ زمان مبہم پر محمول کرتے ہیں کیونکہ زمانہ کے اعتبار سے دونوں مشترک ہیں۔

ظرفِ مکان مبہم بھی تقدیرِ ''فی'' کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کی ظرفِ زمان مبہم کے ساتھ ابہامیت میں مشابہت ہے، یعنی ابہام میں دونوں شریک ہیں۔ ظرفِ مکان محدود تقدیرِ ''فی'' کو قبول نہیں کرتا اس لئے کہ وہاں ''فی'' کو ظاہر کیا جاتا ہے، اور یہ مجرور ہوتا ہے

اور یہاں تقدیرًا فی اس لئے نہیں آتا کہ ظرفِ مکان محدود کی ظرفِ زمان مبہم کے ساتھ کسی چیز میں بھی مشابہت نہیں پائی جاتی ،البتہ زمان محدود اور مکان مبہم کے ساتھ مشابہت تو ہے مگر یہ خود دوسرے کی مشابہت کی وجہ سے تقدیرِ فی کو قبول کرتے ہیں ،لہذا ان کی مشابہت کی وجہ سے ظرفِ مکان محدود میں فی مقدر نہیں کیا جائے گا بلکہ ظاہر کیا جائے گا۔

امثلہ:۔ ظرفِ زمان مبہم جیسے سافرتُ دهرًا ۔ظرفِ زمان محدود جیسے صمتُ یوماً ۔ ظرفِ مکان مبہم جیسے جلستُ فوقکَ۔ظرفِ مکان محدود جیسے ذهبتُ الی السُّوقِ۔

وحمل علیه عند ولدٰی وشبهها لابهامها

عند،لدٰی ،دون اورسوٰی یہ اگرچہ ظرفِ زمان مبہم میں سے نہیں مگر چونکہ ان کے نفس میں ابہام پایا جاتا ہے اس وجہ سے ان کو ظرفِ زمان مبہم پر محمول کر کے ان میں تقدیرًا ''فی'' مانتے ہیں اور منصوب پڑھتے ہیں جیسے جلستُ عندک۔

ولفظ مکان لکثرته

اور لفظِ مکان کو جہاتِ ستہ پر محمول کرتے ہوئے اس میں بھی تقدیرِ ''فی'' مان کر منصوب پڑھتے ہیں یہ اس لئے کہ لفظِ مکان کلامِ عرب میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے ۔جیسے جلستُ مکانک۔

ومابعد دخلت علی الاصح

(دخلت سے ہر وہ فعل مراد ہے جس کا مفعول فیہ مفعول بہ کے مشابہ ہو) دخلت کے مابعد کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے مکان مبہم پر محمول کرتے ہیں صحیح قول کے مطابق ۔''علی الاصح'' سے مصنفؒ نے ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اختلاف:۔ بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہوتا ہے اور وہ حضرات اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ جس طرح فعل متعدی اپنے مابعد کو ملائے بغیر مکمل نہیں ہوتا اسی

طرح دخلت بھی اپنے مابعد کو ملائے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور مفعول فیہ کا درجہ مفعول بہ کے بعد ہوتا ہے، لہٰذا دخلت الدار میں الدار مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں۔

جمہور نحاۃ کے نزدیک دخلت کا مابعد مفعول فیہ ہوتا ہے۔

دلیل نمبر (۱) ہر وہ فعل جس کا مصدر فعولٌ کے وزن پر ہو وہ لازم ہوتا ہے، تو دخلت کا مصدر دخولٌ بروزنِ فعولٌ کے ہے تو معلوم ہوا کہ یہ فعل متعدی نہیں بلکہ لازمی ہے اور فعل لازم مفعول بہ کو نہیں چاہتا۔

دلیل نمبر (۲) دوسری دلیل جمہور نحاۃ کی یہ ہے کہ اگر ہم اس کو مفعول فیہ نہ بھی مانیں تب بھی یہ مفعول بہ نہیں بن سکتا کیونکہ مفعول بہ پر جب لفظِ فی کو داخل کیا جائے تو اس کے معنیٰ تبدیل ہو جاتے ہیں، جیسے ضربتُ زیدًا سے ضربتُ فی زیدٍ لیکن دخلت میں فی کو داخل کرنے کے باوجود اس کے معنی خراب نہیں ہوتے بلکہ درست ہوتے ہیں جیسے دخلتُ الدار سے دَخَلْتُ فی الدَّارِ۔

دلیل نمبر (۳) جمہور نحاۃ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اس دخلت کے مقارن جو الفاظ ہیں جیسے نزلت، سکنت وغیرہ جب ان کا مابعد مفعول فیہ ہوتا ہے تو اس کا مابعد بھی مفعول فیہ ہوگا باقی بعض نحاۃ نے جو دلیل پیش کی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قانون کہ مفعول فیہ کا درجہ مفعول بہ کے بعد آتا ہے یہ فعل متعدی کا ہے لازمی کا نہیں جبکہ دخلت فعل لازم ہے۔

وينصب بعامل مضمر

مفعول فیہ کبھی کبھی عاملِ مضمر کی وجہ سے بھی منصوب ہوتا ہے بلا شرط تفسیر کے۔ یعنی کبھی کبھی مفعول فیہ کے فعل کو حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے کوئی سوال کرے متیٰ سِرْتَ تو اس کے جواب میں کہہ دے یومَ الجمعة تو اصل میں یہاں عبارت یوں ہے سرتُ یومَ الجمعة.

وعلیٰ شریطة التفسیر

عاملِ مضمر سے بشرطِ تفسیر بھی مفعول فیہ منصوب ہوتا ہے جیسے یوم الجمعة صمت فیه یہ عبارت اصل میں یوں تھی صمت یوم الجمعة صمت فیه اور مفعول فیہ میں بھی اعراب کی ان پانچوں صورتوں کا اعتبار ہوتا ہے جن کا مفعول بہ میں ہوتا تھا۔ مثلاً

(۱) رفع مختار جیسے یومُ الجمعة صمت فیه۔

(۲) نصب مختار جیسے أیومَ الجمعة صمت فیه۔

(۳) وجوب رفع جیسے أیومُ الجمعة صیم فیه۔

(۴) وجوب نصب جیسے الّایومَ الجمعة صمت فیه۔

(۵) تساوی الطرفین جیسے زیدٌصام ویومَ ُالجمعة صمت فیه.

المفعول لهٗ هومافعل لاجله فعل مذکورٌ

مفعول لہٗ وہ اسم ہے جس کے حصول کے لئے یا جس کے پائے جانے کے سبب سے فعل مذکور کیا ہو، جس کے حصول کے لئے کیا ہو جیسے ضربته تادیباً یہاں ادب کے حصول کے لئے فعلِ ضرب کیا گیا ہے اور جس کے پائے جانے کے سبب سے فعلِ مذکور کیا ہو جیسے قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جبناً یعنی بزدلی پائے جانے کی وجہ سے جنگ میں نہیں گیا۔

فوائدِ قیود:۔ تعریف میں ما جنس ہے تمام مفاعیل کو شامل ہے لیکن جب لاجله کہہ دیا تو اس سے دوسرے تمام مفاعیل خارج ہو گئے۔

خلافاًللزجاجؒ فانه عندهٗ مصدر

علامہ زجاج کے نزدیک مفعول لہٗ کوئی مستقل مفعول نہیں بلکہ مفعول مطلق ہی ہے پس زجاج کے نزدیک ضربته تادیباً کے معنیٰ اَدَّبْتُ بالضرب تادیباً کے ہیں لیکن جمہور نحاۃ کے نزدیک مفعول لہٗ الگ اور مستقل مفعول ہے۔ غور کیا جائے تو علامہ زجاج کا مذہب

ضعیف ہے، کیونکہ علامہ زجاج یہاں تاویل کرتے ہیں کہ ضربتهٗ تادیباً ، ادبت تادیبا بالضرب کے معنی میں ہے، تو یہ بات تو واضح ہے کہ ایک نوع میں تاویل کر کے دوسری نوع میں داخل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اول، ثانی کا عین ہو جائے ورنہ تو تاویل سے حال بھی مفعول فیہ بن جاتا ہے جیسے رأیت زیداً راکباً کو تاویل کر کے رأیت زیداً فی وقت الرکوب کہہ سکتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ مفعول لہٗ علت کے لئے آتا ہے جب کہ مفعول مطلق اس معنیٰ سے خالی ہے۔

وشرط نصبه تقدير اللام

مفعول لہٗ کے منصوب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہاں لام تقدیراً ہو کیونکہ لام اگر لفظوں میں موجود ہو تو وہ اسم مجرور ہوگا۔

وانما يجوز حذفها اذا كان فعلاً لفاعل الفعل المعلل به ومقارناً له فى الوجود

مفعول لہٗ سے لام کو حذف کرنے کیلئے تین شرائط ہیں۔

شرائط: (۱) مفعول لہٗ اثر ہو عین نہ ہو جیسے جئتک للسمن تو یہاں سمن سے لام کو حذف نہیں کر سکتے کیونکہ لام سمن پر داخل ہے جو کہ عین ہے۔

(۲) مفعول لہٗ اور اس فعل معلل بہ کا فاعل ایک ہو جیسے جئتک لمجیک ایای یہاں مفعول لہٗ اور فعل معلل بہ کا فاعل ایک نہیں لہذا یہاں مجیک سے لام کو حذف نہیں کر سکتے کیونکہ جئتک کا فاعل متکلم ہے اور مجیک میں مخاطب ، اس لئے مجیک سے لام حذف کرنا درست نہیں۔

(۳) وجود کے اعتبار سے فعل معلل بہ، مفعول لہٗ کا مقارن ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو اگرچہ اعتباری فرق بھی ہو جیسے اکرمتک الیوم لوعدی بذلک امس، یہاں

لوعدی سے لام کو حذف نہیں کیا جائے گا کیونکہ دونوں کا زمانہ ایک نہیں۔

مطابقی کی مثال جیسے ضربتہ تادیباً، یہاں تادیب اثر ہے عین نہیں اسی طرح ضرب اورتادیب دونوں کا فاعل ایک ہے اوردونوں کا زمانہ بھی ایک ہے اگرچہ اعتباری فرق بھی ہے وہ اس طرح کہ پہلے ضرب ہوگی پھر تادیب حاصل ہوگی۔

فائدہ:۔ فعل معلل بہ اس فعل کو کہتے ہیں جس سے مفعول لہٗ واقع ہو۔ مثلاً ضربتہ تادیباً میں ضربت فعل معلل بہ ہے۔

المفعول معهٗ هومذكور بعد الواو لمصاحبة معمول فعل لفظاً اومعناً

مفعول معہ وہ اسم ہے جوایسی واؤ کے بعد واقع ہو جومَعَ کے معنیٰ میں ہو، تاکہ فعل کے معمول کا مصاحب اور شریک ہو، چاہے فعل کا معمول فاعل ہو یا مفعول۔

فاعل کی مثال جیسے جاء البرد والجبات یہاں البرد معمول ہے جوکہ فاعل ہے اور پھر واؤ کے بعد جبات کو ذکر کیا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ سردی اور جبات ایک ساتھ آئے ہیں۔ مفعول کی مثال جیسے کفاک وزیدًا درھمٌ یہاں کفاک میں کاف ضمیر معمول ہے جوکہ مفعول ہے اوراس پر زیدًا کا عطف ہے۔ یہ وہ مثال ہے جہاں مفعول معہ معمول فعل کے ساتھ زمان میں شریک ہے اورمکان کی مثال جیسے لوتركت الناقة وفصيلتها لرضعها۔

لفظاً اومعنیً: چاہے فعل لفظوں میں موجود ہو یا صرف معناً موجود ہو۔ فعل لفظی کی مثالیں اوپر گزر چکی ہیں اورفعل معنوی کی مثال جیسے مالک وزیدًا یہاں تصنع فعل محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے ماتصنع وزیدًا۔ (توزید کے ساتھ کیا کررہا ہے)

فان كان الفعل لفظاً وجاز العطف فالوجهان

اگر مفعول معہٗ کا فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف درست ہو تو وہاں معطوف میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) عطف (۲) مفعول معہ جیسے جئت انا وزيدٌ وزيدًا، تو یہاں زید پر رفع پڑھنا بھی درست ہے کیونکہ یہاں ضمیر فاعل پر اس کا عطف ہے اور زید کو منصوب پڑھنا بھی درست ہے کیونکہ مفعول معہٗ ہے اور یہاں عطف اس لئے درست ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ضمیر متصل پر کسی اسم کا عطف کرنا ہو تو وہاں ضمیر منفصل کے ذریعے ضمیر متصل کی تاکید لائی جاتی ہے، تو یہاں انا ضمیر منفصل کے ذریعہ جئتُ کی ضمیر متصل کی تاکید لائی ہے، اس لئے عطف درست ہے۔

والا تعين النصب

اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہوگا جیسے جئتُ وزيدًا، یہاں چونکہ عطف جائز نہیں اس لئے زید مفعول معہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور یہاں پر عطف اس لئے جائز نہیں کہ ضمیر متصل پر جب کسی اسم کا عطف کیا جائے تو ضمیر منفصل سے اس کی تاکید لائی جاتی ہے جب کہ یہاں تاکید نہیں ہے۔

وان كان معنىً ---- الخ

اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف ہی متعین ہوگا جیسے مالزيد وعمرو اى اىُّ شيءٍ حصل لزيدٍ وعمرو یہاں زید کو صرف مجرور ہی پڑھنا ہوگا منصوب پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ یہاں حقیقت میں دو عامل ہیں، ایک فعل جو کہ تقاضا کرتا ہے کہ زید منصوب ہو دوسرا حرفِ جر ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ زید مجرور ہو تو چونکہ حرفِ جر زید کے زیادہ قریب تھا اور دوسرا یہ کہ فعل یہاں محذوف ہے اور حرفِ جر مذکور تو چونکہ عامل مذکور بنسبت عامل محذوف کے زیادہ قوی ہوتا ہے اس لئے ہم نے حرفِ جر کو عامل بنایا اور اسم کو مجرور کر دیا۔

اب اس زید پر عطف کر کے عمرو کو مجرور ہی پڑھنا ضروری ہے مفعول معہ کی وجہ سے اس کو منصوب پڑھنا جائز نہیں۔

والاتعین النصب

اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو نصب ہی متعین ہوگا جیسے مالک وزیدا، ماشانک وعمروا ان دونوں مثالوں میں عطف جائز نہیں پہلی مثال میں اس لئے عطف جائز نہیں کہ قاعدہ ہے کہ جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کرنا ہو تو وہاں جار کا اعادہ کرنا ہوتا ہے لیکن یہاں جار کا اعادہ نہیں (جار چاہے حرفِ جر ہو یا مضاف)۔ دوسری مثال میں عطف اس لئے جائز نہیں کہ اگر عمروا کا عطف شانک کی کاف ضمیر مضاف الیہ پر کرتے ہیں تو وہی مذکورہ خرابی لازم آئے گی، اور اگر اس کا عطف شان یعنی مضاف پر کرتے ہیں تو ہمارا مقصود فوت ہو جائے گا، کیونکہ ہمارا مقصود دونوں کی شان معلوم کرنا ہے لیکن جب ہم شان پر عطف کریں گے تو ترجمہ یہ ہوگا کہ تیری شان کیا ہے اور عمرو کی ذات کیسی ہے۔

سوال:۔ مصنفؒ نے یہاں دو مثالیں کیوں دی ہیں؟

جواب:۔ اس لئے کہ مجرور چاہے حرفِ جر کے ساتھ ہو یا مضاف کے ساتھ، دونوں میں عطف کا یہی حکم ہے، تو یہاں پہلی مثال میں مجرور حرفِ جر کے ساتھ اور دوسری مثال میں مضاف کے ساتھ ہے۔

الحال مایبین ھیئۃ الفاعل اوالمفعول بہ لفظاً اومعناً

مفاعیلِ خمسہ کے بعد مصنفؒ ان کے ملحقات کو بیان فرما رہے ہیں "حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول کی ہیئت کو بیان کرے چاہے وہ فاعل اور مفعول لفظوں میں ہوں یا معنی میں" لفظوں میں ہوں کا مطلب یہ ہے کہ فاعل یا مفعول معلوم کرنے کے لئے کسی خارجی عبارت وغیرہ کی ضرورت نہ ہو بلکہ کلام کے لفظ سے ہی سمجھ میں آجائے جیسے ضربت زیدا قائماً

یہاں قائما حال ہے اس کو آپ ضربت کی ضمیر فاعل سے بھی حال بنا سکتے ہیں اور زیدًا مفعول بہ سے بھی حال بنا سکتے ہیں اور یہ دونوں یعنی فاعل اور مفعول لفظوں میں موجود ہیں یعنی سیاق وسباق اور خارجی عبارت وغیرہ ملائے بغیر معلوم ہوتے ہیں۔ زیدٌ فی الدار قائماً یہ مثال فاعل لفظی حکمی کی ہے کیونکہ یہاں قائماً ضمیر سے حال واقع ہے اور ضمیر حکماً ملفوظ شمار ہوتی ہے اس کی تقدیری عبارت زید حصل فی الدار قائما ہے اور قائما حصل کی ضمیر سے حال ہے۔ اور عامل معنوی سے حال واقع ہونے کی مثال جیسے ھٰذا زید قائما یہاں زید معناً مفعول واقع ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے کہ اشیر الیٰ زید حال کونہ قائما یہاں زید جار مجرور کے واسطے سے مفعول واقع ہے۔

فائدہ:۔ حال کی یہ تعریف کہ "جو صرف فاعل یا مفعول کی ھیئۃ کو بیان کرے" یہ صاحبِ کافیہ کا مذہب ہے ورنہ ابنِ مالک نحوی کا مذہب یہ کہ فاعل، مفعول، مبتدا، خبر اور مجرور وغیرہ سے بھی حال واقع ہو سکتی ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ اس کی مثالیں بکثرت قرآنِ پاک میں موجود ہیں تفصیل کے لئے شرح ابن عقیل (۲/۴۹۴) ملاحظہ فرمائیں۔

فوائدِ قیود:۔ حال کی تعریف میں ما جنس ہے اور ھیئۃ فصلِ اول ہے جس کی قید سے تمیز خارج ہوگئی کیونکہ تمیز ذات کو بیان کرتی ہے نہ کہ ھیئۃ کو جیسے عندی عشرون درھماً تو یہ درھماً عشرون کی ذات کو بیان کر رہا ہے نہ کہ اس کی ھیئۃ کو۔ الفاعل او المفعول، فصلِ ثانی ہے اس سے وہ ترکیب خارج ہوگئی جو ھیئۃ تو بیان کرتی ہے مگر فاعل یا مفعول کے علاوہ کسی اور کی، مثلاً مبتدا اور صفت وغیرہ کی جیسے زید ن القائم اخوک، یہاں اگرچہ القائم زید کی ھیئۃ کو بیان کر رہا ہے مگر زید نہ تو فاعل ہے اور نہ ہی مفعول بلکہ مبتدا ہے اس لئے یہ حال کی تعریف سے خارج ہو گیا۔

اعتراض:۔ آپ کی تعریف جامع نہیں ہے اس سے لقیت زیدًا راکبین کی ترکیب

خارج ہوگئی کیونکہ یہاں راکبین فاعل اور مفعول دونوں کی ھیئۃ کو بیان کر رہا ہے اور آپ نے تعریف میں فاعل یا مفعول فرمایا ہے۔

جواب:۔ ان دونوں میں مانعۃ الخلو ہے مانعۃ الجمع نہیں یعنی یہ دونوں جمع ہوسکتے ہیں لیکن جدا نہیں ہوسکتے یعنی ایسا ہوسکتا ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کی ھیئۃ کو بیان کرے لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان دونوں میں سے کسی کی ھیئۃ کو بیان نہ کرے، اگر ایسا ہو تو اس کو حال ہی نہیں کہیں گے۔

وعاملها الفعل اوشبهه او معناهٗ

حال کا عامل فعل ہوگا یا شبہ فعل یا معنیٰ فعل۔ فعل کی مثال ضربت زیدًا قائماً۔ شبہ فعل کی مثال زید ذاھب راکباً۔ معنیٰ فعل کی مثال یعنی اسمِ اشارہ اور ندا وغیرہ جیسے ھٰذا زید قائماً۔

وشرطها ان تكون نكرة وصاحبها معرفة غالباً

حال کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو یعنی حال ہمیشہ نکرہ ہوگا اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوگا اور حال کے لئے نکرہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک نکرہ اصل ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب نکرہ سے ہماری ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو معرفہ کی کیا ضرورت۔ ذوحال معرفہ اس لئے ہوگا کہ ترکیب کے اعتبار سے ذوالحال محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ معرفہ ہوتا ہے اس وجہ سے ذوالحال بھی معرفہ ہوگا۔

وارسلها العراك و مررت به وحدهٗ ونحوهٗ متأولٌ

یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے یہ کہہ دیا کہ حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے تو ہم آپ کو ایسی ترکیب بتاتے ہیں جہاں حال معرفہ ہے جیسے کہ مذکورہ عبارت میں العراک اور وحدہٗ دونوں حال واقع ہیں

اور دونوں معرفہ ہیں۔

جواب:۔ اس میں تاویل ہے اور یہ تاویل دو طرح سے ہوسکتی ہے (۱) یہ دونوں حال ہی نہیں ہیں بلکہ مفعول مطلق ہیں افعالِ محذوفہ کے لئے اور وہ اس طرح کہ یہ دونوں تعترک العراک اور ینفرد وحدہٗ کے معنی میں ہیں۔ (۲) یہ دونوں ظاہراً تو معرفہ لگ رہے ہیں لیکن حقیقت میں نکرہ ہیں وہ اس طرح کہ العراک معترکۃ کے معنی میں ہے اور العراک پر الف لام زائد ہے اور وحدہٗ منفرداً اور توحداً کے معنی میں ہے۔

وارسلها العراک یہ ایک شاعر لبید کے ایک شعر کا ٹکڑا ہے پورا شعر اس طرح ہے۔

وارسلها العراک ولم یزدھا : ولم یشفق علی نغض الدخال

ترجمہ:۔ حمار وحشی نے اپنی مادنیوں کو ایک ساتھ چھوڑ دیا اور ان کو جمع ہونے سے نہ روکا اور نہ اس بات کا خوف کیا کہ جمع ہونے کی وجہ سے سیراب نہ ہوسکیں گی۔

فان کان صاحبها نکرۃً وجب تقدیمها

پہلے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ ذوالحال اکثر معرفہ ہوگا اب فرما رہے ہیں کہ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو وہاں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاء نی رجل راکباً سے جاء نی راکباً رجلٌ کہیں گے اور یہ اس لئے کہ اگر ذوالحال پر حال کو مقدم نہ کریں تو حالتِ نصبی میں صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے رأیت رجلاً راکباً تو یہاں راکباً، رجلاً کے لئے صفت بھی بن سکتا ہے اور حال بھی، اس لئے ہم نے یہاں حال کو مقدم کردیا تاکہ التباس نہ رہے (کیونکہ صفت اپنے موصوف سے مقدم نہیں ہوتی) تو مقدم کرنے سے عبارت یوں ہوگئی رأیت راکباً رجلاً۔

ولاتتقدم علی العامل المعنوی

حال کو عاملِ معنوی پر مقدم نہیں کرسکتے، کیونکہ عاملِ معنوی ضعیف ہوتا ہے جیسے ھٰذا زیدٌ

قائماً سے قائماً ھٰذا زیدٌ نہیں کہہ سکتے۔

اعتراض:۔ہم آپ کوایسی ترکیب بتاتے ہیں جہاں حال کو عاملِ معنوی پر مقدم کیا گیا ہے جیسے زیدٌ قائماً کعمرٍ وقاعدًا یہاں قائماً جو حال واقع ہے اس کا عامل معنوی تشبیہ کا معنی ہے جو کاف تشبیہ سے سمجھ میں آیا ہے جو کہ عمرو پر داخل ہے اور قائماً کو اس سے مقدم کیا ہے

جواب:۔ ایک قاعدہ ہے کہ جب دو حال دو مختلف اسموں سے یا ایک اسم سے مختلف اعتبار سے واقع ہوں تو ضروری ہے کہ ہر حال اپنے ذوالحال سے متصل ہو ورنہ معلوم نہیں ہوگا کہ کس ذوالحال کے لئے کون سا حال ہے۔ تو یہاں قائماً زید سے حال ہے مشبہ ہونے کے اعتبار سے اور قاعداً عمرو سے حال ہے مشبہ بہ ہونے کے اعتبار سے۔

بخلاف الظرف

اگر حال کا عامل ظرف ہو تو وہاں پر حال کو عامل پر مقدم کرنے اور نہ کرنے میں اختلاف ہے

سیبویہ:۔ سیبویہ کے نزدیک جب عامل ظرف ہو تو بھی حال کو عامل پر مقدم نہیں کر سکتے، کیونکہ ظرف عامل ضعیف ہے ترتیب سے ہو تو عمل کرتا ہے ورنہ نہیں۔

اخفش :۔ اخفش فرماتے ہیں کہ اگر حال سے پہلے مبتدا ہو تو حال کو عامل ظرف پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے زیدٌ قائماً فی الدار تقدیری عبارت یوں ہے۔ زیدٌ ثبت فی الدار قائماً تو یہاں قائماً ثبت کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ اور یہ حال سے پہلے مبتداء ہونے کی شرط اس لئے لگائی تاکہ مبتدا کی وجہ سے اس کے عامل کو تقویت مل جائے اور اگر حال سے پہلے مبتدا نہ ہو تو وہاں بالاتفاق حال کی تقدیم عامل ظرف پر درست نہیں، لہٰذا قائماً زیدٌ فی الدار نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اس طرح یہاں اضمار قبل الذکر بھی لازم آتا ہے۔

ولاعلی المجرور علی الاصح

صحیح قول کے مطابق اگر ذوالحال مجرور ہوتو بھی حال کو ذوالحال پر مقدم نہیں کر سکتے، چاہے مجرور حرفِ جر کے ساتھ ہو یا اضافت کے ساتھ ہو پس مررت برجل راکباً اور جاء تنی ضاربة زید مجردًا عن الثیاب سے مررت راکباً رجل اور جاء تنی مجردًا عن الثیاب ضاربة زید کہنا جائز نہیں۔ پہلی صورت میں اس لئے حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز نہیں کہ یا تو حال کو جار اور مجرور دونوں سے مقدم کریں گے جیسے مررت راکباً برجل کہہ دیں تو یہ اس لئے جائز نہیں کہ جس طرح مجرور کی تقدیم جار پر صحیح نہیں اسی طرح مجرور کے تابع کو بھی جار پر مقدم کرنا صحیح نہیں کیونکہ (حال ذوالحال کے تابع ہوتا ہے) اور یا صرف مجرور سے مقدم کریں گے جیسے مررت براکباً رجل کہہ دیں تو یہ اس لئے جائز نہیں کہ اس صورت میں جار اور مجرور میں فصل لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں دوسری یعنی اضافت کی صورت میں جاء تنی مجردًا عن الثیاب ضاربة زید کی ترکیب اس لئے درست نہیں کہ یہاں مجردًا حال مقدم ہے زید سے جو کہ مؤخر ہے اور مجرور ہے مضاف الیہ کی بناء پر اس میں بھی وہی وجوہات ہیں جو مجرور میں گزر چکی ہیں۔

بعض کوفی:۔ بعض کوفی حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اگر ذوالحال مجرور ہو حرفِ جر کے ساتھ تو حال کو ذوالحال پر مقدم کر سکتے ہیں جیسے وما ارسلناک الا کافة للناس یہاں کافۃً حال ہے الناس سے جو کہ مجرور ہے اور مؤخر بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حال کو ذوالحال پر مقدم کر سکتے ہیں۔

جواب:۔ جمہور نحاۃ نے اس کے دو جواب دیے ہیں۔

(۱) یہ کافۃً ارسلناک کی کاف ضمیر سے حال واقع ہے، لہٰذا کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

(۲) کافۃً حال نہیں بلکہ صفت ہے مصدر محذوف کے لئے اور اصل عبارت یوں ہے کہ

وماارسلناک الا رسالة کافة للناس۔

وکل مادل علیٰ هیئة صح ان یقع حالا

اس عبارت سے مصنف جمہور کارد کرنا چاہتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حال ہمیشہ مشتق ہوگا، اگر کہیں اسمِ جامد حال واقع ہوتو اس کو تاویل کر کے مشتق کے معنی میں کردیں گے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حال ترکیبی لحاظ سے خبر ہوتا ہے اور چونکہ خبر مشتق ہوتی ہے اس لئے حال کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ بھی مشتق ہو تو مصنفؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو هیئة کو بیان کرے (چاہے مشتق ہو یا جامد) حال بن سکتی ہے جیسے هٰذا بُسرًا اطیب منه رُطباً یہ نیم پختہ کھجور زیادہ اچھی ہے اس کھجور سے جو پکی ہے، تو یہاں بُسر اور رُطب دونوں جامد ہیں لیکن حال واقع ہیں کیونکہ یہ هیئة کو بیان کرتے ہیں اور ہمارا مقصود ان سے پورا ہو جاتا ہے۔

وقدتکون جملة خبریة

حال کے لئے اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو لیکن کبھی کبھی جملہ بھی حال واقع ہوتا ہے کیونکہ حال بمنزلہ خبر کے ہوتا ہے اور خبر میں اصل یہ ہے مفرد ہو لیکن کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اس وجہ سے حال میں بھی اصل افراد ہے اور کبھی کبھی جملہ بھی ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جملہ خبریہ ہو انشائیہ نہ ہو کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ حال بمنزلہ خبر کے ہوتا ہے اور انشاء خبر نہیں ہو سکتی اس لئے جملہ انشائیہ حال نہیں بن سکتا۔

فالاسمیة بالواو

جب جملہ حال ہو سکتا ہے تو اس صورت میں حال میں پانچ احتمالات ہیں (۱) حال جملہ اسمیہ ہو۔ (۲) جملہ فعلیہ ماضی مثبت ہو (۳) ماضی منفی ہو (۴) مضارع مثبت ہو (۵) مضارع منفی ہو۔ اگر حال جملہ ہو تو اس صورت میں اس جملے میں رابطے کا ہونا ضروری ہے

کیونکہ جملہ من حیث الجملہ مستقل ہوتا ہے اور یہ رابطہ تین طرح ہوتا ہے (۱) صرف واؤ (۲) صرف ضمیر (۳) واؤ اور ضمیر دونوں۔

رابطے کی تفصیل:۔

رابطے کے اعتبار سے حال کی تین قسمیں بنتی ہیں (۱) اگر حال جملہ اسمیہ ہو تو وہاں رابطے کے لئے حرف واؤ کا لانا بھی جائز ہے لیکن واؤ اور ضمیر دونوں کا لانا افضل ہے کیونکہ جملہ اسمیہ استقلال میں زیادہ قوی ہوتا ہے تو رابطہ بھی قوی ہونا چاہیئے جیسے **جاء نی زیدٌ وابوہٗ قائمٌ** اور صرف واؤ کا لانا اس لئے درست ہے کہ واؤ کلام کے شروع میں آتا ہے اور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میرے مابعد جملے کا ماقبل کے ساتھ ربط ہے جیسے **کنت نبیّا وآدم بین المآء والطین** یہاں ربط کے لئے صرف واؤ استعمال ہوا ہے اور ربط کے لئے صرف ضمیر کا لانا ضعیف ہے اور یہ ضعیف اس وجہ سے ہے کہ ضمیر کلام کے شروع میں نہیں ہوتی جو کہ فوری طور پر ربط پر دلالت کرے جیسے **کلّمتُہٗ فوہ الی فیّ**، اور اگر کہیں ضمیر شروع میں ہو تو وہاں صرف ضمیر کا لانا بھی درست ہوگا جیسے **جاء نی زیدٌ ھو راکبٌ**۔

(۲) اگر حال جملہ فعلیہ مضارع مثبت ہو تو وہاں صرف ضمیر لائیں گے جیسے **جاء نی زید یسرع** اور یہ اس لئے کہ مضارع مثبت اسم فاعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور یہ مشابہت حرکات اور سکنات سب میں ہوتی ہے جیسے ضاربٌ اور یضرب وغیرہ تو چونکہ اسم فاعل میں صرف ضمیر کافی ہوتی ہے تو اس کی مشابہت کی وجہ سے مضارع مثبت میں بھی صرف ضمیر کافی ہوگی۔

(۳) اگر حال جملہ اسمیہ اور مضارع مثبت نہ ہو تو اس صورت میں چاہے حال مضارع منفی ہو یا ماضی مثبت یا ماضی منفی ہو تو ان تینوں صورتوں میں رابطہ تینوں طریقوں سے لا سکتے ہیں یعنی ۱۔صرف واؤ، ۲۔صرف ضمیر، ۳۔واؤ اور ضمیر دونوں، کیونکہ یہ استقلال میں قوی

نہیں ہوتا اس لئے کوئی سا بھی رابطہ ہوتو کام چل جائے گا۔

تفصیل کے لئے نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ

حال کی حالت	رابطہ	امثلہ
مضارع منفی	واؤاور ضمیر دونوں	جاء نی زیدٌ ومایتکلم غلامهٗ
ایضاً	صرف ضمیر	جاء نی زید مایتکلم غلامهٗ
ایضا	صرف واؤ	جاء نی زید ومایتکلم عمرو
ماضی مثبت	واؤاور ضمیر دونوں	جاء نی زید وقد خرج غلامهٗ
ایضا	صرف ضمیر	جاء نی زید قدخرج غلامهٗ
ایضا	صرف واؤ	جاء نی زید وقد خرج عمرٌو
ماضی منفی	واؤاور ضمیر دونوں	جاء نی زیدٌ وماخرج غلامهٗ
ایضاً	صرف ضمیر	جاء نی زیدٌ ماخرج غلامهٗ
ایضاً	صرف واؤ	جاء نی زیدٌ وماخرج عمرٌو

ولابد فی الماضی المثبت من قد ظاهرة او مقدرةً

اگر ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس کے شروع میں قَدْ کالانا ضروری ہے کیونکہ ماضی زمانہ گزشتہ پر دلالت کرتا ہے اور حال موجودہ پر تو اس وجہ سے ماضی پر قَدْ کو داخل کریں گے تاکہ یہ ماضی کو حال کے معنیٰ کے قریب کردے اور یہ قَدْ کبھی لفظوں میں مذکور ہوگا جیسے کہ مذکورہ مثالوں میں دیکھ لیا اور کبھی قَدْ مقدر ہوتا ہے جیسے اوجاء واکم حصرت صدورهم ای قَدْ حصرت صدورهم۔

سوال:۔ ماضی منفی میں قَدْ کیوں نہیں آتا؟

جواب:۔ اس لئے کہ منفی صدارتِ کلام کو چاہتی ہے اگر اس کے شروع میں قَدْ کو داخل کردیں تو اس کی صدارت فوت ہوجائے گی، اس وجہ سے ماضی منفی پر قَدْ کو داخل نہیں کرتے

ویجوز حذف العامل کقولك للمسافر راشدًا مهدیاً

قرینہ کی وجہ سے بھی حال کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے اور یہ قرینہ دو طریقوں پر ہوگا یا تو حالیہ ہوگا یا مقالیہ ہوگا، قرینہ حالیہ جیسے مسافر کو راشدامهدیا کہہ دینا اصل میں عبارت یہ ہے کہ اِذهب راشدامهدیا اور قرینہ مقالیہ جیسے کسی کے سوال کیف جئتَ کے جواب میں راکباً کہہ دینا۔

پہلی صورت میں قرینہ مسافر کا سفر کرنا ہے، اور دوسری صورت میں قرینہ سوال مذکور ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ المذکور فی السوال کالموعود فی الجواب دوسری صورت میں عبارت اس طرح ہے کہ جئت راکباً۔

ویجب فی المؤکدة مثل زید ابوك عطوفاً ای اُحقّهٗ

حال مؤکدہ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔

حالِ مؤکدہ کی تعریف:۔ حالِ مؤکدہ وہ حال ہے جو غالبًا اپنے ذوالحال سے ملی ہوئی ہو اور جدا نہ ہوتی ہو جیسے زیدٌ ابوک عطوفاً یہاں عطوفاً حال ہے اور ابوک ذوالحال ہے تو عطوفاً کے معنی مہربان کے آتے ہیں اور یہ مہربانی اکثر باپ سے جدا نہیں ہوتی یعنی باپ جو بھی ہوتا ہے مہربان ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عطوفاً حالِ مؤکدہ ہے اور یہاں فعل کو حذف کیا گیا ہے جو کہ احقہٗ ہے اور یہاں فعل کو حذف اس لئے کرتے ہیں کہ یہاں عطوفاً کا منصوب ہونا اس کے حذف پر دال اور قرینہ ہے۔

وشرطها ان تكون مقررةً لمضمون جملةٍ اسميةٍ

حالِ مؤکدہ کے عامل کو حذف کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کو ثابت کردے جیسے زیدٌ ابوک عطوفا میں زید ابوک جملہ اسمیہ ہے اور اس کے کہنے سے ہی بطورِ استلزام کے یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ زید یعنی تمہارا باپ تم پر مہربان ہے تو مہربان ہونے کے معنی بطورِ استلزام کے معلوم ہو ہی گئے تھے اور عطوفا کے معنی بھی مہربان ہونے کے ہیں۔ تو اس نے پہلے والے معنی ہی کو ثابت کیا ہے اس کے علاوہ کو نہیں۔

فوائد قیود:۔ اس عبارت میں مضمونِ جملة فصلِ اول ہے اس سے وہ حال خارج ہوگیا جو پورے جملے کی نہیں بلکہ جزء جملہ کی تاکید ہو جیسے انّا ارسلنک للناس رسولاً یہاں اگرچہ رسولاً حالِ مؤکدہ ہے لیکن اس نے پورے جملے کی تاکید نہیں کی ہے بلکہ صرف رسالت کی تاکید کی ہے حالانکہ مضمونِ جملہ صرف رسالت نہیں بلک ارسال اللہ ہے۔ اسمية فصلِ ثانی ہے اس سے وہ حال خارج ہوگیا جو جملہ اسمیہ کی تاکید نہ کرے بلکہ جملہ فعلیہ کی تاکید کرے جیسے شهد الله انّهٗ لااله الا هو والملئكة واولو العلم قائماً بالقسط یہاں قائماً بالقسط اگرچہ حالِ مؤکدہ ہے لیکن یہ جملہ فعلیہ کے مضمون کی تاکید بیان کررہا ہے نہ کہ جملہ اسمیہ کی، کیونکہ شهد الله الخ جملہ فعلیہ ہے اور ہم نے عامل کو حذف کرنے کے لئے شرط یہ لگائی ہے کہ جملہ اسمیہ کی تاکید کررہی ہو، ان مذکورہ شرائط کے فوت ہوجانے کی وجہ سے مذکورہ دونوں جگہوں پر حال کے عامل کو حذف نہیں کریں گے۔

التميز: مايرفع الابهام المستقر عن ذات مذكورة او مقدرة

تمیز وہ اسم ہے جو ذاتِ مذکورہ یا مقدرہ سے اس ابہام کو دور کردے جو معنیٰ موضوع لہٗ میں راسخ ہوچکا ہو۔

فوائد قیود:۔ مذکورہ عبارت میں لفظِ ما جنس ہے اور يرفع الابهام فصلِ اول ہے

اس سے بدل کو خارج کر دیا کیونکہ بدل مبدل منہ سے ابہام دور کرنے کے لئے نہیں بلکہ ترکِ مبہم اور ایرادِ معین کے لئے آتا ہے جیسے جاء نی زید عمرو تو یہاں عمرو نے آکر بتایا کہ حکم یعنی جاء سے مراد صرف عمرو ہے زید نہیں، یہاں عمرو، زید سے ابہام کو دور کرنے کے لئے نہیں آیا۔ المستقر فصلِ ثانی ہے اس سے مشترک کی صفت وغیرہ کو نکال دیا جیسے رأیت عینا جاریۃً یہاں لفظِ عین مشترک ہے اور جاریۃ نے اس سے ابہام کو دور کیا ہے لیکن عین میں جو ابہام ہے یہ اس کے معنی موضوع لہٗ یعنی وضع میں نہیں بلکہ تعدّد موضوع لہٗ کے اعتبار سے ابہام ہے۔ عن ذات فصلِ ثالث ہے اس سے حال اور صفت خارج ہو گئے کیونکہ حال اور صفت وصف کے ابہام کو دور کرتے ہیں نہ کہ ذات کے ابہام کو جیسے کوئی یوں کہے جاء نی زیدٌ راکباً اب یہاں زید کا آنا تو معلوم ہو گیا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہوا کہ زید کا آنا کس صفت میں ہے یعنی اس میں ابہام ہے کہ آیا زید پیدل آیا ہے یا سوار ہو کر تو راکباً کہنے سے یہ ابہام دور ہو گیا کہ زید سوار ہو کر آیا ہے نہ کہ پیدل، اسی طرح صفت بھی جیسے جاء نی رجل عالمٌ۔

تمیز کی قسمیں: تمیز کی دو قسمیں ہیں۔

تمیز کی تعریف میں مصنفؒ نے مذکورۃ اور مقدرۃ کہہ کر تمیز کی دو قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۱) تمیز ذاتِ مذکورہ سے ابہام کو دور کرے جیسے عندی رطل زیتاً یہاں زیتاً نے رطل سے ابہام کو دور کیا ہے اور رطل مذکور ہے۔

(۲) تمیز ذاتِ مقدرہ سے ابہام کو دور کرے جیسے طابَ زیدٌ نفساً یہاں نفساً تمیز ہے جس نے ذاتِ مقدرہ سے ابہام کو دور کیا ہے اور وہ ذاتِ مقدرہ شئی ہے اصل عبارت یوں ہے طاب شیء منسوب الی زید نفساً۔

فالاول عن مفرد مقدار غالباً امافی عدد ..... وامافی غیره

تمیز کی پہلی قسم جو ذاتِ مذکورہ سے ابہام کو دور کرے یہ اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے۔ مفرد سے مراد یہ ہے کہ جملہ یا شبہ جملہ نہ ہو اور مقدار اس چیز کو کہتے ہیں جس سے اشیاء کا اندازہ کیا جائے، اور یہ مقدار پانچ چیزوں میں پائی جاتی ہے ① عدد میں جیسے عشرون درھماً ② وزن میں جیسے رطل زیتاً، ومنوان سمناً ③ کیل میں جیسے قفیزان برًّا ④ مساحت میں جیسے ذراع ثوباً ⑤ مقیاس میں جیسے وعلی التمرة مثلھا زبدًا۔

سوال:۔ مصنف نے اتنی ساری یعنی چار مثالیں کیوں دی ہیں؟

جواب:۔ تاکہ تمیز کا عامل (ممیز واسم تام) جن چیزوں سے تام ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ ہو جائے چنانچہ تمیز کا عامل کبھی تو تام ہوتا ہے تنوین سے جیسے رطلٌ اور کبھی نون تثنیہ سے تام ہوتا ہے جیسے منوان اور کبھی نون جمع سے جیسے عشرون اور کبھی اضافت سے تام ہوتا ہے جیسے مثلھا۔

اسم تام کی تعریف:۔ اسم تام اسے کہتے ہیں کہ اسم کا ایسی حالت میں ہونا کہ اس اسم کی اضافت نہ ہو سکے جیسا کہ ان مثالوں سے ظاہر ہے۔

اعتراض:۔ جب اسم تام کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اضافت نہ ہو سکے تو پھر الف لام کے ساتھ بھی اسم تام ہوتا ہے کیونکہ معرف باللام کی اضافت نہیں ہو سکتی تو اس کو یہاں کیوں نہیں ذکر کیا؟

جواب:۔ یہاں اسم تام سے وہ اسم مراد ہے جو تمیز کو نصب دے سکے تو الف لام کے ساتھ اسم تام تو ہوتا ہے لیکن تمیز کو نصب نہیں دے سکتا۔

تفصیل مقام:۔ اسم جب ان مذکورہ اشیاء کے ساتھ تام ہوگا تو اس کی مشابہت فعل کے

ساتھ ہوگی تو جس طرح فعل اپنے فاعل سے تمام ہوتا ہے اسی طرح یہ اسم بھی ان مذکورہ اشیاء سے تام ہوتا ہے تو یہ اشیاء بمنزلہ فاعل کے ہوئیں اور تمیز بمنزلہ مفعول کے ہوئی تو جس طرح فعل اور فاعل کے بعد اسم منصوب ہوتا ہے اسی طرح تمیز بھی منصوب ہوگی بخلاف معرف باللام کے کہ اس میں الف لام چونکہ اسم کے اول میں ہوتا ہے اس وجہ سے فعل اور فاعل کے ساتھ مشابہت نہیں ہوئی جب مشابہت نہیں ہوئی تو اسم کو نصب نہیں دے گا، اس لئے مصنف نے معرف باللام کو ذکر نہیں کیا۔

فیفرد ان کان جنسا الاان یقصد الانواع

اگر تمیز جنس ہو تو اس صورت میں تمیز کو ہمیشہ مفرد لائیں گے چاہے ممیز مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع کیونکہ جنس کا اطلاق کثیر اور قلیل سب پر ہوتا ہے جیسے عندی رطل زیتاً، رطلان زیتاً، ارطال زیتاً۔ ہاں اگر اس جنس سے انواع کا قصد کیا جائے یعنی مافوق الواحد مراد لیا جائے تو اس صورت میں تمیز ممیز کے موافق آئے گی یعنی مفرد کے لئے مفرد، تثنیہ کے لئے تثنیہ اور جمع کے لئے جمع تمیز لائی جائے گی جیسے عندی رطل زیتاً، رطلان زیتین، ارطال زیوتاً۔

ویجمع فی غیرہ

اگر تمیز جنس نہ ہو تو تمیز کو جمع لے کر آئیں گے، یہاں جمع سے مراد جمع لغوی ہے، یعنی مافوق الواحد مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ تمیز کے جنس نہ ہونے کی صورت میں اس کو ممیز کے موافق لائیں گے جیسے عندی عدل ثوبا او ثوبین او اثوابا۔ (ثوب جنس نہیں اس لئے مفرد، تثنیہ اور جمع آیا ہے)

....

ثم ان كان بتنوين اوبنون التثنية جازت الاضافة

اگر یہ ممیّز یعنی مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ تام ہو تو اس کی اضافت تمیز کی طرف جائز ہے، لیکن اس صورت میں تنوین اور نون تثنیہ کو گرادیا جائے گا جیسے عندی رطلٌ زیتاو منوان سمنا سے رطل زیتٍ ومنوا سمنٍ

والافلا

اگر اسم تام ہو نون جمع یا اضافت کے ساتھ تو اس صورت میں اضافت جائز نہیں، نون جمع میں اضافت اس لئے جائز نہیں کہ اگر اضافت کریں گے تو نون جمع گر جائیگا اور نون جمع کی طرح ملحقات جمع وغیرہ یعنی عشرون وغیرہ سے بھی نون گرانا پڑے گا (کیونکہ دونوں کا حکم ایک ہے) جبکہ عشرون وغیرہ کا نون اصلی ہے اس کا گرانا جائز نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں التباس لازم آئے گا کہ اس کی اضافت تمیز کی طرف ہے یا غیر کی طرف کیونکہ اس اسم تام کی اضافت غیر تمیز کی طرف بھی جائز ہے پس **عندی عشرون درهما** سے **عشرون درهم** کہنا جائز نہیں، اور اگر اسم اضافت کے ساتھ تام ہو تو اس صورت میں اضافت اس لئے جائز نہیں کہ اس میں اضافت تو پہلے سے موجود ہے، اب دوسری اضافت کریں گے تو ایک اسم کی دو اسموں کی طرف اضافت لازم آئے گی جو کہ درست نہیں۔

وعن غير مقدارٍ مثل خاتم حديدًا والخفض اكثر

اس کا عطف عن مفرد مقدار پر ہے یعنی تمیز کبھی تو مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اور کبھی اس مفرد سے ابہام کو دور کرتی ہے جو غیر مقدار ہو یعنی عدد اور وزن وغیرہ نہ ہو جیسے خاتم حدیدًا یعنی وہ تمیز جو ذاتِ مذکورہ سے ابہام کو دور کرے اور غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے، اور یہ تمیز اکثر مجرور ہوتی ہے کیونکہ اس میں ممیّز کی اضافت تمیز کی طرف کی جاتی ہے جیسے خاتم حدیدٍ یہاں خاتم مفرد ہے یعنی جملہ نہیں اور غیر مقدار ہے یعنی نہ تو عدد ہے

اور نہ ہی وزن ہے اور اس کی اضافت حدید کی طرف ہوئی ہے اس لئے حدید مجرور ہے۔

والثانی عن نسبة فی جملة اوماضاهاها

تمیز کی دوسری قسم وہ ہے جو نسبت سے ابہام کو دور کرے

اعتراض:۔ آپ نے پہلے تمیز کی دوسری قسم بتائی تھی جو ذاتِ مقدرہ سے ابہام کو دور کرے اور اب بتا رہے ہیں کہ نسبت سے ابہام کو دور کرے۔

جواب:۔ نسبت سے ابہام کو دور کرنے سے ذاتِ مقدرہ سے بھی ابہام دور ہو جاتا ہے کیونکہ نسبت طرفین سے ہوتی ہے اور ذاتِ مقدرہ طرفِ واحد ہے، اور طرفین سے ابہام کو دور کرنا مستلزم ہے طرفِ واحد سے ابہام کے دور کرنے کو۔

فی جملة اوماضاهاها۔۔۔او فی اضافة

تمیز یا تو ابہام دور کرے گی جملہ سے یا شبہ جملہ سے یا اضافت سے، جیسے جملہ کی مثال طاب زیدٌ نفساً، شبہ جملہ کی مثال جیسے زید طیب اباوابوة ودارًا وعلماً، اضافت کی مثال جیسے یعجبنی طیبه نفساً۔

سوال:۔ مصنف نے اباً، ابوة، نفساً، دارًا اور علماً پانچ مثالیں کیوں دی ہیں؟

جواب:۔ مصنف ان مثالوں سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ تمیز کی باعتبار منصب عنہٗ (ممیّز) کے پانچ قسمیں ہیں۔

وجہ حصر:۔ تمیز کا حمل منصب عنہٗ پر بالذات ہوگا یا نہیں، اگر بالذات ہو تو دو صورتیں ہیں (۱) اس میں غیر کا احتمال ہوگا جیسے طاب زیدٌ اباً (۲) یا نہیں جیسے طاب زیدٌ نفساً، اگر حمل بالذات نہ ہو تو بھی دو صورتیں ہیں تمیز کا منصب عنہٗ کے لئے صفت بننا درست ہوگا یا نہیں اگر صفت بننا درست ہو تو پھر (۳) غیر کا احتمال ہوگا جیسے طاب زیدٌ ابوة یا

(۴)نہیں ہوگا جیسے طاب زیدٌ علماً (۵) اور اگر تمیز کا منصب عنہ کے لئے صفت بنانا درست نہ ہوتو اس کی مثال جیسے طاب زیدٌ دارًا۔

وللّٰہ درُّہٗ فارساً

''اللہ ہی کے لئے ہے اس کی خیرِ کثیر باعتبار شہسوار ہونے کے''

بعض نحویوں کا کہنا ہے کہ تمیز کے لئے جامد ہونا ضروری ہے اگر مشتق ہو تو اس کو حال بنادیں گے تو مصنفؒ اس عبارت سے ان نحویوں پر رد کرنا چاہتے ہیں، تو فرماتے ہیں کہ تمیز کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ جامد ہو بلکہ ہر وہ اسم جو ابہام کو دور کرے اس کو تمیز بنانا درست ہے چاہے وہ اسم مشتق ہو یا جامد جیسے مذکورہ عبارت میں فارساً تمیز واقع ہے، حالانکہ یہ فَرَاست یا فِرَاست سے مشتق ہے۔

ثم ان کان اسماً یصح جعلہٗ الخ

اگر تمیز ایسا اسم (یعنی ذات ہو وصف نہ) ہو جس کا حمل منصب عنہٗ پر درست ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں۔(۱) اس کو منصب عنہٗ کے لئے تمیز بنایا جائے (۲) منصب عنہ کے متعلق کے لئے تمیز بنایا جائے جیسے طاب زیدٌ اباً تو یہاں پہلی صورت کے اعتبار سے ترجمہ ہوگا ''زید اچھا ہے باعتبار باپ ہونے کے'' اور دوسری صورت کے اعتبار سے ترجمہ ہوگا ''زید اچھا ہے اپنے باپ کے اعتبار سے'' (یعنی باعتبار بیٹا ہونے کے) یہاں پہلی صورت میں اباً زید کے لئے تمیز ہے اور دوسری صورت میں اس کے متعلق کے لئے یعنی زید کے باپ کے لئے۔

والا فھو لمتعلقہٖ فیطابق فیھما ماقصد

اگر تمیز کا حمل منصب عنہ پر درست نہ ہو تو اس صورت میں اس تمیز کو منصب عنہ کے متعلق کے لئے خاص کردیں گے جیسے طاب زیدٌ دارًا یہاں دارًا تمیز ہے زید کے متعلق کے

لئے نہ کہ عین زید کے لئے کیونکہ ہم زیدٌ دارٌ نہیں کہہ سکتے اور ان دونوں صورتوں میں (یعنی تمیز کا منصب عنہ پر حمل درست ہو یا نہیں) تمیز کو ممیّز کے موافق لائیں گے جیسے طاب زیدٌ اباً والزیدان ابوین والزیدون آباء وغیرہ۔

الااذاکان جنساً

ہاں اگر ان مذکورہ دونوں صورتوں میں تمیز جنس ہو تو وہاں تمیز کو ہمیشہ مفرد لائیں گے کیونکہ جنس کا اطلاق قلیل وکثیر سب پر ہوتا ہے جیسے طاب زیدٌ علماً والزیدان علماً والزیدون علماً

الاان یقصد الانواع

لیکن اگر تمیز جنس تو ہے مگر اس سے انواع کا قصد کیا جائے تو تمیز، ممیّز کے موافق آئے گی جیسے طاب الزیدان علمین والزیدون علوماً۔

وان کانت صفة کانت لهٗ وطبقه واحتملت الحال

اگر تمیز صفت (یعنی مشتق) ہو تو یہ منصب عنہ کے لئے ہی ہوگی کیونکہ صفت کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور مذکور یعنی منصب عنہ اولیٰ ہے کہ اس کو اس صفت کا موصوف بنایا جائے اور یہ تمیز اپنے منصب عنہ کے ساتھ افراد، تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث میں موافق ہوگی کیونکہ موصوف اور صفت میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اور اس صورت میں حال کا بھی احتمال ہوتا ہے جیسے طاب زیدفارساً تمیز کی صورت میں تقدیری عبارت طاب زیدٌ من حیث انهٗ فارساً اور حال کی صورت میں اصل عبارت حال کونہ فارساً ہوگی۔

ولایتقدم التمیز علی عامله

تمیز کو اپنے عامل سے مقدم نہیں کر سکتے کیونکہ تمیز کا عامل اسم تام ہوتا ہے جو کہ ضعیف عامل ہے اس لئے اگر ترتیب سے آئے تو عمل کرے گا ورنہ نہیں پس عندی عشرون درهماً

سے عندی درھماً عشرون نہیں کہہ سکتے۔

والاصح ان لایتقدم علی الفعل خلافاً للمازنی والمبرد

صحیح قول کے مطابق اگر تمیز کا عامل فعل ہو تو بھی تمیز کو اپنے عامل سے مقدم نہیں کر سکتے کیونکہ تمیز معنی فاعل ہوتی ہے اور فاعل کو فعل پر مقدم نہیں کر سکتے پس طاب زیدٌ نفساً سے نفساً طاب زیدٌ نہیں کہہ سکتے لیکن مبرد اور مازنی کے نزدیک اگر تمیز کا عامل فعل ہو تو تمیز کو عامل سے مقدم کر سکتے ہیں وہ فرماتے ہیں چونکہ عامل قوی ہے اس لئے وہ معمول میں عمل کر لیتا ہے چاہے مقدم ہو یا مؤخر۔

المستثنیٰ متصل ومنقطع

سوال:۔ مصنف رحمہ اللہ نے مستثنیٰ کی تعریف سے پہلے اس کی قسمیں ذکر کی ہیں یہ کیوں؟ پہلے تعریف کیوں نہیں ذکر کی؟

جواب:۔ مستثنیٰ کی قسموں کی تعریف سے مطلق مستثنیٰ کی تعریف سمجھ میں آجاتی تھی اس لئے مطلق مستثنیٰ کی تعریف علیحدہ سے نہیں کی۔ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں (۱) متصل (۲) منقطع

(۱) متصل:۔ **هو المخرج عن متعدد لفظاً او تقدیراً بالاّ و اخواتها**

مستثنیٰ متصل اسے کہتے ہیں جس کو الاّ اور اس کے اخوات کے ذریعے شئی متعدد سے نکالا گیا ہو چاہے وہ شئی متعدد لفظوں میں موجود جیسے جاء نی القوم الازیدًا یہاں قوم شئی متعدد ہے جو کہ لفظوں میں موجود ہے اور چاہے شئی متعدد لفظوں میں موجود نہ ہو جیسے ما جاء نی الازیدٌ یہاں شئی متعدد احدٌ ہے جو کہ محذوف ہے۔

(۲) المنقطع:۔ **المذکور بعدها غیر مخرج۔**

مستثنیٰ منقطع اسے کہتے ہیں جو الاّ اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو لیکن اس کو متعدد افراد

سے نکالا نہ گیا ہو جیسے جاء نی القوم الا حمارًا یہاں حمار الاَّ کے بعد واقع ہے لیکن قوم سے نکالا نہیں گیا ہے کیونکہ حمار پہلے سے ہی قوم میں داخل نہیں تھا۔

وھو منصوب

اعرابِ مستثنیٰ:۔ اعراب کے اعتبار سے مستثنیٰ کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) منصوب (۲) نصب جائز بدل مختار (۳) حسب عوامل (۴) مجرور

کل پانچ مقامات پر مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے (۱) مستثنیٰ الاَّ غیر صفتی کے بعد واقع ہو اور کلامِ موجب ہو جیسے جاء نی القوم الا زیداً

فائدہ:۔ الاَّ کی دو قسمیں ہیں (۱) استثنائی (۲) صفتی۔ کلامِ موجب اسے کہتے ہیں جس میں نہی، نفی، استفہام نہ ہو۔

(۲) مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ پر مقدم کیا گیا ہو جیسے ماجاء نی الازیداً احدٌ۔

(۳) مستثنیٰ منقطع اکثر نحاۃ کے نزدیک منصوب ہوتا ہے جیسے جاء القوم الاحمارًا

بنو تمیم فرماتے ہیں کہ مستثنیٰ منقطع کی دو قسمیں ہیں (۱) مستثنیٰ کو حذف کرنا جائز ہو جیسے جاء القوم الاحمارًا یہاں قوم کو حذف کرنے سے معنیٰ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، ان نحاۃ کے نزدیک اس مستثنیٰ کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ حمارٌ یہاں بدل بن جائے گا (۲) مستثنیٰ منہ کو حذف کرنا جائز نہ ہو، اس صورت میں منصوب پڑھنا لازمی ہے جیسے لا عاصمَ الیوم من امر اللہ الا من رحم ، یہاں عاصم مستثنیٰ منہ ہے جس کو حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ لائے نفی جنس کا اسم ہے اس وجہ سے اس کا حذف کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا من رحم جو کہ مستثنیٰ ہے محلاً منصوب ہوگا۔

(۴) خلا اور عدا کے بعد بھی اکثر کے نزدیک مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم خلا وعدا زیدًا بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ خلا اور عدا کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوگا، کیونکہ خلا اور عدا

حروف جارہ میں سے ہیں لیکن اکثر نحاۃ کہتے ہیں کہ ان کے بعد مستثنیٰ منصوب ہوگا کیونکہ یہ خود فعل ہیں اور ضمیر ان میں فاعل اور بعد میں آنے والا اسم منصوب ہوگا بناء پر مفعولیت۔

(۵) ماخلا، ماعدا، لیس اور لایکون کے بعد بھی مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے، ماخلا اور ماعدا کے بعد تو اس وجہ سے منصوب ہوگا کہ ان پر مَا مصدریہ داخل ہے یہ خود فعل ہیں اور ضمیر فاعل تو بعد کا اسم بناء بر مفعولیت منصوب ہوگا اور لیس اور لایکون کے بعد اس وجہ سے کہ یہ افعالِ ناقصہ میں سے ہیں اور ضمیر ان کا اسم ہے اور بعد والا اسم خبر ہوگا اور افعالِ ناقصہ کی خبر منصوب ہوتی ہے جیسے جاء نی القوم ماخلاوماعدا ولیس ولایکون زیدًا۔

(۲) ویجوز فیه النصب ویختار البدل

اگر مستثنیٰ الّا کے بعد واقع ہو اور کلامِ غیر موجب ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس صورت میں مستثنیٰ کو منصوب پڑھنا جائز ہے لیکن اس کو ماقبل سے بدل بنانا زیادہ اولیٰ ہے جیسے مافعلوہ الّا قلیلٌ الاقلیلاً یہاں مستثنیٰ کی وجہ سے منصوب ہے اور مرفوع اس وجہ سے ہے کہ فعلوا کی ضمیر فاعل سے بدل بعض ہے۔

(۳) ویعرب علیٰ حسبِ العوامل

اگر مستثنیٰ الّا کے بعد واقع ہو اور کلامِ غیر موجب ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اس صورت میں مستثنیٰ کے اعراب حسبِ عوامل ہوں گے یعنی اگر عامل رفع کا ہے تو مستثنیٰ مرفوع ہوگا نصب کا ہے تو منصوب اور اگر جر کا ہے تو مجرور ہوگا جیسے ماضربنی الازیدٌ ومارأیت الازیدًا ومامررت الابزیدٍ۔

لیفید

مستثنیٰ کے اعراب حسبِ عوامل ہونے کے لئے کلامِ غیر موجب ہونے کی شرط اس لئے لگائی ہے تاکہ کلام کے معنیٰ درست ہوں ورنہ اگر کلامِ غیر موجب نہ ہو تو معنیٰ درست نہیں ہونگے

مثلاً رأیت الازیدًا کہیں تو اس کے معنیٰ ہوں گے کہ میں نے زید کے سوا سب کو دیکھا ہے حالانکہ یہ معنیٰ درست نہیں۔

الا ان یستقیم المعنیٰ

ہاں اگر معنیٰ درست ہوں تو کلامِ موجب میں بھی ہوسکتا ہے جیسے قرأت الایوم الجمعة تو یہ بات درست ہے کہ جمعہ کے علاوہ باقی تمام دنوں میں پڑھتا رہا ہو۔

ومن ثم لم یجز مازال زیدٌ الاعالماً

مستثنیٰ منہ کا حذف کرنا کلامِ موجب میں اس وقت تک درست نہیں جب تک اس کے معنیٰ درست نہ ہوں، تو اس وجہ سے یہ ترکیب جائز نہیں اس میں فسادِ معنیٰ ہے، کیونکہ قاعدہ ہے کہ نفی جب نفی پر داخل ہو تو اثبات کا فائدہ دیتی ہے تو اس قاعدے کے لحاظ سے مازال زید الاعالماً کی تقدیری عبارت یوں ہوگی ثبت زیدٌ دائماً علیٰ جمیع الصفات الاعلی صفة العلم، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زید صفت علم کے علاوہ تمام صفات سے ہمیشہ متصف رہا ہے اور یہ معنیٰ درست نہیں کیونکہ زید کے لئے تمام صفاتِ ممکنہ، غیر ممکنہ، متضادہ اور غیر متضادہ کا ثابت ہونا محال ہے۔

واذا تعذر البدل علی اللفظ فعلی الموضع

اس عبارت کا تعلق مستثنیٰ کے حکمِ ثانی کے ساتھ ہے اور وہ یہ کہ جب مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو وہاں نصب پڑھنا جائز اور بدل مختار تھا اب فرماتے ہیں کہ اس صورت مذکورہ میں اگر مستثنیٰ کا ماقبل کے لفظ سے بدل ماننا متعذر ہو تو اس کو ماقبل کے موضع اور محل سے بدل مان لیں گے جیسے ماجاء نی من احد الازیدٌ، لااحد فیها الاعمرو، مازید شیئاً الا شیءٌ لایعبأ بہ ان تینوں مثالوں میں مستثنیٰ کو ماقبل سے بدل قرار نہیں دے سکتے اور وہ اس وجہ سے کہ صورتِ اول میں اگر ماقبل کے لفظ سے بدل مان لیں تو مِن کا کلامِ موجب

میں آنا لازم آئے گا حالانکہ من کلامِ موجب میں نہیں آتا اور یہ کلامِ موجب اس طرح ہے کہ نفی کے بعد جب اِلَّا داخل ہوگیا تو اس نے نفی کے معنیٰ کو ختم کردیا تو اب کلامِ موجب ہوگیا، تو چونکہ بدل تکرارِ عامل چاہتا ہے اس وجہ سے اب تقدیری عبارت یوں ہوگی جاء نی من زیدٍ تو یہاں کلامِ موجب میں مِن کا آنا بھی لازم آگیا اور مستثنیٰ مجرور ہوگا، تو اس وجہ سے ہم نے زید کو احد کے لفظ سے نہیں بلکہ اس کے محل سے بدل مان لیا، چونکہ احد محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ فاعل ہے فعل کا تو اس وجہ سے زید کو بھی رفع دیدیا، اور دوسری مثال میں یعنی لا احد فیھا الا عمرو میں عمرو کو اس وجہ سے احد کے لفظ سے بدل نہیں مان سکتے کہ مَا ولاَ مشبہتان بلیس اور لائے نفی جنس نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ان کی نفی ختم ہوجائے تو یہ عمل نہیں کرسکتے اور یہاں چونکہ ان کی نفی استثناء کی وجہ سے ختم ہوگئی ہے اس لئے عمل نہیں کرسکتے۔ اب اس مثال میں اَحَدَ مفتوح ہے لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی بناء پر لیکن یہ لا عمرو پر عمل نہیں کرسکتا کیونکہ اِلَّا نے آکر اس کی نفی کو ختم کردیا ہے اور بدل کی صورت میں چونکہ بدل تکرارِ عامل کا تقاضا کرتا ہے اس لئے یہاں لا کو مقدر ماننا پڑے گا جب کہ قاعدہ ہے کہ ما اور لا مقدر ہوکر عمل نہیں کرتے اس وجہ سے عمرو کو احد کے محل سے بدل مان لیا اور مرفوع کردیا کیونکہ احد ابتدا کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔ تیسری مثال یعنی مازیدٌ شیئاً الاشیء لایعبأ بہٖ۔ بالکل دوسری مثال کی طرح ہے اس مثال کے آخر میں لایعبأ بہٖ کو شئی یعنی مستثنیٰ کی صفت لانے کی وجہ یہ ہے کہ تا کہ استثناء الشئی عن نفسہ لازم نہ آئے بلکہ مستثنیٰ خاص اور مستثنیٰ منہ عام ہوجائے اور عام سے خاص کا استثناء کلامِ عرب میں ہوتا ہے۔

مذکورہ عبارت کی ترکیب:۔ مامشابہ بلیس زید اس کا اسم شیئاً خبر الاحرفِ استثناء شی ء مستثنیٰ موصوف لایعبأ بہ شی ء کی صفت، موصوف صفت مل کر شیئاً کے محل سے بدل ہے کیونکہ شیئاً

محلاً مرفوع ہے۔

بخلاف لیس زید شیئاً الاشیئاً

جس کے عمل کے لئے سبب نفی نہ ہو بلکہ کوئی اور چیز ہو تو اس صورت میں نفی کے ختم ہونے کے باوجود عمل کرے گا جیسے لیس زیدٌ شیئاً الاشیئاً تو یہاں اِلَّا کی وجہ سے لیس کی نفی ختم ہوگئی ہے اس کے باوجود لیس نے عمل کیا ہے کیونکہ لیس اگرچہ نفی کے لئے آتا ہے مگر عمل نفی کی وجہ سے نہیں بلکہ فعلیت کی وجہ سے کرتا ہے، اس وجہ سے لیس نے نفی کے ختم ہونے کے باوجود عمل کیا ہے۔

ومن ثم جاز لیس زیدٌ الاقائماً وامتنع مازیدٌ الّا قائماً

جو نفی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا مگر اس میں نفی پائی جاتی ہے تو اس کی نفی ختم ہونے کے باوجود وہ عمل کرتا ہے اور جو نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہو تو وہاں نفی کے ختم ہونے سے اس کا عمل باطل ہوجاتا ہے اس قاعدے کے تحت لیس زیدٌ الّا قائماً کی ترکیب درست ہے کیونکہ لیس نفی کی وجہ سے نہیں بلکہ فعلیت کی بناء پر عمل کرتا ہے اور مازیدٌ الاقائماً کی ترکیب درست نہیں کیونکہ ما نفی کی بناء پر عمل کرتا ہے تو جب الا نے اس کی نفی کو باطل کردیا تو یہ عمل نہیں کرسکتا اس وجہ سے مازید الاقائماً کی ترکیب درست نہیں۔

(٤) ومخفوض بعد غیر

غیر، سوٰی اور سواء کے بعد مستثنٰی مجرور ہوتا ہے، کیونکہ یہ مضاف الیہ ہوتا ہے، اور اکثر نحاۃ کے نزدیک حاشَا کے بعد بھی مستثنٰی مجرور ہوتا ہے کیونکہ حاشا حرفِ جر ہے تو مابعد مجرور ہوگا مگر بعض نحاۃ یہ فرماتے ہیں کہ حاشا کے بعد مستثنٰی منصوب ہوگا کیونکہ حاشا فعل ہے اور ضمیر فاعل اور مابعد مفعولیت کی بناء پر منصوب ہوگا کیونکہ حاشا متعدی ہوتا ہے اور معنٰی یہ ہیں کہ مستثنٰی اس چیز سے پاک اور بری ہے جو مستثنٰی منہ کی طرف منسوب کی گئی ہے جیسے ضرب القوم

عمرًوا حاشازیدًا اللہ نے زید کو عمرو کی مار سے پاک رکھا یعنی زید نے عمرو کو نہیں مارا۔

اعرابِ غیر:۔ لفظِ غیر کے اعراب وہی ہوں گے جو مستثنیٰ باِلّا کے ہوتے ہیں یعنی وہ مستثنیٰ جو الا کے بعد واقع ہو وہاں الّا کی جگہ پر ہم لفظ غیر کو رکھ دیں گے اور اس مستثنیٰ کے اعراب غیر پر لگا دیں گے اور مابعد کو مجرور کریں گے جیسے مستثنیٰ متصل کی مثال جاء نی القوم غیرَ زیدٍ۔ مستثنیٰ منقطع کی مثال جیسے جاء نی القوم غیرَ حمارٍ ۔ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہونے کی مثال جاء نی غیرَ زید ن القوم۔ نصب جائز بدل مختار ہونے کی مثال ما فعلوہ غیرُ غیرَ قلیلٍ۔ حسبِ عامل کی مثال جیسے ماضربنی غیرُ زیدٍ مارأیت غیرَ زیدٍ مامررت بغیرِ زیدٍ۔

وغیر صفة حملت علیٰ الافی الاستثناء

لفظِ غیر اصل میں صفت کے لئے وضع کیا گیا ہے جیسے جاء نی رجل غیر زید (رجل موصوف اور غیر زید مضاف مضاف الیہ اس کی صفت) لیکن کبھی کبھی اس کو الّا استثنائیہ کے معنی میں لے کر استثناء کے لئے بھی لایا جاتا ہے جیسے جاء نی القوم غیر زید یہاں ''غیر'' صفتی نہیں بلکہ استثناء کے لئے ہے کیونکہ القوم معرفہ ہے اور غیر نکرہ لہٰذا اگر غیر صفتی ہو تو پھر موصوف اور صفت میں مطابقت نہیں رہے گی۔

کما حملت الاعلیھا

جیسے الّا اصل میں استثناء کے لئے وضع کیا گیا ہے لیکن کبھی کبھی غیر کے معنی بھی دیتا ہے۔

اذا کانت تابعة لجمع منکورٍ غیر محصورٍ

الّا کو غیر کے معنیٰ میں اس وقت لیا جائے گا جب الّا ایسی جمع کے بعد واقع ہو جو نکرہ بھی ہو اور ان کی تعداد بھی معلوم نہ ہو جیسے جاء نی رجال الّا زیدٌ۔ یہاں پر الّا کو صفت کے معنی میں اس لئے لیتے ہیں کہ یہاں استثناء متعذر ہے اور مصنفؒ نے غیر محصور کہہ کر اس ترکیب

کوخارج کردیا۔لفلان علی الف الامانۃ، کیونکہ یہاں اگر چہ الف جمع منکور ہے لیکن اس کے عدد معلوم ومتعین ہیں۔ مثالِ اول: جاء نی رجال الازیدٌ میں استثناء متعذر اس طرح ہے کہ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) متصل، جس میں یہ یقین ہو کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں داخل ہے۔ (۲) منقطع، جس میں یہ یقین ہو کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہے، تو یہاں رجال کے نکرہ ہونے کی وجہ سے یہ بھی احتمال ہے کہ زید بھی اس میں داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہ ہو، اس وجہ سے نہ یہ مستثنیٰ متصل ہے اور نہ منقطع، کیونکہ ان میں یقین ضروری ہوتا ہے اس لئے یہاں پر الاّ کو صفت کے معنی میں لیں گے۔ ہاں اگر رجال پر الف لام داخل کردیا جائے تو اب یہ الاّ استثناء کیلئے ہوگا، کیونکہ اس صورت میں زید الرجال کے تحت داخل ہوگا اور مستثنیٰ متصل ہوگا۔

وضعف فی غیرہٖ

اگر مذکورہ شرائط نہ ہوں تو الا کو صفت کے معنیٰ میں لینا ضعیف ہے اور نا جائز اس لئے نہیں کہا کہ بعض نحاۃ کے نزدیک یہ جائز ہے اس وجہ سے ان کی رعایت کرتے ہوئے ضعیف کہہ دیا۔

واعراب سوٰی سواء

صحیح قول کے مطابق سوٰی، سواء وغیرہ بناء برظرفیت منصوب ہوں گے، لیکن بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ جس طرح غیر کے اعراب ہیں، سوٰی اور سواء کے بھی وہی اعراب ہوں گے۔

خبر کان واخواتھا هوالمسند بعد دخولها

المسند جنس ہے اور بعد دخولها فصل۔اس سے انّ کی خبر وغیرہ خارج ہوگئے جیسے کان زیدٌ قائماً۔

وامرہٗ کامر خبر المبتداء ویتقدم معرفۃً

کان کی خبر کا حکم بھی وہی ہے جو مبتدا کی خبر کا ہے یعنی مفرد ہونے اور جملہ ہونے میں اور دوسرے احکام میں، لیکن ایک فرق ہے وہ یہ کہ اگر مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو خبر کو مبتدا پر مقدم نہیں کر سکتے لیکن اگر کان کا اسم اور خبر دونوں معرفہ ہوں تب بھی کان کی خبر کو مقدم کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اسم اور خبر دونوں میں سے ایک پر اعراب لفظی ہو، تا کہ التباس لازم نہ آئے جیسے کان ھٰذا زیدٌ، اور اگر دونوں میں اعراب معنوی ہو تو کان کی خبر کو اس کے اسم سے مقدم نہیں کر سکتے جیسے کان الفتیٰ ھٰذا ،اس لئے کہ یہاں التباس لازم آتا ہے۔

وقد یحذف عاملہٗ

کبھی کبھی کان کی خبر کے عامل یعنی کان کو حذف بھی کیا جاتا ہے اور یہ حذف کثرتِ استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے **الناس مجزیون باعمالھم ان خیرًا فخیرٌ وان شرًا فشرٌ** اس عبارت میں کان محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے **ان کان عملھم خیرًا فجزاؤھم خیرٌ وان کان عملھم شرًا فجزاؤھم شرٌ**

ویجوز فی مثلھا اربعۃ اوجہٍ

مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ان شرطیہ کے بعد اسم ہو، اور اس کے بعد فاء جزائیہ ہو اور اس کے بعد ایک اور اسم ہو جیسے **ان خیرًا فخیرٌ وان شرًا فشرٌ** اس ترکیب میں چار صورتیں جائز ہیں

(۱) دونوں منصوب ہوں جیسے **ان خیرًا فخیرًا** تقدیری عبارت یہ ہوگی **ان کان عملھم خیرًا فیکون جزاؤھم خیرًا**۔

(۲) دونوں مرفوع ہوں جیسے **ان خیرٌ فخیرٌ** تقدیری عبارت یہ ہوگی، **ان کان فی**

عملهم خيرٌ فجزاؤهم خيرٌ ۔

(۳) نصبِ اول رفعِ ثانی جیسے **ان خيرًا فخيرٌ** اس کو ماتن یعنی صاحبِ کافیہ نے اختیار کیا ہے کیونکہ اس میں محذوف عبارت کم نکلتی ہے تقدیری عبارت یہ ہوگی **اِن کانَ عملهم خيرًا فجزاؤهم خيرٌ**

(۴) رفعِ اول نصبِ ثانی جیسے **ان خيرٌ فخيرًا** تقدیری عبارت یہ ہوگی **ان كان فی عملهم خيرٌ فيكون جزاؤهم خيرًا۔**

ويجب الحذف فی مثل امّا انت منطلقا انطلقت

مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جہاں کانَ کو حذف کرنے کے بعد اس کے عوض میں کوئی اور چیز لائی گئی ہو جیسے **امَا انت منطلقاً انطلقت** اس کی تقدیری عبارت یہ ہے **لِاَنْ كنتَ منطلقاً انطلقت۔**

تعلیل:۔ اول لام کو حذف کیا، کیونکہ اسم تاویلی میں لام بکثرت حذف کرتے ہیں، اس کے بعد کان کو حذف کیا اور ضمیر کان کو متصل سے منفصل میں تبدیل کر دیا، اور کان کے عوض ما کو لایا اور نون کو میم میں مدغم کر دیا تو **امَّا انت منطلقاً انطلقت** بنا۔ دیکھیں **لِاَن كنت منطلقاً ،اَن كنت منطلقاً ،اَنْ انت منطلقاً ،ان ماانت منطلقاً ،اماانت منطلقاً انطلقت .**

سوال:۔ اس جگہ کان کو حذف کرنا کیوں واجب ہے؟

جواب:۔ اس لئے تا کہ عوض اور معوض عنہ میں اجتماع لازم نہ آئے۔

اسم ان واخواتها

هو المسنداليه بعد دخولها مثل ان زيدًا قائمٌ

المنصوب بلا التی لنفی الجنس

هو المسند الیه بعد دخولها

سوال:۔ مصنفؒ نے اپنے طرزِ کلام کو کیوں بدل دیا، اسم لا التی لنفی الجنس کیوں نہیں کہا؟

جواب:۔ اس لئے کہ لائے نفی جنس کا اسم ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا بلکہ اکثر بھی منصوب نہیں ہوتا اس وجہ سے مصنفؒ نے المنصوب کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ہم صرف اس صورت کو ذکر کر رہے ہیں جہاں لائے نفی جنس کا اسم منصوب ہوتا ہے۔ عبارت مذکورہ میں مسند الیہ جنس ہے اس میں انّ کا اسم وغیرہ سب داخل تھے لیکن بعد دخولها کی قید سے یہ سب خارج ہو گئے۔

یلیها نکرة مضافاً اومشابهاً به مثل لاغلام رجل ظریف فیها، لاعشرین درهماً لك

اگر لائے نفی جنس کا اسم نکرہ ہو اور لائے نفی جنس کے ساتھ متصل ہو اور مضاف یا مشابہ مضاف ہو تو وہ اسم منصوب ہوگا یہاں لاغلام رجل ظریف فیها مضاف کی اور لا عشرین درهما لک مشابہ مضاف کی مثال ہے۔

مشابہ مضاف وہ اسم ہے کہ جب تک دوسرا کلمہ نہ ملایا جائے اس وقت تک اس کے معنیٰ تمام نہ ہوں۔

فان کان مفردًا فهو مبنیٌّ علی ماینصب به۔

اگر لائے نفی جنس کا اسم نکرہ ہو اور لائے نفی جنس کے ساتھ متصل بھی ہو لیکن مضاف و مشابہ مضاف نہ ہو بلکہ مفرد ہو تو اس صورت میں لائے نفی جنس کا اسم مبنی علی النصب ہوگا جیسے لارجل فی الدار۔

سوال:۔ اس صورت میں یہ مبنی کیوں ہوتا ہے؟

جواب:۔ یہ حرف کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے تو چونکہ تمام حروف مبنی ہیں تو یہ بھی مبنی ہوگا، اور یہ حرف کے معنیٰ کو متضمن اس طرح ہے کہ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔ لامن رجل فی الدار ۔اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ جملہ اس جملے کے جواب میں بولا جاتا ہے ھل من رجل فی الدار ۔اور جب سوال میں من مذکور ہے تو جواب میں بھی من مذکور ہوگا کیونکہ قاعدہ ہے کہ المذکور فی السوال کالموعود فی الجواب۔

وان کان معرفة اومفصولا

اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو یا نکرہ ہو لیکن لائے نفی جنس اور اس کے اسم کے درمیان فصل ہو تو اس صورت میں اسم کا مرفوع ہونا اور لا کا تکرار واجب ہے معرفہ کی مثال جیسے لا زیدٌ فی الدار ولا عمرٌو ،لائے نفی جنس کا اسم نکرہ ہو لیکن اسم اور لا میں فصل ہونے کی مثال جیسے لا فیھا رجلٌ ولا امرأۃ۔

سوال:۔ اس صورت میں لائے نفی جنس کا اسم مرفوع کیوں ہوتا ہے؟ اور لا کا تکرار کیوں واجب ہے؟

جواب:۔ پہلی صورت میں تو اس لئے کہ لائے نفی جنس اصل میں نکرہ کی صفت کی نفی کے لئے آتا ہے، پس جب یہ معرفہ پر داخل ہوگا تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا اور اسم ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور لا کا تکرار اس وجہ سے واجب ہے کہ تا کہ جواب سوال کے موافق ہو جائے کیونکہ لَا زید فی الدار ولا عمرو، اَزید فی الدار ام عمرو ، کے جواب میں بولا جاتا ہے، اور دوسری صورت میں رفع اس لئے واجب ہے کہ لَا چونکہ عاملِ ضَعیف ہے جب ترتیب سے آئے تو عمل کرتا ہے اور اگر ترتیب سے نہ آئے تو عمل

نہیں کرسکتا، تو لَافیھا رجل میں چونکہ ترتیب نہیں ہے اس وجہ سے لَا کا عمل باطل ہوجائے گا اور اسم ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا، اور لا کا تکرار اس وجہ سے واجب ہے کہ تا کہ سوال اور جواب میں موافقت ہوجائے اور سوال یہ ہے، أفي الدارِ رجلٌ ام امرأۃ۔

ومثل قضية ولا ابا حسن لها متأول

یہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو تو رفع بھی واجب ہے اور لا کا تکرار بھی، لیکن یہاں پر ابا حسن کے معرفہ ہونے کے باوجود نہ تو یہ مرفوع ہے اور نہ لا کا تکرار ہے۔ اور یا حسن معرفہ اس لئے ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

جواب:۔ اس میں تاویل کی گئی ہے اور تاویل کی وجہ سے نکرہ ہے، یہ دو طریقوں پر ہے:

(۱) اس میں مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت یہ ہے لامثل ابی حسن تو اس صورت میں اسم معرفہ نہ ہوا کیونکہ ''مثل'' کی اضافت اگرچہ معرفہ کی طرف ہے لیکن لفظِ مثل کثرتِ ابہام کی وجہ سے معرفہ نہیں بنتا۔ (۲) دوسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ یہاں ابا حسن سے مراد وصفِ مشہور ہے یعنی اس جگہ علم سے مراد وہ وصف ہے جس کے ساتھ صاحب علم مشہور تھا۔ تو لا ابا حسن لھا کے معنی 'لا فیصل لھا ہوئے، کیونکہ ابو حسن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وصف مشہور فیصل اور قاضی ہونا ہے تو یہاں جب علم سے مراد وصفِ مشہور لیا تو علمیت اور تعریف باطل ہوگئی۔

وفي مثل لاحول ولاقوة الا بالله خمسة اوجهٍ

مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لا باعتبار عطف کے مکرّر واقع ہو اور اس کے متصل بعد اسم نکرہ ہو، تو اس میں پانچ قسم کے اعراب جائز ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) دونوں مفتوح جیسے لاحولَ ولاقوةَ الابالله، اس صورت میں دونوں لَا نفی جنس کے

ہوں گے اور اسم نکرہ مفرد ہونے کی وجہ سے مبنی علی الفتح ہوگا۔

(۲) پہلا مفتوح اور دوسرا منصوب جیسے لاحولَ ولاقوةً الاباللہ۔ اس صورت میں پہلا لانفی جنس کا ہوگا اور دوسرا زائدہ اور قوةً کا عطف حولَ کے لفظ پر ہوگا۔

(۳) پہلا مفتوح دوسرا مرفوع جیسے لاحولَ ولاقوةٌ الاباللہ۔ پہلا لانفی جنس کا اور دوسرا زائدہ ہوگا اور قوۃ کا عطف حولَ کے محل پر ہوگا اور حولَ محلاً مرفوع ہے۔

(۴) دونوں مرفوع ہوں جیسے لاحولٌ ولاقوةٌ الاباللہ۔ اس صورت میں دونوں لا زائدہ ہوں گے اور اسم ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے اور وہ سوال یہ ہے کہا أبغیر اللہ حولٌ وقوةٌ تو اس کے جواب میں لاحولٌ ولاقوةٌ الخ کہا جاتا ہے۔

(۵) پہلا مرفوع اور دوسرا مفتوح جیسے لاحولٌ ولاقوةَ الاباللہ۔ اس صورت میں پہلا لا مشابہ بلیس کا اور دوسرا لانفی جنس کا ہوگا، مگر یہ ترکیب ضعیف ہے کیونکہ لا، لیس کے معنی میں بہت کم آتا ہے۔

واذا دخلت الھمزة لم یتغیر العمل

اگر لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو جائے تو اس کا عمل باطل نہیں ہوگا جیسا پہلے تھا ویسا ہی رہے گا مبنی تھا تو مبنی، معرب تھا تو معرب ہی رہے گا وغیرہ۔ ہاں البتہ اس ہمزہ کے معنی کبھی تو (۱) استفہام کے ہوں گے جیسے الارجل فی الدار (۲) اور کبھی عرض کے جیسے الا نزول عندی (۳) اور کبھی تمنی کے جیسے الاماءَ اشربه لیکن اگر لائے نفی جنس پر حرفِ جر داخل ہو تو وہ عمل کرے گا جیسے اذیتنی بلاجرمٍ۔

ونعت المبنی الاول مفردًا یلیه مبنی ومعرب رفعاً ونصباً مثل لارجل ظریفَ وظریفٌ وظریفاً

اسم مبنی کی نعتِ اول جب کہ وہ نکرہ بھی ہو اور متصل بھی ہو تو اس نعت کو مبنی علی الفتح بھی پڑھ سکتے ہیں اور معرب بھی، اور معرب کی صورت میں رفع اور نصب دونوں پڑھ سکتے ہیں جیسا کہ مثال میں ظاہر ہے۔

فوائد قیود:۔ ونعت المبنی: (۱) مبنی کہہ کر اس عبارت کو نکال دیا لاغلام رجل ظریفاً فی الدار کیونکہ اس عبارت میں غلام جو کہ لائے نفی جنس کا اسم ہے یہ مبنی نہیں بلکہ معرب ہے۔

(۲) الاول کی قید سے صفتِ ثانی وثالث خارج ہوگئی جیسے لارجل ظریف کریم فی الدار۔

(۳) مفرد کہہ کر مضاف وغیرہ سے احتراز کیا ہے جیسے لارجل حسن الوجه، یہاں حسن الوجہ اگر چہ نعتِ اول ہے مگر مفرد نہیں ہے بلکہ مضاف ہے۔

(۴) یلیه کی قید سے وہ نعت خارج ہوگئی جو لائے نفی جنس کے اسم کے ساتھ متصل نہیں جیسے لاغلام فیها ظریفٌ۔

وجوہِ اعراب:۔ پہلی صورت میں اس کو مبنی علی الفتح تو اس لئے پڑھیں گے کہ یہ قاعدہ ہے کہ کلام منفی جب کسی قید کے ساتھ مقید ہو تو حقیقت میں وہ نفی قید پر داخل ہوتی ہے تو لارجل ظریف کی تقدیری عبارت یوں ہوگی لاظریفَ تو چونکہ ظریف نکرہ مفرد ہے۔ اس وجہ سے مبنی علی الفتح ہوگا، کیونکہ لائے نفی جنس کا اسم اگر نکرہ مفرد ہو تو مبنی علی الفتح ہوتا ہے۔ اس کو معرب پڑھنا بھی قاعدے کے تحت ہے کیونکہ یہ تابع ہے اور تابع میں یہ قاعدہ ہے کہ وہ اعراب میں متبوع کے تابع ہوتا ہے نہ کہ بناء میں۔ اس لئے کہ بناء تو ایک عارضی چیز ہے

اوراسم میں اصل اعراب (معرب ہونا) ہے۔اب اگر ظریف کو رجل کے محل پر حمل کریں تو مرفوع پڑھیں گے، کیونکہ رجل محلا مرفوع ہے اور لفظ پر حمل کر کے منصوب پڑھیں گے کیونکہ رجل لفظاً منصوب ہے۔

والافالاعراب

یعنی اگر نعت میں مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو اس صورت میں اس نعت کو صرف معرب ہی پڑھ سکتے ہیں مبنی نہیں، البتہ اس پر رفع اور نصب دونوں پڑھ سکتے ہیں، تفصیل فوائدِ قیود میں مذکور ہے۔

والعطف على اللفظ وعلى المحل جائز فى مثل لااب وابناً وابنٌ

مصنفؒ اسم مبنی کی صفت کے احکام سے فارغ ہونے کے بعد عطف کے احکام بیان فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ اسم مبنی کے لفظ اور محل دونوں پر عطف کر سکتے ہیں بشرطیکہ لا مکرر واقع نہ ہو اور معطوف نکرہ ہو۔جیسے لااب وابناً میں ابنٌ کو اَب کے لفظ پر عطف کر کے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور اَب کے محل پر عطف کر کے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ اَب محلاً مرفوع ہے۔ یہ شعر فرزدق شاعر کا ہے پورا شعر یوں ہے۔

لااب وابناًمثل مروان وابنہٖ   اذھوبالمجد ارتدٰی وتازرا

ترجمہ:۔ مروان اور اس کے بیٹے کی طرح کوئی باپ اور بیٹا نہیں کیونکہ مروان نے بزرگی کی قمیص شلوار (پوشاک) پہنی ہے (چونکہ باپ کی بزرگی بیٹے کی بزرگی ہوتی ہے تو گویا دونوں ہی سے بزرگی ٹپکتی ہے (اس ابناً کو ابنٌ بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے کہ پہلے مذکور ہے)

فوائد قیود:۔ (۱) لا مکرر نہ ہو اس لئے کہ اگر لا مکرر ہوگا تو لاحول ولاقوۃ جیسی ترکیب بن

جائے گی۔

(۲) معطوف نکرہ ہو معرفہ نہ ہو کیونکہ اگر معرفہ ہوگا تو مرفوع پڑھنا واجب ہوگا کیونکہ لا عمل نہیں کرے گا جیسے لاغلام لک والفرس تو یہاں الفرس کا عطف صرف غلام کے محل پر ہوگا اور مرفوع پڑھنا واجب ہوگا۔

ومثل لا اباً لهٗ ولا غلامی لهٗ جائز تشبها له بالمضاف

مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جہاں لائے نفی جنس کے اسم کے بعد لامِ اضافت ہو اور لائے نفی جنس کے اسم پر اضافت کے احکام جاری کیے گئے ہوں۔

مذکورہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ لائے نفی جنس کا اسم اگر نکرہ مفرد ہو تو مبنی علی الفتح ہوگا، تو ہم آپ کو ایسی ترکیب بتاتے ہیں جس میں لائے نفی جنس کا اسم نکرہ تو ہے مگر مبنی نہیں جیسے مثال مذکور میں ابا اور غلامی لائے نفی جنس کا اسم ہے مگر مبنی نہیں بلکہ معرب ہیں کیونکہ اگر مبنی ہوتے تو لا ابَ له و لا غلامین له ہونا چاہیے تھا۔

جواب:۔ یہاں پر لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفرد نہیں بلکہ مشابہ مضاف ہے اس وجہ سے ہم نے اس پر مفرد کے احکام جاری نہیں کیے، اور اس کی مشابہت مضاف کے ساتھ اصل معنیٰ میں ہے، اور وہ ہے اختصاص یعنی مضاف میں اصل معنیٰ اختصاص ہوتا ہے اور یہاں بھی اختصاص پایا جاتا ہے کیونکہ اَب، ابن کے ساتھ خاص ہے اور غلام، مولیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

ومن ثم لم یجز لا ابا فیها

پہلی والی یعنی لا ابالهٗ و لا غلامی لهٗ کی ترکیب تو اس وجہ سے جائز تھی کہ اس میں مضاف کے ساتھ اختصاص کے معنیٰ میں مشابہت تھی، تو لا ابا فیها میں چونکہ اختصاص کے معنی نہیں

پائے جاتے، کیونکہ ''فیھا'' کی ضمیر کا مرجع ''دار'' ہے اور اب اور دار میں اختصاص نہیں اس وجہ سے یہ ترکیب درست نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہاں لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفرد ہونے کے باوجود مبنی علی الفتح نہیں۔

ولیس بمضاف لفساد المعنیٰ خلافاً لسیبویه

اس عبارت کا تعلق پہلی مثال سے ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے **لا ابا لهٗ و لا غلامی لهٗ** میں یہ کہا تھا کہ یہاں لائے نفی جنس کا اسم مشابہ مضاف ہے تو امام سیبویہ اختلاف کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس مثال میں یعنی **لا ابا لہ اور لا غلامی لهٗ** دونوں میں لام زائدہ ہے اور یہ ترکیب مشابہ مضاف کی نہیں بلکہ مضاف ہی کی ہے اصل عبارت یوں ہے **لا اباہ و لا غلامیه**، تو مصنف رحمہ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ **لیس بمضاف لفساد المعنیٰ** یہاں ہم اس کو مضاف نہیں مان سکتے ورنہ لفظاً ومعناً خرابی لازم آئے گی اور لفظاً دو طریقوں سے خرابی لازم آتی ہے اور وہ یہ کہ (۱) اگر ہم اس کو مضاف مان لیں تو لاَ کا معرفہ پر داخل ہونا لازم آئے گا حالانکہ جب لاَ معرفہ پر داخل ہوتا ہے تو وہاں اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے اور اسم کو مرفوع پڑھنا اور لاَ کا مکرر لانا واجب ہوتا ہے جب کہ یہاں ایسا نہیں۔ (۲) دوسرا اس وجہ سے کہ اگر ہم یہاں مضاف مان لیں تو خبر کا حذف کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں اور وہ اس طرح کہ یہاں **لا ابا لهٗ** میں **لا** نفی جنس کا ہے اور ابا اس کا اسم ہے اور **لهٗ** اس کی خبر ہے اور اگر عبارت یوں بنائیں **لا اباہ** تو **لا** نفی جنس کا ہوگا اباہٗ اس کا اسم اور خبر کو محذوف نکالنا پڑے گا۔

اور معنیً خرابی اس طرح لازم آئے گی کہ یہاں **لا ابا لهٗ و لا غلامی لهٗ** سے متکلم کا مقصود یہ ہے کہ اس کا باپ نہیں اور اس کے دو غلام نہیں، یعنی متکلم ان کے وجود کے نفی کرنا چاہتا ہے یعنی بالکل اس کا باپ ہی نہیں اور بالکل اس کا کوئی غلام ہی نہیں کیونکہ نکرہ تحت النفی واقع

ہوتو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔اور اگر لا اباہٗ و لا غلامیہ کہو گے تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ فلاں کے دو غلام اور فلاں کا باپ ابھی نہیں یعنی ان کا وجود تو معلوم ہے لیکن ابھی موجود نہیں یا تھے اب فوت ہو گئے ہیں۔

ویحذف کثیرًافی مثل لاعلیك ای لاباس علیك

مثال سے مراد ہر وہ ترکیب جہاں لائے نفی جنس کی خبر مذکور ہو اور اسم کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کی بناء پر حذف کیا ہو، جیسے لاعلیک یہاں قرینہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس حرف پر داخل ہے، حالانکہ لائے نفی جنس اسم پر داخل ہوتا ہے نہ کہ حرف پر۔

خبر ماولاالمشبهتين بليس هوالمسندبعد دخولهما

منصوبات میں آخری منصوب ما و لاالمشبهتین بلیس کی خبر ہے اور مَا و لا کی مشابہت لیس کے ساتھ نفی میں اور جملہ اسمیہ میں داخل ہونے میں اور اسم کو رفع دینے اور خبر کو نصب دینے میں ہے۔

فوائد قیود:۔ تعریف میں ھو جنس ہے جب مسند کہہ دیا تو مسند الیہ خارج ہو گیا یعنی مبتداء اور انَّ کا اسم وغیرہ خارج ہو گئے اور جب بعد دخولھما کہا تو وہ اسم بھی خارج ہو گیا جو مسند تو ہوتا ہے لیکن ما و لا کے دخول کی وجہ سے نہیں مثلاً کان کی خبر وغیرہ۔

وهی لغة حجازية

ماولا اہلِ حجاز کے نزدیک عامل ہیں لیکن بنو تمیم کے نزدیک ماولا کوئی عامل نہیں ان کی دلیل یہ شعر ہے۔

ومهفهف کالغصن قلت له انتسب　　　فاجاب ماقتلُ المحب حرامُ

یہاں ماقتل المحب حرام میں قتل المحب بھی مرفوع ہے اور حرام بھی مرفوع ہے اگر ما عمل کرتا تو حرام کو منصوب ہونا چاہیئے تھا۔لیکن بنو تمیم کا مذہب درست نہیں کیونکہ

قرآن میں خودموجود ہے کہ ما نے عمل کیا ہے جیسے **ماھذا بشرًا** اور **ماھنّ امھاتھم** بنوتمیم کے اس شعر کا جواب یہ ہے کہ آپ کوئی ایسا شعر بتائیں جو حجازی شاعر کا ہو، یہ تو آپ کے اپنے شاعر کا شعر ہے جو کہ معتبر نہیں۔ (اس کے اور بہت سے جواب ہیں)

واذازیدت ان مع...... بطل العمل

تین صورتوں میں ماولا کا عمل باطل ہوجاتا ہے(۱) اگر ما اور لا کے بعد اِن کو داخل کریں یا (۲) اِلا کے ذریعے ان کی نفی کو زائل کریں یا (۳) ان کی خبر کو اسم پر مقدم کریں تو ان کا عمل باطل ہوجاتا ہے۔

(۱) پہلی صورت میں تو اس لئے کہ ما اور لا ضعیف عامل ہیں جب ان کے اور ان کے اسم کے درمیان فصل آگیا تو یہ عمل نہیں کرسکتے جیسے **ماان زیدٌ قائمٌ**۔

(۲) دوسری صورت میں اس لئے کہ چونکہ ماولا نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں جب الا کے ذریعے ان کی نفی کو ختم کردیا جائے تو یہ عمل نہیں کرسکتے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر وہ شئی جو نفی کی وجہ سے عمل کرتی ہے جب اس کی نفی کو ختم کردیا جائے تو وہ عمل نہیں کرسکتی، جیسا کہ لفظِ غیر کے اعراب سے پہلے گزر گیا ہے۔ جیسے **مازیدٌ الا قائمٌ**

(۳) تیسری صورت میں اس لئے عمل باطل ہوتا ہے کہ ما اور لا عمل میں ضعیف ہیں ان کا اسم اور خبر اگر ترتیب سے ہوں تو یہ عمل کرتے ہیں ورنہ نہیں جیسے **ماقائمٌ زیدٌ**۔

واذاعطف علیه بموجب فالرفع

اگر ماولا کی خبر پر ایسے حرف کے ذریعے عطف کیا جائے جو نفی کے بعد ایجاب کا فائدہ دیتا ہو تو اس صورت میں معطوف پر رفع پڑھنا واجب ہوتا ہے اگرچہ معطوف علیہ منصوب ہی ہوگا، جیسے **مازیدٌ قائماً بل قاعدٌ** اور یہ اس وجہ سے کہ چونکہ ماولا نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں تو اب حرفِ ایجاب نے (مثلاً یہاں حرف بَل نے) اس کی نفی کو ختم کردیا

تو معطوف کو ماقبل یعنی معطوف علیہ کے محل پر عطف کر کے مرفوع پڑھیں گے۔ حروفِ ایجاب بل اور لٰکن ہیں۔

تمت المنصوبات اللّٰھمّ لاتحرمنا یوم الحساب.

المجرورات

هوما اشتمل علی علم المضاف الیه

مجرورات پر اعراب کون سے ہیں؟ ھو ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کا جواب (المرفوعات هوما اشتمل علی علم الفاعلية) کے تحت دیکھ لیا جائے۔

سوال:۔ مجرورات جمع کیوں لایا؟ حالانکہ مجرور تو صرف مضاف الیہ ہوتا ہے، اور وہ ایک ہے تو مفرد کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنا درست نہیں پھر یہاں جمع کا صیغہ کیوں لایا؟

جواب:۔ مجرورات یہاں جمع کا صیغہ اس لئے لایا کہ مجرور اگرچہ مضاف الیہ ہی ہوتا ہے مگر مجرور کی کئی قسمیں ہیں اس وجہ سے جمع کا صیغہ لایا۔ ان کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

المضاف الیه کل اسم نسب الیه شیء بواسطة حرف الجرِّ لفظاً اوتقدیرًا مرادًا

مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی شئی کی نسبت ہو حرفِ جر کے ذریعے، چاہے وہ شئی اسم ہو جیسے غلامُ زید یا فعل ہو جیسے مررت بزید۔ اور حرفِ جر چاہے لفظوں میں مذکور ہو جیسے مررت بزید۔ یا تقدیرًا ہو لیکن حرفِ جر تقدیرًا ہونے کی صورت میں اس کا اثر ظاہر ہونا چاہئے جیسے غلام زیدٍ اصل میں یہ غلام لزیدٍ تھا تو یہاں ترکیب میں اگرچہ حرفِ جر موجود نہیں مگر اس کا اثر موجود ہے یعنی زید مجرور ہے اور یہاں مرادًا کہہ کر اس ترکیب کو خارج کر دیا جہاں حرفِ جر تقدیرًا تو موجود ہو لیکن اس کا اثر موجود نہ ہو جیسے مفعول فیہ مثلاً صمت یوم الجمعة یہ اصل میں صمت فی یوم الجمعة تھا مگر اب اس

میں فی کے مقدر ہونے کی وجہ سے یوم پر نصب ہے یعنی فی کا اثر ظاہر نہیں۔

فالتقدیر : شرطهٔ ان یکون المضاف اسماً مجردًا تنوینه

وہ اضافت جو تقدیراً حرفِ جر کے ساتھ ہو اس کے لئے دو شرطیں ہیں (۱) مضاف اسم ہو کیونکہ اضافت کے لوازمات تعریف، تخصیص اور تخفیف اسم کے ساتھ خاص ہیں۔ اور اگر فعل ہو تو حرفِ جر کا تلفظ ضروری ہے۔ (۲) تنوین سے خالی ہو۔

سوال:۔ مضاف کے لئے جس طرح تنوین سے خالی ہونا ضروری ہے اسی طرح نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر مصنفؒ نے ان کو کیوں نہیں ذکر کیا؟

جواب:۔ تنوین اصل ہے اس لئے صرف اس کو ذکر کیا، کیونکہ اصل کو ذکر کر کے فرع کو ترک کرنا درست ہے۔

سوال:۔ مضاف کا تنوین، نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب:۔ کیونکہ یہ چیزیں اسم کے تام ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اسم تام انفصال کو چاہتا ہے اور اضافت اتصال کو چاہتی ہے اس وجہ سے یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے، تو معلوم ہوا کہ جب اتصال اور انفصال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، تو اس وجہ سے تنوین، نون تثنیہ، نون جمع اور مضاف بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے تو مضاف کا ان سب سے خالی ہونا ضروری ہے۔

لاجلها

یعنی یہ تنوین وغیرہ اضافت کی وجہ سے گر گئے ہوں اور اگر اضافت کی وجہ سے نہیں گرے تو اس سے ہماری بحث نہیں ہے جیسے **الغلام** یہاں آخر سے تنوین گری تو ہے لیکن اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے گری ہے تو یہاں الغلام مضاف نہیں ہو سکتا اس لئے **الغلام زید** کی ترکیب درست نہیں۔

وهی معنوية ولفظية

وہ اضافت جوحرفِ جر کی تقدیر کے ساتھ ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔(۱) معنویہ (۲) لفظیہ۔

اضافتِ معنویہ کو معنویہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ معنی کی طرف منسوب ہوتی ہے یعنی اس اضافت کی وجہ سے تعریف اور تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جو کہ معنی سے تعلق رکھتا ہے اور اضافتِ لفظیہ کو لفظیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس سے صرف لفظ میں تخفیف آتی ہے۔

فالمعنوية ان يكون المضاف غير صفة مضافة الىٰ معمولها

مصنفؒ یہاں سے اضافت معنویہ کی تعریف کرنا چاہتے ہیں لیکن اگر پہلے اضافت لفظیہ کی تعریف کی جائے تو اضافت معنویہ کی تعریف آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

اضافت لفظیہ اس کو کہتے ہیں جہاں مضاف صیغہ صفت ہو اور وہ مضاف ہو اپنے معمول کی طرف، گویا اضافت لفظیہ میں دو شرطیں ہیں (۱) مضاف صیغہ صفت ہو (۲) اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک یا دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو وہ اضافت معنویہ کہلائے گی۔ اضافت لفظیہ کی مثال جیسے حسن الوجہ یہاں مضاف صیغہ صفت ہے اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہے کیونکہ الوجہ اس کا فاعل ہے۔

اب اضافت معنویہ کی تعریف پر غور کیجئے۔ اضافتِ معنویہ اس کو کہتے ہیں جہاں پر مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو مضاف ہو اپنے معمول کی طرف (معمول سے مراد فاعل و مفعول ہے) جیسے غلام زید۔ یہاں غلام مضاف ہے جو کہ صیغہ صفت نہیں اور زید کی طرف مضاف ہے زید نہ فاعل ہے اور نہ مفعول۔ اگر مضاف صیغہ صفت ہو لیکن اپنے غیر معمول کی طرف مضاف ہو تو اسے بھی اضافتِ معنویہ کہتے ہیں جیسے کریم البلد اور مصارع مصر

وغیرہ۔ان دونوں مثالوں میں مضاف صیغہ صفت ہے پہلی مثال میں صفت مشبہ اور دوسری مثال میں اسم فاعل کا صیغہ ہے لیکن یہ اپنے غیر معمول کی طرف مضاف ہیں۔یعنی ان مثالوں میں نہ بلد فاعل یا مفعول ہے اور نہ مصر فاعل یا مفعول ہے۔

وهی امابمعنی اللام

اضافتِ معنویہ کی اقسام۔

اضافتِ معنویہ کی تین قسمیں ہیں (۱) بمعنی اللام (۲) بمعنی من (۳) بمعنی فی۔

(۱) اگر مضاف الیہ مضاف کی جنس نہ ہو اور اس کے لئے ظرف بھی نہ ہو تو اس کو اضافت بمعنی لام اور اضافتِ لامیہ کہتے ہیں جیسے غلام زید اصل میں غلام لزید تھا۔تو یہاں مضاف الیہ (زید) جنس مضاف (غلام) کی جنس بھی نہیں۔اور اس کے لئے ظرف بھی نہیں۔(جنس کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ اپنے مضاف پر بھی صادق آئے اور اس کے غیر پر بھی صادق آئے یعنی مضاف اور مضاف الیہ میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو جیسے خاتم اور فضة میں)

(۲) اگر مضاف الیہ مضاف کیلئے جنس ہو تو اسے اضافت بمعنی من، اضافتِ منیہ اور اضافتِ بیانیہ بھی کہتے ہیں جیسے خاتم فضةٍ اصل میں خاتم من فضةٍ تھا۔یہاں فضہ جنس اس طرح ہے کہ فضہ خاتم اور غیر خاتم دونوں پر صادق آتی ہے۔

(۳) اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو تو اسے اضافتِ ظرفیہ اور اضافت بمعنی فی کہتے ہیں جیسے ضرب الیوم اصل میں ضرب فی الیوم تھا اور یہ بہت کم استعمال ہوتی ہے۔

وتفید تعریفاً

فوائدِ اضافتِ معنویہ۔اضافتِ معنویہ کے دو فائدے ہیں۔

(۱) تعریف کا فائدہ (۲) تخصیص کا فائدہ (تخصیص سے مراد قلتِ اشتراک ہے) یعنی اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو مضاف تعریف کا فائدہ دے گا۔جیسے غلام زیدٍ اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو مضاف تخصیص کا فائدہ دے گا جیسے غلام رجل یہاں تخصیص اس طرح ہے کہ پہلے غلام عام تھا مرد وعورت دونوں کا ہوسکتا تھا، جب رجل کہا تو خاص ہوگیا کہ مرد کا غلام ہے عورت کا نہیں۔

وشرطها تجرید المضاف من التعریف

اس اضافت کے لئے شرط یہ ہے کہ مضاف معرفہ نہ ہو، کیونکہ اگر مضاف معرفہ ہوگا تو دو قباحتوں میں سے ایک لازم آئے گی ۔وہ اس طرح کہ مضاف الیہ یا تو معرفہ ہوگا یا نکرہ (۱) اگر مضاف الیہ بھی معرفہ ہو تو تحصیلِ حاصل لازم آئے گا جو کہ قبیح ہے (۲) اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو اس صورت میں حصولِ اعلیٰ کی موجودگی میں طلب ادنیٰ لازم آئے گی، یعنی معرفہ جو کہ اعلیٰ ہے اس کی موجودگی میں ادنیٰ یعنی نکرہ کا طلب کرنا لازم آئے گا، جو کہ درست نہیں۔

وماأجازهُ الكوفيون من الثلثة الاثواب وشبههٗ من العدد ضعيف

یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ مضاف کا تعریف سے خالی ہونا ضروری ہے ہم آپ کو ایسی ترکیب دکھاتے ہیں جہاں مضاف معرفہ ہے جیسے الثلاثة الاثواب اور دوسری وہ ترکیبیں جہاں عدد اپنی تمیز کی طرف مضاف ہو اور اہلِ کوفہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

جواب:۔ یہ ضعیف ہے کیونکہ فصیح لغت میں ثلاثة الاثواب کہا جاتا ہے الخمسة الدراھم،الثلثة الاثواب نہیں کہا جاتا۔

واللفظية ان يكون المضاف صفة مضافة الىٰ معمولها

اضافتِ لفظیہ اسے کہتے ہیں جہاں مضاف صیغہ صفت ہواوروہ مضاف ہواپنے معمول کی طرف جیسے ضارب زیدٍ میں ضارب صیغہ صفت بھی ہےاور زیداس کا معمول ہے کیونکہ اضافت سے پہلے زید مفعول واقع تھا جیسا کہ معنی سے ظاہر ہے (زید کا مارنے والا) پہلی مثال یعنی ضارب زید میں مضاف اسم فاعل ہےاور مفعول کی طرف مضاف ہےاوردوسری مثال یعنی حسن الوجه میں مضاف صفت مشبہ ہےاور فاعل کی طرف مضاف ہے۔

ولاتفيد الاتخفيفا فى اللفظ

اضافتِ لفظیہ کا فائدہ:۔ اضافتِ لفظیہ صرف تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے معنی کے اعتبار سے اس کا کوئی فائدہ نہیں اور تخفیف کبھی تو تنوین حذف ہونے سے حاصل ہوگی جیسے ضارب زیداور کبھی نونِ تثنیہ اور نون جمع کے حذف ہونے سے جیسے ضاربازید ,در ضاربوا زید اور کبھی مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوگی جیسے زید قائم غلامه سے زید قائم الغلام

ومن ثم جازمررت برجل حسن الوجه وامتنع بزيدحسن الوجهِ

یہاں سے مصنف نے دوتفریعیں کی ہیں (۱) ایک اس بات پر کہ اضافتِ لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔ (۲) دوسری اس بات پر کہ اضافتِ لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔

پہلی تفریع:۔ اضافتِ لفظیہ چونکہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی ہےاس وجہ سے مررت برجل حسن الوجه کی ترکیب درست ہےاور مررت بزیدٍ حسن الوجه کی

ترکیب درست نہیں۔ پہلی ترکیب اس وجہ سے درست ہے کہ اضافتِ لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی، تو رجل موصوف ہوگا اور حسن الوجہ مضاف ،مضاف الیہ ملکر صفت ہوگی اور موصوف صفت میں مطابقت بھی پائی گئی ، کیونکہ دونوں نکرہ ہیں اور دوسری ترکیب (یعنی مررت بزیدٍ حسن الوجه) درست نہیں کیونکہ زید یہاں موصوف ہے اور معرفہ ہے اور حسن الوجہ صفت واقع ہے جو کہ نکرہ ہے چونکہ موصوف صفت میں مطابقت نہیں پائی گئی اس وجہ سے یہ ترکیب درست نہیں اور حسن الوجہ اس وجہ سے نکرہ ہے کہ یہاں جو اضافت ہے وہ اضافتِ لفظیہ ہے اور آپ نے ابھی پڑھا ہے کہ اضافتِ لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔

دوسری تفریع:۔ دوسری تفریع اس بات پر ہے کہ اضافتِ لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔ جب اضافتِ لفظیہ صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تو الضارباز يد اور الضاربوا زيد کی ترکیب درست ہے اور الضارب زیدٍ کی ترکیب درست نہیں یہاں پہلی دونوں ترکیبیں درست ہیں کیونکہ ان میں تخفیف آئی ہے، یعنی اضافت کی وجہ سے تثنیہ اور جمع کا نون گر گیا ہے اور نون تثنیہ اور جمع کے اضافت کی وجہ سے گرنے کی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم یہاں سے اضافت ختم کردیں اور زید کو ہٹادیں تو نون واپس آجائے گا۔ جیسے الضاربان ،الضاربون اور آخری ترکیب یعنی الضارب زید کی ترکیب اس لئے درست نہیں کہ یہاں پر اضافت کی وجہ سے کسی قسم کی تخفیف نہیں آئی ، کیونکہ الضارب سے تنوین الف لام کی وجہ سے گر گئی ہے اضافت کی وجہ سے نہیں گری۔

خلافاً للفراء

امام فراء کے نزدیک الضارب زید کی ترکیب بھی درست ہے اس پر امام فراء نے چار دلائل پیش کئے ہیں۔

(۱) امام فراء کی پہلی دلیل یہ ہے کہ الضارب زید میں اضافت کی وجہ سے تخفیف آئی ہے

اوراس سے تنوین اضافت کی وجہ سے حذف ہوئی ہے لہذا یہ ترکیب جائز ہے اصل میں یہ دلیل نہیں بلکہ ان کا وہم ہے۔

جمہورنحاۃ کی دلیل:۔ جمہورنحاۃ کے نزدیک یہ ترکیب درست نہیں کیونکہ یہاں تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے حذف ہوگئی ہے۔ جمہورنحاۃ کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہاں سے ہم اضافت کو ختم کردیں پھر بھی الضارب پر تنوین نہیں آتی، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے گری ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ الف لام شروع میں آتا ہے اوراضافت آخر میں تو معلوم ہوا کہ یہاں سے تنوین الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

وضعف : الواهب المائةِ الهجانِ وعبدِها

(۲) فراء کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہاں اس شعر میں عبدها کا عطف المائة پر ہےاور قانون یہ ہیکہ جومطوف علیہ کا عامل ہوتا ہے وہ معطوف کا بھی عامل ہوتا ہے لہذا الواهب کی اضافت جس طرح مائة کی طرف ہے اسی طرح عبدها کی طرف بھی ہوگی تو گویا عبارت یوں ہوئی کہ الواهب عبدِها جیسے جاءَ زید وعمرو کی ترکیب گویایوں ہے جاء زید جاء عمرو توجب الواهب عبدها کی ترکیب درست ہے تو الضارب زید کی ترکیب بھی درست ہونی چاہیئے۔

جمہورکا جواب: اس سے استدلال ضعیف ہے کیونکہ (۱) ہوسکتا ہے کہ عبدها کا عطف المائۃ پر ہو ہی نہیں بلکہ یہ واؤ بمعنی مع کے ہوکر مفعول معہٗ واقع ہو۔

(۲) کبھی ایک چیز عطف کے ذریعہ ذکر کی جائے تو وہ صحیح ہوتی ہے اوربغیر عطف کے نہیں جیسے رُبَّ شاۃٍ وسخلتها میں ربَّ عطف کے ذریعہ معرفہ پر داخل ہے جب کہ ربَّ صرف نکرہ پر داخل ہوتا ہے۔ لہٰذا جب اس میں اوربھی احتمال موجود ہیں تو اس کو دلیل

بنانا درست نہ ہوا۔ یہ شعر اعشیٰ کا ہے اور پورا شعر یوں ہے

الواهب المائة الهجان وعبدها عوذًا یزجی خلفها اطفالها

ترجمہ: میرا ممدوح سو (۱۰۰) سفید اونٹنیوں اور ان کے چرواہوں کو بخش دینے والا ہے اس حال میں کہ وہ اونٹنیاں نوزائیدہ بچوں والی ہیں اور یہ چرواہے ان اونٹنیوں کے پیچھے ان کے بچوں کو ہانکتے ہیں۔

وانّما جاز الضارب الرجل الخ

(۳) امام فراء کی تیسری دلیل یہ ہے کہ الضارب زید کی ترکیب الضارب الرجل کی طرح ہے وہ اس طرح کہ دونوں ترکیبوں میں مضاف اسم فاعل معرف باللام ہے اور مضاف الیہ معرفہ ہے تو جب الضارب الرجل کی ترکیب تمام نحاۃ کے نزدیک جائز ہے تو الضارب زید کی ترکیب بھی جائز ہونی چاہیئے۔

جمہور نحاۃ کی طرف سے جواب:۔ الضارب الرجل کی ترکیب کے صحیح ہونے کی دلیل کوئی اور ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم الضارب الرجل کی ترکیب کو الحسن الوجہ کے مختار قول پر حمل کرتے ہیں (حالانکہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ ترکیب بھی جائز نہ ہو) اور الحسن الوجہ کا مختار قول الوجہ کے مجرور پڑھنے کا ہے یہاں الضارب الرجل کو الحسن الوجہ کے مختار قول پر اس وجہ سے حمل کرتے ہیں کہ یہ دونوں ترکیبیں دو امروں میں مشترک ہیں۔

(۱) دونوں ترکیبوں میں مضاف صیغہ صفت ہے اور معرف باللام بھی ہے۔

(۲) دونوں میں مضاف الیہ اسم جنس اور معرف باللام ہے اور الضارب زید کی ترکیب کو الضارب الرجل کی ترکیب پر حمل نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں مطابقت تامہ نہیں۔

فائدہ:۔ الحسن الوجہ کا مختار قول مجرور پڑھنے کا کیوں ہے؟ اور اس کی مزید تفصیل صفت مشبہ کی بحث میں دیکھیں۔

والضاربك وشبهه الخ

اس سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں صیغہ صفت کے ساتھ ضمیر متصل لگی ہوئی ہو۔

(۴) امام فرّاء کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ الضارب زید کی ترکیب الضاربک کی طرح ہے جب الضاربک کی ترکیب درست ہے تو الضارب زید کی ترکیب بھی درست ہونی چاہیئے، کیونکہ الضاربک میں بھی تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے گری ہے۔

جواب (۱):۔ یہاں اضافت ہے ہی نہیں بلکہ یہاں کاف ضمیر مفعولیت کی بناء پر محلاً منصوب ہے اور اس کی تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ ضمیر کے ساتھ اتصال کی وجہ سے گرگئی ہے اور الف لام بمعنی الّذی کے ہے اور ضارب بمعنی ضرب کے۔ تب کوئی اشکال ہی نہ رہا۔

جواب (۲):۔ اس کو ہم نے ضاربک کی ترکیب پر محمول کیا ہے چونکہ ضاربک کی ترکیب جائز ہے اس وجہ سے الضاربک کی ترکیب بھی جائز ہوگی اور ضاربک میں جو تنوین گری ہے وہ کاف ضمیر کے اتصال کی وجہ سے گری ہے نہ کہ الف لام کی وجہ سے اور یہاں ضاربک کی اضافت کاف ضمیر کی طرف اس وجہ سے ہوئی ہے کہ نحوی جب اسم فاعل ومفعول (جب الف لام سے خالی ہو) کا اتصال کاف ضمیر کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں اضافت کا التزام کرتے ہیں اور اس اضافت سے مقصود تخفیف نہیں ہوتی۔ اور الضاربک کو ضاربک پر حمل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں میں مضاف اسم فاعل ہے اور مضاف الیہ ضمیر متصل ہے لیکن الضارب زید کو اس پر محمول نہیں کرسکتے کیونکہ ان دونوں میں مطابقت تامہ نہیں ہے۔

ولایضاف موصوف الیٰ صفة ولاصفة الیٰ موصوف

قاعدہ یہ ہے کہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف اور صفت کی اضافت موصوف کی طرف درست نہیں۔

(۱) موصوف کی اضافت صفت کی طرف اس وجہ سے درست نہیں کہ ترکیب اضافی اور ترکیب توصیفی ایک دوسرے کے مغایر ہوتے ہیں وہ اس طرح کہ صفت موصوف کی عین ہوتی ہے اور مضاف الیہ مضاف کا غیر ہوتا ہے تو جب ہم موصوف کی اضافت صفت کی طرف کریں گے تو وہ عینیت جو پائی جارہی تھی ختم ہوجائے گی اور عینیت، غیریت میں تبدیل ہوجائے گی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ موصوف اور صفت میں اعراب میں مطابقت ضروری ہے لیکن جب اضافت کریں گے تو وہ مطابقت باقی نہیں رہے گی۔ جیسے رجلٌ عالمٌ سے رجلُ عالمٍ نہیں کہہ سکتے۔

(۲) صفت کی اضافت موصوف کی طرف اس وجہ سے درست نہیں کہ اگر صفت کی اضافت موصوف کی طرف کریں تو دو (۲) خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی۔

(۱) اگر صفت کو مقدم کر کے مضاف بنائیں تو صفت کو موصوف پر مقدم کرنا لازم آئے گا۔ جیسے رجلٌ عالمٌ سے عالمُ رجل تو یہاں عالم صفت کو رجل موصوف پر مقدم کردیا

(۲) اگر صفت کو مقدم کیے بغیر مضاف مانیں تو مضاف الیہ کا مضاف پر مقدم کرنا لازم آئے گا۔ جیسے رجلٌ عالمٌ میں عالم کی اضافت رجل کی طرف کردیں لیکن عالم کو مقدم نہ کریں یعنی رجلِ عالمٌ کی ترکیب یوں کردیں کہ رجل مضاف الیہ مقدم اور عالم مضاف تو یہاں مضاف الیہ کا مضاف پر مقدم ہونا لازم آئے گا حالانکہ مذکورہ دونوں صورتیں یعنی صفت کو موصوف سے اور مضاف الیہ کو مضاف سے مقدم کرنا درست نہیں۔

ومثل مسجد الجامع ۔۔۔ متأولٌ

یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف درست نہیں لیکن ان مثالوں میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف کردی گئی ہے اس سے آپ کا قانون باطل ہوگیا۔

جواب:۔ اس میں تاویل کی گئی ہے اور تاویل اس طرح کی ہے کہ یہاں ان مثالوں میں موصوف محذوف ہے اصل عبارت سب کی یوں ہے۔ مسجد الوقت الجامع، جانب المکان الغربی، صلوة الساعة الاولیٰ، بقلة الحبة الحمقاء ۔ (خرفہ کا ساگ یعنی ایک قسم کی سبزی ہے) اور یہاں موصوف کے محذوف ہونے پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً مثالِ اول میں انسانوں کا جمع کرنے والا نماز کا وقت ہوتا ہے نہ کہ مسجد، تو یہاں جامع وقت کی صفت ہے نہ کہ مسجد کی۔ باقی سب کو اسی پر قیاس کرلیں۔

ومثل جرد قطیفة واخلاق ثیاب متأول

یہ عبارت بھی ایک اعتراض کا جواب ہے

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف درست نہیں لیکن یہاں ان مثالوں میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف کردی گئی ہے، کیونکہ اصل ان کی قطیفة جرد (پرانی چادر) اور ثیاب اخلاق (پرانے کپڑے) ہے۔

جواب:۔ ان میں تاویل کی گئی ہے وہ اس طرح کہ یہاں جرد کی قطیفة کی طرف اضافت اس حیثیت سے نہیں کہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہورہی ہے بلکہ نحوی کبھی کبھی موصوف کو حذف کرکے صفت کو ذات کے طور پر ذکر کرتے ہیں تو اس صفت کی حیثیت جنس

مبہم کی طرح ہوتی ہے تو اس سے ابہام کو دور کرنے کیلئے دوسرے اسم کی طرف اضافت کرتے ہیں صفت کی اضافت موصوف کی طرف نہیں۔ مثلاً قطیفة جرد میں سے قطیفۃ جو کہ موصوف ہے اس کو حذف کرنے کے بعد جرد کو اس کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں، اب چونکہ صرف جرد رہ گیا ہے تو اس میں ابہام ہے کہ جرد کیا چیز ہے تو اس ابہام کو دور کرنے کے لئے قطیفۃ کو ذکر کردیا تو ابہام ختم ہوگیا، گویا یہاں جرد ایک ذاتِ مبہم ہے اس کی اضافت قطیفۃ کی طرف صرف اس وجہ سے کی ہے تا کہ تخصیص پیدا ہو جائے اور ابہام دور ہو جائے نہ کہ اس حیثیت سے کہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہو رہی ہے۔

....

ولا یضاف اسم مماثل للمضاف الیه کلیث واسد

قانون:۔ دو ایسے اسم جو عموم وخصوص میں آپس میں مترادف ہوں تو وہاں ان دونوں اسموں کی اضافت ایک دوسرے کی طرف جائز نہیں، کیونکہ اس اضافت سے کوئی فائدہ نہیں۔

عموم اور خصوص کا مطلب یہ ہے کہ ایک اسم جس پر صادق آئے تو دوسرا بھی اس پر صادق آئے اور اگر ایک اسم جس پر صادق نہ آئے تو دوسرا بھی اس پر صادق نہ آئے۔

ترادف اور مماثلت کبھی تو (۱) اعیان کے اعتبار سے ہوگا۔ جیسے لیث اور اسد (۲) اور کبھی معنیٰ کے اعتبار سے جیسے منع اور حبس (۳) اور کبھی مصداق کے اعتبار سے جیسے: انسان اور ناطق، پس کوئی آدمی رأیت لیث اسدِ نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اس کا فائدہ ہی کوئی نہیں۔

بخلاف کل الدراهم وعین الشیء

اگر مضاف عام ہو اور مضاف الیہ خاص، تو وہاں اضافت درست ہے جیسے پہلی مثال میں کل عام ہے اور دراہم خاص، اور دوسری مثال میں عین عام ہے (موجود اور معدوم سب پر اس

کا اطلاق ہوتا ہے) اور شئ خاص ہے (اس کا اطلاق صرف موجود پر ہوتا ہے) اس لئے یہ اضافت درست ہے۔

وقولهم سعید کرز ونحوهٔ متأول

یہ عبارت بھی ایک اعتراض کا جواب ہے

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ دو اسم مماثل کی ایک دوسرے کی طرف اضافت درست نہیں لیکن یہاں سعید کی اضافت کرز کی طرف ہے حالانکہ سعید اور کرز دونوں ایک ہی ذات کے نام ہیں۔

جواب:۔ یہ دونوں مرادف اور مماثل نہیں کیونکہ یہاں سعید سے مراد مدلول اور ذاتِ مسمیٰ ہے اور کرز سے مراد نفسِ لفظ ہے۔ پس **جاء نی سعید کرز** کے معنی یہ ہوں گے کہ **جاء نی مدلول هذااللفظ** کہ میرے پاس اس لفظ کا مدلول یعنی وہ آدمی آیا جو لفظ کرز کے ساتھ مسمیٰ اور ملقب ہے۔

اعتراض:۔ کرز کی اضافت سعید کی طرف یعنی لقب کی ذات کی طرف کیوں نہیں کرتے؟

جواب:۔ عام طور پر اس جیسی اضافت سے توضیح مقصود ہوتی ہے اور یہ توضیح اس وقت حاصل ہوگی جب کہ اسم کی اضافت لقب کی طرف کی جائے اس وجہ سے یہاں پر اسم کی اضافت لقب کی طرف کر دی اور **سعید کرزٍ** کہا، **کرز سعیدٍ** نہیں کہا۔

واذا اضیف الاسم الصحیح اوالملحق به الیٰ یاء المتکلم

یہاں سے مصنفؒ ان مسائل کو بیان فرمار ہے ہیں، جو اسم کی اضافت یائے متکلم کی طرف کرنے سے پیش آتے ہیں۔ تو مصنف رحمہ اللہ علیہ سب سے پہلے صحیح اور ملحق بالصحیح یعنی جاری مجریٰ صحیح کے احکام بیان فرمار ہے ہیں۔

فائدہ:۔ نحاۃ کے نزدیک صحیح اس کو کہتے ہیں جس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو اور جاری مجرٰی صحیح اسے کہتے ہیں کہ کسی اسم کا آخری حرف (واؤ) یا (ی) ماقبل ساکن ہو جیسے دلوٌ، ظبیٌ وغیرہ۔

تو مصنف ؒ نے فرمایا کہ جب اسمِ صحیح یا جاری مجرٰی صحیح کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو اس اسم کے آخری حرف کو کسرہ دیں گے، اور یائے متکلم کو ساکن کرنا اور فتحہ دینا دونوں جائز ہے جیسے غلامِیْ غلامِیَ، ثوبِیْ ثوبِیَ، دلوِیْ دلوِیَ، ظبیِیْ ظبیِیَ۔ البتہ یہاں یائے متکلم کو مفتوح پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے اس لئے کہ یہاں جو یاء ہے یہ علیٰحدہ کلمہ ہے اور حرفِ واحد ہے اور جب کلمہ حرفِ واحد ہو تو اسے حرکت دینا اصل ہے اور چونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے اس لئے اس کو فتحہ دیدیا۔ سکون اس وجہ سے بہتر نہیں کہ ابتداء بالسکون لازم آئے گا، پھر ابتداء بالسکون عام ہے چاہے حقیقتاً ہو یا حکماً۔ حقیقتاً کی مثال جیسے کوئی آدمی کَـزیدٍ کہتا ہے تو یہاں پر کاف چونکہ علیٰحدہ کلمہ ہے اور زید علیٰحدہ کلمہ ہے تو اگر ہم اس کاف کو ساکن کردیں تو حقیقتاً ابتدا بالسکون لازم آئے گا اور حکماً کی مثال جیسے اوپر گزری ہیں، مثلاً غـلامـی وغیرہ۔ یہاں اگرچہ ابتداء بالسکون حقیقتاً تو لازم نہیں آتا مگر حکماً ضرور لازم آتا ہے، کیونکہ یہاں یاء مستقل کلمہ ہے۔

فان كان اٰخرهٗ الفاً تثبت وهذيل تقلبها

ایسا اسم جس کے آخر میں الف ہو یعنی اسم مقصورہ کی اضافت اگر یائے متکلم کی طرف کریں تو وہاں جمہور نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ الف کو باقی رکھیں گے، جیسے عصا سے عصایَ کہیں گے لیکن قبیلہ ھذیل والے کہتے ہیں کہ اگر یہ الف تثنیہ کا نہ ہو تو اس کو یاء بنادیں گے اور یاء کو یاء میں ادغام کریں گے اور یائے متکلم کو فتحہ دیں گے، جیسے عـصاً سے عـصیَّ کہیں گے، لیکن اگر الف تثنیہ کا ہو تو وہاں الف کو باقی رکھیں گے ورنہ حالتِ رفعی کا نصبی اور جری کے ساتھ

التباس لازم آئے گا جیسے کہ غلامایَ۔

وان کان یاءً ادغمت

اوراگراس اسم کے آخر میں یاء ہوتو یاء کو یاء میں ادغام کریں گے جیسے مسلمین سے مسلمیَّ۔

وان کان واوًا قلبت یاءً وادغمت

اگراسم کے آخر میں واؤ ہوتو اس واؤ کو یاء میں تبدیل کریں گے اور پھر یاء کو یاء میں ادغام کریں گے جیسے مسلمون سے مسلمی تو یہاں پر جب مسلمون کی اضافت کی تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا اور واؤ چونکہ طرف میں تھی اس لئے اس کو قاعدہ کے تحت یاء میں تبدیل کردیا اور پھر یاء کو یاء میں ادغام کیا تو مسلمیَّ ہوا۔

وفتحت الیاء للساکنین

اس کا تعلق مذکورہ تینوں صورتوں کے ساتھ ہے یعنی (۱) چاہے اسم کے آخر میں الف ہو (۲) یا یاء ہو (۳) یا واؤ ہو، اگر ان کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو ان تینوں صورتوں میں یاء متکلم مفتوح ہوگی۔ تاکہ التقائے ساکنین لازم نہ آئے۔ مثلاً پہلی صورت میں عصاً سے جب ہم نے عصای بنایا تو الف بھی ساکن ہے اور یائے متکلم بھی ساکن ہے لہذا التقائے ساکنین سے بچنے کے لئے ہم نے یاء کو حرکت دیدی اور چونکہ فتح اخف الحرکات ہے اس لئے باقی حرکات میں سے اس کو اختیار کیا۔ دوسری صورت کی مثال مسلمین سے مسلمیَّ، تیسری صورت کی مثال مسلمیون سے مسلمیَّ۔

واما الاسماء الستة فاخی وابی واجاز المبرد اخیّ وابیّ

اگر اسمائے ستہ مکبرہ میں سے اب اور اخ کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو وہاں ان کی اصل میں جو واؤ ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا صرف ابی اور اخی کہا جائے

گا لیکن امام مبرد فرماتے ہیں کہ ان کی اصل نکالیں گے جو کہ اخوٌ اور ابوٌ ہے، پھر اس واؤ کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کو یاء میں ادغام کریں گے، اور یوں کہیں گے اخیّ اور ابیّ۔

وتقول حمی وھنی

حم اور ھن کی اصل نہیں نکالیں گے بلکہ انھیں کے آخر میں یا لگا کر حمی اور ھنی کہیں گے

اعتراض:۔ جس طرح اخ اور اب میں مبرّد نے اختلاف کیا ہے اس طرح وہ حم اور ھن میں بھی اختلاف کرتے ہیں لیکن مصنفؒ نے اب اور اخ میں تو اختلاف کو ذکر کیا ہے لیکن حم اور ھن میں ذکر نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ اب اور اخ میں مبرّد کا اختلاف مشہور تھا اس لئے اس کو ذکر کیا اور حم اور ھن میں ان کا اختلاف مشہور نہیں تھا اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا۔

ویقال فِیّ فی الاکثروفمی فی بعضھا

فم اصل میں فوہ تھا۔ ہ کو حذف کیا پھر واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض میں میم کو لایا تو فم ہو گیا۔ اب اگر فم کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو (چونکہ فم میں ھاء کو بالکل ہی حذف کر دیا ہے اس کے مقابلے میں کچھ نہیں لائے لیکن واؤ کے بدلے میں میم کو لایا گیا ہے اس لئے) اکثر استعمال میں اس واؤ کو واپس لاتے ہیں اور واؤ کو یاء کر کے یاء کو یاء میں ادغام کر کے یوں کہتے ہیں فِیّ۔ اور کبھی کبھی میم کو برقرار رکھ کر فمی بھی استعمال کرتے ہیں۔

واذاقطعت قیل اخٌ وابٌ وحمٌ وھنٌ وفُمٌ

جب اسمائے ستہ مکبّرہ میں سے مذکورہ پانچ کو اضافت سے قطع کریں تو ان کو یوں پڑھیں گے، ابٌ، اخٌ، حمٌ، ھنٌ، فمٌ اور فَمٌ کے فاء کو فتحہ، کسرہ اور ضمہ تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن فتحہ زیادہ اولیٰ ہے اور حمٌ میں چار قسم کی لغات ہیں ① ید کی طرح یعنی واؤ

محذوف کو واپس نہ لایا جائے چاہے اضافت ہو یا نہ ہو جیسے ھٰذا حمٌ وحمُک ،ورأیت حمًا وحمَکِ ومررت بحمٍ وحمکِ۔

(۲) خـبء کی طرح یعنی اضافت اور غیر اضافت دونوں صورتوں میں مہموز اللام پڑھنا جیسے ھٰذا حمؤٌ وحمئُک ورأیت حمأً وحماکِ ومررت بحمئٍ وبحمئِک۔

(۳) دلوٌ کی طرح یعنی حرف محذوف کو واپس لا کر اس پر اعراب جاری کرنا۔ جیسے ھٰذا حموٌ وحموک رأیت حموًا وحموک ومررت بحموٍ بحموک

(۴) عصًا کی طرح یعنی آخر میں الف مقصورہ لا کر اس طرح پڑھنا بھی درست ہے ھٰذا حمًاو حماک ورأیت حمًا وحماک ومررت بحماو بحماک۔

مطلقًا

یعنی یہ جو چار صورتیں ذکر کی ہیں اضافت اور عدمِ اضافت دونوں میں ہو سکتی ہیں جیسے کہ مثالوں سے ہم نے واضح کر دیا ہے مثلاً ھٰذا حمٌ ،عدمِ اضافت کی مثال ہے اور حمک اضافت کی۔

وجاء ھن مثل ید مطلقا

اور ھنٌ ،یـد کی طرح ہے خواہ مضاف ہو یا نہ ہو یعنی حرفِ محذوف کو کسی صورت میں بھی واپس نہیں لایا جائے گا جیسے ھٰذا ھنٌ وھنکِ ورأیت ھنًا وھنَکِ ومررت بھَنٍ وبھنِک۔

وذولا یضاف الیٰ مضمرٍ ولا یقطع

یعنی ''ذو'' ہمیشہ اسمِ جنس کی طرف ہی مضاف ہو گا نہ تو یہ مضاف سے قطع ہو گا اور نہ ہی ضمیر کی طرف مضاف ہو گا ،اور یہ اس وجہ سے کہ ''ذو'' کو وضع ہی اسی لئے کیا ہے کہ یہ اسمِ جنس کی

طرف مضاف ہواور اس کو دوسری چیز کے لئے صفت بنادے۔ پس اگر ذو ضمیر کی طرف مضاف ہوگا تو خلافِ وضع لازم آئے گا۔ اس لئے کہ ضمیر اسمِ جنس نہیں اور چونکہ اس کی اضافت اسمِ جنس کی طرف خاص ہے اس وجہ سے یہ اضافت سے قطع بھی نہیں ہوگا جیسے جاء نی رجل ذومالٍ۔ پس یہاں پر ذو کی اضافت مال کی طرف کی گئی ہے اور مال جنس بھی ہے اور ذو کے واسطہ سے رجل کے لئے صفت بھی واقع ہے۔

التوابع: کل ثانٍ باعراب سابقۃٍ من جھۃٍ واحدۃٍ

توابع تابع کی جمع ہے، کیونکہ تابع ہونا اسماء کی صفت ہے تو چونکہ اسماء کا مفرد ''اسم'' ''مذکر آتا ہے تو ''توابع'' کا مفرد بھی ''تابع'' اسم مذکر آئے گا، تا کہ صفت اور موصوف کے درمیان مطابقت ہو جائے۔

تعریف:۔ تابع ہر وہ ثانی ہے جو اپنے سابق اسم کے ساتھ اعراب میں موافق ہو، اور جہت بھی ایک ہو، یعنی اگر پہلا اسم مرفوع ہے بناء بر فاعلیت تو دوسرا اسم بھی بناء بر فاعلیت مرفوع ہوگا جیسے جاء زیدُ ن العاقلُ۔ یہاں زید فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور العاقل بھی فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

فوائد قیود:۔ کل ثان جنس ہے۔ باعراب سابقۃٍ فصلِ اول ہے اس سے کَانَ کی خبر وغیرہ خارج ہوگئی کیونکہ یہ ماقبل کے اعراب کے موافق نہیں ہوتے۔ من جھۃٍ واحدۃٍ فصلِ ثانی ہے۔ اس سے مبتداء کی خبر نکل گئی۔ جیسے زیدٌ قائمٌ یہاں قائمٌ مرفوع تو ہے، مگر جہت ایک نہیں کیونکہ زید مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور قائمٌ خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

....

توابع کی اقسام:۔

توابع کی پانچ قسمیں ہیں ۔(۱) نعت (۲) عطف بحرف (۳) تاکید (۴) بدل (۵) عطف بیان۔

النعت: تابع یدل علی معنیً فی متبوعہٖ مطلقًا

نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں پایا جاتا ہو جیسے جاء نی زیدنِ العاقل، اس مثال میں العاقل تابع ہے اور اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے متبوع یعنی زید میں ہے، یعنی عاقل زید ہے۔

مطلقًا کا معنی یہ ہے کہ ہر حال میں متبوع کے معنی پر دلالت کرے۔اس سے تاکید و بدل وغیرہ خارج ہو گئے، کیونکہ یہ اگرچہ اس معنیٰ پر کبھی کبھی دلالت کرتے ہیں جو ان کے متبوع میں پایا جاتا ہے مگر ہمیشہ دلالت نہیں کرتے بلکہ بعض مادّوں کے ساتھ خاص ہے جیسے بدل کی مثال اعجبنی زید علمہ ، عطف کی مثال اعجبنی زید وعلمہ، تاکید کی مثال جاء القوم کلھم۔

وفائدتہٗ تخصیص

نعت کے کئی فائدے ہیں۔

(۱) تخصیص کا فائدہ جب کہ دونوں نکرہ ہوں جیسے رجلٌ عالمٌ۔

(۲) توضیح اور وضاحت کا فائدہ جبکہ دونوں معرفہ ہوں جیسے زیدن العالم۔

(۳) کبھی صرف مدح یا صرف ذم یا تاکید کے لئے بھی آتی ہے مدح کی مثال جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ذم کی مثال جیسے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ تاکید کی مثال جیسے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ ۔

ولافصل بین ان یکون مشتقا اوغیرہ ۔۔۔ الخ

اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمۃ ان نحاۃ پر رد کرنا چاہتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ نعت کیلئے مشتق ہونا ضروری ہے اگر مشتق نہ ہوتو تاویل کریں گے، تو مصنفؒ نے فرمایا کہ نعت کے لئے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح نعت مشتق ہوتی ہے اسی طرح غیر مشتق بھی ہوتی ہے، بشرطیکہ اس میں منعوت یعنی موصوف کے معنی پائے جاتے ہوں۔ چاہے یہ نعت عمومی ہو یا خصوصی۔ عمومی کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ صفت ہو جیسے تمیمیؒ اور ذو مالٍ۔ تو قیامت تک جو شخص بھی قبیلہ تمیم سے تعلق رکھنے والا ہوگا اُسے تمیمی اور جو مال دار ہوگا اسے ذو مال کہیں گے، اور خصوصی یہ ہے کہ فی الحال صفت واقع ہو ہمیشہ کے لئے نہ ہو، جیسے مررت برجل ایّ رجل ۔اس مثال میں ای کمال کے معنی میں ہے، حالانکہ ہمیشہ ائ کمال کے معنی میں نہیں آتا، اور اسی طرح مررت بھذاالرجل ،اور بزیدٍ ھــذا میں بالترتیب رجل اور ھذا صفت واقع ہیں، حالانکہ یہ ہمیشہ صفت کے لئے نہیں ہوتے۔ ان مثالوں میں ذو مال، ای رجل ھذا وغیرہ مشتق نہیں ہیں لیکن صفت واقع ہیں۔

وتوصف النکرۃ بالجملۃ الخبریۃ ویلزم الضمیر

اگر موصوف نکرہ ہوتو اس کی صفت جملہ خبریہ بھی لا سکتے ہیں۔ اگر موصوف معرفہ ہوتو جملہ صفت نہیں لا سکتے، کیونکہ جملہ من حیث الجملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے، اس وجہ سے اگر موصوف معرفہ ہوتو مطابقت نہ رہے گی۔ اور صفت جملہ خبریہ لا سکتے ہیں جملہ انشائیہ کو صفت بنانا درست نہیں اس لئے کہ صفت اپنے موصوف میں پہلے سے موجود معنی پر دلالت کرنے کے لئے آتی ہے اور انشاء ایجاد مالم یوجد یعنی ایسے معنی کے ایجاد کے لئے آتا ہے جو پہلے سے موجود نہ ہو۔ اور جملے کو صفت بنانے کی صورت میں اس جملے میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو موصوف کی طرف لوٹے، کیونکہ جملہ من حیث الجملہ مستقل ہوتا ہے اس

لئے جملے میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے ورنہ موصوف اور صفت میں ربط نہیں ہوگا۔ مثال جیسے **جاء نی رجلٌ ابوہٗ قائمٌ**۔ یہاں موصوف نکرہ ہے اس لئے یہ ترکیب درست ہے، لیکن **جاء نی زیدٌ ابوہٗ قائمٌ** کہنا درست نہیں کیونکہ یہاں موصوف معرفہ ہے۔

فائدہ:۔ اگر جملہ کو کسی اسم معرفہ کی صفت بنانا ہو تو اس جملہ کے شروع میں اسم موصول لگائیں جیسے مذکورہ مثال کو **جاء نی زید الذی ابوہ قائم** کہیں تو ترکیب درست ہوگی۔

ویوصف بحال الموصوف وبحال متعلقہٖ

صفت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صفت بحال موصوف (۲) صفت بحال متعلق موصوف۔

(۱) صفت بحال الموصوف اُسے کہتے ہیں جہاں صفت ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جو موصوف کی ذات میں پایا جاتا ہو، پھر اس صورت میں موصوف اور صفت میں دس چیزوں میں مطابقت ضروری ہے، جن میں سے بیک وقت چار کا پایا جانا ضروری ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) رفع، نصب، جر میں سے ایک (۲) تعریف، تنکیر میں سے ایک (۳) افراد، تثنیہ، جمع میں سے ایک (۴) تذکیر، تانیث میں سے ایک، جیسے **جاء نی رجلٌ عالمٌ** میں (۱) رجل بھی مرفوع ہے اور عالم بھی (۲) رجل بھی نکرہ ہے اور عالم بھی (۳) رجل بھی مفرد ہے اور عالم بھی (۴) رجل بھی مذکر ہے اور عالم بھی۔

(۲) صفت بحال متعلقہٖ: جو ایسے معنی پر مشتمل ہو کہ وہ موصوف کے متعلق میں پایا جائے اس صورت میں موصوف اور صفت میں پانچ چیزوں میں مطابقت ضروری ہے جن میں سے بیک وقت دو کا پایا جانا ضروری ہے (۱) رفع، نصب، جر میں سے ایک (۲) تعریف، تنکیر میں سے ایک، جیسے **جاء نی غلامان عالمةٌ امھما** (میرے پاس دو ایسے لڑکے آئے کہ ان کی ماں عالمہ تھی) اس مثال میں غلامان موصوف ہے اور عالمۃ صفت، اور یہ

صفت کی دوسری قسم ہے اس لئے یہاں دو چیزوں میں مطابقت پائی جاتی ہے باقی میں نہیں یعنی ① غلامان اور عالمۃ دونوں مرفوع ہیں اور ② دونوں نکرہ ہیں، لیکن افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مطابقت نہیں، کیونکہ غلامان تثنیہ ہے اور عالمۃ مفرد اور اسی طرح غلامان مذکر ہے اور عالمۃ مؤنث۔

وفی البواقی کالفعل

صفت کی اس دوسری قسم (یعنی صفت بحال متعلقہ) میں مذکورہ پانچ چیزوں (رفع، نصب، جر اور تعریف، تنکیر) میں مطابقت ہوگی اور باقی میں فعل کی طرح ہوگی، جیسے فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے چاہے فاعل مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع ہو اسی طرح صفت کا فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو صیغہ صفت ہمیشہ مفرد لایا جائے گا جیسے **مررت برجل قاعد غلامه، مررت برجلین قاعد غلاماهما، مررت برجال قاعد غلمانهم** ۔ ان تینوں مثالوں میں قاعد کو مفرد لایا گیا ہے اگرچہ اس کا موصوف بدلتا رہا لیکن چونکہ قاعد کا فاعل اسم ظاہر موجود تھا اس لئے اس کو مفرد ہی لایا۔ اسی طرح فاعل اگر مذکر ہو یا مؤنث حقیقی ہو لیکن اس کے اور فعل کے درمیان فصل نہ ہو تو مطابقت ضروری ہوتی ہے ایسے ہی یہاں بھی ہوگا۔ جیسے مذکر کی مثال **مررت برجل قاعد غلامه**، مؤنث حقیقی بلا فصل (یعنی جہاں فاعل اور صیغہ صفت میں فصل نہ ہو) کی مثال **مررت برجل قائمة جاریته** یہاں جاریۃ مؤنث حقیقی ہے اور اس کے اور قائمۃ کے درمیان فصل نہیں اس لئے قائمۃ کو مؤنث لایا ہے۔ اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو یا مؤنث حقیقی ہو لیکن اس کے اور فعل کے درمیان فصل ہو تو تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں ایسے ہی یہاں بھی ہوگا جیسے مؤنث غیر حقیقی کی مثال **مررت برجل معمور، معمورة داره** دار چونکہ مؤنث حقیقی نہیں اس لئے صفت کو مذکر اور مؤنث دونوں لا سکتے ہیں۔ مؤنث حقیقی مع فصل کی مثال جیسے **مررت**

برجل قائم، قائمة فی الدار جاریته۔ یہاں موصوف اور صفت کے درمیان فی الدار کا فصل آیا ہے اس لئے صفت کو مذکر اور مؤنث دونوں لا سکتے ہیں۔

ومن ثم حسن قام رجل قاعد غلمانهٗ

چونکہ صفت بحال متعلقہ میں پانچ چیزوں میں مطابقت ہوتی ہے اور باقی میں فعل کی طرح ہوتی ہے اس وجہ سے یہ ترکیب حسن اور بہتر ہے، کیونکہ یہاں رجل موصوف ہے اور قاعد الخ صفت ہے اور یہاں قاعد بمعنی یقعد کے مفرد لایا گیا ہے کیونکہ اس کا فاعل غلمانہ اسم ظاہر ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ جب فاعل اسمِ ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے۔تو جیسے فعل کو مفرد لایا جاتا ہے اسی طرح صیغہ صفت کو بھی مفرد لایا گیا ہے۔

وضعف قاعدون غلمانه

یہ ترکیب اس لئے ضعیف ہے کہ قاعدون جمع کا صیغہ لایا ہے حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ فاعل اسمِ ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے اور یہ اس لئے کہ اگر فعل بھی جمع کا لائیں تو فاعل میں تعدد آئے گا، جیسے قاعدون غلمانہ میں ''غلمانہ'' بھی فاعل ہے اور ''قاعدون'' میں جو واؤ اور نون ہیں وہ بھی فاعل ہیں۔

سوال:۔ اگر یہاں تعدد فاعل کی خرابی آتی ہے تو اس کو ناجائز کیوں نہیں کہتے؟ ضعیف کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔ دوسرے نحویوں کی رعایت کرتے ہوئے اس کو ضعیف کہا ہے، اور ناجائز نہیں کہا، اور وہ یہ کہ (۱) بعض نحوی یہ کہتے ہیں کہ واؤ اور نون فاعل نہیں بلکہ وہ صرف علامت جمع ہیں اور فاعل غلمانہ ہے۔

(۲) بعض نحوی یہ کہتے ہیں کہ قاعدون خبر مقدم ہے اور غلمانہ مبتداء مؤخر ہے۔

(۳) اور یہ بھی احتمال ہے کہ واؤ اور نون مبدل منہٗ ہوں، اور غلمانہ بدل ہو، تو اس وجہ سے

مصنف علیہ الرحمۃ نے ناجائز نہیں کہا بلکہ ضعیف کہا۔

ويجوز قعودُ غلمانه

یہ ترکیب نہ تو حسن ہے اور نہ ضعیف ہے صرف جائز ہے حالانکہ اس ترکیب میں قعودٌ جمع کا صیغہ لایا ہے۔ جب کہ اس کا فاعل اسمِ ظاہر ہے لیکن یہ درست ہے کیونکہ قعودٌ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے اور حسن اس وجہ سے نہیں ہے کہ یہ اگرچہ مفرد کے حکم میں ہے مگر خود مفرد نہیں بلکہ جمع ہے۔

والمضمر لايوصف ولايوصف به

ضمیر موصوف بھی نہیں بن سکتی اور صفت بھی نہیں بن سکتی۔ موصوف تو اس لئے نہیں بن سکتی کہ ضمیر (متکلم اور مخاطب) خود اعرف المعارف اور واضح ہوتی ہے تو کسی کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اور صفت اس لئے نہیں بن سکتی کہ صفت وہ ہوتی ہے جو ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں پایا جائے، اور ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے۔ اور دوسری وجہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہی ہے یعنی موصوف کا صفت سے اخص یا برابر ہونا ضروری ہے جبکہ ضمیر اعرف المعارف ہوتی ہے تو یہ موصوف سے اخص ہوگی، اسلئے ضمیر صفت نہیں بن سکتی۔

والموصوف اخصّ اومساوٍ

موصوف کے لئے ضروری ہے کہ وہ صفت سے اعلیٰ ہو یا کم از کم برابر ہو، کیونکہ صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے اور تابع متبوع سے اعلیٰ نہیں ہوا کرتا۔

فائدہ:۔ معرفہ کی اقسام میں سے اعرف المعارف ضمائر ہیں، پھر اعلام، اس کے بعد اسماء اشارات اس کے بعد معرف باللام اور اسمائے موصولات مساوی ہیں۔

ومن ثم لم یوصف ذواللام الابمثله اوبالمضاف الیٰ مثله

جب یہ بات ہوئی کہ صفت، موصوف سے اعلیٰ نہیں ہونی چاہیئے تو اگر کہیں موصوف معرف باللام ہوتو وہاں اس کی صفت بھی معرّف باللام یا موصول یا جوان کی طرف مضاف ہواس کو لاسکتے ہیں باقی کسی دوسرے معرفہ یا نکرہ کونہیں لاسکتے کیونکہ معرف باللام کی صفت تو نکرہ اس وجہ سے نہیں لاسکتے کہ موصوف اور صفت میں مطابقت نہیں رہے گی اور معرف باللام اورموصول کے علاوہ معرفہ کی دیگر اقسام میں سے کوئی ایک اس لئے نہیں لاسکتے کہ معرف باللام معرفہ کی دوسری تمام قسموں میں سے سب سے کمتر اور ضعیف ہے اب اگر ہم معرف باللام کی صفت کوئی اور معرفہ لائیں تو صفت کا اعلیٰ ہونا لازم آئے گا اور ابھی پڑھ لیا ہے کہ صفت موصوف سے اعلیٰ نہیں ہوتی۔ معرف باللام کی مثال جاء نی الرجل الفاضل۔ مضاف الیٰ معرف باللام کی مثال جاء نی الرجل صاحب الفرس۔ اسم موصول کی مثال جاء نی الرجل الذی کان عندک امس۔

وانما التزم وصف باب هذابذا الام للابهام

یہ عبارت ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔

سوال:۔ جس طرح معرف باللام کی صفت معرف باللام، موصول اور مضاف الیٰ معرف باللام والموصول لاسکتے ہیں اسی طرح ھذا (اسم اشارہ) کی صفت بھی ان تمام طریقوں سے آنی چاہیئے کیونکہ یہ سب تعریفات میں اسم اشارہ سے کمتر ہیں، حالانکہ ھذا (اسم اشارہ) کی صفت صرف معرف باللام آتی ہے مضاف الیٰ معرف باللام وغیرہ نہیں آتی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ ھذا اسم اشارہ میں جنس کا ابہام ہوتا ہے کیونکہ اس کی وضع ہی ابہام کیلئے ہوتی

ہے اور جنس کے ابہام کو معرف باللام ہی ختم کرتا ہے کیونکہ الف لام کی وضع ہی تعریف کے لئے ہوئی ہے اور وہ اسم جو معرف باللام کی طرف مضاف ہو اس میں خود ابہام ہوتا ہے جو کہ مضاف الیہ سے دور کیا جاتا ہے تو جو خود اپنا ابہام دور کرنے میں دوسرے کا محتاج ہو وہ دوسرے کا ابہام کیا دور کرے گا البتہ اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر چونکہ معرف باللام کا درجہ حاصل کرتا ہے اس لئے اسم موصول اسم اشارہ کی صفت واقع ہوتا ہے جیسے مررت بھذا الذی اکرم۔

سوال:۔ اسم اشارہ کی صفت جس طرح معرف باللام آسکتی ہے اسی طرح اسم موصول بھی آسکتی ہے جیسے مررت بھذا الذی اکرم بمعنی بھذا الکریم، تو مصنفؒ نے اس کو کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب:۔ جب معرف باللام کا ذکر کیا تو موصول خود بخود داخل ہو گیا کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ اسم موصول اور معرف باللام معرفہ ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

ومن ثم ضعف مررت بھذا الابیض

اسمِ اشارہ کی صفت معرف باللام اس وقت لائی جاتی ہے جب کہ یہ معرف باللام اس اسم اشارہ سے ابہام کو دور کرے ورنہ نہیں۔ اسی وجہ سے مررت بھذا الابیض کہنا ضعیف ہے کیونکہ یہاں الابیض نے ھذا کے جنس سے ابہام کو دور نہیں کیا اس لئے کہ ابیض عام ہے وہ کسی بھی جنس کے ساتھ خاص نہیں، وہ انسان ہو یا فرس وغیرہ۔

سوال:۔ جب الابیض نے ھذا کے ابہام کو دور نہیں کیا تو اس کو ناجائز کیوں نہیں قرار دیتے؟

جواب:۔ الابیض نے ھذا سے اگرچہ من کل الوجوہ ابہام کو دور نہیں کیا مگر کچھ نہ کچھ ضرور

کیا ہے، کہ میں اس سفید سے گزرا تو اتنا معلوم ہوا کہ کالے کے پاس سے نہیں گزرا، لہذا اس کا اعتبار کرتے ہوئے ہم نے اس کو ضعیف کہہ دیا۔

وحسن بهذا العالم

یہ ترکیب حسن ہے کیونکہ یہاں پر العالم نے من کل الوجوم ابہام کو دور کیا ہے، یعنی العالم نے واضح کر دیا کہ مشارالیہ انسان بلکہ مرد ہے تو اس سے جنس بلکہ نوع بھی واضح ہوگئی۔

العطف: تابع مقصود بالنسبة مع متبوعه ويتوسط بينه وبين متبوعه احد الحروف العشرة

عطف (بحرف) وہ تابع ہے جہاں نسبت سے مقصود تابع اور متبوع دونوں ہوں اور تابع اور متبوع کے درمیان حروفِ عاطفہ میں سے کوئی ایک حرف ہو۔ حروفِ عاطفہ کل دس ہیں۔

(۱) واؤ (۲) فاء (۳) ثم (۴) حتیٰ (۵) او (۶) اما (۷) ام (۸) لا (۹) بل (۱۰) لكن. جیسے جاء نی زیدٌ و عمرو یہاں جاء کی نسبت جس طرح زید کی طرف ہے اسی طرح عمرو کی طرف بھی ہے۔ یعنی زید اور عمرو دونوں مقصود ہیں۔

فوائد قیود:۔ تابع جنس ہے اس میں دوسرے تمام توابع بھی داخل تھے لیکن جب مقصود بالنسبة کہہ دیا تو اس سے تاکید نعت وغیرہ خارج ہو گئے لیکن بدل باقی تھا۔ جب مع متبوعه کہہ دیا تو اس سے بدل بھی خارج ہو گیا۔ کیونکہ بدل میں نسبت سے مقصود متبوع نہیں ہوتا صرف تابع ہوتا ہے جیسے جاء زیدٌ حمارٌ میں جاء سے مراد صرف حمار ہے زید نہیں۔

واذا عطف على المرفوع المتصل اكد بمنفصل

اگر ضمیر مرفوع متصل پر کسی اسم کا عطف کرنا چاہیں تو ضمیر منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائیں گے اس لئے کہ ضمیر مرفوع متصل لفظاً و معناً فعل کے ساتھ اتصال کی وجہ سے فعل کے

جزء کی طرح ہے، لفظاً اتصال تو ظاہر ہے اور معناً اتصال اس طرح ہے کہ ضمیر مرفوع فاعل واقع ہوتی ہے اور فاعل فعل کے لئے جزء کی مانند ہوتا ہے لھذا اب اگر ہم کسی اسم کا عطف اس پر کریں تو کلمہ مستقلہ کا جزءِ کلمہ پر عطف کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے جیسے ضربت انا وزیدٌ ہاں اگر ضمیر منصوب یا مجرور متصل ہو تو وہاں تاکید لانے کی ضرورت نہیں

الاان یقع فصل فیجوز ترکہٗ مثل ضربت الیوم وزیدٌ

اگر ضمیر مرفوع متصل پر کسی اسم کا عطف کریں تو وہاں ضمیر منفصل تاکیدً الانا لازمی ہے، لیکن اگر معطوف علیہ اور معطوف میں فصل ہو تو وہاں ضمیر منفصل کو تاکیدً الانا ضروری نہیں جیسے مثال مذکورہ میں ضربت کی ضمیر فاعل اور زید کے درمیان الیوم کا فصل آیا ہے اس لئے یہاں تاکید نہیں لائی گئی ہے۔

واذاعطف علی الضمیر المجرور اعید الخافض

اگر ضمیر مجرور پر کسی کا عطف کرنا چاہو تو وہاں جار کا اعادہ کریں گے، چاہے وہ جار حرف ہو، جیسے مررت بک وبزید یا وہ اسم ہو جیسے المال بینی وبینک یہ اس لئے کہ جار اور مجرور میں شدتِ اتصال ہے اور شدتِ اتصال کی وجہ سے گویا یہ کلمہ واحدہ ہو گئے۔ اب اگر بغیر اعادۂ جار کے مجرور پر عطف کریں تو جزءِ کلمہ پر عطف کرنا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

والمعطوف فی حکم المعطوف علیہ

یعنی جواز وعدمِ جواز میں معطوف، معطوف علیہ کا تابع ہوتا ہے، جو چیز معطوف علیہ کے لئے جائز ہوتی ہے وہ معطوف کے لئے بھی جائز ہوتی ہے اور جو چیز معطوف علیہ کے لئے ممتنع ہو وہ معطوف کے لئے بھی ممتنع ہوگی جیسے جاء زید وعمرو میں زید پر فاعل ہونے کی وجہ سے رفع واجب اور نصب ممتنع ہے تو عمرو پر بھی رفع واجب اور نصب ممتنع ہوگا۔

ومن ثم لم يجز في ما زيدٌ بقائم اوقائماً ولاذاهب عمرو الاالرفع

چونکہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس وجہ سے اس ترکیب میں ذاھبٌ کو مرفوع پڑھنا واجب ہے اس کو بقائمٍ پر عطف کر کے مجرور (یاقائماً پر عطف کر کے منصوب نہیں پڑھ سکتے) کیونکہ اگر ذاھبٌ کوان پر عطف کر کے مجرور یا منصوب پڑھیں گے تو یہ دونوں صورتوں میں مَا کی خبر واقع ہوتا ہے اور بقائمٍ اور قائماً میں تو ضمیر فاعل موجود ہے لیکن ذاھبٌ میں کوئی ضمیر نہیں، کیونکہ اس کا فاعل اسمِ ظاہر ہے جو عمرو ہے تو چونکہ معطوف علیہ میں ضمیر ہے اور معطوف میں نہیں تو مطابقت نہ پائی گئی، تو اس وجہ سے ذاھبٌ کوان پر عطف کر کے مجرور یا منصوب نہیں پڑھ سکتے بلکہ ذاھبٌ پر رفع متعین ہے۔ یہ خبر مقدم اور عمرو مبتداء مؤخر ہوگا اور مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر اب اس پورے جملے کا عطف ماقبل جملے پر ہوگا۔

وانما جاز الذی یطیر فیغضب زید الذباب لانها فاء السببية

یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے

سوال:۔ آپ نے ما زیدٌ بقائم اوقائماً ولاذاهب عمرو کی ترکیب کو اس لئے ناجائز قرار دیا تھا کہ وہاں معطوف علیہ میں ضمیر ہے اور معطوف میں نہیں، تو ہم آپ کو ایسی ترکیب بتاتے ہیں جہاں معطوف علیہ میں تو ضمیر ہے لیکن معطوف میں نہیں اس کے باوجود وہ ترکیب جائز ہے جیسے الذی یطیر فیغضب زیدن الذباب میں یغضب کا عطف یطیر پر ہے، حالانکہ یطیر میں ایک ضمیر ہے، جو کہ اسمِ موصول الذی کی طرف لوٹ رہی ہے اور یغضب میں ضمیر نہیں کیونکہ اس کا فاعل اسمِ ظاہر آگے موجود ہے۔

جواب:۔ اس کے دو جواب دیئے ہیں (۱) پہلا جواب یہ ہے کہ یہاں پر فاء سببیہ ہے

عطف کے لئے ہے ہی نہیں ،تب تو کوئی اشکال باقی نہ رہا، کیونکہ اس طرح ترکیب سبب، مسبب کے قبیل سے ہوگی نہ کہ معطوف معطوف علیہ کے قبیل سے۔

(۲) یہاں پر فاء سبب اور عطف دونوں کے لئے ہے، چونکہ ضمیر ربط پیدا کرنے کے لئے آتی ہے،تو سبب اور مسبب کے درمیان خود ربط ہوتا ہے تو ضمیر لانے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

واذاعطف علی عاملین مختلفین لم یجز خلافاً للفرّاء الافی نحو فی الدار زیدٌ والحجرة عمرو خلافًا لسیبویه

ایک حرفِ عطف کے ذریعہ دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں تین اقوال اور مذاہب ہیں (۱) فرّاء کا (۲) جمہور نحاۃ کا (۳) سیبویہ کا

(۱) مذہب فرّاء:۔ فرّاء کے نزدیک دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف ایک حرف کے ذریعہ مطلقاً یعنی ہر حال میں جائز ہے اور اس کی امام فرّاء کے پاس دو دلیلیں ہیں۔(۱) فی الدار زیدٌ والحجرة عمرو کی ترکیب تمام نحاۃ کے نزدیک جائز ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے دوسری تراکیب بھی جائز ہوں گی

(۲) جب ایک عامل کے معمول پر عطف کرنا درست ہے تو دو عاملوں کے معمولوں پر بھی درست ہوگا جیسے ما کل سوداء تمرة والبیضاء شحمة::(ہر کالی چیز کھجور نہیں اور ہر سفید چیز چربی نہیں) تو یہاں ایک عامل ''ما'' ہے جو کہ مشابہ بلیس ہے اور دوسرا عامل کل ہے جو کہ مضاف ہے اور سوداء معمول ہے کل کا یہ کل مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ما کا اسم بنتا ہے۔اور تمرة ما کا معمول ہے جو کہ ما کے لئے خبر ہے۔اب بیضاء کا عطف سوداء اور شحمة کا عطف تمرة پر ہوگا۔یہ عطف فراء کے نزدیک جائز ہے دلائل گزر گئے۔

(۲) جمہور نحاۃ کا مذہب:۔ جمہور نحاۃ کے نزدیک دو عاملین مختلفین کے معمولین پر اسمین آخرین کا عطف درست نہیں۔کیونکہ حرفِ عطف ضعیف عامل ہے جو کہ ایک عامل

کے قائم مقام تو بن سکتا ہے لیکن دو کا نہیں (اور یہ حرفِ عطف عامل کا قائم مقام اس طرح ہے کہ مثلاً آپ کہتے ہیں قام زیدٌ وعمرٌو تو گویا اصل عبارت یہ ہے کہ قام زیدقام عمرو،

فرّاء کے دلائل کے جوابات:۔ فرّاء کی پہلی دلیل (جو اس نے فی الدار زید والحجرة عمرو پر قیاس کیا تھا اس) کا جواب یہ ہے کہ یہ ترکیب خلافِ قیاس عرب سے مسموع ہے اور جو چیز خلافِ قیاس مسموع ہوتی ہے وہ اپنے مورد میں بند ہوتی ہے اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حرفِ عطف عامل ضعیف ہے جو ایک عامل کا قائم مقام تو بن سکتا ہے مگر دو عاملوں کا نہیں اور جو مثال نقل کی ہے وہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

(۳) مذہب سیبویہ:۔ سیبویہ کے نزدیک دو (۲) عاملین مختلفین کے معمولین پر اسمین آخرین کا عطف کسی صورت میں جائز نہیں۔ حتّٰی کہ سیبویہ کے نزدیک فی الدار زید والحجرة عمرو کی ترکیب بھی درست نہیں، کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ حرفِ عطف عامل ضعیف ہونے کی وجہ سے دو مختلف عاملوں کا قائم مقام نہیں بن سکتا، اور اگر مذکورہ ترکیب کو جائز قرار بھی دیں تو وہاں حرفِ جر تقدیراً ماننا پڑیگا اور تقدیری عبارت یہ ہوگی فی الدارزید وفی الحجرة عمرٌو اور (فی الدارزید والحجرة عمرو) میں دو عامل اس طرح ہیں کہ ایک فی حرفِ جر ہے اور اس کا معمول الدار ہے اور دوسرا عامل ابتداء ہے جس کا معمول زید ہے اور الحجرة کا عطف الدار پر ہے اور عمرو کا عطف زید پر۔

فی الدارزید والحجرة عمرو سے مراد:۔ اس عبارت سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں معطوف علیہ میں مجرور مقدم ہو اور اس کا مابعد مرفوع یا منصوب ہو اور معطوف میں بھی ایسا ہی ہو۔ مذکورہ مثال مرفوع کی تھی۔ منصوب کی مثال یہ ہے انَّ فی الدار زیدًا

والحجرة عمرًوا ۔ پس اس میں باوجودیکہ ایک حرف عطف کے ذریعہ دومختلف عاملوں (فی اورابتداء) کے دومعمولوں (الدار اور زید) پردواسموں (الحجرة و عمرو) کا عطف ہورہا ہے لیکن پھر بھی درست ہے۔

التاکید: تابع یقرر امرالمتبوع فی النسبة اوالشمول

تاکید وہ تابع ہے جومتبوع کے حال کوسامع کے ہاں ثابت کردے نسبت میں یا شمول میں جیسے جاء زیدٌ زیدٌ یہاں پرزید ثانی تاکید ہے جب متکلم نے جاء زید کہہ دیا تو سامع کوشک ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ زید نہ آیا ہو بلکہ عمروآیا ہو تو متکلم نے زید کوتاکیدًا ذکر کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ عمرونہیں بلکہ صرف زید ہی آیا ہے۔

نسبت کا مطلب یہ ہے کہ تاکید متبوع کی حالت کونسبت میں ثابت کردے کہ وہ نسبت میں منسوب ہے یا منسوب الیہ ان کے علاوہ کوئی اورنہیں۔ منسوب کی مثال ضرب ضرب زیدٌ۔منسوب الیہ کی مثال ضرب زیدٌ زیدٌ۔

شمول کا مطلب یہ ہے کہ تاکید یہ بتادے کہ جس حکم کی نسبت اس کے متبوع کی طرف ہورہی ہے وہ حکم اس متبوع کے تمام افراد کوشامل ہے جیسے جاء نی القوم کلھم ۔یہاں پر کلھم تاکید ہے جب متکلم نے جاء نی القوم کہا تو سامع کوشک ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ پوری قوم نہ آئی ہو بلکہ بعض افراد آئے ہوں تو متکلم نے کلھم کی تاکید لاکر یہ بتادیا کہ بعض افرادنہیں بلکہ پوری قوم آئی ہے۔

فوائد قیود:۔تابع جنس ہے دوسرے تمام توابع اس میں شامل تھے لیکن جب یقرر امر المتبوع کہہ دیا تو اس سے نعت، بدل اور عطف بحرف خارج ہوگئے، کیونکہ ان میں امر متبوع کی تقریر نہیں ہوتی، اور جب فی النسبة کہا تو اس سے عطف بیان بھی خارج ہوگیا، کیونکہ عطف بیان اپنے متبوع کی توضیح کے لئے آتا ہے پس یہ اپنے متبوع کو ثابت کرتا ہے

لیکن نسبت اور شمول میں نہیں۔

وھولفظی ومعنویٌّ

تاکید کی دوقسمیں ہیں(۱) تاکید لفظی (۲) تاکید معنوی

(۱) فاللفظی تکریر اللفظ الاول: تاکید لفظی وہ ہے جولفظ اول کومکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے جیسے جاء نی زیدٌ زیدٌ۔

ویجری فی الفاظ کلھا: یعنی تاکید لفظی میں جولفظ کا تکرار ہوتا ہے وہ ہر لفظ میں جاری ہوتا ہے چاہے وہ لفظ حرف ہو یا اسم ہو یا جملہ ہو جیسے ان ان زیدًا قائم، ان زیدًا زیدًا قائم، ضرب ضرب زیدٌ، ضرب زیدٌزیدٌ، زیدٌقائمٌ زیدٌ قائم وغیرذلک۔

(۲)والمعنوی بالفاظ محصورة : تاکید معنوی چندالفاظ کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ ذیل ہیں۔نفس، عین، کلاھما، کل، اجمع، اکتع، ابتع، ابصع۔

فالاولان یعمان

ان الفاظ میں سے نفس اور عین عام ہیں یعنی یہ دونوں مفرد، تثنیہ، جمع، تذکیراور تانیث سب کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔لیکن صیغہ اور ضمیر میں اختلاف ہوگا مثلاً واحد مذکر کے لئے جاء نی زیدٌ نفسهٗ، واحدہ مؤنثہ کے لئے جاء تنی ھند نفسھا۔تثنیہ کے لئے انفسھما اور جمع مذکر کے لئے انفسھم اور جمع مؤنث کے لئے انفسھن آتا ہے۔اس پر عین کو بھی قیاس کرلیا جائے۔

والثانی للمثنّٰی : کلاھما تثنیہ کے لئے خاص ہے تثنیہ مذکر کے لئے کلاھما اور تثنیہ مؤنث کے لئے کلتاھما آئے گا۔

والباقی لغیر المثنّٰی باختلاف الضمیر

باقی پانچ الفاظ یعنی (کل، اجمع، اکتع، ابتع، ابصع) واحد اور جمع کے لئے خاص

ہیں، تثنیہ میں استعمال نہیں ہوتے، لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ لفظِ کل میں صرف ضمیر میں تبدیلی آئے گی صیغے میں نہیں جیسے واحد مذکر کے لئے کلہٗ اور واحدہ مؤنثہ کے لئے کلھا اور تثنیہ کے لئے نہیں آتا اور جمع مذکر کے لئے کلھم، اور جمع مؤنث کے لئے کلھن ہوگا۔ اور باقی چار میں صرف صیغوں میں تبدیلی ہوگی جیسے واحد مذکر کے لئے اشتریت العبد کلہٗ اجمع، اکتع، ابتع، ابصع اور واحدہ مؤنثہ کے لئے جیسے قرأت الصحیفۃ کلھا جمعاء، کتعاء، بتعاء، بصعاء اور جمع مذکر کے لئے جیسے جاء القوم کلھم اجمعون، اکتعون، ابتعون، ابصعون اور جمع مؤنث کے لئے جیسے جاء تنی النساء کلھن جُمَعُ، کُتَعُ، بُتَعُ، بُصَعُ وغیرہ۔

ولایؤکد بکل واجمع الاذو اجزاء

لفظ کل اور اجمع سے اس چیز کی تاکید کی جاتی ہے جس کے اجزاء ہوں یعنی جن کو جدا کر سکتے ہوں یعنی جن میں افتراق ممکن ہو پھر یہ افتراق یا توحسًّا ہوگا جیسے اکرمت القوم کلھم۔ یہاں پر کل کے ذریعہ قوم کی تاکید لائی گئی ہے اور قوم ذواجزاء ہے اس کے افراد کو جدا کر سکتے ہیں۔ جیسے قوم میں سے زید کو الگ، بکر کو الگ، عمرو کو الگ کر سکتے ہیں۔ یا یہ افتراق حکمًا ہوگا جیسے اشتریت العبد کلہٗ یہاں غلام کے اجزاء حسًّا تو جدا نہیں کر سکتے البتہ حکمًا کر سکتے ہیں (کیونکہ غلام مال ہے) اس طرح کہ آدھا غلام ایک شخص کا ہو اور دوسرا، دوسرے شخص کا ہو یہ جائز ہے۔

بخلاف جاء زید کلہٗ

جاء زید کلہٗ کہنا درست نہیں کیونکہ زید سے اجزاء کا جدا کرنا نہ حسًّا صحیح ہے اور نہ حکمًا صحیح ہے۔

واذااكد الضمير المرفوع المتصل

جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے ساتھ لائی جائے تو وہاں لازمی ہے کہ پہلے اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی جائے ورنہ بعض مقامات پر فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے اگر ہم یوں کہہ دیں زیداکرمنی نفسه تو التباس لازم آئے گا کہ آیا نفسهٗ اکرمنی کا فاعل ہے یا اکرمنی میں ضمیر فاعل اور نفسهٗ اس کی تاکید ہے اس لئے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری ہے اور اب یوں کہیں گے۔ زید اکرمنی هو نفسهٗ اور اسی طرح ضربت انت نفسک۔

واكتع واخوه اتباع لاجمع

اکتع، ابتع اور ابصع یہ سب اجمع کے تابع ہیں اس وجہ سے یہ تینوں الفاظ اجمع سے پہلے نہیں آسکتے، کیونکہ تابع متبوع سے مقدم نہیں ہوتا اور ان تینوں کا ذکر بغیر اجمع کے ضعیف ہے کیونکہ متبوع کے بغیر تابع کا ذکر مستحسن نہیں ہے۔

البدل: تابع مقصود بما نسب الى المتبوع دونهٗ

بدل وہ تابع ہے جہاں نسبت سے مقصود وہی تابع ہو نہ کہ متبوع جیسے جاء زيدٌ حمار تو یہاں جاء کی جو نسبت کی ہے اس سے مراد حمار ہے زید نہیں۔

بدل کی چار قسمیں ہیں۔(۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔

(۱) بدل الکل: بدل کا مدلول اور مبدل منہ کا مدلول ایک ہو جیسے جاء نی زيدٌ ابوک یہاں ابوک سے مراد بھی وہی زید ہے کوئی اور نہیں۔

(۲) بدل البعض: بدل کا مدلول مبدل منہٗ کے مدلول کا جزء ہو۔ بالفاظِ دیگر بدل مبدل منہٗ کا جزء ہو جیسے ضُرب زيدٌ راسهٗ اس مثال میں رأسہٗ بدل بعض ہے جو کہ زید یعنی مبدل

منہ کا جزء ہے کل نہیں۔

(۳) بدل الاشتمال: بدل اور مبدل منہ کے درمیان اشتمال کا تعلق ہو یعنی کلیت اور جزئیت کا نہیں بلکہ کوئی اور تعلق ہو جیسے سُلِبَ زیدٌ ثوبہ یہاں ثوبہٗ، زیدٌ سے بدل اشتمال ہے اس طرح کہ نہ تو ثوب زید کا کل ہے اور نہ ہی جزء بلکہ ثوب کا زید کے ساتھ ایک خارجی تعلق ہے۔

(۴) بدل الغلط: مبدل منہٗ کو غلط ذکر کر کے فوراً بدل کو ذکر کیا جائے جیسے جاءنی زیدٌ حمارٌ یہاں متکلم جاءنی حمار کہنا چاہتا تھا مگر غلطی سے زیدٌ نکل گیا تو فوراً حمارٌ کہہ کر اس غلطی کا تدارک کیا۔

ویکونان معرفتین ونکرتین ومختلفتین

تعریف و تنکیر کے لحاظ سے بدل کی کل سولہ قسمیں بنتی ہیں وہ اس طرح کہ (۱) بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ ہوں (۲) دونوں نکرہ ہوں (۳) بدل معرفہ اور مبدل منہ نکرہ ہو (۴) بدل نکرہ اور مبدل منہ معرفہ ہو۔ یہ چار قسمیں ہوگئی ہیں۔ یہ چاروں قسمیں بدل کی چاروں قسموں (بدل کل، بعض، اشتمال اور غلط) میں جاری ہوتی ہیں لہٰذا چار کو چار سے ضرب دینے سے کل سولہ صورتیں حاصل ہوگئیں۔

تفصیل کے لئے نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

بدل الکل	بدل البعض
بدل معرفہ مبدل منہ نکرہ: رجل غلام زید بدل نکرہ مبدل منہ معرفہ: زید غلام لہ بدل اور مبدل منہ دونوں نکرہ: رجل غلام لزید بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ: زید اخوک	بدل معرفہ مبدل منہ نکرہ: رجل رأسہ بدل نکرہ مبدل منہ معرفہ: زید رأس لہ بدل اور مبدل منہ دونوں نکرہ: رجل رأس لہ بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ: زید رأسہ

بدل الاشتمال	بدل الغلط
بدل معرفہ مبدل منہ نکرہ: رجل علمہ بدل نکرہ مبدل منہ معرفہ: زید علم لہ بدل اور مبدل منہ دونوں نکرہ: رجل رأس لہ بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ: زید علمہ	بدل معرفہ مبدل منہ نکرہ: رجل حمارہ بدل نکرہ مبدل منہ معرفہ: زید حمار لہ بدل اور مبدل منہ دونوں نکرہ: رجل حمار لہ بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ: زید الحمار

فائدہ:۔ بدل الکل کی دوسری مثال جس میں بدل اور مبدل منہٗ دونوں نکرہ ہیں تو اس میں غلام پر جو تنوین ہے یہ غلام اس کی وجہ سے نکرہ ہے آپ ایسا نہ سمجھیں کہ زید کی طرف اضافت کی وجہ سے غلام معرفہ بنا ہے ایسی بات نہیں ۔اسی لئے زید پر لام بھی داخل کیا ہے کیونکہ یہاں اضافت نہیں ۔

واذ كان نكرة من معرفة

اگر مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو تو وہاں ضروری ہے کہ بدل کی صفت لائی جائے جیسے بالناصية ناصية كاذبة اور بدل کی صفت لانا اس لئے ضروری ہے کہ اگر صفت نہ لائیں تو مقصود کا انقص ہونا لازم آئے گا۔ وہ اس طرح کہ بدل اور مبدل منہ میں ہمارا مقصود بدل ہوتا ہے اور معرفہ نکرہ میں معرفہ اعلیٰ ہوتا ہے تو جب مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہوگا تو مبدل منہ جو کہ غیر مقصود ہے اس کا اعلیٰ اور بدل یعنی مقصود کا کمتر اور انقص ہونا لازم آئے گا۔

ويكونان ظاهرين ومضمرين ومختلفتين

ضمیر اور اسمِ ظاہر کے اعتبار سے بھی بدل کی کل سولہ صورتیں بنتی ہیں اور وہ اس طرح کہ یا تو (۱) بدل اور مبدل منہ دونوں اسمِ ظاہر ہوں گے (۲) یا دونوں ضمیر ہوں گے (۳) یا مبدل منہ اسمِ ظاہر ہوگا اور بدل ضمیر (۴) یا مبدل منہ ضمیر ہوگا اور بدل اسمِ ظاہر اور چونکہ یہ چاروں صورتیں بدل کی چاروں قسموں میں جاری ہوتی ہیں۔ اس لئے چار کو چار سے ضرب دینے سے سولہ بن گئیں۔

تفصیل نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بدل کی قسم	مبدل منہ کی حالت	بدل کی حالت	امثلہ
بدل الکل	اسم ظاہر	اسم ظاہر	جاءنی زیدٌ اخوک
	اسم ضمیر	اسم ضمیر	الزیدون لقیتهم ایاهم
	اسم ظاہر	اسم ضمیر	اخوک لقیت زیداً ایاهُ
	اسم ضمیر	اسم ظاہر	اخوک لقیتهُ زیداً
بدل البعض	اسم ظاہر	اسم ظاہر	قطعت زیداً یدهُ
	اسم ضمیر	اسم ضمیر	کسرت زیداًیدهُ ثم قطعته ایاها
	اسم ظاہر	اسم ضمیر	کسرت ید زیدوقعت زیداً ایاها
	اسم ضمیر	اسم ظاہر	زیدقطعتهُ یدهُ
بدل الاشتمال	اسم ظاہر	اسم ظاہر	کرهت زیداً جهالتهُ
	اسم ضمیر	اسم ضمیر	کرهت زیداًجهالتهُ و ابغضتهُ ایاها
	اسم ظاہر	اسم ضمیر	کرهت جهالة زید و ابغضت زیداً ایاها
	اسم ضمیر	اسم ظاہر	زید کرهته جهالتهُ
بدل الغلط	اسم ظاہر	اسم ظاہر	کرهت زیداً دابةً
	اسم ضمیر	اسم ضمیر	اشتری زیدٌ دابةً کرهتهُ ایاها
	اسم ظاہر	اسم ضمیر	اشتری زیدٌ دابةً کرهت زیداً ایاها
	اسم ضمیر	اسم ظاہر	زیدٌ کرهتهُ الدابة

(خادمۃ الکافیہ علی تحریر سنبٹ صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(رضی شرح الکافیہ ج ۱ صفحہ ۳۴۰ مطبوعہ کوئٹہ)

ولایبدل ظاهر من مضمر بدل الکل الامن الغائب

جب بدل اسمِ ظاہر ہواور مبدل منہٗ ضمیر ہوتو وہاں پر اسمِ ظاہر اس ضمیر سے اس وقت بدل الکل واقع ہوگا جب ضمیر غائب کی ہو ورنہ درست نہیں، کیونکہ اسمِ ظاہر بمنزلہ غائب کے ہوتا ہے اور جب اسمِ ظاہر بمنزلہ غائب کے ہوا تو ضمیر کا بھی غائب ہونا ضروری ہے تاکہ دونوں کا یعنی اسمِ ظاہر (بدل) اور ضمیر (مبدل منہٗ) کا مدلول ایک ہوجائے، کیونکہ بدل الکل میں بدل اور مبدل منہٗ کا مدلول ایک ہوتا ہے اور اگر ضمیر متکلم یا مخاطب کی ہوگی تو دونوں کا مدلول ایک نہیں ہوگا اس لئے وہاں پر ضمیر سے اسمِ ظاہر کا بدل الکل واقع ہونا درست نہ ہوگا۔ مثال ضمیر غائب کی جیسے ضربته زیدًا یہاں زیداً ضربتہ کی ضمیر مفعول سے بدل واقع ہے۔

عطف البیان: تابع غیر صفة یوضح متبوعه مثل اقسم بالله ابو حفص عمر

عطفِ بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہوتے ہوئے بھی اپنے متبوع کے معنیٰ کو واضح کرے۔ عطفِ بیان کا اپنے معطوف سے زیادہ واضح ہونا ضروری نہیں بلکہ تابع اور متبوع دونوں ملکر اپنے متبوع کو واضح اور روشن کریں گے۔ جیسے مذکورہ مثال میں ابو حفص مبین یعنی متبوع اور عمر عطفِ بیان ہے۔ حالانکہ یہ صفت نہیں مگر اپنے متبوع کے معنیٰ کو واضح کر رہا ہے۔

پورا شعر یہ ہے۔

اقسم بالله ابو حفص عمر   مامسها من نقب ولا دبر

اغفر له ،اللهم ان کان فجر

ترجمہ:۔ ابو حفص عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی ہے کہ اس (میری اونٹنی) کو نقب اور دبر (دو بیماریاں جو اونٹ کو لاحق ہوتی ہیں) نے نہیں چھوا اے اللہ اگر اس سے غلطی ہوگئی ہے

تو اس کی مغفرت فرما۔

فائدہ:۔ ایک دیہاتی نے آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میرا اونٹ بیمار ہے اور میرا وطن دور ہے اس لئے مجھے اونٹ دیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھوٹا سمجھا اور دوسرا اونٹ نہیں دیا تو وہ دیہاتی جنگل کی طرف یہ مذکورہ شعر پڑھتا ہوا جارہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن لیا تو اس کو بلایا اور اونٹ سے سامان اتار کر دیکھا تو واقعی ویسا ہی پایا جیسا کہ وہ دیہاتی کہہ رہا تھا تو دیہاتی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ذاتی اونٹ بھی دیدیا اور پوشاک دے کر رخصت کیا۔ یہ واقعہ لمبا ہے یہاں مختصراً ذکر کیا گیا ہے

فوائد قیود:۔ تابع جنس ہے اس میں دوسرے توابع بھی شامل تھے مگر جب غیر صفۃ کہا تو صفت اس سے خارج ہوگئی اور یوضح متبوعہ کہا تو اس سے دوسرے توابع بھی خارج ہوگئے۔

وفصله من البدل لفظًا فی مثل انا ابن التارك البكری بشر

عطفِ بیان اور بدل میں معنیٰ کے اعتبار سے فرق واضح ہے۔ کیونکہ بدل مقصود بالنسبۃ ہوتا ہے اور عطفِ بیان مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتا ہے۔ لیکن لفظ کے اعتبار سے کچھ اشتباہ ہوتا تھا تو مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بدل اور عطفِ بیان میں لفظاً بھی فرق واضح ہے جیسے مذکورہ مثال میں۔

یہاں مثل سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں عطفِ بیان کا متبوع معرف باللام ہو اور ایسی صفت کے لئے مضاف الیہ واقع ہو جو خود معرف باللام ہو، اس مذکورہ مثال میں بشر عطفِ بیان ہے اور البکری اس کا متبوع ہے جو کہ التارک کا مضاف الیہ ہے اور التارک صیغہ صفت بھی ہے اور معرف باللام بھی۔ اب اس عبارت میں کوئی اگر یہ کہہ

دے کہ بشر عطفِ بیان نہیں بلکہ بدل ہے تو یہ درست نہ ہوگا، کیونکہ بشر کو بدل ماننے کی صورت میں تقدیری عبارت یہ ہوگی التارک بشر (کیونکہ بدل تکرارِ عامل چاہتا ہے) یہ ترکیب جائز نہیں کیونکہ یہ ترکیب الضارب زید کی طرح ہے تو چونکہ الضارب زید کی ترکیب جائز نہیں اس لئے التارک بشر کی ترکیب بھی جائز نہیں اور الضارب زید کی ترکیب کا ناجائز ہونا اضافتِ لفظیہ کی بحث میں تفصیل سے گزرا ہے لیکن اگر عطفِ بیان پڑھیں تو یہ ترکیب درست ہوگی، کیونکہ عطفِ بیان تکرار عامل کا تقاضا نہیں کرتا، تو اس صورت میں عبارت التارک البکری ہوگی جو کہ الضارب الرجل کی طرح ہے، تو چونکہ الضارب الرجل کی ترکیب درست تھی اسی طرح التارک البکری کی ترکیب بھی درست ہوگی۔

یہ شعر مرار اسدی کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

انا ابن التارک البکری بشر　　علیه الطیر ترقبهٗ وقوعًا

ترجمہ: ۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر کو پچھاڑنے والا ہے اس حال میں کہ پرندے اس کے اردگرد واقع ہو کر اس کی جان نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔

ترکیب: ۔ انا مبتداء ابن مضاف التارک مضاف مضاف الیہ البکری مبین بشر ذوالحال علیہ جار مجرور متعلق فعل محذوف کے لئے الطیر ذوالحال ترقب فعل ضمیر ذوالحال ہ ضمیر مفعول، وقوعا حال، ذوالحال حال ملکر ترقب کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر حال الطیر ذوالحال سے، حال ذوالحال سے ملکر فاعل فعل محذوف کا جس سے علیہ متعلق ہے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر حال بشر سے۔ ذوالحال حال سے ملکر عطفِ بیان البکری کے لئے۔ مبین عطفِ بیان سے ملکر مضاف الیہ التارک کے لئے۔ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ ہوا ابن کے لئے۔ ابن مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر خبر۔ اس کی کئی اور ترکیبیں ہو سکتی ہیں ہم نے صرف ایک پر اکتفاء کیا ہے۔

ربنـا لا تـؤاخـذنـا ان نسينا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علينا اصراً كماحملتهٗ علـى الـذيـن من قبلنا، ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرناعلى القوم الكٰفرين.

ربنـاتـقبـل مـن انـک انـت الـسـمـيـع العليم وتب علينا انک انت التواب الـرحيـم ،وصـلـى الـله على خير خلقه محمد وعلى اٰله واصحابه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين.

طبع جدید
دوم

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

مدرس کامل مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کاشمیری
ناظم تعلیمات جامعہ امام ابوحنیفہؒ وسابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی
کی

تقریرِ کافیہ

زبان اور بیان کے نئے اسلوب میں

مرتب

سیف الدین

مفتی واستاد حدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد
سابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ علمیہ محلہ جنگی پشاور
فون: 091-2580319

دوم

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

مدرس کامل مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کاشمیری
ناظم تعلیمات جامعہ امام ابوحنیفہؒ وسابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی
کی

تقریر کافیہ

زبان اور بیان کے نئے اسلوب میں

مرتب
سیف الدین
مفتی واستاد حدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد
سابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ علمیہ
محلہ جنگی پشاور
فون:091-2580319

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب: .... تقریر کافیہ

مرتب: .... سیف الدین

مفتی واستاد حدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد

سابق استاد جامعہ فاروقیہ

تعداد: ۱۱۰۰

طبع چہارم: ۲۰۰۹

طابع: .... محمد عباس

ناشر: .... مکتبہ علمیہ

محلہ جنگی پشاور فون: 091-2580319

فہرست

انتساب

ان

نفوس قدسیہ

کے نام جو آج کے گھپ اندھیرے دور

میں بھی

دین رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے مکمل احیاء کے لئے دشت وصحراء کے

بحر ظلمت میں گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔

عرض ناشر

یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ کافیہ کی حیثیت علم نحو میں ریڑھ کی ہڈی جیسی ہے اس لئے کہ علم نحو کے تمام ضروری مسائل اس میں موجود ہیں ہندو پاک کے تمام مدارس عربیہ میں اس کی اہمیت کے پیش نظر شامل نصاب ہے ہندو پاک افغانستان اور ایران کا کوئی عالم ایسا نہیں ہے جس نے اس کا سبق درساً حاصل نہ کیا ہو علماء کرام نے ہر دور میں اس کی تشریح وتوضیح کی طرف توجہ دی ہے یہ شرح بھی ان شروحات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے لیکن اس میں بلاوجہ کی غیر متعلق بحثیں نہیں کی گئیں جن سے عام طور پر اردو کی شروحات خالی نہیں اس میں صرف مسائل نحو کو آسان زبان وبیان میں پیش کیا گیا ہے۔

اس میں مبتدی طلباء کی رعایت کا خوب خیال رکھا گیا ہے تاکہ صرف مسائل نحو خوب ذہن نشین ہو جائیں انشاء اللہ یہ کتاب پڑھنے اور استفادہ کرنے والوں کے لئے مختصر مگر ضروری معلومات کی حد تک بہترین مواد فراہم کرے گی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو طلباء کیلئے اور ناشر ومؤلف ومعاونین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

طالب دعا

محمد عباس

مکتبہ علمیہ محلہ جنگی پشاور

پیش لفظ

الحمد لله و كفىٰ و الصلوٰة و السلام على سيد الرسل و خاتم الانبياء

یہ آج سے تقریباً چودہ سال پہلے کی بات ہے جب بندہ ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ فاروقیہ کراچی میں درجہ ثالثہ کا طالب علم تھا کافیہ کا سبق استاذ محترم اسم بامسمیٰ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتھم (حال ناظم جامعہ امام ابوحنیفہ) کے پاس تھا۔ حضرت کی تقریر انتہائی سہل اور پرمغز ہوتی تھی۔ پہلے سبق کا اجمالاً خلاصہ اور پھر اسی ترتیب سے اجمال کی تفصیل ہوتی تھی (کتاب کے مطالعہ کے دوران ہر ہر صفحہ سے اس کا اندازہ ہوگا انشاءاللہ) فقیر دوران درس ہی حضرت کی تقریر کو اسی انداز میں مختصراً قلمبند کیا کرتا تھا اور بعد میں دوسری کاپی میں نقل کرتا تھا۔

یہ دوسری کاپی میں نقل کرنے کا کام مبنیات تک پہنچ گیا تھا کہ سالانہ امتحان شروع ہونے لگے تو ساتھیوں کا تقاضا ہوا کہ اب تک جو کام ہوا ہے اسی کی فوٹو کاپی کرالی جائے باقی بعد میں مکمل کرلیں ساتھیوں کی رائے ایسی نہیں تھی کہ جسے رد کیا جاتا اور خود بندہ بھی امتحان کی تیاری کی وجہ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا تھا اسلئے اصل کاپی پر لکھنے کا کام موقوف کردیا۔ بعد میں مبنیات والا حصہ ضائع ہوگیا۔

عرصے کے بعد جب بندہ کو جامعہ محمدیہ F-6/4 اسلام آباد میں کافیہ پڑھانے کا موقع ملا تو اس کاپی (معرب) میں ضروری کمی بیشی کے بعد طلباء کی خدمت میں پیش کیا الحمدللہ طلبہ نے اسے بہت پسند کیا اور بہت سے طلبہ وفاق المدارس کے امتحان کے دوران جامی کیلئے اسی سے تیاری کرتے رہے اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور دوسرا ایڈیشن بھی ختم ہونے کو ہے

اس دوران طلباء مبدیات کا تقاضا کرتے رہے خود ناشر عزیزی مولوی محمد عباس صاحب نے بھی اصرار کیا کہ مبدیات پر بھی کام ہونا چاہیے

لہذا اللہ کا نام لیکر کام شروع کیا میرے عزیز طالب علم عمر فاروق سبق کے دوران بندہ کی تقریر کو نوٹ کرتے رہے بعد میں اس میں ضروری حذف و اضافہ کیا گیا اور اب یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس تقریر میں اگر کوئی فائدے کی بات نظر آئے تو وہ میرے استاذ کے علم کا حصہ ہے اور اگر غلطی نظر آئے تو وہ میرے سوء فہم کا نتیجہ ہے۔ اول پر دعا اور ثانی پر اصلاح فرما دیں اور یہی اہل علم کی شان ہے اس تقریر کو منظر عام پر لانے کیلئے جن میرے عزیز طلبہ نے تعاون کیا اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شان کے مطابق علم وعمل سے نوازے۔ (آمین)

سیف الدین

جامعہ محمدیہ ایف سکس فور اسلام آباد

المبنی ماناسب مبنی الاصل اووقع...... الخ:۔

مبنی کی ابتداً دوقسمیں ہیں

(۱) مبنی الاصل (۲) مبنی غیر اصل

مبنی الاصل کی مشہور تعریف:۔ مبنی الاصل اسے کہتے ہیں جس کی حرکات کسی عامل کے تابع نہ ہوں۔لیکن اس سے زیادہ صحیح اور بہتر تعریف یہ ہے کہ مبنی الاصل وہ ہے جو اپنی بناء میں کسی کامحتاج نہ ہو۔

مبنی غیر اصل کی تعریف:۔ مبنی غیر اصل اسے کہتے ہیں جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو، یا ترکیب میں واقع نہ ہو یا یہ کہ جو اپنی بنا میں غیر کا محتاج ہو۔

مبنی اصل کی اقسام:۔ مبنی اصل کی تین قسمیں ہوتی ہیں

(۱) جملہ حروف (۲) ماضی (۳) امر بغیر اللام (امر حاضر معلوم)

اعتراض:۔ مصنفؒ نے مبنی غیر اصل کی تعریف کی ہے اور مبنی اصل کو چھوڑ دیا ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ مصنفؒ نے مبنی غیر اصل کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو حالانکہ مبنی اصل کو مصنفؒ نے بیان ہی نہیں کیا؟

جواب:۔ مصنفؒ نے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے مبنی غیر اصل کی تعریف کی کہ مبنی اصل پہلے سے آپ کے ذہن میں موجود ہے۔

مبنی غیر اصل کی تعریف:۔ مبنی غیر اصل کے لیے مصنفؒ نے دو چیزیں بیان کی ہیں

(۱) مبنی اصل کے ساتھ مشابہت (۲) یا ترکیب میں واقع نہ ہونا

مبنی غیر اصل کی مشابہت مبنی اصل کے ساتھ چھ (۶) طریقوں پر ہوتی ہے

(۱) اسم مبنی اصل کی تین قسموں میں سے کسی ایک کے معنی کو متضمن ہو جیسے اَیـنَ زَیـدٌ اس

مثال میں این یہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور جملہ حروف چونکہ مبنی اصل ہیں لہذا ان کے ساتھ مشابہت رکھنے والا اسم بھی مبنی ہوگا۔

(۲) احتیاجی میں مشابہت ہو۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح حروف اپنا معنی بتلانے میں غیر کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح وہ اسم بھی اپنا معنی بتلانے کے لیے غیر کا محتاج ہو جیسے اسمائے اشارات وغیرہ یہ اپنا معنی بتلانے کے لیے مشار الیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

(۳) وہ اسم مبنی اصل کی جگہ پر واقع ہو یعنی وہ اسم مبنی اصل کے معنی میں استعمال ہو جیسے نَزَالِ یہ انزل کی جگہ استعمال ہوتا ہے اور انزل چونکہ امر حاضر بغیر اللام کا صیغہ ہے اس لیے انزل مبنی اصل ہے اور نَزَالِ مبنی غیر اصل یعنی مشابہ مبنی ہے۔ ایسے ہی تراك بمعنی اترك۔

(۴) اسم کسی ایسے اسم کے مشابہ ہو کہ وہ اسم مبنی اصل کی جگہ استعمال ہو جیسے فجار بروزن نزال. اور نزال چونکہ انزل کے معنی میں استعمال ہے اس لیے مبنی غیر اصل ہے اور فجار چونکہ نزال کے ہم وزن ہے اس لیے فجار بھی مبنی غیر اصل ہوگا اگر چہ خود فجار امر کے معنی میں نہیں۔

(۵) وہ اسم مبنی اصل کی طرف مضاف ہو جیسے یومئذٍ اور یوم ینفع الصادقین۔

(۶) کوئی اسم ایسے اسم کی جگہ پر واقع ہو جو اسم مبنی اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو جیسے منادی مفرد معرفہ یا زید اس مثال میں زید کاف خطابیہ کی جگہ پر واقع ہے اور کاف خطابیہ مبنی ہے کاف حرفیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے لہذا زید بھی مبنی غیر اصل ہوگا۔

او وقع غیر مرکب

مبنی غیر اصل کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ ترکیب میں واقع نہ ہو۔ یہاں ترکیب سے مراد اصطلاحی ہے یعنی مرکب مع عامل نہ ہو اگر چہ ترکیب لغوی موجود ہو جیسے غلام زید اس مثال میں زید تو

معرب ہے کیونکہ اسکا عامل غلام موجود ہے لیکن غلام مبنی ہے عامل کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے یعنی اس مثال میں ترکیب لغوی تو موجود ہے لیکن اصطلاحی موجود نہیں۔

اعتراض:۔ مصنف نے معرب کی تعریف کرتے ہوئے المعرب المرکب الذی لم یشبهه ترکیب کو مقدم کیا تھا اور مشابہت کو مؤخر کیا تھا جبکہ مبنی کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ما ناسب مبنی الاصل او وقع غیر مرکب اس میں ترکیب کو مؤخر کیا اور مشابہت کو مقدم کیا تو معرب اور مبنی کا تقابل نہیں ہوا؟

جواب:۔ مصنفؒ نے تقدیم وتاخیر میں ترکیب اور تشبیہ کا اعتبار نہیں کیا بلکہ موجود اور معدوم کا اعتبار کیا ہے اور معرب کی تعریف میں ترکیب کا موجود ہونا اور مبنی میں مشابہت کا موجود ہونا ضروری تھا (یعنی یہ دونوں وجودی چیزیں تھیں) اس لیے ان دونوں کو مقدم کیا اور معرب کی تعریف میں مشابہت کا نہ ہونا اور مبنی کی تعریف میں ترکیب کا نہ ہونا ضروری تھا یعنی یہ دونوں عدمی چیزیں تھیں اس لیے ان دونوں کو مؤخر کیا۔

والقابه ضم و فتح و کسر ووقف

یہاں سے مصنف مبنی کے اعراب کو بیان فرمارہے ہیں اور مبنی کا اعراب کیا ہوگا اسمیں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے۔ کوفیین کے نزدیک معرب اور مبنی دونوں کے اعراب ایک جیسے ہیں یعنی رفع نصب جر اور ضمه فتحه کسره وغیرہ میں سے ہر ایک کا اطلاق مبنی کے اعراب پر بھی ہوتا ہے اور معرب کے اعراب پر بھی۔

بصریین کے نزدیک معرب کے لیے رفع نصب جر خاص ہیں البتہ کبھی کبھی ضمه فتحه اور کسره کا اطلاق بھی کرتے ہیں لیکن مبنی کے لیے صرف ضمه فتحه کسره اور سکون کا اطلاق ہوتا ہے یعنی بصریین کے نزدیک معرب کے اعراب عام ہیں لیکن مبنی کے اعراب خاص ہونگے۔

وحکمه ان لا یختلف آخره لاختلاف العوامل

مبنی کا حکم یہ ہے کہ اسکا آخر عامل کے مختلف ہونے سے تبدیل نہیں ہوتا البتہ بغیر عامل کے مبنی کا آخر مختلف ہوسکتا ہے پہلے کی مثال جیسے جآء نی ھٰولآء رایت ھٰولآء مررت بھٰولآء ان تمام مثالوں میں ھٰـولآء کا عامل تو تبدیل ہوا لیکن اختلاف عوامل کی وجہ سے اسکا اعراب مختلف نہیں ہوا بخلاف دوسری صورت کے جہاں اختلافِ اعراب اختلافِ عوامل کے بغیر ہو جیسے مَنِ الرَّجُلُ ، مَنُ امْرُءٌ، مَنْ زید ان تمام مثالوں میں مَنْ حرف مبنی ہے لیکن اسکا اعراب تینوں صورتوں میں تبدیل بھی ہوا ہے لیکن یہ اختلاف عوامل کی وجہ سے نہیں بلکہ غیر عامل کی وجہ سے ہے۔

وهی المضمرات واسماء الاشارات والموصولات والمركبات

یہاں سے مصنف مبنی غیر اصل کی اقسام بیان فرمارہے ہیں مبنی غیر اصل کی آٹھ قسمیں ہیں

(۱) ضمائر (۲) اسمائے اشارات (۳) اسمائے موصولات (۴) مرکبات

(۵) کنایات (۶) اسمائے افعال (۷) اصوات (۸) بعض ظروف

اعتراض:۔ مصنف مبنی غیر اصل کی اقسام بیان فرماتے ہوئے ھی ضمیر مؤنث کی لائے ہیں اور اس ضمیر کا مرجع مبنی ہے جو کہ مذکر ہے لہذا راجع اور مرجع میں مطابقت نہیں پائی گئی۔

جواب:۔ جب ضمیر مبتدا واقع ہو تو وہاں اعتبار مرجع کا نہیں بلکہ خبر کا ہوتا ہے اس لیے اس مثال میں ھی ضمیر مؤنث کا مرجع اگر چہ مبنی ہے لیکن ضمیر لانے میں خبر کا اعتبار کیا گیا ہے جو کہ مضمرات وغیرہ ہے اور یہ مؤنث ہے۔

فائدہ:۔ مبنی غیر اصل کی اقسام میں ساتویں قسم اصوات کا عطف ماقبل افعال پر نہیں بلکہ اسماء پر ہے یعنی اسمائے اصوات نہیں کہیں گے بلکہ صرف اصوات کہیں گے اس لیے کہ آگے چل کر خود مصنف نے تفصیل میں اصوات فرمایا ہے نہ کہ اسمائے اصوات دوسری وجہ یہ ہے کہ ان پر اسم کا

اطلاق درست نہیں کیونکہ یہ اس کے لیے وضع ہی نہیں۔

فائدہ:۔ مصنف نے بعض الظروف کہا ہے اس لیے کہ تمام ظروف مبنی نہیں بلکہ بعض معرب ہیں اور بعض مبنی، مزید تفصیل آگے ظروف کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

المضمر ما وضع لمتکلم اومخاطب او غائب تقدم ذکرہ لفظاً او معناً او حکماً۔

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی پہلی قسم مضمرات کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں

اعتراض:۔ مصنفؒ نے مبنی غیر اصل کی جملہ اقسام میں مضمرات کو کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ کیونکہ ضمائر اعرف المعارف ہوتی ہیں اس لیے اسکو سب سے مقدم کیا (واضح رہے کہ کچھ حضرات کی رائے یہ ہے کہ لفظ الله اعرف المعارف ہے)۔

اعتراض:۔ ضمائر میں متکلم کو سب سے مقدم کیا اور پھر مخاطب کا ذکر کیا اور پھر غائب کا ذکر کیا حالانکہ صرفی حضرات پہلے غائب کو ذکر کرتے ہیں پھر مخاطب کو اور آخر میں متکلم کو۔ تو مصنفؒ نے اس ترتیب کو کیوں خاص کیا؟

جواب:۔ مصنفؒ نے ترتیب میں تعریف میں قوۃ کا اعتبار کیا ہے کیونکہ ضمائر میں سے ضمیر متکلم سب سے زیادہ اعرف المعارف ہوتی ہے اس لیے اسکو مقدم کیا اور پھر مخاطب کی ضمیر کا درجہ ہے اور پھر غائب کی ضمیر کا اور رہی بحث صرفی حضرات کی تو صرفی حضرات چونکہ تعلیل سے بحث کرتے ہیں اس لیے وہ غائب کے صیغے کو مقدم کرتے ہیں اور اسی سے صیغہ مخاطب اور متکلم کی بنا کرتے ہیں جبکہ نحوی حضرات تعلیل سے بحث نہیں کرتے۔

ضمیر کی تعریف:۔ ضمیر وہ اسم ہے جسکو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب کے لیے وضع کیا گیا ہو جسکا ذکر پہلے گزر چکا ہو۔

تقدیم ذکر کے اعتبار سے ضمیر غائب کی اقسام:۔

تقدیم ذکر کے اعتبار سے مصنف نے ضمیر غائب کی تین قسمیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) ذکر لفظی (۲) ذکر معنوی (۳) ذکر حکمی

ذکر لفظی:۔ وہ ضمیر غائب جسکا ذکر (مرجع) لفظوں میں موجود ہو پھر یہ ملفوظ عام ہے چاہے حقیقۃً مقدم ہو یا تقدیراً

حقیقی کی مثال:۔ ضرب زیدٌ غلامَہ اس مثال میں غلام کے ساتھ جو ھو ضمیر ہے اسکا مرجع زید ہے جو لفظوں میں موجود ہے اور حقیقۃً مقدم ہے

دوسری مثال:۔ جیسے ضرب غلامَہ زیدٌ اس مثال میں ھو ضمیر کا مرجع زید ہے جو لفظ کے اعتبار سے تو ضمیر سے مؤخر ہے لیکن تقدیراً غلام سے پہلے ہے کیونکہ زید فاعل واقع ہے اور فاعل کا درجہ یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کے فوراً بعد واقع ہوتا ہے

ذکر معنوی:۔ معنوی ذکر اس کو کہتے ہیں جس کا ذکر لفظوں میں تو موجود نہ ہو لیکن معنوی طور پر اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو پھر ذکرِ معنوی کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) تضمنی

(۲) التزامی

تضمنی:۔ تضمنی کا مطلب یہ ہے کہ اسکا ذکر ماقبل کے ضمن میں موجود ہو جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ اس مثال میں ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو کہ اعدلوا فعل کے ضمن میں موجود ہے کیونکہ فعل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے (۱) معنی مصدری (۲) نسبت الی الفاعل (۳) زمانہ

چونکہ ہر فعل میں معنی مصدری موجود ہوتا ہے اس لیے ھو ضمیر کا مرجع عدل مصدر ہے جو ماقبل فعل کے ضمن میں موجود ہے۔

التزامی کی مثال:۔ جیسے ولابویہ لکل واحد منهماالسدس اس مثال میں ابویہ کے ساتھ جوضمیر ہےاسکا مرجع مورث ہے جوکہ ملفوظ تو نہیں لیکن ماقبل چونکہ وراثت کی بحث چل رہی تھی اس لیے ہم یہاں اسکا مرجع التزاماً مورث نکالیں گے۔

ذکر حکمی:۔ ذکر حکمی اسے کہتے ہیں جسکا ذکر ماقبل میں نہ ملفوظ ہواور نہ ہی التزاماً اور ضمناً موجود ہو بلکہ اپنی طرف سے فرض کرلیا گیا ہو جیسے ضمیر شان اور ضمیر قصہ وغیرہ

ضمیر شان کی مثال:۔ قل هو الله احد اس مثال میں هو ضمیر کا مرجع لفظ الله ہے جو ماقبل میں مذکور نہیں لیکن ہم نے اسکوفرض کیا ہے گویا کہ متکلم مخاطب کوذات باری تعالیٰ کے بارے میں پہلے بتا چکا ہےاوراب ضمیر لوٹا رہا ہے۔ضمیر قصہ کی مثال: انها امرأة قائمة

وهو متصل او منفصل فالمنفصل المستقل بنفسه

ماقبل کے اعتبار سے ضمیر کی دوقسمیں ہیں۔

(۱) ضمیر متصل (۲) ضمیر منفصل

ضمیر متصل:۔ ضمیر متصل اسے کہتے ہیں جو مستقل بنفسہ نہ ہو یعنی غیر کا محتاج ہو اسکو الگ سے ذکر نہ کیا جاسکتا ہو۔

ضمیر منفصل:۔ ضمیر منفصل اسے کہتے ہیں جو مستقل بنفسہ ہو یعنی غیر کا محتاج نہ ہو جیسے انا نحن وغیرہ کسی کا محتاج نہیں۔

وهو مرفوع و منصوب و مجرور

ضمیر کی باعتبار اعراب کے تین قسمیں ہیں

(۱) ضمیر مرفوع (۲) ضمیر منصوب (۳) ضمیر مجرور

اعتراض:۔ ضمائر مبنی ہوتی ہیں اور مبنی کا اعراب ضمہ، فتحہ اور کسرہ ہے لہذا آپکا اسکو مرفوع، منصوب اور مجرور کہنا صحیح نہیں کیونکہ یہ معرب کے اعراب ہیں؟

جواب:۔ کیونکہ ضمیر اسم ظاہر کی جگہ پر واقع ہوتی ہے یعنی جیسے اسم ظاہر فاعل، مفعول، مبتدا اور خبر واقع ہوتا ہے اسی طرح اسم ضمیر بھی مبتدا، خبر، فاعل، مفعول واقع ہوتا ہے اور چونکہ اسم ظاہر مرفوع، منصوب، اور مجرور ہوتا ہے تو یہ ضمیر اسکے قائم مقام ہے اس لیے یہ بھی مرفوع، منصوب اور مجرور ہوگی لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اسم ظاہر کبھی لفظاً اور کبھی معناً مرفوع، منصوب، اور مجرور ہوتا ہے اور ضمیر محلاً مرفوع، منصوب اور مجرور ہوگی۔

پھر ضمیر مرفوع اور منصوب میں سے ہر ایک کی دو، دو قسمیں ہیں۔

(۱) متصل (۲) منفصل

سوال:۔ مذکورہ ضمائر میں سے ہر ایک کی دو قسمیں کیوں ہیں؟

جواب:۔ کیونکہ ضمائر میں اصل یہ ہے کہ وہ متصل ہو لیکن کسی عارض اور مجبوری کی بنا پر یہ ضمائر منفصل ہوسکتی ہیں اس لیے صرف دو قسمیں ہیں۔

اعتراض:۔ ضمیر مجرور کی دو قسمیں کیوں نہیں؟

جواب:۔ کیونکہ ضمیر مجرور میں کسی قسم کا کوئی عارض نہیں کہ جس کی بنا پر یہ منفصل ہو اس لیے صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ متصل ہو اس لیے اس کی ایک ہی قسم ذکر کی ہے۔

ضمائر کی اس تقسیم کے اعتبار سے کل پانچ قسمیں ہوئی۔

(۱) مرفوع متصل (۲) مرفوع منفصل (۳) منصوب متصل (۴) منصوب منفصل

(۵) مجرور متصل

ضمیر مرفوع متصل صرف فاعل واقع ہوتی ہے جیسے ضَرَبْتُ ، ضَرَبْنَا ، ضَرَبْتَ ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ ، ضَرَبْتِ ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ ، ضَرَبَ ، ضَرَبَا ، ضَرَبُوْا ، ضَرَبَتْ ، ضَرَبَتَا، ضَرَبْنَ ۔

ضمیر مرفوع منفصل ہمیشہ فعل سے جدا واقع ہوتی ہے جیسے انا ، نحن ، انت ، انتما ، انتم ، انتِ ، انتما ، انتن ، هو ، هما ، هم ، هي ، هما ، هن ۔

ضمیر منصوب متصل تین چیزوں کے بعد واقع ہوتی ہے۔

(۱) فعل کے بعد جیسے ضربني ، ضربنا ، ضربك ، ضربكما ، ضربكم ، ضربكِ ، ضربكما ، ضربكن ، ضربه ، ضربهما ، ضربهم ،ضربها، ضربهما، ضربهن ۔

(۲) اسمائے افعال کے بعد جیسے رويدني ، رويدنا، رويدك ، رويدكما ، رويدكم، رويدك ، رويدكما ، رويدكن ، رويده ، رويدهما ، رويدهم ، رويدها ، رويدهما ، رويدهن ۔

(۳) حروف مشبہ بالفعل کے بعد جیسے انني ، اننا ، انك ، انكما ، انكم ، انك ، انكما ، انكن ، انه ، انهما ، انهم ، انها ، انهما ، انهن۔

ضمیر منصوب منفصل ہمیشہ جدا واقع ہوتی ہے جیسے ايّاى ، ايّانا ، ايّاكَ ، ايّاكما، ايّاكم ، ايّاكِ ، ايّاكما ، ايّاكن ، ايّاه ، ايّاهما ، ايّاهم ، ايّاها ، ايّاهما ، ايّاهن

ضمیر مجرور دو قسم پر ہے

(۱) مجرور بالحرف الجر (۲) مجرور بالمضاف

مجرور بالحرف الجر کی مثال: لي ، لنا ، لكَ ، لكما ، لكم ، لكِ ، لكما ، لكن ، له ، لهما ، لهم ، لها ، لهما ، لهن ۔

مجرور بالمضاف کی مثال: غلامي ، غلامنا ، غلامكَ ، غلامكما ، غلامكم ، غلامكِ ، غلامكما ، غلامكن ، غلامه ، غلامهما ، غلامهم ، غلامها، غلامهما، غلامهن۔

....

فالمرفوع المتصل خاصةً يستتر فی الماضی الغائب

ضمیر مرفوع متصل بعض مقامات پر مستتر ہوتی ہے اور یہ استتار ضمیر صرف مرفوع متصل کے ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ باقی چاروں اقسام میں ضمائر بارز ہوتی ہیں مستتر نہیں ہوتی۔

ضمیر مرفوع متصل ۹ جگہ پر مستتر ہوتی ہے ان میں سے تین میں واجب ہے اور بقیہ میں جائز اور ایک میں اختلاف ہے۔

ماضی کے دو صیغوں میں، ایک واحد مذکر غائب میں جیسے ضَرَبَ ، ضُرِبَ اور دوسری واحدہ مؤنثہ غائبہ جیسے ضَرَبَتْ

فعل مضارع کے پانچ صیغوں میں

(۱) واحد متکلم جیسے اَضْرِبُ (۲) جمع متکلم نَضْرِبُ (۳) واحد مذکر غائب یَضْرِبُ (۴) واحدہ مؤنثہ غائبہ تَضْرِبُ (۵) واحد مذکر مخاطب تَضْرِبُ

فعل امر کے صیغہ واحد مذکر مخاطب میں بھی ضمیر مستتر ہوتی ہے جیسے اِضْرِبْ پھر یہ مذکورہ ضمائر کبھی واجب الاستتار ہوں گی اور کبھی جائز الاستتار ہوں گی۔

فائدہ:۔ ماضی کے مذکورہ دونوں صیغوں میں ضمیر جائز الاستتار ہوتی ہے جیسے زید ضرب، ضرب زید ، هندٌ ضَرَبَتْ ، ضربت هندٌ۔

پہلی اور تیسری مثال میں ضرب کا فاعل ضمیر مستتر ہے لیکن دوسری اور چوتھی مثال میں ضمیر فاعل نہیں بلکہ اسم ظاہر فاعل ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ هند ضربت میں ضمیر مستتر ہے حالانکہ تا ضمیر بارز ہے۔

جواب:۔ تا ضمیر نہیں بلکہ تانیث کی علامت ہے یہی وجہ ہے کہ ضربت هند ، ضربت هندان کہنا جائز ہے اگر یہ تا فاعل ہوتا تو اسطرح کہنا جائز نہ ہوتا۔

فعل مضارع اور فعل امر کے صیغہ واحد مذکر مخاطب اور فعل مضارع کے صیغہ واحد متکلم اور جمع

متکلم میں ضمیر واجب الاستتار ہے یعنی انکا فاعل کبھی بھی اسم ظاہر واقع نہیں ہوسکتا لہذا تضرب انت یا اِضْرِب انت کہنا صحیح نہیں اوراسی طرح اضرب انا ، نضرب نحن ، بھی صحیح نہیں۔

وفی الصفة مُطْلقاً

اور صیغہ صفت میں مطلقاً ضمیر جائز الاستتار ہوتی ہے۔ مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ صیغہ صفت چاہے اسم فاعل ہو یا اسم مفعول یا اسم تفضیل یا صفت مشبہ ہو اور چاہے واحد، تثنیہ ہو یا جمع اور اسی طرح چاہے مذکر ہو یا مؤنث ان تمام کا حکم ایک ہی ہے

تَضْرِبِیْنَ (صیغہ واحدہ مؤنثہ مخاطبہ فعل مضارع) میں اختلاف ہے بعض نحاۃ کے نزدیک مذکورہ صیغہ میں یا ضمیر ہے اور بارز ہے اور بعض نحاۃ کے نزدیک یا تانیث کی علامت ہے اسمیں ضمیر واجب الاستتار ہے۔

ولا یسوغ المنفصل الالتعذر المتصل وذلك بالتقدیر

یہاں سے مصنف ان مقامات کو ذکر کررہے ہیں جہاں ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل لائی جاتی ہے واضح رہے کہ ضمیر کے اندر اتصال اصل ہے اس لیے بغیر کسی عذر کے ضمیر منفصل لانا درست نہیں اور وہ اعذار جسکی وجہ سے ضمیر متصل نہیں لائی جاسکتی چھ (٦) ہیں

(۱) ضمیر اپنے عامل سے مقدم ہو جیسے ایاك ضربت اصل میں ضربتك تھا تو حصر کیوجہ سے ضمیر کو اپنے عامل (فعل) سے مقدم کیا تو ضمیر متصل سے منفصل ہوگئی اب یہاں ضمیر متصل نہیں لاسکتے اس لیے ضمیر متصل اپنے عامل سے مقدم نہیں ہوسکتی۔

(۲) ضمیر اور اسکے عامل کے درمیان کسی غرض کی وجہ سے فصل واقع ہو جیسے ما ضربك الاانا یہ اصل میں ضربتك تھا حصر کی وجہ سے فصل لایا تو ضمیر متصل (جوکہ ضرب کا فاعل ہے) کو منفصل میں تبدیل کردیا۔ یہاں ضمیر متصل اس لیے نہیں آسکتی کہ ضمیر متصل اپنے عامل

(فعل) سے جدانہیں ہوسکتی جبکہ یہاں الا حرف کے بعد ضمیر ہے۔

(۳) حذف عامل کی وجہ سے ضمیر متصل کو منفصل میں تبدیل کیا جاتا ہے جیسے ایاك والشر اصل میں اتق نفسك والشر تھا تو نفس کو حذف کردیا تو اتقك ہوگیا اتق فعل کو حذف کیا تو کاف ضمیر متصل کو اس کے عامل (یعنی فعل) کے حذف ہونے کی وجہ سے منفصل میں تبدیل کردیا تو ایاك والشر ہوگیا۔ یہاں ضمیر متصل اس لیے نہیں لا سکتے کہ ضمیر متصل اپنے عامل کے ساتھ آتی ہے اس سے الگ نہیں ہوسکتی جبکہ یہاں اسکا عامل ہی نہیں۔

(۴) عامل معنوی ہو یعنی ضمیر مبتدا واقع ہو۔ اور مبتدا کا عامل چونکہ ہمیشہ معنوی ہوتا ہے اس لیے اس ضمیر کو متصل کے بجائے منفصل لائے جیسے انا زیدٌ کیونکہ ضمیر کا اتصال لفظ کے ساتھ ہوتا ہے اور لفظ یہاں موجود ہی نہیں اس لئے یہاں ضمیر متصل نہیں لا سکتے۔

(۵) عامل حرف ہو اور اسکا معمول ضمیر مرفوع ہو تو اس صورت میں بھی اس ضمیر کو متصل لانا ضروری ہے جیسے ما انت قائماً اور یہ اس لیے کہ ضمیر مرفوع متصل کو واضع نے وضع ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ کسی فعل کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور یہاں اسکا عامل حرف واقع ہو رہا ہے اسلئے یہاں متصل کے بجائے منفصل لایا جائے گا بخلاف ضمیر منصوب اور مجرور کے کہ وہ حرف کے ساتھ واقع ہوسکتی ہیں جیسے انك ، انکما ، اور لك ، لکما .

(۶) ضمیر ایسی ہو کہ اس کی طرف ایسے صیغہ صفت کی نسبت کی گئی ہو جو اپنے موصوف کے علاوہ غیر پر جاری ہو جیسے هندٌ زیدٌ ضاربته هی

اس مثال میں هی ضمیر منفصل ہے جسکی طرف صیغہ صفت ضاربة کی نسبت کی گئی اور یہ صیغہ صفت جاری ہوا ہے اپنے موصوف (هندٌ) کے علاوہ غیر (یعنی زید) پر۔

مذکورہ مثال کی ترکیب:۔ هندٌ مبتدا زید مبتدا ثانی ضاربةٌ صیغہ صفت ۃ ضمیر مفعول اور هی ضمیر منفصل اسکا فاعل صیغہ صفت خبر ہوا زید کے لیے اور زید خبر ہے هندٌ کے لیے۔

اس مثال میں ضمیر متصل کو منفصل بنانا اس لئے واجب ہے کہ قانون یہ ہے کہ اگر دو اسم ہوں اور ان کے بعد ایک ضمیر ہو تو ضمیر کا مرجع قریب تر اسم ہوتا ہے لیکن یہ مثال اس کے برعکس ہے کہ ضمیر کا مرجع قریب تر اسم نہیں بلکہ بعید والا اسم ہے تو یہ بتانے کے لئے (کہ جس طرح اس مثال میں ضمیر منفصل کا لانا خلاف قیاس ہے اسی طرح ضمیر کا مرجع بھی خلاف قیاس بعید کا اسم ہے) ضمیر منفصل لائی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ہم ضمیر منفصل نہ لائیں تو زید عمرو ضاربۃٌ جیسی مثالوں میں التباس لازم آئیگا۔ اور یہاں التباس اس طرح لازم آئیگا کہ ضاربۃ کی ضمیر کا مرجع زید بھی بن سکتا ہے اور عمرو بھی۔ تو اس التباس سے بچنے کے لئے ہم نے ضمیر کو منفصل لانا واجب قرار دیا۔

واذا اجتمع ضميران وليس احدهما مرفوعاً

اب تک ان مقامات کا ذکر تھا جہاں ضمیر منفصل لانا واجب ہے اب مصنفؒ اس مقام کا ذکر فرما رہے ہیں جہاں منفصل لانا جائز ہوتا ہے۔

اگر دو ضمیریں جمع ہوں تو دوسری ضمیر کو منفصل بنانا جائز ہے۔

لیکن تین شرائط کے ساتھ۔

(۱) پہلی ضمیر مرفوع نہ ہو۔ (۲) دونوں ضمیریں برابر نہ ہوں یعنی ایک انقص ہو اور ایک اعرف۔

(۳) ضمیر اعرف انقص سے مقدم ہو۔

مطابقی مثال: اعطیتك ایاہ اصل میں اعطیتکہ تھا اور اس میں تینوں شرائط پائی جا رہی ہیں اس لئے آخر والی ضمیر متصل کو منفصل بنانا جائز ہے۔

احترازی مثالیں: (۱) پہلی ضمیر مرفوع ہو جیسے اکرمتك اس مثال میں پہلی ضمیر (ضمیر متکلم) مرفوع ہے اس لئے یہاں ضمیر ثانی متصل کو منفصل میں تبدیل نہیں کر سکتے کیونکہ ضمیر متصل کو منفصل تب بناتے ہیں جب کوئی مانع ہو اور یہاں کوئی مانع موجود نہیں اس لئے کہ ضمیر مرفوع

جملہ کا جزء ہوتی ہے لہذا اس کو اکرمتك ایاہ نہیں پڑھ سکتے۔

(۲) دونوں ضمیریں برابر ہوں جیسے اعطیتہ ایاھا اس کو ہم اعطیتھوھا نہیں پڑھ سکتے کیونکہ ان دونوں میں سے ایک کو مقدم اور دوسری کو موخر کرنے سے ترجیح بلا مرجح لازم آئیگا۔

(۳) ضمیر اعرف مقدم نہ ہو جیسے اعطیتہ ایاك اس کو اعطیتھوك نہیں پڑھ سکتے ورنہ انقص کو اعرف سے مقدم کرنا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں۔

والمختار فی خبر باب کان الانفصال

اگر کوئی ضمیر افعال ناقصہ کی خبر واقع ہو تو اس ضمیر کو منفصل لانا مختار ہے لیکن متصل لانا بھی جائز ہے جیسے ضمیر منفصل کی مثال: کان زیدٌ قائماً و کنت ایاہ ضمیر منفصل تو اس لئے جائز ہے کہ افعال ناقصہ کا اسم اور خبر اصل میں مبتدا اور خبر ہوتے ہیں اور مبتدا خبر میں عامل معنوی ہوتا ہے اس لئے وہاں ضمیر منفصل لاتے ہیں اس لئے یہاں بھی ضمیر منفصل لائیں گے۔

اور ضمیر متصل لانا اس لئے جائز ہے کہ اگرچہ یہ مبتدا خبر کی جگہ پر تو واقع ہیں لیکن پھر بھی فعل کے ساتھ (یعنی فعل ناقص) واقع ہیں اور فعل کے ساتھ ضمیر متصل ہوتی ہے نہ کہ منفصل۔ اس لئے کان زیدٌ قائماً و کنتہ کہنا جائز ہے۔

والاکثر لولا انت الی آخرہ

لولا کے بعد اکثر ضمیر منفصل استعمال ہوتی ہے جیسے لولا انا ،لولا نحن ، لولا انت ... الخ کیونکہ لولا کے بعد ضمیر مبتدا محذوف الخبر ہوتی ہے اور ضمیر جب مبتدا واقع ہو تو وہ منفصل ہوتی ہے۔ جیسے لولا انت کی خبر لھلکت محذوف ہے۔ ضمیر متصل لانا بھی جائز ہے جیسے لولاكَ لیکن جواز کی علت میں اخفش اور سیبویہ کا اختلاف ہے۔ اخفش فرماتے ہیں کہ لولاك میں کاف ضمیر حقیقت میں مجرور ہے لیکن مرفوع کی جگہ پر واقع ہے اور ضمیر مجرور صرف متصل ہوتی ہے اس لئے متصل لانا جائز ہے اور ضمیروں کا ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہونا عام ہے جیسے زیدٌ

کانت میں انت ضمیر مرفوع مجرور کی جگہ واقع ہے

سیبوے فرماتے ہیں کہ یہاں ضمیر مجرور مرفوع کی جگہ واقع نہیں بلکہ لولا بذات خود حروف جارہ میں سے ہے اور حروف جارہ کے بعد ضمیر مجرور ہوتی ہے اور ضمیر مجرور صرف متصل ہوتی ہے جیسے لی، لك، لكما، گویا اخفش ضمیر میں تاویل کرتے ہیں اور سیبوے لولا میں۔

وعسيت الى آخرها

عسی کے بعد اکثر ضمیر مرفوع متصل ہوگی کیونکہ عسی فعل ہے اور بعد والی ضمیر اس کا فاعل ہے اور فاعل ہمیشہ ضمیر مرفوع متصل ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی ضمیر منصوب لانا بھی جائز ہے۔

مرفوع متصل کی مثال: عسيت، عسيتما، عسيتم....

منصوب متصل کی مثال: عساك، عساكما، عساكم......

لیکن ضمیر منصوب کے لانے کے جواز کی علت میں اخفش اور سیبوے کا اختلاف ہے اخفش فرماتے ہیں کہ یہاں بھی ضمیر منصوب مرفوع کی جگہ پر واقع ہے۔

سیبوے فرماتے ہیں عسی حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اور یہ لعل کے ہم معنی ہے اور حروف مشبہ بالفعل کا اسم منصوب ہوتا ہے اور یہ ضمیر بھی چونکہ عسی کا اسم ہے اس لئے اس کو منصوب لانا بھی جائز ہے گویا یہاں بھی اخفش ضمیر میں تاویل کرتے ہیں اور سیبوے عسی میں۔

ونون الوقايه مع الياء لازمةٌ في الماضي

نون وقایہ فعل اور یائے ضمیر متکلم کے درمیان فصل کے لئے آتا ہے یعنی فعل یا شبہ فعل کی نسبت جب یائے متکلم کی طرف کی جائے تو اس یائے متکلم سے پہلے نون لاتے ہیں اس نون کو نون وقایہ کہتے ہیں۔

وقایہ کا معنی ہے بچانا۔ اور اس نون کو نون وقایہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اس فعل کی آخری حرکت کو محفوظ رکھتا ہے جیسے ضرب سے ضربِیْ کہنا درست نہیں کیونکہ فعل کے آخر میں کسرہ نہیں آتا۔

اسی سے بچنے کے لئے ہم نون وقایہ لاتے ہیں تاکہ فعل کے آخر میں کسرہ نہ آئے جیسے **ضربنی** تو اس میں فعل کا وزن سلامت رہتا ہے۔

کل دو مقامات ایسے ہیں جہاں نون وقایہ لانا واجب ہے

(۱) ماضی کے جملہ صیغوں میں (۲) فعل مضارع کے وہ صیغے جو نون اعرابی سے خالی ہوں

وانت مع النون فيه وإنّ وأنّ واخواتها

یہاں مصنفؒ ان مقامات کو ذکر فرما رہے ہیں جہاں نون وقایہ کا لانا جائز ہے اور وہ مقام یہ ہیں۔

(۱) فعل مضارع کے وہ تمام صیغے جن میں نون اعرابی آتا ہے (۲) حروف مشبہ بالفعل میں (۳) لدن (۴) من (۵) عن (۶) قد (۷) قط (یہ دونوں صیغے حسب کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں) ان تمام میں نون وقایہ کا لانا جائز ہے لیکن حروف مشبہ بالفعل میں سے لیت میں اور من، عن، قد، قط ان تمام میں نون وقایہ لانا اولی ہے جیسے **ليتني، مني، عني، قدني، قطني** اور حروف مشبہ بالفعل میں سے لعل میں نون وقایہ نہ لانا اولی ہے البتہ لانا جائز ہے اسکے علاوہ باقی میں نون وقایہ کا لانا اور نہ لانا دونوں برابر ہیں۔

ويتوسط بين المبتداء والخبر قبل العوامل وبعدها

مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل کے ذریعے فصل لایا جاتا ہے تاکہ خبر اور نعت میں فرق واضح ہو جائے جیسے **زيد هو القائم** اس مثال میں **القائم** زید کے لئے خبر بھی بن سکتا ہے اور اسی طرح صفت بننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ موصوف، صفت کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں کیونکہ دونوں مذکر ہیں دونوں واحد، دونوں معرفہ اور دونوں مرفوع ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ خبر ہی ہے اس فرق کو بیان کرنے کے لئے فصل لاتے ہیں کیونکہ موصوف صفت میں فصل نہیں ہوتا جب ہم نے یہاں فصل لایا تو خبر ہی متعین ہوگی۔ اب صفت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

مبتدا اور خبر کا عامل معنوی ہو یا ان پر عوامل لفظیہ داخل ہوں تو ان دونوں صورتوں میں فصل لانا

جائز ہے عامل معنوی کی مثال: زیدھو القائم اور عامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد فصل لانے کی مثال: کنت انت الرقیب یہاں فعل ناقص کے اسم اور خبر کے درمیان انت سے فصل لایا گیا ہے اور فعل ناقص کا اسم اور خبر حقیقت میں مبتداء خبر ہی ہوتے ہیں۔

اعتراض:۔ جب مبتدا اور خبر پر عامل لفظیہ داخل ہو تو وہاں نعت کیساتھ التباس لازم نہیں آتا کیونکہ ہمیں اعراب سے معلوم ہو جائیگا جیسے کنت انت الرقیب تو پھر یہاں فصل کیوں لاتے ہیں؟

جواب:۔ چونکہ عامل معنوی کی صورت میں التباس آتا ہے تو عامل معنوی کی وجہ سے عوامل لفظیہ پر بھی یہ حکم جاری کر دیا۔

فائدہ:۔ یہ صیغہ مرفوع منفصل مبتدا کے مطابق ہوگا تذکیر و تانیث میں افراد تثنیہ و جمع میں اور مخاطب، غائب، متکلم میں جیسے کنت انت الرقیب اس مثال میں کنت کی ضمیر متصل اور ضمیر منفصل انت دونوں میں مطابقت ہے کہ دونوں مفرد بھی ہیں دونوں مذکر بھی ہیں اور دونوں مخاطب کی ضمیریں ہیں اسی طرح باقی مثالیں الزیدان ھما القائمان، الھندان ھما القائمتان، الزیدون ھم القائمون، الھندات ھن القائمات اسی طرح انه ھو القائم، انی انا القائم

سوال:۔ مصنفؒ نے اس ضمیر کو صیغہ مرفوع کیوں کہا؟

جواب:۔ کیونکہ بعض حضرات اس کو ضمیر مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے اس لئے مصنفؒ نے کسی کو ترجیح دئے بغیر صیغہ مرفوع فرمایا۔ پھر یہ صیغہ مرفوع ترکیب میں کیا واقع ہوگا۔ اس میں دو مذہب ہیں ایک خلیل کا اور دوسرا بعض عرب کا۔

خلیل کا مذہب یہ ھیکہ اعراب میں اس کا کوئی دخل نہیں لیکن بعض دوسرے نحوی کہتے ہیں کہ یہ مبتدا

ہےاور زیدھو القائم کی ترکیب یوں کرتے ہیں کہ زید مبتدا،ھوضمیر مبتداء ثانی القائم خبر مبتدا خبر ملکر پھر خبر ہوئی مبتداء اول کیلئے۔

جبکہ خلیل اسکی ترکیب یوں کرتے ہیں زید مبتدا ھو ضمیر فصل لامحل لھا من الاعراب، القائم خبر۔

مبتداء اور خبر کے درمیان فصل لانے کیلئے دو شرائط میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے

(۱) خبر معرفہ ہو (۲) خبر اسم تفضیل مستعمل بمن ہو

اعتراض:۔ اسم تفضیل کیساتھ من کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اسم تفضیل جب من کیساتھ مستعمل ہوتو وہ بھی معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے جیسے زید افضل من عمرو

ویتقدم قبل الجملة ضمیر غائب یسمی ضمیر الشان والقصة

اس سے پہلے مصنفؒ نے اس ضمیر کو بیان کیا جو جملہ کے درمیان میں واقع ہوتی تھی اور اب اس ضمیر کا بیان ہے جو جملہ سے مقدم ہوتی ہے

کبھی کبھی جملہ سے پہلے ضمیر ہوتی ہے اور بعد والا جملہ اس کی تفسیر کررہا ہوتا ہے اگر وہ ضمیر مذکر کی ہوتو اسے ضمیر شان کہتے ہیں اور اگر مؤنث کی ہوتو اسے ضمیر قصہ کہتے ہیں۔ضمیر شان کی مثال:

قل ھو اللہ احد ضمیر قصہ کی مثال: انھا امراۃ قائمة

اس ضمیر کیلئے پانچ شرائط ہیں۔

(۱) جس کام پر حکم لگ رہا ہو وہ کام عظیم الشان ہو (۲) وہ ضمیر جملہ سے مقدم ہو (۳) وہ ضمیر غائب کی ہو (۴) آنے والا جملہ اس کی تفسیر کررہا ہو (۵) اس ضمیر کا ماقبل کوئی مرجع نہ ہو۔

ویکون منفصلا ومتصلاً مستترا وبارزا علی حسب العوامل

یہ ضمیر منفصل بھی ہوسکتی ہے اور متصل بھی۔ متصل کی صورت میں یہ مستتر بھی ہوگی اور بارز بھی لیکن یہ ضمیر علی حسب العوامل ہوگی یعنی اگر عامل معنوی ہوتو ضمیر منفصل ہوگی اور اگر عامل لفظی ہوتو ضمیر

متصل ہوگی ضمیر متصل بارز کی مثال: انه زید قائم

مستتر کی مثال: کان زید قائم (کان فعل ناقص ضمیر اس کا اسم، زید قائم مبتداء خبر ہو کر کان کی خبر)

ضمیر منفصل کی مثال: هو زید قائم

وحذفه منصوبا ضعیف الا مع ان اذا خففت فانه لازم

اگر یہ ضمیر منصوب ہو تو اس صورت میں اس کو حذف کرنا جائز ہے لیکن ضعیف ہے اور اگر ضمیر مرفوع ہو تو حذف ناجائز ہے۔ اس ضمیر منصوب کو حذف کرنا جائز اسلئے ہے کہ یہ فضلہ ہے اور فضلہ چیز کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے اور ضعیف اسلئے ہے کہ اگر ہم اسکو حذف کردیں تو ایک مقصودی چیز کا بلا قرینہ حذف کرنا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن ایک صورت میں منصوب ہونے کے باوجود بھی حذف کرنا واجب ہے یعنی ان مخفف من المثقل کے اسم ضمیر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے واخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمین

اس مثال میں ان مخفف من المثقل ہے اصل میں یہ اَنَّ تھا پھر تخفیف کر کے اَنْ ہو گیا۔ یہاں اَنْ کے بعد ضمیر منصوب کو محذوف ماننا اسلئے ضروری ہے کہ اگر ہم محذوف نہ مانیں تو اِنَّ کا اَنَّ سے اعلیٰ ہونا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ دونوں فعل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں البتہ اَنَّ کی مشابہت زیادہ ہے بنسبت اِنَّ کے اسکے باوجود قرآن مجید میں اِنْ مخفف من المثقل نے عمل کیا ہے جیسے اِنْ کَلًّا لَمَّا لیوفینّهم . لیکن اَنْ مخفف من المثقل کے عمل کرنے کی کوئی مثال نہیں تھی تو نحاۃ نے کہہ دیا کہ اَنْ مخفف من المثقل ضمیر میں عمل کرتا ہے تاکہ اِنَّ کا اَنَّ سے اعلیٰ ہونا لازم نہ آئے۔

اور یہ ضمیر منصوب ہوگی کیونکہ اَنْ اصل میں اَنَّ ہے اور یہ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اور حروف مشبہ بالفعل کا اسم منصوب ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ یہ تمام بحث مشابہ مبنی کی تھی اور مشابہ مبنی بذات خود مبنی نہیں ہوتا بلکہ مبنی اصل کیساتھ مشابہت کیوجہ سے مبنی ہوتا ہے لہذا مشابہ مبنی کی آٹھوں قسموں میں وجہ تشبیہ بیان کی جائے گی۔

مضمرات: یہ مبنی ہیں شبہ افتقاری کی وجہ سے یعنی جیسے حروف اپنا معنی بتلانے کیلئے ضم ضمیمہ کامحتاج ہوتے ہیں ایسے ہی مضمرات بھی اپنا معنی بتلانے کیلئے مرجع کامحتاج ہوتے ہیں۔

اسماء الاشارة ما وضع لمشار اليه

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی دوسری قسم اسماء اشارات کو بیان فرمارہے ہیں۔

اسم اشارہ کی تعریف:۔ ما وضع لمشار اليه

اسم اشارہ وہ اسم ہے جس کو مشارالیہ کے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ اسم اشارہ کی تعریف میں معنی کی شرط اسلئے لگائی تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اشارہ لفظ مشارالیہ کی طرف نہیں ہوتا بلکہ معنی مشارالیہ کی طرف ہوتا ہے یعنی جس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

اعتراض:۔ آپکی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں اسمیں ضمائر بھی داخل ہوگئیں کیونکہ ضمیر کی وضع بھی مشارالیہ (یعنی مرجع) کیلئے ہوتی ہے؟

جواب:۔ ہماری مراد اشارہ سے اشارہ حسیہ خارجیہ ہے اور ضمیر میں جو مرجع کیطرف اشارہ ہوتا ہے وہ اشارہ ذہنیہ ہوتا ہے اسلئے ضمائر ہماری تعریف میں داخل نہیں۔

اعتراض:۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے **فذلکم اللہ ربکم** حالانکہ ذات باری تعالیٰ کی طرف اشارہ حسیہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اشارہ حسیہ جسم کی طرف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے؟

جواب:۔ یہ مجاز ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی صفات اور دلائل کے اعتبار سے اتنے ظاہر ہیں گویا کہ محسوس ہے اس اعتبار سے یہاں ذالک کا استعمال ہوا ہے۔

فائدہ:۔ اسمائے اشارات شبہ افتقاری کی وجہ سے مبنی ہیں یعنی جس طرح حروف معنی بتلانے میں غیر کے محتاج ہوتے ہیں، اسی طرح اسماء اشارات بھی مشار الیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

وھی ذا للمذکر

یہاں سے مصنفؒ اسماء اشارات کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں کہ ذا مفرد مذکر کیلئے، ذان حالت رفعی میں ذین حالت نصبی وجری میں تثنیہ مذکر کیلئے اور واحدہ مؤنثہ کیلئے تا، ذی، تی، تہ، ذہ، تھی، ذھی (ان تمام میں تا اصل ہے اور باقی سب اس سے تبدیل ہوکر آئے ہیں) تثنیہ مؤنثہ کیلئے تان (حالت رفعی میں) اور تین (حالت نصبی وجری میں)

اعتراض:۔ آپ نے مبنی کا حکم بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ان لا یختلف اخرہ لاختلاف العوامل حالانکہ آپ نے اسمائے اشارات میں حالت رفعی کیلئے علیحدہ اسم اشارہ کو بیان کیا حالت نصبی اور جری میں علیحدہ بیان کیا یہ حالتیں تو معرب کی ہیں مبنی کی نہیں؟

جواب:۔ حقیقت میں ایسا نہیں کہ اگر ان کا عامل رافع ہو تو یہ مرفوع اور اگر عامل جار ہو تو یہ مجرور ہونگے بلکہ واضع نے ابتداءً وضع ہی ایسے کیا ہے کہ حالت نصبی اور جری کیلئے علیحدہ اور رفعی کے لیے علیحدہ۔ یعنی ذان اور ذین میں تبدیلی عوامل کی وجہ سے نہیں بلکہ واضع نے وضع ہی اس طرح کیا ہے اور معرب تو اسے کہتے ہیں جسمیں تبدیلی عامل کیوجہ سے ہو۔

اور جمع کیلئے چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث اولآء مد کیساتھ اور اولیٰ الف مقصورہ کیساتھ آتا ہے۔

اور کبھی کبھی اسماء اشارات کے شروع میں حروف تنبیہ بھی لگاتے ہیں جیسے ذا سے ھذا اور ذین سے ھذین، اولاء سے ھولاء جیسے اسم ظاہر کے شروع میں حرف تنبیہ لایا جاتا ہے جیسے ھا زید قائم، ھا ان زیدا قائم تو چونکہ یہ اسم ظاہر کے قائم مقام ہوتے ہیں اسلئے ان کے شروع میں بھی حرف تنبیہ لگاتے ہیں اور اسی طرح اسماء اشارات کے آخر میں تذکیر وتانیث اور افراد، تثنیہ، جمع میں فرق واضح کرنے کیلئے کاف خطابی لگاتے ہیں جیسے ذاك، ذاکما، ذاکم وغیرہ۔

یہ حروف خطاب پانچ ہیں۔ (۱)واحد مذکر (۲)واحدہ مؤنثہ (۳)تثنیہ مذکر و مؤنث (ان دونوں کیلئے ایک ہی ہے جیسے کما)(۴) جمع مذکر (۵) جمع مؤنث

اوراسمائے اشارات بھی پانچ قسم پر ہیں۔ (۱)واحد مذکر، ذا (۲)واحدہ مؤنثہ، تا (۳) تثنیہ مذکر، ذان (۴) تثنیہ مؤنث، تان (۵) جمع مذکر و مؤنث، اولاء

جب پانچ کو پانچ سے ضرب دیا تو حاصل جمع پچیس نکل آیا تو گویا یہ کل ۲۵ صیغے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ مذکورہ پچیس صورتیں نقشہ میں ملاحظہ کریں

اقسام حروف خطاب ← اقسام مشارالیہ ↓	جبکہ مخاطب واحد مذکر ہو	تثنیہ مذکر و مؤنث	جمع مذکر	واحدہ مؤنثہ	جمع مؤنثہ
مشارالیہ واحد مذکر ہو	ذاكَ	ذاكما	ذاكم	ذاكِ	ذاكن
مشارالیہ تثنیہ مذکر ہو	ذانكَ	ذانكما	ذانكم	ذانكِ	ذانكن
مشارالیہ واحدہ مؤنثہ ہو	تاكَ	تاكما	تاكم	تاكِ	تاكن
مشارالیہ تثنیہ مؤنثہ ہو	تانكَ	تانكما	تانكم	تانكِ	تانكن
مشارالیہ جمع مذکر و مؤنث	اولئكَ	اولئكما	اولئكم	اولئكِ	اولئكن

اسماء اشارات میں سے ذا قریب کیلئے آتا ہے کیونکہ اسکے حروف کم ہیں ذٰلك بعید کیلئے آتا ہے کیونکہ اسکے حروف زیادہ ہیں اور ذاك متوسط کیلئے آتا ہے کیونکہ اسکے حروف دو سے زیادہ اور چار سے کم ہیں یعنی حروف کے اعتبار سے اسماء اشارہ قریب اور بعید کے لئے وضع ہیں۔ جس کے حروف کم ہوں وہ قریب کے لئے اور جس کے زیادہ ہوں وہ بعید کے لئے۔

اعتراض:۔ مصنفؒ نے انکو ترتیب سے بیان کیوں نہیں کیا کہ پہلے قریب کو پھر متوسط اور آخر میں بعید کو بیان فرماتے۔ پہلے قریب و بعید اور آخر میں متوسط کو کیوں لایا؟

جواب:۔ مصنفؒ نے قریب وبعید کو متوسط سے اسلئے مقدم کیا کہ متوسط اس وقت متحقق ہوتا ہے جب قریب اور بعید ہو، اسی وجہ سے اس ترتیب کو اختیار کیا۔

اور تلک ،تانک ،ذانک اور اولائک یہ سب ذالک کی طرح بعید کیلئے آتے ہیں۔

ثم، هنا اور ھنا یہ تینوں مکان کیلئے خاص ہیں یعنی یہ صرف مکان کیلئے استعمال ہوتے ہیں اسکے علاوہ دوسرے اسمائے اشارات مکان کے علاوہ کیلئے بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے ھذا الرجل وغیرہ۔

الموصول ما لا يتم جزء الا بصلة وعائد وصلته جملة خبرية

یہاں سے مصنفؒ مشابہ مبنی کی تیسری قسم اسمائے موصول کو بیان فرمارہے ہیں۔

اور یہ اسمائے موصول مبنی ہیں شبہ افتقاری کی وجہ سے کہ جیسے حروف معانی بتلانے کیلئے ضم ضمیمہ کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح اسمائے موصول بھی اپنا معنی بتلانے کیلئے صلہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

اسم موصول کی تعریف:۔ ما لا يتم جزء الا بصلة وعائد

یعنی جو کسی جملے کا مکمل جز نہیں ہوتا ہے جب تک صلہ اور عائد نہ ہو، مکمل جزء کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسند یا مسند الیہ بن جائے۔

یہ صلہ جملہ خبریہ ہوگا جملہ انشائیہ صلہ نہیں بن سکتا اسلئے کہ صلہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ موصول کی وضاحت کرے اور جملہ انشائیہ وضاحت نہیں کرتا لہذا وہ صلہ نہیں بن سکتا دوسری وجہ یہ ہے کہ صلہ موصول کیساتھ ربط کیلئے ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ ربط کو قبول نہیں کرتا۔

اور پھر جملہ خبریہ عام ہے چاہے فعلیہ ہو یا اسمیہ جملہ فعلیہ کی مثال: جاء الذی ضربك جملہ اسمیہ کی مثال: جاء الذی ابوہ عالم.

اسی طرح جو جملہ کے قائم مقام ہو وہ بھی اسکا صلہ بن سکتا ہے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول پر جو الف ،لام داخل ہوتا ہے وہ چونکہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے اسلئے بعد والا اسم فاعل واسم مفعول

اسکا صلہ ہوگا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اسم فاعل و مفعول پر داخل ہونے والے الف، لام کی دو حیثیتیں ہیں بظاہر یہ حرف ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اسم۔ ایسے ہی اسکے صلہ میں بھی دو جہتیں ہیں بظاہر مفرد ہوتا ہے اور معنی کے اعتبار سے جملہ۔

اس صلہ میں عائد کا ہونا ضروری ہے اور یہ عائد ضمیر ہوگی۔

سوال:۔ اس جملہ (یعنی صلہ) میں عائد کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب:۔ کیونکہ جملہ من حیث الجملہ مستقل ہوتا ہے تو ماقبل سے ربط پیدا کرنے کیلئے اسمیں ضمیر کالانا ضروری ہے۔

سوال:۔ جب مصنفؒ نے ایک مرتبہ الابصلۃ وعائد کہہ کر عائد کا ذکر کر دیا تو دوبارہ والعائد ضمیر لہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:۔ عائد کی تین قسمیں ہیں تو جب مصنفؒ نے عائد کہا تو مخاطب کو شبہ تھا کہ شاید عائد کی تینوں قسمیں مراد ہیں لیکن مصنفؒ نے علیحدہ سے ضمیر کا ذکر کر کے اس شبہ کو ختم کر دیا کہ ان تینوں قسموں میں سے صرف ضمیر اس صلہ کا عائد ہوسکتی ہے بقیہ نہیں۔

اسمائے موصول کی تفصیل: الذی واحد مذکر کیلئے التی واحدہ مؤنثہ کیلئے اللذان تثنیہ مذکر کیلئے (حالت رفعی میں) اللذین تثنیہ مذکر کیلئے حالت نصبی و جری میں اللتان تثنیہ مؤنث کے لئے حالت رفعی میں اللتین تثنیہ مؤنث کیلئے حالت نصبی و جری میں اُولی بروزن عُلٰی اور الذِین جمع مذکر کیلئے۔

اللاتی ،اللاء ،اللای یہ تینوں جمع مذکر و مؤنث دونوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں لیکن اکثر مؤنث کیلئے استعمال ہوتے ہیں اللاتی، اللواتی یہ بھی جمع مونث کیلئے آتے ہیں۔

من اور ما یہ بھی اسمائے موصول میں سے ہیں یہ دونوں عام ہیں۔ مذکر و مؤنث افراد، تثنیہ، جمع

سب میں استعمال ہوتے ہیں البتہ ان میں سے من ذوالعقول کیلئے اور ما غیر ذوالعقول کیلئے آتا ہے لیکن کبھی کبھی یہ ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں جیسے **فمنهم من يمشي على اربع** اور **والسماء وما بنها** پہلی مثال میں من غیر ذوی العقول کیلئے استعمال ہوا ہے کیونکہ اس سے مراد جانور ہیں اور دوسری مثال میں ما ذوی العقول کیلئے استعمال ہوا ہے کیونکہ یہاں اس سے مراد اللہ کی ذات ہے۔

اسی طرح یہ من اور ما دونوں عموم کیلئے آتے ہیں لیکن کبھی کبھی خصوص کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے ء **امنتم من في السماء . والسماء ومابنها** ان دونوں آیتوں میں من اور ما سے مراد اللہ کی ذات ہے۔

ای اور ایة یہ بھی اسمائے موصول میں سے ہیں ای مذکر کیلئے اور ایة مؤنث کیلئے۔

مذکر کی مثال: **اضرب ايهم في الدار ،اى اضرب الذى فى الدار**

مؤنث کی مثال: **اضرب ايتهن في الدار اى اضرب التي فى الدار**

وذوالطائيه

بنی طی کے نزدیک ذو بھی اسمائے موصول میں سے ہے اور یہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے دلیل یہ شعر ہے

فان الماء ماء ابى وجدى   وبيرى ذو حفرت وذو طويت

اس شعر میں ذوحفرت اور ذوطویت، **الذى حفرته** اور **الذى طويته** کے معنی میں ہے چونکہ ذو صرف بنی طے کی لغت میں اسمائے موصولہ میں سے ہے اسلئے مصنفؒ نے اسکو ذوالطائیہ کہا ہے۔

وذا بعد ما للاستفهام

ما استفہامیہ کے بعد جو ذا ہو وہ بھی الذی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے **ما ذا فعلت اى الذى فعلت** اور الف، لام بھی اسمائے موصولہ میں سے ہے البتہ یہ اسم موصول تب ہوتا ہے جب اسم

فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو۔ یہ اگر واحد مذکر کے شروع میں ہو تو یہ الذی کے معنی میں ہوگا تثنیہ میں الذان، الذین کے معنی میں اور جمع میں الذین کے معنی میں اور اسی طرح مؤنث کے صیغوں میں بھی داخل ہوتا ہے جیسے الضارب بمعنی الذی ضرب، الضاربان بمعنی الذان ضربا، الضاربون بمعنی الذین ضربوا، الضاربة بمعنی اللتی ضربت، الضاربتان بمعنی اللتان ضربتا، الضاربات بمعنی اللاتی ضربن۔

والعائد المفعول يجوز حذفه

صلہ میں جو عائد ضمیر ہوتی ہے وہ ضمیر کبھی فاعل کی ہوگی اور کبھی مفعول کی، اگر ضمیر مفعول کی ہو تو اسکو حذف کرنا بھی جائز ہے کیونکہ مفعول فضلہ ہوتا ہے اور جو ضمیر فضلہ ہو اسکو حذف کرنا جائز ہے جیسے مذکورہ شعر میں ذو حفرت ذو طویت اصل میں حفرتہ اور طویتہ تھے اور پھر ان سے مفعول کی ضمیر کو حذف کر دیا تو ذو حفرت ذو طویت ہو گیا اسی طرح قرآن مجید کی آیت ہے اللہ یبسط الرزق لمن یشاء یہاں یشاء سے ضمیر حذف ہوئی ہے اصل میں یشاءہ تھا۔

واذا اخبرت بالذی صدر تها

یہاں سے مصنفؒ اخبار بالذی کو بیان فرمار ہے ہیں

فائدہ:۔ اخبار بالذی کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے مخاطب کے شک وشبہ کو دور کیا جاتا ہے مثلاً مخاطب کو یہ بات تو معلوم ہے کہ متکلم سے کوئی فعل سرزد ہوا ہے یعنی اس نے کسی کو مارا ہے لیکن یہ تعین نہیں کر سکتا کہ کس کو مارا ہے تو اب متکلم یوں کہتا ہے کہ الذی ضربتہ زید کہ جس کو میں نے مارا ہے وہ زید ہے

جب کسی جملہ کے جز سے الذی کے ذریعہ خبر دینی ہو تو اس کیلئے تین شرط ہیں۔

(۱) اسم موصول کو جملہ کے شروع میں لائیں۔

(۲) مخبر عنہ (یعنی جس فرد سے خبر دینا مقصود ہو) کی جگہ پر ضمیر لائیں۔

(۳) مخبر عنہ کو اس ضمیر سے مؤخر کریں۔

جیسے ضربت زیدا میں سے زید سے خبر دینا چاہیں تو الذی ضربته زید کہیں گے اس مثال میں الذی ضربتہ مبتدا ہے اور زید خبر ہے تو یہاں تینوں شرطیں پائی جا رہی ہیں الذی شروع میں لایا ہے زید کی جگہ پر ضمیر ہے اور زید کو مؤخر کیا ہے۔

اسی طرح وہ الف لام جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو اسکے ساتھ خبر دینا بھی صحیح ہے اور اس کیلئے بھی تین شرائط ہیں۔

(۱) مخبر بہ جملہ فعلیہ ہو

(۲) افعال متصرفہ میں سے ہو (جس سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان آسکتی ہو)

(۳) اور یہ فعل متصرف اسطرح ہو کہ اس سے اسم فاعل اور اسم مفعول بن سکتا ہو، ورنہ اس سے الف، لام کے ذریعے خبر دینا درست نہیں ہوگا۔ جیسے ضرب زید سے **الضارب هو زيدٌ.**

احترازی مثالیں:۔ (۱) مخبر بہ جملہ فعلیہ نہ ہو جیسے زید قائم اس سے اگر ہم الف لام کے ذریعے خبر دینا چاہیں تو زید کی جگہ پر ضمیر لا کر یوں کہیں گے الھو قائم زید یعنی الف لام ضمیر پر داخل ہوگا اور یہ بات واضح ہے کہ ضمیر پر الف لام موصول داخل نہیں ہوتا یعنی ضمیر صلہ نہیں بن سکتی لہذا درست نہیں ہوگا۔

(۲) فعل متصرف نہ ہو جیسے نعم زید، حبذا زید، لیس زید قائما ان تمام افعال (یعنی نعم، حبذا اور لیس) سے اسم فاعل نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ یہ افعال متصرفہ نہیں لہذا ان سے بھی الف لام کے ذریعے خبر نہیں دی جا سکتی۔

(۳) فعل متصرف ہو لیکن اس سے اسم فاعل نہ بن سکتا ہو جیسے سیقوم زید یہاں سیقوم سے اسم فاعل بنانا ہو تو قائم بن جائے گا جس سے سین کے معنی فوت ہوں گے اور سین کو برقرار رکھ کر اسم فاعل نہیں بنا سکتے لہذا یہاں بھی الذی سے خبر دینا درست نہیں۔

واذا تعذر

اگران مذکورہ شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو پھر الذی کیساتھ خبر دینا صحیح نہیں۔

اسی وجہ سے ضمیر شان سے الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ اگر ہم ضمیر شان کی الذی کے ذریعے خبر دیں گے تو اگر الذی شروع میں لائیں تو ضمیر شان جملہ کے درمیان میں واقع ہوگی حالانکہ ضمیر شان جملہ سے مقدم ہوتی ہے اور اگر ضمیر شان کو مقدم کریں تو اخبار بالذی کی شرط فوت ہوگی اور دوسری خرابی یہ ہوگی کہ اس صورت میں ضمیر شان مسند واقع ہوگی جبکہ ضمیر شان مسند الیہ ہوتی ہے۔

اور اسی طرح صفت کے بغیر صرف موصوف سے اور موصوف کے بغیر صرف صفت سے خبر دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ اگر ہم صرف موصوف سے خبر دیں اور ضربت زیداً العاقل سے یوں کہیں الذی ضربته العاقل زید تو اس مثال میں ضمیر کا موصوف بننا لازم آئے گا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ ضمیر نہ موصوف بنتی ہے نہ صفت۔

اور اگر ہم صرف صفت سے خبر دیں اور یوں کہیں الذی ضربت زیداً ایاہ عاقل تو اس مثال میں ھو ضمیر کا صفت بننا لازم آئے گا اور یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ضمیر نہ موصوف بنتی ہے اور نہ ہی صفت۔ البتہ اگران دونوں کو ملا کر خبر دیں تو پھر خبر دینا صحیح ہوگی جیسے الذی ضربته زید العاقل

والمصدر العامل والحال والضمیر المستحق لغیرھا

اسی طرح مصدر عامل سے بغیر معمول کے الذی کیساتھ خبر دینا جائز نہیں جیسے عجبت من دق القصار الثوب سے الذی عجبت منه الثوب دق القصار کہنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں الثوب میں ضمیر کا عامل بننا لازم آئے گا جبکہ ضمیر عمل نہیں کرتی۔ مذکورہ مثال میں دق مصدر مضاف ہے القصار مضاف الیہ بمعنی فاعل ہے اور الثوب مفعول بہ (معمول) ہے۔

البتہ عامل اور معمول دونوں سے الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں مذکورہ خرابی لازم نہیں آتی جیسے **الذی عجبت منه دق القصار الثوب** کہنا درست ہے

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ مصدر سے الذی کے ذریعے خبر دینا جائز نہیں جبکہ ہم آپکو ایسی مثال دکھاتے ہیں جہاں مصدر ہے اور اس سے الذی کے ذریعے خبر دینا جائز ہے جیسے **عجبت من ضربك** سے **الذی عجبت منه ضربك** کہنا جائز ہے جبکہ یہاں ضرب مصدر ہے۔

جواب:۔ ہم نے مصدر کے ساتھ ایک شرط کا اضافہ کیا تھا کہ مصدر عامل ہو اور یہاں مصدر عامل نہیں اسلئے یہ ترکیب جائز ہے۔

اسی طرح حال سے بھی الذی کیساتھ خبر دینا صحیح نہیں جیسے **ضربت زیدا قائما** سے **الذی ضربت زیدا اياه قائما** کہنا درست نہیں ورنہ ضمیر حال کی جگہ پر واقع ہوگی جبکہ حال نکرہ ہوتی ہے اور ضمیر معرفہ ہوتی ہے اور نکرہ کی جگہ معرفہ کا لانا درست نہیں۔

والضمير المستحق لغيرها

اس ضمیر سے بھی خبر دینا درست نہیں جو الذی کے غیر کی طرف راجع ہو جیسے **زید ضربته** میں سے ہ ضمیر مفعول سے خبر دیتے ہوئے **الذی زید ضربته هو** کہنا جائز نہیں کیونکہ اس ضربتہ میں ہ ضمیر مفعول کا مرجع زید ہے اب اگر الذی قرار دیں تو زید خالی رہ جاتا ہے اور اگر الذی کے باوجود زید ہی کو مرجع قرار دیں تو الذی خالی رہ جاتا ہے لہذا یہ ترکیب جائز نہیں۔

والاسم المشتمل عليه

اسی طرح وہ اسم جو ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جسکا مستحق (مرجع) الذی کے علاوہ کوئی اور ہو تو وہاں بھی الذی کیساتھ خبر دینا صحیح نہیں جیسے **زید ضربت غلامه** میں غلامہ کی ضمیر سے الذی کے ذریعے خبر دیتے ہوئے **الذی زید ضربته غلامه** کہنا درست نہیں کیونکہ اس مثال میں ہو ضمیر کا مرجع اگر الذی ہو تو پھر ضربتہ سے خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ جب جملہ خبر واقع ہو تو اسمیں عائد کا ہونا ضروری

ہوتا ہے اور وہ یہاں موجود نہیں اسی طرح اگر ضمیر کا مرجع زید ہو تو باب اخبار بالذی کی شرط مفقود ہوگی یعنی موصول بغیر ضمیر کے رہ جائے گا لہذا الذی کیساتھ یہاں خبر دینا درست نہیں۔

وما الاسمیته موصولة واستفهامية

مصنفؒ نے پہلے ما کے بارے میں ذکر کیا تھا کہ یہ اسمائے موصول میں سے ہے اب اسکی تفصیل کر رہے ہیں کہ ما کی دو قسمیں ہیں (۱) ما اسمیہ (۲) ما حرفیہ،

ما حرفیہ کی مشہور دو قسمیں ہیں

(۱) ما کافہ (۲) ما نافیہ

ما کافہ حروف مشبہ بالفعل پر داخل ہوتا ہے جیسے انما الاعمال بالنیات ما نافیہ جو نفی کے معنی دینے کیلئے آتا ہے جیسے ما ضربت زیدا

ما اسمیہ کی چھ قسمیں ہیں۔

(۱) موصولہ جیسے ما عندك ،وما فعلت بمعنی الذی عندك، الذی فعلت

(۲) استفہامیہ جیسے ما عندك ،وما فعلت

(۳) شرطیہ جیسے ما تصنعُ اصنعُ

(۴) موصوفہ جیسے مررت بما معجب لك ای بشئی یعجبك

(۵) ما تامہ جو صلہ اور صفت وغیرہ کا محتاج نہ ہو اور شی کے معنی میں ہو جیسے فنعماهی اصل میں فنعم ما ھی تھا ای فنعم شیئا ھی

(٦) صفتیہ جیسے اضربه ضربا ما ای ضرب کان

سوال:۔ ما تامہ کیلئے شی کے معنی میں ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ کیونکہ اسمیں ابو علی نحوی اور سیبویہ کا اختلاف ہے ابو علی فرماتے ہیں یہ شئی نکرہ کے معنی میں ہوگا اور سیبویہ فرماتے ہیں یہ الشئی معرفہ کے معنی میں ہوگا تو مصنفؒ نے ابو علی

کے مذھب کو ترجیح دیتے ہوئے بمعنی شی کی شرط لگائی۔

ومَن كذٰلك الا فى التامة والصفة

اور من بھی ما کی طرح ہے لیکن من تامہ اور صفتیہ نہیں ہوتا اور باقی صورتیں پائی جاتی ہیں۔

سوال:۔ من تامہ اور صفتیہ کیوں نہیں ہوتا؟

جواب:۔ اسلئے کہ من کلام عرب میں تامہ اور صفتیہ استعمال ہی نہیں ہوا۔ باقی چار صورتیں ذیل ہیں۔

(۱) موصولہ جیسے اكرمت من جاء ك

(۲) استفہامیہ جیسے من غلامك، من ضربت

(۳) شرطیہ جیسے من تضرب اضرب

(۴) موصوفہ جیسے حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہ کا شعر ہے

وكفى بنا فضلا على من غيرنا حب النبى محمد ايانا

یہاں غیرنا صفت ہے من کی جو کہ مفرد ہے اور کبھی صفت جملہ بھی ہوتی ہے جیسے من جاء ك قد اكرمته اى الذى جاء ك.

واى واية كمن وهى معربة

اسمائے موصولہ میں سے اى ،اية بھی ہیں اسکی چار صورتیں ہیں یہ ایک صورت میں مبنی ہوتے ہیں اور بقیہ تین صورتوں میں معرب

وجہ حصر:۔ اى ،اية دو حال سے خالی نہیں، مضاف ہونگے یا نہیں، پھر ان میں ہر ایک کی دو حالتیں ہیں یہ اگر مضاف نہ ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو صدر صلہ مذکور ہوگا جیسے اى هو قائم یا محذوف ہوگا جیسے اى قائم تو ان دنوں صورتوں میں یہ معرب ہونگے اور اگر مضاف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں صدر صلہ مذکور ہوگا یا نہیں اگر صدر صلہ مذکور ہو تو پھر بھی معرب ہونگے

جیسے ایھم ھو قائم اگر صدر صلہ محذوف ہوتو اس صورت میں مبنی ہونگے جیسے ایھم قائم ای سے قرآن مجید کی آیت ہے ایھم اشد علی الرحمان

سوال:۔ ایک صورت میں مبنی اور تین صورتوں میں معرب کیوں ہے؟

جواب:۔ ایک صورت میں مبنی تو اسلئے ہے کہ اس صورت میں انکی حروف کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے احتیاج میں جیسے حروف محتاج ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی صدر صلہ کے محتاج ہوتے ہیں اور بقیہ صورتوں میں معرب اسلئے ہیں کہ یہ مفرد کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور مضاف ہونا اسم متمکن کی خاصیت ہے۔

ای، ایۃ کی من کی طرح چار قسمیں ہیں

(۱) موصولہ اضرب ائیھم لقیت

(۲) استفہامیہ ایھم اخوك ،ایھم لقیت

(۳) شرطیہ ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی

(۴) موصوفہ یا ایھا الرجل

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ ای ،ایۃ صفت کیلئے نہیں آتے تو ہم آپکو ایسی مثال بتاتے ہیں جہاں ای صفت واقع ہے جیسے مررت برجلٍ ایِّ رجلٍ

جواب:۔ یہ ای اصل میں استفہامیہ ہے استفہام سے صفت کی طرف منتقل ہوا ہے۔

وفی ماذا صنعت وجھان

ماذا صنعت یعنی جب ما استفہامیہ کے بعد ذا اسم موصول ہو اور اسکے بعد مخاطب کا صیغہ ہو تو اسکی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔

(۱) یہ الذی کے معنی میں ہو یعنی ذا الذی کے معنی میں ہو، تو اس صورت میں اسکی محذوف عبارت

اس طرح ہوگی ای شی الذی صنعت تواب اسکے جواب میں جو بھی آئے گا وہ خبر ہوگی محذوف کیلئے اور خبر چونکہ مرفوع ہوتی ہے اسلئے وہ اسم مرفوع ہوگا جیسے الاکرام لہٰذا اس کی محذوف عبارت اس طرح ہے الذی صنعتہ (مبتدا) الاکرام (خبر)

(۲) ای شی کے معنی میں ہو تو اس صورت میں دو احتمال ہیں

(۱) صرف ما ای شی کے معنی میں ہو اور ذا زائد ہو۔

(۲) ما اور ذا دونوں مل کر ای شی کے معنی میں ہوں۔

بہرحال ان دونوں احتمالوں میں اسکی محذوف عبارت اسطرح ہوگی ای شی صنعت تو اسکے جواب میں جو لفظ استعمال ہوگا وہ فعل محذوف کیلئے مفعول ہوگا اور مفعول چونکہ منصوب ہوتا ہے اسلئے مصنفؒ نے کہا کہ اسکا جواب منصوب ہوگا جیسے ماذا صنعتَ کے جواب میں الاکرام منصوب پڑھیں تو تقدیری عبارت یوں ہوگی صنعت الاکرامَ

اسماء الافعال ما کان بمعنی الامر والماضی

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی چوتھی قسم اسمائے افعال کو بیان فرما رہے ہیں

اسم فعل کی تعریف:۔ اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو امر یا ماضی کے معنی میں ہو

سوال:۔ مصنفؒ نے تعریف میں امر کو ماضی سے مقدم کیوں کیا؟

جواب:۔ کیونکہ اسمائے افعال امر کے معنی میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں اسوجہ سے امر کو ماضی پر مقدم کیا۔

وجہ تشبیہ:۔ کیونکہ امر اور ماضی مبنی اصل ہیں اور اسماء افعال میں امر اور ماضی کا معنی پایا جاتا ہے اس وجہ سے اسمائے افعال مبنی ہیں۔

امر کی مثال:۔ روید زیدا ای امھل زیدا

ماضی کی مثال:۔ **هيهات زيد اى بعد زيد**

وفعال بمعنى الامر من الثلا ثى

اسمائے افعال کی دو قسمیں ہیں

(۱) سماعی جو فعال کے وزن پر نہ ہو

(۲) قیاسی جو فعال کے وزن پر ہو

فعال کے وزن پر چار قسم کے اسماء آتے ہیں

(۱) وہ فعال جو امر کے معنی میں ہو جیسے نزال بمعنی انزل، تراک بمعنی اترک، یہ امر کے معنی میں ہونے کی وجہ سے مبنی اصل کے مشابہ ہے اسلئے مبنی ہے۔

(۲) وہ فعال جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہو جیسے **فجار** بمعنی **الفجور یا الفجرة**

(۳) وہ فعال جو مؤنث کی صفت ہو جیسے **یافساق** بمعنی **یا فاسقة**

نوٹ:۔ تیسری اور دوسری قسم پہلی قسم کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے عدل اور وزن میں اسلئے یہ مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے یعنی جس طرح **نزال انزل** سے معدول ہو کر آیا ہے اسی طرح **فجار الفجور** سے اور **فساق فاسقة** سے معدول ہو کر آیا ہے اور جس طرح **نزال فعال** کے وزن پر ہے اسی طرح فجار اور فساق بھی فعال کے وزن پر ہیں۔

(۴) وہ فعال جو علم ہو مؤنث کیلئے، اسکی پھر دو قسمیں ہیں

(۱) ذوات الرا ہو یعنی جسکے آخر میں را ہو

(۲) غیر ذوات الرا ہو

ذوات الرا کی مثال: **حضار** (ستارے کا نام) یہ حجازیین اور اکثر بنو تمیم کے نزدیک مبنی ہے البتہ بعض بنو تمیم اسکو معرب کہتے ہیں۔

غیر ذوات الرا کی مثال: **قطام، غلاب** (دونوں عورتوں کے نام) یہ حجازیین کے نزدیک مبنی ہے

اور بنو تمیم کے نزدیک معرب۔ حجازیین اسکو مبنی اسلئے قرار دیتے ہیں کہ اسکی عدل اور وزن میں فعال بمعنی امر کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ قطام ،قاطمة سے معدول ہے۔

الاصوات كل لفظ حكى به صوت او صوت به البهائم

مبنی غیر اصل کی پانچویں قسم الاصوات ہے۔

اصوات،صوت کی جمع ہے بمعنی آواز

نحویوں کے نزدیک اصوات کی تعریف یہ ہے کہ كل لفظ حكى به صوت او صوّت به البهائم

ہر وہ لفظ جس کے ذریعے کسی کی آواز کو نقل کیا جائے یا کسی جانور کو آواز دی جائے۔

اصوات کی کل دو قسمیں ہیں

وجہ حصر:۔ صوت منقولہ ہوگی یا غیر منقولہ، اگر منقولہ ہو تو اسکی دو قسمیں ہیں

(۱) مصدر اس کو لازم ہوگا یعنی صوت صرف مصدر کی طرف منقول ہو جیسے واہا تعجب کیلئے

(۲) مصدر اسکو لازم نہ ہو یعنی صوت مصدر کی طرف منقول ہو اور پھر آگے فعل میں استعمال ہو جیسے صه یہ صوت سے سکوت مصدر کیطرف منقول ہوئی ہے پھر سکوت مصدر سے اسکت فعل امر میں استعمال ہوئی

اور اگر صوت غیر منقولہ ہو پھر اسکی تین قسمیں ہیں۔

(۱) انسان پر کسی چیز کے لاحق ہونے کی وجہ سے یہ صوت واقع ہو جیسے ندامت اور تعجب کی حالت میں وَیْ وَخْ کہنا

(۲) کسی جانور کو آواز دے جیسے غاق۔

(۳) انسان کسی دوسرے کی حکایت کر رہا ہو یعنی صوت نقل کر رہا ہو جیسے نَخٌ ،نَخْ

اعتراض:۔ مصنفؒ نے آخری دو کو ذکر کیا ہے اور پہلی تین کو چھوڑ دیا؟

جواب:۔ پہلی قسم کا حکم مصدر والا ہے لہذا یہ مصدر میں داخل ہے دوسری قسم اسمائے افعال میں سے ہے اور اسمائے افعال کی بحث گزر چکی ہے تیسری قسم کو اس لئے چھوڑا کہ جب آخری دو قسمیں مبنی ہیں تو تیسری قسم بطریق اولی مبنی ہوگی اسلئے کہ آخری دو کا تعلق غیر سے ہوتا ہے جبکہ تیسری قسم میں غیر سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ اپنی آواز ہوتی ہے۔

اعتراض:۔ اصوات مبنی کیوں ہیں؟

جواب:۔ یہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے اور اگر کہیں ترکیب میں واقع ہوں تو حکایتاً مبنی ہوتے ہیں جیسے قال زید غاق

اعتراض:۔ اصوات اسماء نہیں لیکن پھر بھی ان کو اسماء کی بحث میں ذکر کیا ہے کیوں؟

جواب:۔ معرب، مبنی ہونے اور مرفوع، منصوب ہونے کے اعتبار سے چونکہ یہ اسماء کیطرح ہیں اسلئے انکو اسماء میں ذکر کیا۔

المركبات كل اسم من كلمتين ليس بينهما نسبة

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی چھٹی قسم مرکبات کو بیان فرما رہے ہوں۔

مرکبات کی تعریف: كل اسم من كلمتين ليس بينهما نسبة

یعنی ہر وہ اسم جو دو کلموں سے مرکب ہو اور انکے درمیان نسبت نہ ہو

اعتراض:۔ آپکی تعریف جامع نہیں اسلئے کہ اس سے سیبویے جیسی مثالیں خارج ہوگئی کیونکہ اسمیں پہلا جز کلمہ تو ہے لیکن دوسرا جز کلمہ نہیں؟

جواب:۔ ہماری تعریف میں ایک قید اور بھی ہے وہ یہ کہ وہ دونوں حقیقتاً کلمے ہوں یا حکماً دو کلمے ہوں، تو سیبویے میں اگرچہ حقیقتاً دو کلمے نہیں لیکن حکماً دو کلمے ہیں۔

فوائد قیود:۔ مصنفؒ نے تعریف میں کل اسم کہہ کر ان مرکبات کو خارج کر دیا جو فعل سے مرکب

ہو کر آئیں جیسے تابّط شر

لیس بینهما نسبة سے مرکب اسنادی کو خارج کر دیا۔

اگر دو کلموں میں سے ثانی حرف کو متضمن ہو تو وہ مبنی ہوگا جیسے خمسة عشر اصل میں خمسة وعشر تھا واو کو حذف کر دیا تو یہ مبنی ہوگا

اعتراض:۔ جزء ثانی تو حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے تو اول کیوں مبنی ہے؟ اس پر اعراب کو جاری کرنا چاہے۔

جواب:۔ اگر ہم جزء اول پر اعراب جاری کریں تو درمیان کلمہ میں اعراب کا جاری ہونا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ واو کو حذف کرنے کے بعد اسکے دونوں کلمے ایک ہو گئے ہیں۔ الثنی عشر کا پہلا جز مبنی نہیں کیونکہ سقوط نون میں اسکی مشابہت ہے مضاف کے ساتھ یعنی جس طرح مضاف سے نون گر جاتا ہے اسی طرح یہاں اثنان سے بھی نون گر گیا ہے۔

اعتراض:۔ اثنان سے نون کیوں گر گیا؟

جواب:۔ اسلئے کہ نون انفصال چاہتا ہے جبکہ ہمارا مقصد اتصال ہے (اس وجہ سے ہم نے درمیان سے واو بھی گرادی ہے) اسلئے نون کو گرا دیا۔

اور اگر جزء ثانی حرف کو متضمن نہ ہو تو اسمیں تین لغات ہیں

(۱) جزء اول مبنی بر فتحہ اور جزء ثانی معرب غیر منصرف جیسے جاء نی بعلَبكُ، رایت بعلَبكَ، مررت ببعلَبكَ

(۲) جزء اول معرب منصرف جزء ثانی معرب غیر منصرف اور جزء اول مضاف ہوگا ثانی کی طرف جیسے جاء نی بعلُبكُ، رایت بعلَبكَ مررت ببعلِبكَ اس تیسری مثال میں جزء ثانی چونکہ مضاف الیہ ہے اور غیر منصرف کی حالت جری فتحہ لفظی کے ساتھ آتی ہے اسلئے اس پر بھی فتحہ ہے

(۳) جزءاول معرب منصرف جزء ثانی بھی معرب منصرف ان میں بھی نسبت ترکیب اضافی ہو جیسے جاء نی بعلُبكِ ،رایت بعلَبكِ ،مررت ببعلِبكِ.

نوٹ:۔ ان تمام صورتوں میں پہلی صورت افصح ہے جو کتاب میں مذکور ہے

الکنایات کم وکذا للعدد

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی ساتویں قسم بیان فرمارہے ہیں ۔

کنایات یہ کنایہ کی جمع ہے یہ صریح کی ضد ہے۔

نحاۃ کی اصطلاح میں کنایہ کی تعریف یہ ہے۔ما یعبر عن شی معین بلفظ غیر صریح بغرض من الاغراض

ترجمہ:۔ کنایہ وہ لفظ ہے جس سے کسی شی معین کو کسی غرض سے ایسے لفظ کے ذریعے تعبیر کیا جائے جو صریح نہ ہو۔

یہاں کنایہ سے معنی مصدری مراد نہیں بلکہ وہ لفظ مراد ہے جسکے ذریعے کنایہ کیا جائے

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ اسمائے کنایات مبنی میں سے ہے لیکن لفظ فلان اسمائے کنایات میں سے تو ہے لیکن مبنی نہیں؟ جیسے جاء نی فلانٌ، رایت فلاناً، مررت بفلانٍ

جواب:۔ یہاں جمیع کنایات مراد نہیں بلکہ بعض کنایات مراد ہیں اور وہ یہ چار ہیں۔

(۱) کم (۲) کذا (۳) کیت (۴) ذیت

اعتراض:۔ جب بعض کنایات مراد ہیں تو بعض الکنایات کیوں نہیں کہا؟

جواب:۔ نحاۃ کا تقریباً اس پر اتفاق ہے جب مبنیات میں کنایات کہا جاتا ہے تو اس سے یہی چار اسماء مراد ہوتے ہیں۔ یہ چونکہ تمام نحاۃ میں مشہور ہے اسلئے بعض الکنایات کہنے کی ضرورت نہیں۔

آگے مصنفؒ اسمائے کنایات کی تقسیم فرمارہے ہیں اسمائے کنایات کی دوقسمیں ہیں۔

(۱) بعض عدد سے کنایہ ہیں جیسے کم اور کذا

(۲) بعض حدیث سے جیسے کیت، زیت

پھر کم کی دوقسمیں ہیں

(۱) استفہامیہ (۲) خبریہ

کم استفہامیہ سوال کیلئے آتا ہے اور کم خبریہ خبر دینے کیلئے آتا ہے

سوال:۔ کنایات مبنی کیوں ہیں؟

جواب:۔ (۱) کم استفہامیہ شبہ وضعی کی وجہ سے مبنی ہے یعنی کم کی وضع حروف کی طرح ہے یعنی اس میں صرف دوحرف ہیں جیسے بعض حروف میں دوحرف ہوتے ہیں جیسے من، فی وغیرہ

(۲) کم استفہامیہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور حروف چونکہ مبنی اصل ہیں اسلئے ان کی مشابہت کی وجہ سے کم استفہامیہ بھی مبنی ہے اور کم خبریہ اسلئے مبنی ہے کہ اسکی وضع بھی حروف کی طرح ہے یا اسلئے کہ یہ کم استفہامیہ پر محمول ہے۔

کذا اسلئے مبنی ہے کہ اسمیں اصل ذا اسم اشارہ ہے اس پر کاف حرف تشبیہ داخل ہوگیا ہے اور یہ پورا کلمہ کم کے معنی میں ہے لہذا ذا اسم اشارہ اپنی اصل کی وجہ سے مبنی ہی رہے گا۔

اعتراض:۔ زید جو زا، یاء، دال حروف سے مرکب ہے اور حروف مبنی اصل ہیں لہذا زید کو بھی مبنی ہونا چاہیے حالانکہ زید معرب ہے؟

جواب:۔ یہ پہلے حروف تھے اور اب اسم بن گیا ہے بخلاف کذا کے وہ پہلے بھی اسم تھا اور اب بھی اسم ہے لہذا آپ کا اعتراض وارد نہ ہوگا۔

کیت اور زیت یہ حدیث سے کنایہ ہیں اور یہ مبنی اسلئے ہیں کہ یہ جملہ کی جگہ پر واقع ہوتے ہیں

اور علامہ زمخشری کے نزدیک جملہ من حیث الجملہ مبنی ہوتا ہے اور دوسرے نحاۃ کے نزدیک مبنی کے حکم میں ہوتا ہے بہر حال کچھ بھی ہو چونکہ یہ جملہ کی جگہ پر واقع ہوتے ہیں اسلئے مبنی ہیں۔

فكم الاستفهامية مميزها منصوب

کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کم رجلا عندك اور کم خبریہ کی تمیز مفرد مجرور بھی ہوتی ہے اور جمع مجرور بھی جیسے کم رجل عندی ، کم رجال عندی

وتدخل من فيهما

کم استفہامیہ اور خبریہ دونوں کی تمیز پر من بھی داخل ہوتا ہے جیسے کم من رجل ضربتَ ، کم من قرية اهلكنا شارح رضیؒ فرماتے ہیں کہ کم خبریہ کی تمیز پر من داخل ہوتا ہے لیکن کم استفامیہ کی تمیز پر من داخل ہونا درست نہیں البتہ دوسرے نحاۃ اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ سل بنی اسرآئیل کم اتینا هم من آية بينة میں کم استفہامیہ بھی بن سکتا ہے اور کم خبریہ بھی اس سے معلوم ہوا کہ کم استفہامیہ کی تمیز پر بھی من داخل ہوسکتا ہے کیونکہ یہاں تمیز پر من داخل ہے۔

ولهما صدر الكلام

کم استفہامیہ ہو یا خبریہ دونوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور یہ اس لئے کہ کم استفہامیہ میں استفہام کے معنی پائے جاتے ہیں اور استفہام صدارت کلام کو چاہتا ہے تاکہ شروع میں ہی یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کلام کی کونسی قسم ہے اور کم خبریہ بھی انشاء تکثیر پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی کلام کی ایک قسم ہے اسلئے یہ بھی صدارت کلام کو چاہتا ہے تاکہ ابتدا میں ہی معلوم ہو جائے کہ کلام کس قسم کا ہے

وكلاهما يقع مرفوعا

کم استفہامیہ اور خبریہ میں سے ہر ایک محلا مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتے ہیں۔

اعتراض:۔ استفہامیہ اور خبریہ دونوں مؤنث ہیں تو کلتاهما کیوں نہیں کہا؟

جواب:۔ دونوں کو نوع کی تاویل کر کے کلاهما لایا ہے یعنی اصل عبارت کلا هذين النوعين ہے۔

فكل ما بعده فعل غير مشتغل عنه

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ کم استفہامیہ اور خبریہ کہاں مرفوع ہوتے ہیں اور کہاں منصوب اور کہاں مجرور ہوتے ہیں۔

منصوب: ہر وہ کم جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے ماقبل (یعنی کم) سے اعراض نہ کررہا ہو (بلکہ اس میں عمل کررہا ہو) تو وہ منصوب ہوگا علی حسب العوامل یعنی اگر فعل مفعول مطلق کا تقاضہ کرے یا ظرف کا یا مفعول بہ کا تو یہ بھی اسی طرح ہونگے۔

کم استفہامیہ میں مفعول مطلق کی مثال: **کم ضربةً ضربتَ**

کم استفہامیہ میں مفعول بہ کی مثال: **کم رجلا ضربتَ**

کم استفہامیہ میں مفعول فیہ کی مثال: **کم یوما صمتَ فیه**

کم خبریہ میں مفعول مطلق کی مثال: **کم ضربةٍ ضربتُ**

کم خبریہ میں مفعول بہ کی مثال: **کم غلامٍ ملکتُ**

کم خبریہ میں مفعول فیہ کی مثال: **کم یومٍ صمتُ فیه**

مجرور: جہاں کم پر حرف جر داخل ہو یا کم سے پہلے مضاف ہو تو کم محلا مجرور ہوگا

جیسے کم استفہامیہ کی مثال: **بکم درهما اشتریتَ، غلام کم رجلا اشتریتَ.**

کم خبریہ کی مثال: **بکم درهمٍ اشتریتُ، غلام کم رجلٍ ملکتُ**

اعتراض:۔ مذکورہ مثالوں میں حرف جر اور مضاف کی صورت میں کم سے صدارت کلام فوت

ہوگی حالانکہ آپ نے کہا تھا کہ کم کیلئے صدارت کلام کا ہونا ضروری ہے؟

جواب:۔ (۱) جار مجرور میں شدت اتصال کی وجہ سے کلمہ واحدہ کے حکم میں ہیں اور یہ صدارت کے منافی نہیں ہے۔

جواب:۔ (۲) اگر ہم صدارت کلام کا اعتبار کریں تو اس صورت میں مجرور کا جار سے مقدم ہونا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں اس مجبوری کی بنا پر ہم نے صدارت کلام کو فوت کر دیا یعنی مذکورہ صورت میں دو خرابیوں میں سے ایک لازم آرہی تھی یا تو صدارت کلام فوت ہو جاتا اور یا مجرور کا مقدم ہونا لازم آتا تو صدارت کلام کا فوت ہونا بہتر ہے اس سے کہ مجرور جار سے مقدم ہو۔

مرفوع:۔ اگر مذکورہ دونوں صورتیں (منصوب اور مجرور) نہ ہوں تو کم مرفوع ہوگا کبھی مبتدا ہونے کی وجہ سے اور کبھی خبر کی وجہ سے یعنی اگر دوسرا جز ظرف نہ ہو تو مرفوع ہوگا مبتدا ہونے کی وجہ سے جیسے کم رجلا اخوك یہاں کم رجلا مبتدا اور اخوک خبر ہے اور اگر دوسرا جز ظرف ہو تو خبر کی وجہ سے مرفوع ہوگا جیسے کم یوما سفرك اسمیں کم یوما خبر مقدم اور سفرک مبتدا مؤخر ہے۔

وكذلك اسماء الاستفهام والشرط

اسماء استفہام اور شرط کی ذات کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں

(۱) وہ اسماء جو استفہام اور شرط دونوں میں مشترک ہوں جیسے من، ما، ایّ، این، انّی، متی۔

(۲) صرف استفہام کیلئے ہوں جیسے کیف، ایان

(۳) صرف شرط کیلئے ہوں جیسے اذا

اور وجوہ اعراب کے اعتبار سے ان اسماء کی چار قسمیں ہیں

وجہ حصر:۔ یہ اسماء ظرف ہونگے یا نہیں اگر ظرف ہوں تو دو حال سے خالی نہیں شرط کے معنی کو

متضمن ہونگے یا استفہام کے معنی کو اگر ظرف اور استفہام کے معنی کو متضمن ہوں تو یہ پانچ اسماء ہیں۔ این ،انّی ،متی ،کیف، ایان یہ کبھی مرفوع ہوتے ہیں کبھی منصوب اور کبھی مجرور۔

مجرور جیسے من این انت، منصوب جیسے این جلست اور یہ مرفوع بھی ہوتے ہیں بنابر خبریت کے جیسے این زید

اور اگر ظرف شرط کے معنی کو متضمن ہو جیسے اذا، تو اسمیں دوطرح کے اعراب جاری ہوتے ہیں

(۱) جر جیسے اٰتیتك فی اذا طلعت الشمس (۲) نصب جیسے اٰتیتك اذا طلعت الشمس

اگر وہ اسماء ظروف نہ ہوں تو پھر بھی دو حال سے خالی نہیں لازم الاضافت ہونگے یا نہیں، اگر لازم الاضافت ہوں جیسے ای تو اس پر چار طرح کے اعراب جاری ہونگے۔

(۱) نصب جیسے ایُّهم لقیت (۲) جر جیسے بایِّهم مررت (۳) مرفوع بنابر مبتدا جبکہ خبر جار مجرور ہو جیسے ایُّهم فی الدار (۴) مرفوع بنابر خبر جیسے ایُّهم اخوك

اور اگر وہ اسماء لازم الاضافت نہ ہوں جیسے من، ما تو اس پر تین قسم کے اعراب جاری ہونگے

(۱) جر جیسے بمن مررت، بما مررت

(۲) نصب جیسے من ضربت، ما اشتریت

(۳) رفع بنابر خبریت جیسے من نبیك ،ما دینك

اور اگر من، ما شرطیہ ہوں تو ان پر بھی یہی تینوں اعراب جاری ہونگے

(۱) جر، بمن تمررْ امررْ، بما تضربْ اضربْ

(۲) نصب من تضربْ اضربْ ،ما تشتری اشتری

(۳) رفع جیسے من ضربته ضربته ،ما تشتریه اشتریه

....

وفی مثل کم عمة لك یا جریر

کم عمة الخ اوراس جیسی مثالوں میں تین وجہیں پڑھنا جائز ہے یہ فرزدق کے ایک شعر کا ٹکڑا ہے جس میں اس نے جریر کو مخاطب کیا ہے۔ پورا شعر اس طرح ہے

کم عمة لك یا جریر وخالة :: فدعاء قد حلبت علی عشاری

ترجمہ: اے جریر تمھاری کتنی پھوپھیاں اور خالائیں ایسی ہیں جنکے ہاتھ ٹیڑے ہیں جو میری دس ماہ کی حاملہ اونٹیوں کا دودھ دوہتی ہیں۔

سوال:۔ ان جیسی مثالوں سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ ان جیسی مثالوں سے مراد ہر وہ مثال جہاں کم میں دو احتمال ہوں استفہامیہ اور خبریہ اور تمیز میں بھی دو احتمال ہوں محذوف ہو یا مذکور۔

اس عبارت (وفی مثل کم) میں دو احتمال ہیں

(۱) کم میں تین وجہیں جائز ہیں

(۲) کم کی تمیز میں تین وجہیں جائز ہیں۔

کم میں تین وجہیں یہ ہیں۔(۱) مرفوع: یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا چاہے کم استفہامیہ ہو یا خبریہ

(۲) نصب علی الظرفیۃ: یعنی ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہوگا چاہے کم استفہامیہ ہو یا خبریہ لیکن اس صورت میں اسکی تمیز محذوف ہوگی جو کہ مرۃ ہے (۳) نصب علی المصدریۃ: یعنی مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا چاہے کم استفہامیہ ہو یا خبریہ اس صورت میں بھی کم کی تمیز مصدر محذوف ہوگی (ان کی مثالیں کم کے اعراب کے شروع میں گزری ہیں دوبارہ دیکھیں)

(۲) دوسرا احتمال یہ تھا کہ کم کی تمیز میں تین وجہیں جائز ہوں وہ اس طرح کہ

(۱) مرفوع، اس صورت میں یہ مبتدا ہوگا اور بعد والا فعل خبر چاہے کم استفہامیۃ ہو یا خبریہ لیکن

اس صورت میں یہ اسم تمیز نہیں ہوگا بلکہ تمیز محذوف ہوگی اور اسکو تمیز کہنا مجاز ہے۔

(۲) منصوب، کم استفہامیہ کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا

(۳) مجرور، کم خبریہ کی تمیز ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا۔

وقد يحذف في مثل كم مالك وكم ضربت

مثل سے مراد ہر وہ مثال ہے جہاں تمیز کے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو۔ یہاں ان دونوں مثالوں میں قرینہ حالیہ موجود ہے پہلی مثال میں جب آدمی مال کے بارے میں سوال کرے یا خبر دے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ مال کی کمیت معلوم کرنا چاہتا ہے اور عرف میں مال سے درھم اور دینار مراد ہوتے ہیں لہذا التقدیری عبارت یہ ہوگی۔ استفہامیہ کی مثال: كم درهما مالك ،خبریہ کی مثال: كم درهم مالك اور دوسری مثال میں جب نفس ضرب کا علم ہونے کے بعد سائل سوال کرتا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ تعداد کے بارے میں سوال کررہا ہے تو اس صورت میں مثال ثانی کی تقدیری عبارت یوں ہوگی۔

استفہامیہ کی مثال: كم مرةً ضربت يا كم ضربةً ضربت

خبریہ کی مثال: كم مرةٍ ضربت يا كم ضربةٍ ضربت

الظروف منها ما قطع عن الاضافة

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی آخری قسم ظروف کو بیان فرمارہے ہیں۔ ظروف کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان ظروف کی ہے جو مقطوع عن الاضافت ہوں یعنی مضاف الیہ مذکور نہ ہو جیسے قبل، بعد وغیرہ۔

قبل، بعد کی تین حالتیں ہیں دو حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں یہ مبنی ہوتے ہیں۔

وجہ حصر: قبل اور بعد کا مضاف الیہ مذکور ہوگا یا محذوف اگر مضاف الیہ مذکور ہو تو یہ معرب اگر مضاف الیہ محذوف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو محذوف نسیا منسیا ہوگا یا محذوف منوی۔ اگر

محذوف نسیا منسیا ہو تو پھر بھی معرب جیسے رب بعد کان خیرا من قبلٍ اگر محذوف منوی ہو تو پھر یہ مبنی ہونگے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے لله الامر من قبلُ ومن بعدُ اس صورت میں ان ظروف کو غایات بھی کہتے ہیں کیونکہ مضاف الیہ کے محذوف ہونے کی وجہ مضاف (یعنی قبل ،بعد) کلام کی غایت اور انتہاء ہوتے ہیں۔

مبنی ہونے کی وجہ: تیسری صورت میں قبل ،بعد شبہ افتقاری کی وجہ سے مبنی ہوتے ہیں یعنی جس طرح حروف محتاج ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی اپنے معنی دینے میں مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

وما اجری مجراه لا غیر ولیس غیر

لا غیر ،لیس غیر اور حسب مضاف الیہ کے محذوف ہونے میں قبل اور بعد کے قائم مقام ہیں لہذا یہ بھی مبنی ہیں جیسے جاء نی زید لیس غیر ،لا غیر ،حسب

نوٹ:۔ اس صورت میں حسب فقط کے معنی میں ہوگا۔ لیس غیر اور لا غیر قبل و بعد کے قائم مقام اسلئے ہیں کہ غیر میں شدت ابہام کی وجہ سے اسکی غایات کے ساتھ مشابہت ہے اور حسب کثرت استعمال اور شدت نکارت میں غیر کے مشابہ ہے کیونکہ حسب باوجود اضافت کے معرفہ نہیں ہوتا جیسے غیر اضافت کے باوجود معرفہ نہیں ہوتا

ومنها حیث ولا یضاف الا الی الجملة

ظروف مبنیہ میں سے ایک حیث بھی ہے اور یہ مکان کیلئے آتا ہے

امام اخفش رحمہ کا اختلاف: امام اخفش فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اجلس حیث زید جالس کا مطلب ہے کہ اجلس فی کل زمان جلس زید فیه حیث کا اکثر اور زیادہ استعمال یہ ہے کہ یہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے آگے جملہ عام ہے چاہے اسمیہ ہو یا فعلیہ جملہ اسمیہ کی مثال: قمت حیث زید قائم جملہ فعلیہ کی

مثال: **قمت حیث قام زید**

لیکن کبھی کبھی اس کا مضاف الیہ مفرد بھی ہوتا ہے جیسے

اما تری حیث سهیل طالعا :: نجم یضی کا لشهاب ساطعا

یہاں حیث مضاف ہے سھیل کی طرف جو کہ مفرد ہے

حیث کی مبنی ہونے کی وجہ: یہ شبہ افتقاری کی وجہ سے مبنی ہے کیونکہ جملہ بذات خود مضاف الیہ نہیں ہوتا بلکہ جملہ سے حاصل شدہ مصدر مضاف الیہ ہوتا ہے تو حیث کی اضافت جملہ کی طرف ایسی ہے گویا مضاف الیہ ہے ہی نہیں بلکہ محذوف ہے اس طرح اس کی مشابہت قبل اور بعد کے ساتھ ہو جاتی ہے

ومنها اذا وهی للمستقبل

ظروف مبنیہ میں سے ایک اذا بھی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) زمانیہ (۲) مکانیہ

اگر اذا زمانیہ ہو تو یہ مستقبل کیلئے آتا ہے اگر ماضی پر داخل ہو تو اس کو بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اسلئے کہ اذا کو اصل میں ایسے مستقبل کیلئے وضع کیا گیا ہے جس کا وقوع یقینی ہو

مثالیں: **اذا طلعت الشمس ،اذا الشمس كورت**

کبھی کبھی اذا ماضی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے **حتی اذا بلغ بين السدين** اور **حتى اذا جعله نارا**. اذا میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اس شرط کے معنی کی رعایت کر کے اذا کے بعد فعل لانا اولی ہے اگر چہ اسم بھی جائز ہے

فائدہ:۔ جو حروف شرط کیلئے ہی وضع ہوں ان کے بعد فعل لانا ضروری ہوتا ہے اور اذا چونکہ شرط کیلئے وضع نہیں بلکہ اس کی وضع ظرف کیلئے ہے البتہ شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اسلئے اسکے بعد فعل لانا مختار ہوگا واجب نہیں ہوگا کیونکہ واجب صرف ان حروف کے بعد ہے جو وضع ہی شرط

کیلئے ہوں۔

شرط کی تعریف: ترتب مضمون جملة علی جملة اخری

یعنی ایک جملہ کے مضمون کو دوسرے جملے پر موقوف کرنا جیسے اگر محنت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے، تو کامیابی کو محنت پر موقوف کیا ہے اسی کو شرط کہتے ہیں۔

اذا کے مبنی ہونے کی وجہ: (۱) اذا میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں تو حروف شرط کیساتھ مشابہت ہوگئی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جیسے حیث مضاف ہوتا ہے اور اسکا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے اسی طرح اذا بھی مضاف ہوتا ہے اور اسکا مضاف الیہ مصدر محذوف ہوتا ہے لہذا شبہ افتقاری کی وجہ سے یہ بھی مبنی ہے۔

وقد تکون للمفاجاة فیلزم المبتدا بعدها

اذا کبھی مفاجاۃ کیلئے بھی آتا ہے اس وقت اس کے بعد اسم اور فعل دونوں لاسکتے ہیں لیکن اکثر اسم یعنی مبتدا آتا ہے تا کہ اذا مفاجاتیہ اور شرطیہ میں فرق ہوجائے جیسے خرجت فا ذا السبع ای واقف

ومنها اذ للماضی و یقع بعدها الجملتان

ظروف مبنیہ میں سے ایک اذ بھی ہے یہ ماضی کیلئے آتا ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذ یمکر بك الذین کفروا اس صورت میں اسکے بعد دو جملے ہوتے ہیں یعنی جملہ اسمیہ اور فعلیہ پھر فعلیہ عام ہے چاہے ماضیہ ہو یا مستقبلہ تینوں کی مثال اللہ کے اس کلام میں موجود ہے اذ اخرجه الذین کفروا ثانی الثنین اذ هما فی الغار اذ یقول

اذ کبھی کبھی مجازاً مستقبل کا معنی بھی دیتا ہے جیسے اذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم ءأنت قلت اور فسوف یعلمون اذ الا غلال فی اعناقهم

اور اذ کبھی کبھی مفاجات کیلئے بھی آتا ہے لیکن بہت کم استعمال ہوتا ہے اس وجہ سے مصنفؒ نے

اس کو ذکر بھی نہیں کیا ہے جیسے **خرجت فاذ زید قائم**

ومنها این وانی للمکان استفهاما وشرطا

ظروف مبنیہ میں سے این اور انی بھی ہیں یہ مکان کیلئے استعمال ہوتے ہیں استفہام کے طور پر بھی اور شرط کے طور پر بھی۔

استفہام کی مثال: **این زید ،انی زید** (زید کہاں ہے)

شرط کی مثال: **این ،انی تجلس اجلس** (جہاں تو بیٹھے گا وہاں میں بیٹھوں گا)

اور انی کیف کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ کا فرمان ہے **فاتوا حرثکم انی شئتم ای کیف شئتم** اور کبھی کبھی متی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے **انی القتال ای متی القتال**

این اور انی کے مبنی ہونے کی وجہ: یہ دونوں اسلئے مبنی ہیں کہ ان دونوں میں حرف استفہام اور حرف شرط کے معنی پائے جاتے ہیں۔

متی بھی ظروف زمانیہ میں سے ہے اور یہ شرط اور استفہام دونوں کیلئے آتا ہے جیسے شرط کی مثال: **متی تخرجُ اخرجُ** اور استفہام کی مثال: **متی القتال**

متی کی مبنی ہونے کی وجہ: متی بھی حرف استفہام اور حرف شرط کے معنی کو متضمن ہے اسلئے یہ بھی مبنی ہے

ایان بھی ظروف زمانیہ میں سے ہے اور یہ صرف استفہام کیلئے آتا ہے شرط کیلئے نہیں آتا ہے جیسے **ایان یوم الدین**

ایان کے مبنی ہونے کی وجہ: ایان حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اسلئے مبنی ہے ۔

متی اور ایان میں فرق: (۱) ایان امور عظام کیلئے آتا ہے جبکہ متی عام ہے سب کیلئے آتا ہے

لہذا ایان یوم قیام زید نہیں کہہ سکتے اور متی یوم قیام زید کہہ سکتے ہیں (۲) ایان کے بعد جملہ مستقبلہ ہوتا ہے اور متی عام ہے مستقبلہ اور ماضیہ دونوں ہوتے ہیں لہذا ایان قدم الحاج نہیں کہہ سکتے اور متی قدم الحاج کہنا جائز ہے

کیف حال کے استفہام کیلئے آتا ہے حال سے مراد صفت ہے زمانہ حال نہیں پس کیف حالك کا معنی ہے علی ای صفة انت ای صحیح ام سقیم

اعتراض:۔ یہ بحث ظروف کی ہے کیف ظروف میں سے نہیں پھر اس کو یہاں کیوں ذکر کیا؟

جواب:۔ اخفش کے نزدیک یہ بھی ظرف ہے اور سیبوے کے نزدیک اگرچہ ظرف نہیں لیکن قائم مقام ظرف میں سے ہے۔

سوال:۔ یہ قائم مقام کس طرح ہے؟

جواب:۔ اس طرح کہ جار مجرور اور ظرف آپس میں متقارب ہیں اور کیف اور ظرف دونوں ماؤل بہ جار مجرور ہوتے ہیں جیسے کیف زید کا معنی ہے علی ای حال زید اور صمت یوم الجمعة کا معنی ہے صمت فی یوم الجمعة لہذا کیف قائم مقام ظرف ہوا۔

کیف کی مبنی ہونے کی وجہ: کیف حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے اسلئے یہ مبنی ہے

ومذ ومنذ بمعنى اول المدة فيليهما المفردة المعرفة

ظروف مبنیہ میں سے مذ و منذ بھی ہیں اور یہ دو معنوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں

(۱) اول مدت کیلئے (۲) جمیع مدت کیلئے

اول مدت کی صورت میں انکے بعد مفرد معرفہ ہوگا جیسے ما رایتہ مذ ومنذ یوم الجمعة ای اول ملدة زمان عدم رؤیته یوم الجمعة۔ یہاں مفرد، تثنیہ جمع کے مقابلے میں ہے یعنی مفرد ہوگا تثنیہ اور جمع نہیں ہوگا۔

اور جمیع مدت کی صورت میں ان کے بعد مقصود بالعدد ہوگا جیسے ما رایته مذ ومنذ یومان ای جمیع اجزاء عدم رؤیته یومان یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی کل مدت دو دن ہے۔

مذ ومنذ میں اصل قانون تو یہی ہے کہ یہ اول مدت اور جمیع مدت کیلئے استعمال ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی یہ عام ہوتے ہیں اور ان کے بعد مصدر، فعل، اَنَّ اور اَن مخففہ بھی آتا ہے اور کبھی جملہ اسمیہ بھی آتا ہے لیکن بہت کم، اسی لئے مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

مصدر کی مثال: ماخرجت مذ و منذ ذهابك

فعل کی مثال: ما خرجت مذ ومنذ ذهبت

ان کی مثال: ما خرجت مذ ومنذ اَنّك ذاهب

ان مخففہ کی مثال: ما خرجت مذ ومنذ اَنْ ذهبت

جملہ اسمیہ کی مثال: ما خرجت مذ ومنذ زيد مسافر

البتہ ان تمام صورتوں میں ان کے بعد لفظ زمان مضاف محذوف ہوگا جیسے ما خرجت مذ ذهابك ای زمان ذهابك

وهو مبتدا وخبره ما بعده خلافا للزجاج

مذ اور منذ ترکیب میں کیا واقع ہونگے اسمیں جمہور اور امام زجاج کا اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک مذ ومنذ مبتدا ہیں اور بعد والا اسکی خبر جبکہ امام زجاج کے نزدیک مذ ومنذ خبر مقدم ہیں اور بعد والا مبتدا ہوگا۔

مبنی ہونے کی وجہ: منذ ومذ کی اس مذ اور منذ کیساتھ وضعا مشابہت ہے جو حروف جارہ ہیں لہذا یہ شبہ وضعی کی وجہ سے مبنی ہیں۔

ومنها لدیٰ ولدن وقد جاء

ظروف مبنیہ میں سے لدی اور لدن بھی ہیں یہ دونوں عند کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

عند، لدیٰ اور لدن میں فرق: لدی، لدن اس وقت استعمال ہوتے ہیں جب مال انسان کے پاس اس وقت موجود ہو اور عند عام ہے چاہے مال موجود ہو یا کسی اور جگہ محفوظ ہو لہذا اگر کسی کے گھر میں مال موجود ہو لیکن فی الحال جیب میں نہ ہو تو عندی عشرون درهما کہہ سکتا ہے لیکن لدی عشرون درهما نہیں کہہ سکتا۔

لدن میں دوسری لغات: لدن میں اسکے علاوہ چھ لغات اور بھی ہیں (۱) لَدْنِ (۲) لَدِنْ (۳) لُدْنِ (۴) لَدُ (۵) لُدْ (۶) لَدْ

مبنی ہونے کی وجہ: اسمیں کئی لغات ہیں بعض کی وضع حروف کی طرح ہے مثلاً لَدُ، لُدْ، تو وضع کے اعتبار سے یہ حروف کیساتھ مشابہ ہو گئے لہذا اشبہ وضعی کی وجہ سے مبنی ہیں اور باقی پہلی تین لغات کو اس پر محمول کر دیا ہے۔

ومنها قط للماضی المنفی

ظروف زمانیہ میں سے ایک قط بھی ہے یہ ماضی منفی استغراق کیلئے آتا ہے جیسے ما رأیته قط (میں نے اسکو کبھی بھی نہیں دیکھا)

قط میں اسکے علاوہ چار لغات اور بھی ہیں۔ قُطُّ، قُطَّ، قَطْ، قُطْ

وجہ مبنی: (۱) اگر یہ مشدد نہ ہو جیسے قَطْ اور قُطْ تو دو حرفی ہونے کی وجہ سے وضع کے اعتبار سے حروف کیساتھ مشابہت ہے اسلئے مبنی ہے اور باقی مشدد کو اس پر محمول کیا گیا ہے (۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ قط کو عوض پر محمول کر کے مبنی کر دیا ہے کیونکہ دونوں فعل کی نفی کیلئے آتے ہیں۔ اور عوض کے مبنی ہونے کی وجہ عوض کے تحت آرہی ہے۔

وعوض للمستقبل المنفی

ظروف زمانیہ میں سے ایک عوض بھی ہے یہ مستقبل میں نفی کے استغراق کیلئے آتا ہے جیسے لا اضربك عوض (میں تمھیں آئندہ کبھی نہیں ماروں گا)

اسمیں کل تین لغات ہیں عَوضُ ،عَوضَ ،عَوضِ

وجہ بنی: یہ مقطوع عن الاضافت ہوتا ہے اسکا مضاف الیہ قبل اور بعد کی طرح محذوف منوی ہوتا ہے لہذا قبل، بعد کیساتھ مشابہت کی وجہ سے یہ بھی مبنی علی الضمہ ہوتا ہے۔

والظروف المضافة الى الجملة

یہاں سے مصنفؒ ایک قاعدہ بیان کرر ہے ہیں

قاعدہ: وہ ظروف جو جملہ کی طرف مضاف ہوں یا ایسے اذ کی طرف مضاف ہوں جو مضاف ہو جملہ کی طرف یعنی وہ ظروف جو جملہ کی طرف بلا واسطہ مضاف ہوں یا بواسطہ اذ جملہ کی طرف مضاف ہوں تو ان ظروف کو مبنی اور معرب دونوں پڑھنا جائز ہے معرب تو اسلئے کہ یہ اصل میں اسماء ہیں اور اسم میں اصل یہ ہیکہ وہ معرب ہو اور مبنی اسلئے کہ یہ اپنے مضاف الیہ سے بنا اخذ کرتے ہیں یعنی مضاف الیہ سے مبنی والی صفت حاصل کرتے ہیں اور یہ مبنی علی الفتح ہونگے کیونکہ حرکات میں فتحہ اخف الحرکات ہے جیسے یومَ ینفع الصادقین ۔

وكذلك مثل وغير مع ما واَنَّ واَنْ

ایسے ہی لفظ مثل اور غیر جب لفظ ما یا اَنَّ اور اَنْ کیساتھ استعمال ہوں تو ان کو بھی معرب اور مبنی دونوں پڑھنا جائز ہے معرب تو اسلئے پڑھنا جائز ہے کہ یہ دونوں اسم ہیں اور اسم معرب ہوتا ہے اور مبنی اسلئے جائز ہے کہ اس صورت میں ان دونوں کی ان ظروف کیساتھ مشابہت ہوتی ہے جو جملہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں جیسے اذ اور حیث وغیرہ مثالیں ملاحظہ کریں۔

ما کیساتھ مستعمل کی مثال: قيامي مثل ما قام زيد او غير ما قام زيد

اَنْ کے ساتھ مستعمل کی مثال: قيامي مثل اَنْ تقوم او غير اَنْ تقوم، اَنَّ کیساتھ مستعمل کی مثال قیامی مثل اَنَّك قائم او غير اَنَّك قائم.

المعرفة والنكرة المعرفة ما وضع لشی بعینه

یہاں سے مصنفؒ معرفہ اور نکرہ کو بیان فرمارہے ہیں

معرفہ کی تعریف: ما وضع لشی بعینہ

یعنی معرفہ ہر وہ اسم ہے جس کو شی معین کیلئے وضع کیا گیا ہو

فوائد قیود: اس تعریف میں لفظ ما جنس ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے وضع لشی بعینہ یہ فصل ہے اس سے نکرہ خارج ہوگیا کیونکہ اسکی وضع شی معین کیلئے نہیں ہوتی۔ معرفہ کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) مضمرات جیسے انا، نحن

(۲) اعلام جیسے زید، عمر، بکر

(۳،۴) مبھمات (اس سے مراد اسماء اشارات اور اسماء موصولات ہیں کیونکہ اسم اشارہ بغیر مشارالیہ کے اور اسم موصول بغیر صلہ کے مبھم ہوتا ہے) جیسے ھذا، الذی، الذان، الذین وغیرہ

(۵) معرف باللام جیسے الرجل

(۶) پہلے پانچ میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو جیسے مضمرات کی مثال: غلامه علم کی مثال غلام زید، اسم اشارہ کی مثال: غلام ھذا اسم موصول کی مثال: غلام الذی عندی معرف باللام کی مثال: غلام الرجل

اعتراض:۔ پانچویں اور چھٹی قسم میں ما عرف باللام والندا کہا (یعنی جس کو لام اور ندا کے ذریعے معرفہ بنایا گیا ہو) معرف باللام اور منادی کیوں نہیں کہا؟

جواب:۔ اسلئے کہ معرف باللام اور منادی کی تمام اقسام معرفہ نہیں بلکہ بعض اقسام نکرہ ہیں جیسے منادی جب نکرہ غیر معین ہو تو وہ نکرہ ہوتا ہے جیسے نابینا کا قول یا رجلا خذ بیدی اسی طرح معرف باللام میں اگر الف، لام زائد ہو تو وہ بھی نکرہ ہوتا ہے جیسے ولقد امر علی اللئیم یسبنی

العلم ما وضع لشی بعینہ غیر متناول غیرہ بوضع واحد

یہاں سے مصنفؒ علم کی تعریف کرر ہے ہیں۔

اعتراض:۔ معرفہ کی باقی اقسام میں سے کسی ایک کی بھی تعریف نہیں کی صرف علم کی تعریف کیوں کی؟

جواب:۔ باقی تمام کی تفصیل ماقبل گزر چکی ہےاور علم کی تفصیل نہیں گزری تھی اسلئے صرف اسکی تعریف کی ہے۔

علم کی تعریف: العلم ما وضع لشی بعینہ غیر متناول غیرہ بوضع واحد

یعنی علم اسکو کہتے ہیں جو کسی شی معین کیلئے وضع کیا گیا ہو اسکے علاوہ کسی اور کو شامل نہ ہو وضع واحد کیساتھ۔

فوائد قیود: اس تعریف میں لفظ ما جنس ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے وضع لشی بعینہ یہ فصل اول ہے اس سے نکرہ خارج ہو گیا لیکن ابھی تک معرفہ اسمیں شامل ہے غیر متناول غیرہ فصل ثانی ہے اس سے معرفہ کی تمام اقسام خارج ہو گئیں۔ بوضع واحد یہ قید احترازی نہیں بلکہ دفع شبہ کیلئے ہے شبہ یہ تھا کہ اس تعریف سے اسم مشترک خارج ہو گیا تو مصنفؒ نے وضع واحد کی قید لگا کر اسم مشترک کو داخل کر دیا کہ وہاں غیر کو شامل ہونا وضع واحد کی وجہ سے نہیں بلکہ اوضاع متعددہ کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً زید اگر کئی آدمیوں کا نام ہو۔

واعرفها المضمر المتكلم ثم المخاطب

معرفہ کی تمام اقسام میں سے سب سے زیادہ اعرف ضمیر متکلم ہے اسکے بعد ضمیر مخاطب اور اسکے بعد ضمیر غائب۔

....

النكره ما وضع لشى لا بعينه

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ نکرہ کی تعریف کررہے ہیں

تعریف: ما وضع لشى لا بعينه

یعنی نکرہ ہر وہ اسم ہے جس کو شی غیر معین کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

فوائد قیود: اس تعریف میں ما وضع لشئی جنس ہے معرفہ اور نکرہ دونوں کو شامل ہے غیر معین فصل ہے اس سے معرفہ خارج ہو جاتا ہے۔

اسماء العدد ما وضع لكمية احاد الاشياء

یہاں سے مصنف اسماء عدد کی تفصیل کررہے ہیں اور اسکے بارے میں تین چیزیں قابل بیان ہیں

(۱) عدد کی تعریف (۲) عدد کی کیفیت (۳) معدود کی کیفیت

(۱) عدد کی تعریف:۔ ما وضع لكمية احاد الاشياء یعنی وہ لفظ جس کو اشیاء کے افراد کی کمیت بتانے کیلئے وضع کیا گیا ہو اسکو عدد کہتے ہیں۔

(۲) عدد کی کیفیت:۔ عدد کی کیفیت سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ کلام عرب میں ایک اور دو کیلئے علیحدہ سے کوئی لفظ استعمال نہیں ہوتا اگر کہیں استعمال ہو بھی جائے تو وہ تاکید کیلئے ہونگے جیسے قلم واحد ،قلمان اثنان ، یہاں قلم کے ساتھ واحد کی ضرورت نہیں کیونکہ قلم خود ایک پر دلالت کرتا ہے یہی حال قلمان کا ہے۔ کیفیت کے اعتبار سے عدد کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) واحد اور اثنان (۲) ثلث تا تسع (۳) لفظ عشر (۴) عشرون واخوتھا، مائۃ اور الف

(۱) واحد، اثنین یہ مفرد استعمال ہوں یا مرکب ہر حال میں اپنی تمیز کے موافق ہونگے یعنی تمیز مذکر تو یہ عدد بھی مذکر اور تمیز مؤنث تو عدد بھی مؤنث جیسے مفرد کی مثال: رجل واحد، امرأة واحدة، رجلا ن اثنان ،امرأتان اثنان

مرکب کی مثال: احد عشر رجلا، احد وعشرون رجلا، احدى وعشرون امرأة،

اثنا عشر رجلا، اثنان وعشرون رجلا، اثنتا عشرة امرأة، واثنتان وعشرون امرأة۔

(۲) ثلثہ سے لیکر تسعہ تک:۔ یہ ہمیشہ اپنی تمیز کے مخالف ہونگے یعنی اگر تمیز مذکر تو یہ مؤنث اور تمیز مؤنث تو یہ مذکر ہونگے چاہے مفرد استعمال ہوں یا مرکب جیسے مفرد کی مثال: ثلثة رجال، ثلث نسوة، اور مرکب کی مثال جیسے ثلثة عشر رجلا، ثلثة وعشرون رجلا، ثلث عشرة امرأة وغیرہ

(۳) عشرة یہ مفرد میں تمیز کے مخالف اور مرکب میں تمیز کے موافق ہوگا جیسے مفرد کی مثال: عشرة رجال، عشر نسوة مرکب کی مثال: احد عشر رجلا، ثلث عشرة امرأة وغیرہ

(۴) عشرون اور اسکے اخوات، مائة، الف:۔ یہ ہمیشہ ایک طرح استعمال ہوتے ہیں یعنی تذکیر وتانیث اور مفرد اور مرکب میں برابر استعمال ہوتے ہیں جیسے مفرد کی مثال: عشرون رجلا وامرأة، مائة رجل وامرأة، الف رجل وامرأة۔

مرکب کی مثال: احد وعشرون رجلا، احدی وعشرون امرأة وغیرہ۔

سوال:۔ ثلثہ سے تسعہ تک عدد کو تمیز کے مخالف کیوں لایا موافق کیوں نہیں لایا؟

جواب:۔ ثلثہ، اربعہ، خمسہ وغیرہ یہ سب جمع ہیں اور جمع مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے اسلئے مذکر کیلئے عدد مؤنث لایا اب اگر مؤنث کیلئے بھی عدد مؤنث لاتے تو مذکر اور مؤنث میں فرق معلوم نہ ہوتا اسلئے ہم نے مؤنث کیلئے عدد مذکر لایا۔

سوال:۔ مذکر کیلئے مذکر اور مؤنث کیلئے مؤنث کیوں نہیں لاتے؟

جواب:۔ مذکر کا حق پہلے ہوتا ہے جب ہم اسکو مؤنث دے چکے تھے تو پیچھے مؤنث رہ گئی تو

فرق بیان کرنے کیلئے مؤنث کو مذکر دے دیا۔

شارح رضی کی طرف سے دوسری وجہ:

اعداد میں اصل مؤنث ہے اسی لئے اگر عدد اکیلا استعمال ہو تو مؤنث استعمال ہوتا ہے اور اسماء میں اصل مذکر ہے اور مؤنث اسکی فرع ہے تو اصل کو اصل دیا اور فرع کو فرع دیا یعنی مذکر کیلئے مؤنث عدد لایا اور مؤنث کیلئے مذکر عدد لایا۔

سوال:۔ آپ نے کہا کہ اعداد میں اصل مؤنث ہے اسکی کیا دلیل ہے؟

جواب:۔ دلیل یہ ہے کہ اعداد جب مطلق استعمال ہوتے ہیں گنتی وغیرہ میں تو وہ مؤنث استعمال ہوتے ہیں جیسے ثلثة ،اربعة ،خمسة وغیرہ۔

وتميم تكسير الشين في المؤنث

اهل تمیم عشرة کی شین کو مؤنث میں کسرہ دے کر عَشِرة پڑھتے ہیں کیونکہ احدی عشرة اور اثنتا عشرة میں چار اور ثلث عشرة سے تسع عشرة تک پانچ فتحات کا جمع ہونا لازم آتا ہے اور اہل حجاز اس کو کبھی فتحہ اور کبھی سکون کیساتھ پڑھتے ہیں اور یہی افصح ہے کیونکہ فتح اخف اور کسرہ اثقل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد احد عشَر کو کبا میں عشر فتحہ کیساتھ اور وقطعنا هم اثنتی عشْرة میں سکون کے ساتھ وارد ہے۔

ثم بالعطف بلفظ ما تقدم الى تسعة وتسعين

احد عشر سے تسعة عشر تک مرکب بغیر عطف کے استعمال ہوتا ہے لیکن احد وعشرون سے لیکر تسعة وتسعون تک حرف عطف کیساتھ استعمال ہوگا حرف عطف سے پہلے چھوٹا عدد لائیں گے اور حرف عطف کے بعد عشرون اور اسکے دوسرے اخوات کو لائیں گے۔

مائة اور الف میں سب سے پہلے چھوٹا عدد پھر عشرون واخواتھا اور آخر میں بڑا عدد یعنی مائة اور الف ذکر کریں گے لیکن ان دونوں کو سب سے مقدم بھی کر سکتے ہیں جیسے الف و مـــائة واحد و

عشرون رجلا اور احد وعشرون ومائة رجلا

فائدہ: مائۃ اورالف کے ساتھ واحد اثنان، ثلثۃ تاتسع اسی طرح مرکب اعداد میں احد عشر، ثلثہ وعشرون وغیرہ ملانا ہوتو اسمیں تذکیروتانیث کا وہی حکم ہے جو مائۃ اورالف سے پہلے کا تھا۔

وفی ثمانی عشرة فتح الیاء

ثمانی عشرۃ میں یاء پرفتحہ پڑھنا اولی ہے لیکن سکون پڑھنا بھی جائز ہے اسی طرح یاکو حذف کر کے نون پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ کسرہ یاء کے حذف ہونے پر دلالت کرتی ہے لیکن یاء کو حذف کر کے نون پرفتحہ پڑھنا شاذ ہے اسلئے یہاں حذف یاء پر کوئی دلیل نہیں۔

ومميز الثلثة الی العشرة مخفوض مجموع لفظا اومعنی

یہاں سے مصنف معدود کی کیفیت بیان فرمارہے ہیں تمیز کے اعتبار سے معدود کی تین قسمیں ہیں

(۱) تین سے دس تک (۲) گیارہ سے ننانوے تک (۳) مائۃ اورالف

تفصیل اسکی یہ ہے

(۱) تین سے دس تک کی تمیز جمع مجرور ہوگی اور جمع چاہے لفظوں میں ہو جیسے ثلثة رجال، ثلث نسوة یا صرف معنوی جمع ہو جیسے ثلثة رهط یہاں رھط اگرچہ لفظوں میں جمع نہیں لیکن معنوی جمع ہے کیونکہ یہ اسم جمع ہے۔

البتہ اگر ثلثۃ سے تسعۃ تک کی تمیز مائۃ واقع ہوتو یہ مفرد استعمال ہوگا جمع نہیں اور یہ اسلئے کہ مائۃ کی دوطرح کی جمع آتی ہے ایک جمع مذکر سالم کی طرح مئون اور ایک جمع مؤنث سالم مئات۔ مئون اسلئے درست نہیں کہ اس صورت میں عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف لازم آتی ہے اور اہل لسان اس کو جائز نہیں سمجھتے جیسے ثلاثة مسلمين، لہذا ثلاثة مئين درست نہیں ہوا اور مئات اسلئے درست نہیں کہ عشرون اور اس کے اخوات پہلے سے جمع مذکر سالم کی طرح مستعمل ہیں جیسے عشرون رجلا، خمسون رجلا، اب صرف مائۃ کو اس کے خلاف لائیں تو

مناسب نہیں ہوگا اس لئے ثلاثۃ کی تمیز مائۃ مفرد آئے گی۔

(۲) گیارہ سے لیکر ننانوے تک کی تمیز مفرد منصوب ہوگی جیسے احد عشر کو کبا

(۳) مائۃ مفرد ہو یا تثنیہ اسی طرح الف مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع تو ان تمام کی تمیز مفرد مجرور ہوگی جیسے مائۃ والف رجل ،مائتا والفا رجل ،ثلاثۃ الاف رجل

سوال:۔ تین سے لیکر دس تک کی تمیز جمع اور مجرور کیوں لائی جاتی ہے؟

جواب:۔ یہ اعداد ثلثۃ ،اربعۃ ،خمسۃ الی تسعۃ جمع قلت پر دلالت کرتے ہیں اسلئے انکی تمیز بھی جمع لائی تا کہ عدد اور معدود میں موافقت ہو جائے اور مجرور اسلئے کہ یہاں تمیز مضاف الیہ واقع ہو رہی ہے یعنی عدد کی معدود کی طرف اضافت کر دی گئی ہے۔

سوال:۔ یہاں عدد کی معدود کی طرف اضافت کیوں کرتے ہیں؟

جواب:۔ تخفیف کیلئے تا کہ عدد سے تنوین اور قائم مقام تنوین حذف ہو جائے۔

سوال:۔ تخفیف کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:۔ عدد اقل چونکہ کلام عرب میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے اور کثرت تخفیف کا تقاضہ کرتا ہے اس وجہ سے یہاں تخفیف کر دی گئی ہے

سوال:۔ دس سے لیکر سو تک کی تمیز منصوب اور مفرد کیوں ہوتی ہے؟

جواب:۔ منصوب اسلئے کہ تمیز میں اصل یہ ہے کہ وہ منصوب ہو جب تک کوئی مانع نہ ہو اور یہاں نصب سے کوئی چیز مانع نہیں اسلئے منصوب ہوتی ہے اور مفرد اسلئے کہ یہ الفاظ خود جمع پر دلالت کرتے ہیں (کیونکہ دس سے اوپر جمع کثرت ہے) اسلئے تمیز کو جمع لانے کی ضرورت نہیں رہی تو ہم نے اسکو مفرد لایا۔

سوال:۔ مائۃ اور الف کی تمیز مفرد مجرور کیوں ہوتی ہے؟

جواب:۔ اسلئے کہ ان الفاظ کی لفظا مشابہت ہے ثلثۃ تا تسعۃ تک کے اعداد سے اور معنا مشابہت ہے احد عشرۃ تا تسعۃ وتسعون تک کے اعداد سے اور یہ مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح لفظ ثلثہ، اربعہ، خمسہ عشرہ عدد میں اکیلے استعمال ہوتے ہیں ایسا ہی یہ الفاظ بھی علیحدہ علیحدہ استعمال ہوتے ہیں اور انکی تمیز چونکہ مجرور ہوتی ہے تو ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مائۃ اور الف کی تمیز بھی مجرور لائی اور احد عشر الی تسعۃ وتسعون سے مشابہت اس طور پر ہے کہ جیسے یہ الفاظ جمع کثرت پر دلالت کرتے ہیں ایسے ہی مائۃ اور الف بھی جمع کثرت پر دلالت کرتے ہیں تو ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تمیز کو مفرد لایا کیونکہ ان الفاظ کی تمیز مفرد آتی ہے۔

سوال:۔ آپ نے الف کی مفرد، تثنیہ، جمع تینوں صورتوں کو ذکر کیا ہے اور مائۃ کی صرف دو صورتوں کا ذکر کیا ہے تیسری صورت جب مائۃ جمع ہو تو اسکی تمیز کا حکم کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب:۔ الف کا لفظ مفرد، تثنیہ، جمع تینوں طرح استعمال ہوتا ہے لیکن مائۃ کا لفظ مفرد اور تثنیہ تو استعمال ہوتا ہے لیکن جمع کا استعمال تمیز کے ساتھ نہیں ہوتا لہذا ثلثۃ الاف رجل کہا جاتا ہے لیکن ثلثۃ مات رجل نہیں کہا جاتا۔

واذا كان المعدود مؤنثا واللفظ مذكر

یہاں سے مصنفؒ لفظ مشترک کا قاعدہ بیان کر رہے ہیں یعنی کبھی ایک لفظ خود مذکر ہوتا ہے لیکن ان کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں پر ہوتا ہے جیسے شخص کا لفظ مذکر ہے لیکن یہ مذکر اور مؤنث دونوں میں استعمال ہوتا ہے ایسے ہی کبھی لفظ مؤنث ہوتا ہے لیکن استعمال دونوں میں ہوتا ہے جیسے نفس کا لفظ یہ خود مؤنث ہے لیکن استعمال دونوں میں ہوتا ہے۔

اب مصنفؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر شخص تمیز واقع ہو اور اس سے مراد عورت ہو تو لفظ کا اعتبار کر کے عدد کو مؤنث لانا بھی جائز ہے اور معنیٰ کا اعتبار کر کے مذکر لانا بھی جائز ہے (کیونکہ تمیز مذکر ہو تو عدد مؤنث اور تمیز مؤنث ہو تو عدد مذکر آتا ہے) لہذا ثلثة اشخاص اور ثلث اشخاص

دونوں جائز ہے اسی طرح نفس سے جب مراد مرد ہو تو ثلث انفس اور ثلثة انفس دونوں جائز ہے۔

ولا یمیز واحد واثنان استغناء بلفظ التمیز

کلام عرب میں واحد اور تثنیہ کی تمیز نہیں آتی کیونکہ تمیز ابہام کو دور کرنے کیلئے آتی ہے اور واحد، تثنیہ میں ابہام نہیں ہوتا کیونکہ نص سے مقصود بالعدد حاصل ہو جاتا ہے یعنی مثلاً رجل کا لفظ جہاں اس پر دلالت کرتا ہے رجل کا معنی مرد ہے عورت نہیں ساتھ ہی اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مرد ایک ہے اس سے زیادہ نہیں یہی حالت رجلان کی بھی ہے۔ کتاب میں اسکی وجہ لکھی ہے لا فادته النص المقصود بالعدد اسکا مطلب یہ ہے کہ لفظ کو جس مقصد کیلئے تمیز بنا کر آپ لانا چاہتے ہیں وہ مقصد ویسے ہی حاصل ہو جاتا ہے مثلاً اگر آپ تین مرد کہنا چاہیں تو تین کا عدد ذکر کر کے آگے مرد کو بطور تمیز ذکر کریں گے تاکہ مطلب واضح ہو جیسے ثلثة رجال اس قاعدے کی رو سے آپ اگر دو مرد کہنا چاہیں تو یوں کہنا چاہیے اثنان رجال وغیرہ لیکن یہاں اسکی ضرورت نہیں۔ اسلئے کہ اس مثال میں جو آپ نے اثنان کے بعد رجال کو بطور تمیز کے ذکر کیا ہے اس کو بصورت تثنیہ ذکر کرنے سے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے چنانچہ جب آپ رجلان کہیں گے تو اس سے جیسے یہ معنی حاصل ہوتا ہے کہ یہ مرد ہیں عورت نہیں ایسے ہی عدد بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو ہیں کم یا زیادہ نہیں۔

تقول فی المفرد من المتعدد باعتبار تصییره

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ کبھی کبھی عدد کو اسم فاعل کے طور پر استعمال کرتے ہیں جیسے ثلثة سے ثالث

پھر اسکی دو صورتیں ہیں

(۱) تصییر (۲) حال

وجہ حصر: وہ عدد جس کو اسم فاعل کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے اس کی اضافت یا اپنے ماتحت کی طرف ہوگی یا اسکے علاوہ کی طرف (یعنی اپنے مساوی یا مافوق کی طرف) اگر اپنے ماتحت کی طرف ہو تو اسے تصییر کہتے ہیں جیسے ثانی الواحد، ثانیة الواحد اور اگر مساوی یا مافوق کی طرف ہو تو اسے حال کہتے ہیں جیسے ثانی الاثنین، ثانی الثلث۔

تصییر اور حال میں فرق:

تصییر اور حال میں تین فرق ہیں

(۱) تصییر دو سے شروع ہوتی ہے اور حال ایک سے شروع ہوتا ہے

(۲) تصییر دس تک ہوتی ہے اور حال دس سے زائد بھی ہوتا ہے

(۳) تصییر میں عدد کی اضافت ماتحت کیطرف ہوتی ہے اور حال میں عدد کی اضافت مساوی یا مافوق کی طرف ہوتی ہے۔

فائدہ: اسم فاعل بناتے ہوئے تذکیر و تانیث کا اعتبار کریں گے یعنی مذکر عدد سے اسم فاعل بھی مذکر ہوگا اور مؤنث سے مؤنث ہوگا۔

اعتراض:۔ تصییر ایک سے شروع کیوں نہیں ہوتی؟

جواب:۔ اسلئے کہ تصییر میں أزید کی اضافت انقص کی طرف ہوتی ہے اور یہ اس صورت میں ہو سکتی ہے جب دو سے شروع کیا جائے اسلئے کہ دو سے انقص عدد موجود ہے جو کہ ایک ہے بخلاف ایک کے کہ اس سے انقص عدد کوئی نہیں کیونکہ ایک سے نیچے عدد نہیں صفر ہے۔

حال میں عشرہ سے اوپر احد عشر وغیرہ سے جب اسم فاعل بنائیں گے تو جز اول بھی تمیز کے مطابق ہوگی یعنی عدد میں تو عشرہ سے اوپر جز اول تمیز کے مخالف ہوتی ہے لیکن اسم فاعل بنانے کی صورت میں جز اول بھی اسی کے موافق ہوگی جیسے مذکر کیلئے حادی عشر اور مؤنث کیلئے حادیة عشرة

ونقول حادی عشر احد عشر علی الثانی خاصه

خاصہ کا مطلب یہ ہے کہ عشرہ سے اوپر اسم فاعل بنانا یہ صرف حال میں ہوتا ہے تصییر میں نہیں ہوتی۔

حال میں حادی عشر احد عشر سے صرف حادی عشر بھی کہہ سکتے ہیں لیکن اس صورت میں یہ معرب ہو گا۔

اسلئے کہ پہلے حادی اس وجہ سے مبنی تھا کہ یہ حرف کو متضمن تھا لیکن جزء ثانی کو جب حذف کر دیا تو جزء اول حادی اب حرف کو متضمن نہیں رہا لہذا مبنی ہونے کی علت موجود نہ ہونے کی وجہ سے اب معرب ہوگا البتہ جزء ثانی احد عشر اسی طرح مبنی ہوگا جیسے اضافت سے پہلا تھا۔

المذکر والمؤنث ،المؤنث ما فیه علا مة التانیث لفظا او تقدیرا

یہاں سے مصنفؒ اسم کی باعتبار تذکیر و تانیث کے تقسیم فرما رہے ہیں۔

مؤنث کی تعریف: مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث ہو چاہے لفظا ہو یا تقدیرا

اعتراض:۔ مصنفؒ نے اجمال میں مذکر کو مقدم کیا تھا لیکن اب تفصیل میں مؤنث کو کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ اجمال میں مذکر کو اسلئے مقدم کیا کہ مذکر اشرف ہے مؤنث سے اور تفصیل میں مؤنث کو مقدم اسلئے کیا کہ اسکی تعریف وجودی ہے اور مذکر کی تعریف عدمی ہے اور تعریف وجودی مقدم ہوتی ہے تعریف عدمی سے اس وجہ سے مقدم کیا

تانیث کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) تقدیری، تانیث لفظی اسے کہتے ہیں کہ جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو اور تقدیری اسے کہتے ہیں کہ جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود نہ ہو جیسے نفس، عین وغیرہ

پھر لفظی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقی (۲) حکمی

حکمی کا مطلب یہ ہے کہ وہ لفظ حقیقت میں علامت تانیث نہیں لیکن حکما تانیث کے قائم مقام مان لیا گیا ہے جیسے مؤنث رباعی میں چوتھا حرف علامت تانیث کے قائم مقام قرار دیا ہے جیسے عقرب

اور تانیث حقیقی اسے کہتے ہیں جسمیں علامت حقیقۃ لفظوں میں موجود ہو

پھر تانیث حقیقی تین صورتوں میں پائی جاتی ہے ۔

(۱) تاء کیساتھ جیسے طلحة

(۲) الف مقصورہ کیساتھ جیسے حبلیٰ

(۳) الف ممدودہ کیساتھ جیسے حمرآء

معنی کے اعتبار سے تانیث کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) حقیقی (۲) لفظی

مؤنث حقیقی: مؤنث حقیقی اسے کہتے ہیں جسکے مقابلے میں جاندار مذکر ہو۔ پھر تانیث حقیقی عام ہے چاہے اسمیں علامت تانیث ہو جیسے امرأة کے مقابل میں رجل اور ناقة کے مقابلے میں جمل یا علامت تانیث موجود نہ ہو جیسے اتان (گدھی) کے مقابلے میں حمار (گدھا)

مؤنث لفظی: مؤنث لفظی اسے کہتے ہیں جسکے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو چاہے اس مؤنث میں علامت تانیث موجود ہو یا نہ ہو جیسے عین ،ظلمة

اعتراض:۔ مصنفؒ نے مؤنث حقیقی اور لفظی کی دو، دو مثالیں کیوں دیں ہیں؟

جواب:۔ مؤنث حقیقی میں دو مثالیں اسلئے دی ہیں کیونکہ مؤنث حقیقی وہ ہوتی ہے جس کے مقابلے میں حیوان مذکر ہو۔

اور حیوان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) انسان (۲) جانور

اسلئے مصنفؒ نے ان دونوں قسموں کی مثالیں علیحدہ علیحدہ بیان فرمائیں ہیں اور لفظی میں دو مثالیں اسلئے بیان کی ہیں چونکہ مؤنث لفظی کی تعریف میں دو چیزیں تھیں (۱) جس کے مقابلے میں مذکر نہ ہو جیسے عین (۲) مذکر تو ہو لیکن حیوان نہ ہو جیسے ظلمة کہ اسکے مقابلے میں نور مذکر تو ہے لیکن حیوان نہیں تو یہ چیزیں بیان کرنے کیلئے مصنفؒ نے دو مثالیں دی ہیں۔

واذا اسند الفعل اليه فالتاء

یہاں سے مصنفؒ فعل کو تانیث کی طرف اسناد کرنے کی صورتیں بیان فرمارہے ہیں یعنی فاعل اگر مؤنث ہو تو فعل کو مذکر لائیں یا مؤنث۔

اسکی تین صورتیں بنتی ہیں۔

(۱) فعل کو مؤنث لانا واجب ہے

(۲) مذکر اور مؤنث دونوں جائز

(۳) مؤنث واجب لیکن واحدہ مؤنثہ اور جمع مؤنث کا صیغہ دونوں جائز۔

تفصیل

(۱) دو صورتوں میں فعل کو مؤنث لانا واجب ہے۔

❶ فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور فاعل کے درمیان فصل نہ ہو جیسے **ضربت هند**

❷ فاعل مؤنث کی ضمیر ہو (چاہے مؤنث حقیقی ہو یا لفظی) جیسے **هند ضربت، الشمس طلعت**

(۲) چار صورتوں میں فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں لانا جائز ہے

❶ فاعل مؤنث حقیقی ہو لیکن فعل اور فاعل کے درمیان فصل ہو جیسے **ضربت اليوم هند، ضرب اليوم هند**

❷ فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو جیسے **طلعت الشمس ،طلع الشمس**

❸ فاعل اسم ظاہر غیر جمع مذکر سالم ہو (غیر جمع مذکر سالم سے مراد یہ ہے کہ مذکر مکسر ہو) جیسے قال الرجال، قالت الرجال (یا مؤنث سالم ہو جیسے) قال المسلمات ،قالت المسلمات (یا مؤنث مکسر ہو جیسے) قال النسوة ، قالت النسوة

❹ فاعل جمع مذکر مکسر کی ضمیر ہو جیسے الرجال جاء ت ،الرجال جاء وا

(۳) ایک صورت میں فعل کو واحدہ مؤنثہ اور جمع مؤنث دونوں کا صیغہ لانا جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ فاعل غیر ذوی العقول کی ضمیر ہو، چاہے حقیقتاً غیر ذوی العقول ہو یا حکماً (حکماً غیر ذوالعقول سے عورتیں مراد ہیں کیونکہ ناقص العقل ہونے کی وجہ سے انھیں حکماً غیر ذوی العقول قرار دیا گیا ہے)

حقیقتاً غیر ذوی العقول کی مثال: الایام خلت ،الایام خلون

حکماً غیر ذوی العقول کی مثال: النساء فعلت ،النساء فعلن

المثنى ما لحق آخره الف اویاء مفتوح

یہاں سے مصنفؒ باعتبار مفرد، تثنیہ، جمع کے اسم کی تقسیم کررہے ہیں ان میں سے پہلے تثنیہ کو بیان کیا۔

تثنیہ کی تعریف: مالحق آخره الف او یاء مفتوح ما قبلها ونون مكسورة

یعنی تثنیہ اس اسم کو کہتے ہیں جسکے مفرد کے آخر میں الف اور نون مکسورہ لگایا جائے یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لگایا جائے۔ تثنیہ بنانے کیلئے مفرد کے آخر میں یہ اضافہ اسلئے کرتے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ اسکے مفرد کیساتھ اسی کی جنس میں سے اسکا ہم مثل ایک اور بھی ہے۔ مثلاً جب آپ نے رجل کے آخر میں الف اور نون لگادیا تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رجل کے ساتھ ایک اور اسی جنس کا فرد ہے (یعنی دو آدمی ہیں) اور دوسرا اسی جنس کا ہے کسی اور کا نہیں۔ لہٰذا رجلان دو چیزوں پر دلالت کرتا ہے ایک یہ کہ دو کے عدد پر کہ افراد دو ہیں اس سے کم یا زیادہ نہیں

دوسرا یہ کہ وہ دونوں ایک جنس کے ہیں الگ، الگ نہیں۔

فائدہ: تثنیہ کی تعریف میں ما عام ہے اسمیں تثنیہ کلا، کلتا، اثنان، اثنتان سب شامل تھے لحق آخرہ فصل اول ہے اس سے کلا، کلتا، اثنان، اثنتان وغیرہ سب خارج ہو گئے کیونکہ ان کے مفرد ہی نہیں کہ اسکے آخر میں الف اور نون ملحق کیا جائے۔

فالمقصور ان كانت الفه عن واو وهو ثلاثي

یہاں مصنفؒ تثنیہ بنانے کی صورتیں بیان کر رہے ہیں۔ جس اسم کی آپ تثنیہ بنانا چاہتے ہیں اس کی تین صورتیں ہیں یا وہ اسم (۱) صحیح ہوگا (اور نحاۃ کے ہاں صحیح اسے کہتے ہیں جس کا آخری حرف صحیح ہو)۔ یا (۲) الف مقصورہ۔ یا (۳) الف ممدودہ

(۱) اسم صحیح سے تثنیہ بنانے کے لئے حالت رفعی میں الف اور نون مکسورہ لگاتے ہیں اور حالت نصبی وجری میں یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لگاتے ہیں جیسے رجل سے رجلان رجلین

(۲) اگر اسم کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو اس کی چار صورتیں بنتی ہیں تین صورتوں میں الف کو یا سے تبدیل کیا جاتا ہے اور ایک صورت میں واؤ سے۔ وجہ حصر یہ ہے الف مقصورہ دو حال سے خالی نہیں اصلی ہوگا یا مبدّل یعنی کسی سے تبدیل ہو کر آیا ہوگا اگر مبدل ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ یا سے تبدیل ہو کر آیا ہوگا یا واؤ سے، اگر واؤ سے تبدیل ہو کر آیا ہے تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا یہ غیر ثلاثی ہوگا یا ثلاثی۔ ان میں پہلی تین صورتوں میں الف مقصورہ کو یا سے تبدیل کیا جائے گا اور آخری میں واؤ سے۔

مثالوں کے لیے نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

الف مقصورہ

اصلی — مبدل

حبلیٰ، حبلیان، حبلیین

یا سے — واؤ سے

رحیٰ، رحیان، رحیین

غیر ثلاثی — ثلاثی

رباعی: اعلیٰ، اعلیان، اعلیین — عصیٰ، عصوان، عصوین

خماسی: مصطفیٰ، مصطفیان، مصطفیین

(۳) اور اگر اسم کے آخر میں الف ممدودہ ہو پھر اس کی تین حالتیں ہیں (۱) اصلی ہوگا (۲) تانیث کے لئے ہوگا (۳) یا اس کے علاوہ ہوگا۔

اگر اصلیہ ہو تو تثنیہ بناتے وقت ہمزہ کو برقرار رکھیں گے جیسے قراء سے قراءان، اور اگر تانیث کے لئے ہو تو اس کو واؤ سے تبدیل کردیں گے جیسے حمراء سے حمراوان، اور اگر اس کے علاوہ ہو یعنی الف الحاق کے لئے ہو جیسے علباء یا واؤ سے مبدّل ہو جیسے کساء یا یاء سے مبدّل ہو جیسے رداء تو ان تینوں صورتوں میں اس ہمزہ کو برقرار رکھنا اور اس کو واؤ سے تبدیل کرنا دونوں صحیح ہیں جیسے

علباء	سے	علباءان	علباوان
کساء	سے	کساءان	کساوان
رداء	سے	رداءان	رداوان

ويحذف نونه للاضافة

اگر تثنیہ کی اضافت کریں کسی دوسرے کی طرف تو اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر جاتا ہے اسلئے کہ نون تثنیہ اور نون جمع اور تنوین یہ تمام اسم کے تام ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور اسم تام انفصال کو چاہتا ہے اور اضافت اتصال کو چاہتی ہے اسلئے اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ کو گرادیں گے۔

وحذفت تاء التانيث في خصيان واليان

خصية اور الية سے تثنیہ بناتے وقت اس کی تاء کو باقی رکھنا اور اس کو حذف کرنا دونوں صحیح ہیں۔ ویسے تو قانون یہ ہے کہ تثنیہ بناتے وقت مفرد کے آخر میں الف ونون لگاتے ہیں اور ان کے مفرد میں تاء ہے تو قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اس تاء کو باقی رکھا جائے لیکن ہم اس تاء کو شدت اتصال کی وجہ سے حذف کرتے ہیں یعنی خصيتين اور اليتين میں سے ہر ایک کا آپس میں شدت اتصال ہے یعنی ہر شخص کے لازماً دو خصیے ہوتے ہیں اور دو الیے ہوتے ہیں اس اتصال کی وجہ سے گویا مفرد ہو گئے اور تاء تانیث کلمے کے درمیان نہیں آتی لہٰذا اس کو خصيان ،اليان اور خصيتان اور اليتان دونوں پڑھنا صحیح ہے۔

المجموع ما دل على احاد مقصودة بحروف مفرده

مصنفؒ تثنیہ کو بیان کرنے کے بعد جمع کو بیان فرمارہے ہیں اس میں تین چیزیں بیان کی جائیں گی۔

۱) جمع کی تعریف ۲) بنانے کا طریقہ ۳) اور کیفیت

۱) جمع کی تعریف:۔ **مادل على احاد مقصودة بحروف مفرده بتغير ما**

یعنی جمع وہ اسم ہے جو افراد مقصودہ پر دلالت کرے اپنے مفرد کے حروف میں تبدیلی کے ساتھ۔ یعنی جمع کو اس کے مفرد کے حروف میں تبدیلی کر کے بنایا جاتا ہے پھر یہ تبدیلی کبھی حقیقتاً ہوتی ہے

اور کبھی حکماً۔ حکماً کی مثال جیسے فلك ہے اس کا مفرد بھی فلك ہے لیکن مفرد قُفْلٌ کے وزن پر اور جمع اُسْــدٌ کے وزن پر۔ حقیقتاً تبدیلی کی کئی صورتیں ہیں کبھی یہ تبدیلی حروف کی زیادتی کی صورت میں ہوگی جیسے رجل سے رجال ، مسلمة سے مسلمات اور مسلم سے مسلمون ۔کبھی حروف کی کمی کے ساتھ جیسے حمار سے حمرٌ ، کتاب سے کتبٌ اور کبھی حرکات وسکنات میں تبدیلی سے جیسے نَذَر کی جمع نُذُر اَسَد کی جمع اُسُد وغیرہ

فوائد قیود:۔ جمع کی تعریف میں مادل علی احاد جنس ہے اس میں جمع، اسم جمع، جنس، اسم جنس، سب شامل ہیں اور مقصودة یہ فصل ہے اس سے اسم جنس خارج ہوگیا اور بحروف مفردہ سے اسم جمع بھی خارج ہوگیا (ان کی تعریفات آگے آئیں گی انشاءاللہ)

فنحو تمر و رکب لیس بجمع علی الاصح

تمر اور رکب کے بارے میں صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں جمع نہیں بلکہ اول اسم جنس اور ثانی اسم جمع ہے یہ سمجھنے سے پہلے جنس، اسم جنس، جمع، اسم جمع کو سمجھنا ضروری ہے۔

جنس کی تعریف:۔ ما یقع علی الکثیر و القلیل

یعنی جنس وہ ہے جس کا اطلاق قلیل وکثیر سب پر ہو جیسے تمر

اسم جنس کی تعریف:۔ ما یقع علی الواحد لا بالکثیر و بالکثیر بسبیل البدلیة لا بدفعة واحدة

یعنی اسم جنس وہ ہے جس کا اطلاق واحد پر ہو کثیر پر نہ ہو اگر کثیر پر ہو تو علی سبیل البدلیۃ ہو لیکن بدفعۃ واحدۃ نہ ہو جیسے رجل اس کا اطلاق ایک پر ہوتا ہے لیکن علی سبیل البدلیۃ ہر شخص کو رجل کہا جا سکتا ہے۔

جمع کی تعریف:۔ ما یطلق علی الکثیر دفعة واحدة و له مفرد من لفظه

یعنی جمع وہ ہے جس کا اطلاق بیک وقت کثیر پر ہو اور اس کے اپنے الفاظ سے مفرد بھی ہو جیسے

رجال اس کا اپنے لفظ سے مفرد رجل آتا ہے اور اس کا کثیر پر بیک وقت اطلاق بھی ہوتا ہے۔

اسم جمع کی تعریف:۔ **ما یطلق علی الکثیر و لکن لیس له مفرد من لفظه**

یعنی جس کا اطلاق کثیر پر ہو لیکن اس کا اپنے لفظ سے مفرد نہ ہو جیسے **نفر، قوم، رھط، رکب**

اسم جنس اور اسم جمع میں فرق:

ان اسم الجنس یقع علی الواحد والاثنین وضعا وان اسم الجمع لا یکون کذالك

یعنی اسم جنس کا اطلاق واحد اور تثنیہ پر ہوتا ہے وضع کے اعتبار سے اور اسم جمع کا اطلاق واحد اور تثنیہ پر تو ہوتا ہے لیکن وضع کے اعتبار سے نہیں، یعنی اسم جنس کو واضع نے ابتداءً ہی واحد تثنیہ کیلئے وضع کیا ہے لیکن اسم جمع کا اطلاق اگرچہ واحد تثنیہ پر ہوتا ہے لیکن واضع نے ابتداءً ان کیلئے وضع نہیں کیا۔

اسم جنس اور اسم جمع کی اقسام

اسم جنس اور اسم جمع میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں

۱۔ انہی کے لفظ کا مفرد موجود ہو

۲۔ ان کا ہم لفظ مفرد نہ ہو۔ امثلہ ذیل ہیں

وہ اسم جنس جس کا ہم لفظ مفرد ہو جیسے **تمر و تمرة، نخل و نخلة، کلم و کلمة** اور جس کا مفرد نہ ہو جیسے **ابل**

وہ اسم جمع جس کا ہم لفظ مفرد ہو جیسے **جامل و جمل، باقر و بقر، راکب و رکب** اور وہ اسم جمع جس کا مفرد نہ ہو جیسے **غنم**

اب تک کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسم جنس اور اسم جمع میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں ان میں دو صورتیں بالاتفاق جمع ہیں البتہ دو صورتوں میں اختلاف تھا تو مصنفؒ نے **لیس بجمع**

کہہ کرفرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ جمع نہیں اور وہ دو "تمر" اور "رکب" ہیں

سوال:۔ تمر اور رکب سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ تمر سے ہر وہ اسم جنس مراد ہے جس میں اور اس کے واحد میں صرف تا سے فرق کیا جاتا ہو اور رکب سے ہر وہ اسم جمع مراد ہے جس کا ہم لفظ مفرد موجود ہو

مصنفؒ نے علی الاصح کہہ کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے سیبویے اخفش اور فراء کا۔

سیبوے کا مذہب: سیبوے کے نزدیک اسم جنس اور اسم جمع دونوں (چاہے ان کا ہم لفظ مفرد موجود ہو یا نہ ہو) کا حکم یہ ہے کہ وہ جمع شمار نہیں ہوتے۔ یہی مذہب مصنفؒ کے نزدیک راجح ہے لہٰذا تمر اور رکب بھی جمع نہیں اور وجہ یہ ہے کہ جمع کی دو قسمیں ہیں جمع قلت اور جمع کثرت تمر اور رکب جمع قلت نہیں ہو سکتے اس لئے کہ جمع قلت کے مخصوص اوزان ہیں اور یہ ان کے ہم وزن نہیں اور جمع کثرت بھی نہیں اس لئے کہ جمع کثرت کی جب تصغیر بنانی ہو تو پہلے اس کا مفرد لایا جاتا ہے اور پھر تصغیر لائی جاتی ہے جبکہ ان کا مفرد ہی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں نہ جمع قلت ہیں اور نہ جمع کثرت۔

اخفش کا مذہب:۔ اخفش کے نزدیک وہ اسم جنس جس کا ہم لفظ مفرد موجود ہو وہ جمع شمار ہوتی ہے اس کے علاوہ باقی تینوں صورتوں میں وہ جمع شمار نہیں ہوتی۔ تینوں صورتوں سے مراد اسم جمع کی دونوں صورتیں (مفرد ہو یا نہ ہو) اور اسم جمع کی ایک صورت (یعنی جس کا ہم لفظ مفرد موجود نہ ہو) ہے

فراء کا مذہب:۔ فراء کے نزدیک وہ اسم جنس اور اسم جمع جن کا ہم لفظ مفرد موجود ہو وہ تو جمع شمار ہوتے ہیں اور جن کا ہم لفظ مفرد موجود نہ ہو تو وہ جمع شمار نہیں ہوتی۔

وھو صحیح و مکسر فالصحیح لمذکر و لمؤنث

یہاں سے مصنفؒ جمع کی تعریف ذکر کر کے اس کے بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں۔

جمع کی دو قسمیں ہیں۔

① جمع صحیح: جس کو جمع سالم بھی کہا جاتا ہے۔

② جمع مکسر: جس کو جمع تکسیر بھی کہا جاتا ہے۔

پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مذکر ۲۔ مؤنث

جمع صحیح مذکر کی تعریف:۔ مالحق آخرہ واو مضموم ماقبلھا او یاء مکسور ماقبلھا و نون مفتوحۃ

یعنی جمع مذکر سالم وہ ہے جس کے مفرد کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ کا اضافہ کیا جائے (حالت رفعی میں) اور یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ کا اضافہ کیا جائے (حالت نصبی و جری میں) جیسے مسلم سے مسلمون، مسلمین.

یہ اضافہ اس لئے تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے مفرد کے ساتھ اسی کی جنس سے اس سے زیادہ اور بھی ہیں۔

اس کے مفرد سے زیادہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مفرد ایک ہے اور اس سے زیادہ کم از کم دو ہوتے ہیں ایک اور دو کو ملایا تو کل تین ہو گئے اور جمع کے بھی کم سے کم تین افراد ہوتے ہیں۔

اعتراض:۔ تثنیہ بنانے کی طریقے میں مصنفؒ نے ''من جنسہ'' کی قید لگائی تھی لیکن جمع بنانے کے طریقے میں یہ قید کیوں نہیں لگائی؟

جواب:۔ چونکہ ماقبل میں ایک مرتبہ تذکرہ ہو چکا تھا تو اسی پر محمول کرتے ہوئے مصنفؒ نے دوبارہ ذکر نہیں کیا۔

فان کان آخره یاء ماقبلها کسرة حذفت مثل قاضون

یہاں سے مصنفؒ جمع بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔

وجہ حصر: جس اسم کی جمع سالم بنانی ہو وہ اسم صحیح ہوگا یا اس کے آخر میں الف مقصورہ ہوگا یا ''یاء'' ہوگی۔ اگر وہ اسم صحیح ہو تو اس کے بنانے کا طریقہ تعریف میں گذر چکا ہے۔ اگر اسم کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو الف مقصورہ کو حذف کر دیں گے اور ماقبل کے فتح کو باقی رکھیں گے تاکہ الف مقصورہ کے حذف ہونے پر دلالت کرے جیسے مصطفی سے مصطفَون۔ اور اگر اسم کے آخر میں یاء ہو (چاہے وہ ملفوظ ہو یا غیر ملفوظ) تو یاء گر جائے گی۔ ملفوظ کی مثال: قاضی سے قاضون۔ اور غیر ملفوظ کی مثال: قاض سے قاضون۔

اعتراض:۔ قاضٍ میں تو پہلے سے یاء گری ہوئی ہے تو جمع بناتے ہوئے کیسے یاء گر گئی؟

جواب:۔ اس کی جمع بناتے وقت محذوف شدہ یاء کو لا کر پھر جمع بنائی ہے اور یاء کو حذف کر دیا ہے۔

اعتراض:۔ قاضٍ میں یاء کو کیوں گرایا اور جمع بناتے وقت اس یاء کو کیوں واپس لائے؟

جواب:۔ قاضٍ میں یاء تنوین اور یاء کے درمیان التقائے ساکنین کی وجہ سے گر گئی تھی اور جمع بناتے وقت چونکہ یہ علت ختم ہو گئی (یعنی التقائے ساکنین) تو ہم نے یاء کو واپس لایا اور پھر جمع بناتے وقت اس یاء کو گرا دیا۔ (قاضٍ کی تعلیل صرف کی کتابوں میں دیکھ لیں)

مصطفون کی تعلیل: مصطفون اصل میں مصطفیون تھا یاء متحرک ماقبل مفتوح تھا تو اس کو الف سے تبدیل کر دیا مصطفاون ہوا اور پھر الف اور واؤ کے درمیان التقائے ساکنین لازم آنے کی وجہ سے الف کو گرا دیا تو مصطفون ہو گیا۔ لیکن الف کے ماقبل کے فتح کو باقی رکھا تاکہ الف کے حذف ہونے پر دلالت کرے۔

فشرطه ان كان اسما فمذكر علم يعقل وان كان صفة فمذكر يعقل

یہاں سے مصنفؒ جمع سالم بنانے کی شرائط کو بیان فرمارہے ہیں۔

جس اسم کی آپ جمع مذکر سالم بنانا چاہتے ہیں وہ اسم دو حال سے خالی نہیں وہ علم ہوگا یا اسم صفت۔

اگر علم ہو تو اس کے لئے تین شرائط ہیں۔

۱۔ مذکر ہو، ۲۔ علم یعنی نام ہو، ۳۔ عاقل ہو

جیسے زید سے الزیدون، عمر سے العمرون ، قاسم سے القاسمون (کیونکہ علم کی جمع نہیں آتی اس وجہ سے الف لام لائے تاکہ اس کو علمیت سے نکال کر پھر اس کی جمع بنائیں)

اگر مذکورہ تین شرائط میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی جائے تو اس سے جمع سالم نہیں آئے گی۔

احترازی مثالیں۔

جسمیں تینوں شرائط نہ ہوں جیسے عیـن یہ نہ مذکر ہے نہ علم اور نہ ذی عقل لہذا عیـن سے عینون نہیں کہہ سکتے۔

دو شرطیں نہ ہونے کی مثال: امراۃ یہ ذی عقل ہے لیکن مذکر اور علم نہیں۔

اور ایک شرط نہ ہونے کی مثال: جیسے اعوج (گھوڑے کا نام) یہ مذکر بھی ہے اور علم بھی لیکن ذی عقل نہیں اسوجہ سے اس سے بھی جمع سالم نہیں آئیگی

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ جو علم مذکر نہ ہو تو اس کی جمع سالم نہیں آتی حالانکہ اگر ہم سلمی اور رقاء کسی مرد کے نام رکھ دیں تو اسکی جمع واو اور نون کیساتھ آتی ہے باوجود یہ کہ یہ مذکر نہیں؟

جواب:۔ مذکر سے ہماری مراد یہ ہیکہ اس میں علامت تانیث ''تاء'' نہ ہو اور سلمی اور رقاء میں تاء نہیں اس لئے انکی جمع جمع مذکر سالم لاتے ہیں۔

(۲) اور اگر جس اسم سے آپ جمع بنانا چاہتے ہیں وہ علم نہ ہو بلکہ اسم صفت ہو تو اس کیلئے پانچ

شرائط ہیں۔

(۱) مذکر عاقل ہو

(۲) ایسا افعل کا وزن نہ ہو جسکی مونث فعلاء آتی ہو جیسے احمر (بروزن افعل) اس کی مونث حمراء آتی ہے (بروزن فعلاء) لہذا احمر سے احمرون نہیں کہہ سکتے

سوال:۔ یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ تاکہ اس افعل کیساتھ التباس لازم نہ آئے جسکی جمع واو اور نون کیساتھ آتی ہے۔ (اس سے مراد اسم تفضیل ہے) اب اگر ہم احمر کی جمع واو نون کیساتھ لائیں تو ان دونوں میں التباس لازم آئے گا تو التباس سے بچنے کیلئے ہم نے مذکورہ شرط لگائی۔

(۳) وہ اسم اس فعلان کے وزن پر نہ ہو جسکی مونث فعلی آتی ہے جیسے سکران اس کی مونث سکری آتی ہے اور یہ شرط اس لئے لگائی تاکہ اس فعلان کیساتھ التباس لازم نہ آئے جسکی مونث فعلانۃ کے وزن پر آتی ہے کیونکہ اس فعلان کی جمع واو نون کیساتھ آتی ہے تو اگر ہم اس فعلان (جسکی مونث فعلی آتی ہے) کی جمع بھی واو، نون کیساتھ لائیں تو التباس لازم آئے گا لہذا اس سے بچنے کے لئے مذکورہ شرط لگائی۔

(۴) وہ ایسا اسم نہ ہو جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے برابر ہو یعنی وہ ایسا اسم نہ ہو جو مذکر اور مؤنث دونوں کی صفت واقع ہوتا ہو جیسے جریح، اور صبور

یہ دونوں (مذکر اور مؤنث) میں برابر استعمال ہوتے ہیں لہذا اسکی جمع واو اور نون کیساتھ نہیں لا سکتے جیسے رجل جریح، صبور امراۃ جریح، صبور

سوال:۔ یہ مذکورہ شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اس لئے کہ اگر ایسے اسم صفت کی جمع واو اور نون کے ساتھ لائی گئی تو اس کا مذکر کے

ساتھ اختصاص لازم آئے گا جبکہ یہ اسم مذکر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مذکر اور مونث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے

(۵) اس اسم کے آخر میں تاء تانیث نہ ہو جیسے علامة یہ شرط اس لیے لگائی کہ اگر ہم علامة کی جمع واؤ اور نون کیساتھ لائیں تو اس میں دو علامتوں کا جمع ہونا لازم آئے گا ایک تاء جو کہ مونث کی علامت ہے اور دوسرا واؤ اور نون جو کہ مذکر کی علامت ہے تو اس قباحت سے بچنے کے لئے ہم نے مذکورہ شرط لگائی۔

اعتراض:۔ علامہ کے آخر سے تا حذف کر کے پھر اس کی جمع بناتے (یعنی علامون) تو اس صورت میں دو علامتوں کا اجتماع لازم نہ آتا؟

جواب:۔ اس صورت میں یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ علامة کی جمع ہے یا علام کی۔

وتحذف نونه بالاضافة

جمع مذکر کی جب اسم آخر کی طرف اضافت کی جائے تو اس اضافت کی وجہ سے نون گرا دیا جاتا ہے اس کی تفصیل ماقبل مثنی کی بحث میں گزر چکی ہے

وقد شذ نحو سنين وارضين

یہاں سے مصنفؒ ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا علم کی جمع مذکر سالم بنانے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مذکر ہو (یعنی تائے تانیث نہ ہو) تو ہم آپ کو ایسی جمع سالم دکھاتے ہیں جس کے مفرد میں تاء ہے جیسے سنون جمع سنة، ارضون جمع ارض، جرون جمع جرة، اذرون جمع اذر، قلون جمع قلة، ثبون جمع ثبة؟

جواب: یہ شاذ ہے

المؤنث ما لحق آخره الف وتاء

جمع مونث سالم اسے کہتے ہیں جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء بڑھایا جائے جیسے مسلمة سے مسلمات

وشرطه ان کان صفة وله مذکر

یہاں سے مصنف جمع مونث سالم بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں

جس اسم کی جمع مونث سالم بنانی ہو وہ دو حال سے خالی نہیں، وہ اسم محض ہوگا یا اسم صفتی۔ اگر اسم صفتی ہو تو دو حال سے خالی نہیں اس اسم مونث کا مذکر ہوگا یا نہیں، اگر اس کا مذکر ہو تو اس اسم مونث کی جمع مونث سالم بنانے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے مفرد مذکر کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہو جیسے مسلمة کہ یہ اسم صفتی ہے اور ان کا مذکر مسلم ہے اور اس کی جمع مسلمون واو اور نون کے ساتھ آتی ہے لہذا مسلمة کی جمع مسلمات آئے گی اور اگر اس کے مقابلے میں مفرد مذکر نہ ہو تو اس کے لے شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں تاء ہو جیسے حائضة سے حائضات، حائضۃ اسم صفتی ہے اور اس کا مفرد مذکر نہیں آتا کیونکہ حیض عورت کیساتھ خاص ہے لیکن اس کے آخر میں چونکہ تاء موجود ہے اس لئے اسکی جمع الف اور تاء کیساتھ لائی گئی ہے اور اگر اس کے آخر میں تاء نہ ہو تو اس کی جمع الف اور تاء کیساتھ نہیں آئے گی جیسے حائض سے حوائض اور اگر اسم محض ہو (یعنی اسم صفتی نہ ہو) تو اس کی جمع مطلقا الف، تاء کیساتھ آئے گی مطلقا کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے مفرد مذکر ہونے اور آخر میں تاء ہونے کی کوئی شرط نہیں جیسے طلحة سے طلحات، زینب سے زینبات

سوال:۔ حائض کی جمع حوائض کیوں لائے؟

جواب:۔ التباس سے بچنے کے لئے حوائض لائے یعنی حائضۃ کی جمع حائضات آتی ہے اگر حائض کی جمع بھی حائضات آئے تو معلوم نہ ہوتا کہ یہ کس کی جمع ہے۔

سوال:۔ حائض اور حائضۃ میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ حائضۃ اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الحال حیض کی حالت میں ہو اور حائض اسے کہتے ہیں جو حیض کے قابل ہو یعنی بالغہ عورت ہو۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ اسم محض کی جمع الف اور تاء کیساتھ آتی ہے ہم آپکو ایسی مثالیں بتاتے ہیں کہ جو اسم محض ہے اس کے باوجود ان کی جمع الف اور تاء کیساتھ نہیں آتی جیسے نار، شمس، عین، عقرب یہ تمام اسماء مونث ہیں اور یہ اسماء صفات نہیں بلکہ محض اسماء ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ان کی جمع الف اور تاء کیساتھ نہیں آتی؟

جواب:۔ عبارت میں مطلقا کیساتھ ایک اور قید ملحوظ ہے وہ یہ ہے کہ من غیر اعتبار شروط المذکورة یعنی مذکورہ شرائط کا اعتبار کیے بغیر یعنی اگر وہ اسم صفتی نہ ہو تو اس کی جمع الف اور تاء کیساتھ لانا یہ سماع سے تعلق رکھتا ہے قیاس کا کوئی اعتبار نہیں اور سماعا چونکہ مذکورہ مثالوں کی جمع الف اور تاء کیساتھ نہیں آتی اسلئے ان کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں لائی جاتی۔

جمع التكسير ما تغير بناء واحد كرجال وافراس

ماقبل میں مصنفؒ نے جمع کی دو قسمیں بیان فرمائی تھیں: جمع صحیح، جمع تکسیر ان میں سے پہلی کا بیان ہو چکا ہے اب مصنفؒ جمع تکسیر کو بیان فرما رہے ہیں۔

جمع تکسیر کی تعریف:۔ جمع تکسیر اسے کہتے ہیں جس کے واحد کے وزن میں تبدیلی کی گئی ہو پھر یہ تبدیلی عام ہے چاہے حقیقۃ ہو جیسے رجل سے رجال یا حکما ہو (یعنی اعتباری فرق ہو) جیسے فلک کی جمع فلک ہی آتی ہے (اس کی باقی تفصیل ماقبل گزر چکی ہے)

اعتراض:۔ آپکی تعریف مانع عن دخول الغیر نہیں اس میں جمع سالم بھی شامل ہے کیونکہ جمع سالم میں بھی واحد کے وزن میں تبدیلی کیجاتی ہے جیسے مسلم سے مسلمون، مسلمۃ سے مسلمات

وغیرہ؟

جواب:۔ ہماری تعریف میں تبدیلی سے مراد واحد کے اصل امور داخلی (یعنی واحد کے حرکات وسکنات) میں تبدیلی ہے، جبکہ جمع سالم میں زائد حروف (یعنی جمع کے حروف) ملانے کی وجہ سے واحد کے وزن میں تبدیلی آتی ہے لہذا ہماری تعریف مانع عن دخول غیر ہے۔

اعتراض:۔ آپکی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں کیونکہ اس میں قاضون، مصطفون وغیرہ بھی شامل ہیں اس لئے کہ ان کے مفرد میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے باوجود یہ کہ یہ جمع صحیح کے صیغے ہیں نہ کہ جمع تکسیر کے؟

جواب:۔ (۱) اگر جمع تکسیر کے حصول کے لئے مفرد میں تبدیلی ہو تو وہ جمع تکسیر ہے اور اگر جمع کے حصول کے لئے مفرد میں تبدیلی نہ ہو بلکہ جمع بناتے ہوئے یا جمع بنانے کے بعد کسی صرفی قاعدہ کی وجہ سے تبدیلی ہو تو اس کا اعتبار نہیں اور یہاں صرفی قاعدہ کی وجہ سے تبدیلی آئی ہے اس لئے جمع تکسیر نہیں۔

جواب:۔ (۲) جمع سالم اور جمع تکسیر دونوں میں تغیر کی قید ملحوظ ہے لیکن جمع سالم میں اس طرح کہ واحد کے آخر میں واو اور نون یا الف اور تاء کے ذریعے تبدیلی لائی گئی ہو اور جمع تکسیر میں اس طرح کہ اس جمع سالم کے علاوہ اور کسی طرح تبدیلی لائی گئی ہو اور یہاں چونکہ تبدیلی واؤ اور نون کے ساتھ ہے اسلئے یہ جمع سالم ہے تکسیر نہیں (یہ جامع جواب ہے)

جمع القلة افعل وافعلة

معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں

(۱) قلت (۲) کثرت

جمع قلت کا اطلاق تین سے لے کر دس تک ہوتا ہے اور جمع کثرت کا تین سے یا گیارہ سے لے کر

مالانہایۃ لہ تک۔

جمع قلت کے اوزان:

(۱) اَفْعُل جیسے اَقْلُب ، قلب کی جمع۔ اَفْلُس ، فلس کی جمع

(۲) اَفْعَال جیسے اَفْرَاس ، فرس کی جمع

(۳) اَفْعِلَة جیسے اَرْغِفَة ، رغیف کی جمع

(۴) فِعْلَة جیسے غِلْمَة ، غلام کی جمع

والصحیح

صاحب کافیہ کے نزدیک جمع مذکر سالم اور جمع مونث سالم بھی جمع قلت ہے لیکن صاحب رضی کے نزدیک جمع سالم چاہے مذکر ہو یا مونث یہ جمع قلت و کثرت دونوں میں مشترک ہے اور خادمہ والے نے لکھا ہے کہ جمع سالم اگر نکرہ ہو تو جمع قلت ہے اور اگر معرفہ ہو تو مشترک۔

وما عدا ذالك جمع كثرة

جمع کثرت: جمع قلت کے علاوہ باقی سب جمع کثرت ہے۔

فائدہ:۔ جمع کثرت وقلت دونوں ایک دوسرے کی جگہ بکثرت استعمال ہوتے ہیں جیسے ثلثۃ قروء اس مثال میں لفظ قروء جمع کثرت ہے لیکن اس سے مراد صرف تین ہیں یعنی جمع قلت کی جگہ استعمال ہے اور اس طرح اصحاب الجنۃ میں اصحاب (بروزن افعال) جمع قلت ہے لیکن جمع کثرت کے معنی میں استعمال ہے۔

جمع کثرت کے ۲۳ اوزان آتے ہیں جو کہ فائدے کے لئے لکھے جاتے ہیں۔

نمبرشمار	وزن	مثال	نمبرشمار	وزن	مثال
۱	فُعْلٌ	حُمْرٌ	۱۳	فَعَلَة	بَرَرَة
۲	فُعْلان	غُفْران جمع غفير	۱۴	فَعَائِل	تَرَائِب
۳	فِعلان	غِلما ن جمع غلام	۱۵	فُعَلَة	قُضَاة
۴	فَعْلٰى	جَرْحٰى	۱۶	فَعَالٰى	يَتَامٰى
۵	فِعَل	فِرَق جمع فرقة	۱۷	فِعَلَة	قِرَطَة جمع قرط
۶	فُعّال	صُوّام جمع صائم	۱۸	فَعِيل	عَبِيْد جمع عبد
۷	اَفْعِلاء	اَوْلِياء	۱۹	فُعُوْل	وُجُوْه
۸	فُعَّل	حُيَّض	۲۰	فُعَلاء	ظُرَفاء
۹	فواعِل	صواحِب	۲۱	فِعال	ضِرار
۱۰	فُعْلٰى	حُبْلٰى	۲۲	فَعالي	معانِي
۱۱	فِعال	رِجال	۲۳	فُعالٰى	اُسارٰى
۱۲	فُعَل	غُرَف			

المصدر اسم للحدث الجاری علی الفعل

مصدر وہ حدث ہے جو فعل پر جاری ہوتا ہے

اعتراض:۔ مصدر حدث کے معنی میں ہے اور حدث کے لئے محدث کا ہونا ضروری ہے تو آپ کی تعریف میں طول، قصر جیسے مصدر خارج ہو گئے کیونکہ اس میں محدث موجود نہیں؟

جواب:۔ یہاں حدث سے مراد قائم بالغیر ہے چاہے اس سے صادر ہو جیسے ضرب یا صادر نہ ہو

جیسے طول اور قصر وغیرہ

وھو من الثلاثی المجرد سماع ومن غیرہ قیاس

یہ مصدر ثلاثی مجرد سے سماعی ہے۔ سیبویہ کے نزدیک اس کے ۳۲ اوزان ہیں (آفندی میں اچھی تفصیل ہے اس کو دیکھنا مفید ہوگا) اور صاحب علم الصیغہ نے اس کے ۴۴ اوزان شمار کرائے ہیں اور اگر ثلاثی مزید ہو یا رباعی ہو تو اس سے مصدر قیاسی آتا ہے (اس کے قواعد صرف کی کتابوں میں تفصیلا مذکور ہیں وہاں دیکھ لیا جائے)

ویعمل عمل فعله

یہ مصدر فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی اگر مصدر فعل لازم سے بنا ہے تو صرف فاعل میں عمل کرے گا اور اس کو رفع دے گا اگر مصدر فعل متعدی سے ہو تو فاعل کے ساتھ مفعول میں بھی عمل کرے گا

فعل لازم سے مصدر کی مثال: اعجبنی قیام زید

فعل متعدی سے مصدر کی مثال: اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرا

ما ضیا وغیرہ

یعنی مصدر چاہے ماضی کے معنی میں ہو یا حال واستقبال کے معنی میں ہر حال میں عمل کرتا ہے۔ اس میں اسم فاعل یا اسم مفعول کی طرح حال یا استقبال کے معنی میں ہونے کی شرط نہیں اور وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول فعل مضارع کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں لہذا ان میں شرط لگائی کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہوں کیونکہ فعل مضارع کے اندر بھی حال واستقبال کے معنی پائے جاتے ہیں برخلاف مصدر کے کہ یہ بذات خود عامل ہے لہذا ہر حال میں عمل کرتا ہے جیسے ماضی کی مثال: اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرا امس

حال کی مثال: اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرا الآن

استقبال کی مثال: اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرا غداً

اذا لم يكن مفعولا مطلقا ولا معموله عليه

یہاں سے مصنفؒ مصدر کے عمل کرنے کی شرائط کو بیان فرمار ہے ہیں

مصدر کے عمل کرنے کے لئے نو شرائط ہیں

(۱) مصدر ایسا ہو کہ جس کے ساتھ فعل کو ان مصدریہ یا ما مصدریہ کیساتھ ذکر کرنا درست ہو جیسے **اعجبنی ضربك زيدا** کی جگہ **اعجبنی ان ضربك زيدا** کہنا اور **يعجبنی ضربك زيدا الآن** کی جگہ **يعجبنی ما تضرب زيدا الآن** کہنا جائز ہے لہذا ان دونوں مثالوں میں مصدر نے عمل کیا ہے لیکن **مررت به فاذاله صوت صوت حمار** کی جگہ **ان يصوت يا ما يصوت صوت حمار** کہنا درست نہیں لہذا اس مثال میں صوت اول جو کہ مصدر ہے وہ صوت ثانی میں کچھ عمل نہیں کرتا۔

(۲) مصدر ضمیر نہ ہو لہذا **ضربی زیداً حسنٌ وهو عمرا قبيح** نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس مثال میں ھو ضمیر مصدر کی ہے

(۳) مصدر مصغر نہ ہو لہذا **اعجبنی ضریبك زيدا** کہنا درست نہیں

(۴) مصدر محدود نہ ہو (یعنی مصدر کسی عدد کی تعین کے لئے نہ ہو) لہذا **اعجبنی ضَربتُك زيدا** کہنا درست نہیں کیونکہ **ضَربة** ایک مرتبہ مارنے کے لئے آتا ہے۔

(۵) مصدر کے عمل سے پہلے اس کی صفت نہ لائی جائے لہذا **اعجبی ضربك الشديد زيداً** کہنا درست نہیں اور **اعجبنی ضربك زيداً الشديد** کہنا درست ہے کیونکہ یہاں صفت مؤخر ہے۔

(۶) مصدر محذوف نہ ہو لہذا **مالك وزيداً** کی تقدیری عبارت **مالك وملابستك زيدا** نکالنا یعنی مصدر کو محذوف ماننا درست نہیں

(۷) مصدر اور معمول کے درمیان فصل نہ ہو لہذا **انه علی رجعه لقادر، يوم تبلی السرائر**

میں یوم کو رجع مصدر کا معمول قرار دینا درست نہیں۔

(۸) مصدر مؤخر نہ ہو لہذا اعجبنی زیدا ضربك کہنا درست نہیں (قطر الندی ص ۳۵۲)

(۹) مصدر مفعول مطلق واقع نہ ہو رہا ہو کیونکہ جب مفعول مطلق واقع ہو تو پھر وہاں عامل فعل ہوتا ہے جیسے ضربت ضربا زیدا یہاں زیدا ضربت کا معمول ہے ضربا کا نہیں اور یہ اس لئے کہ فعل عامل قوی ہے اور مصدر ضعیف جب دونوں جمع ہوں تو عمل فعل کا ہوتا ہے۔

ولایضمر فیه

یعنی مصدر میں فاعل کی ضمیر مستتر نہیں ہوسکتی اس لئے جب مصدر مفرد میں ضمیر فاعل مستتر ہو تو تثنیہ اور جمع میں بھی ہوگی تو اس صورت میں دو تثنیہ اور دو جمع کا اجتماع لازم آئے گا (ایک مصدر کا اور ایک فاعل کا) اور یہ درست نہیں لہذا مصدر میں ضمیر مستتر نہیں ہوسکتی۔

سوال:۔ فعل بھی تثنیہ اور جمع ہوتا ہے کیا اس میں یہ خرابی نہیں آتی؟

جواب:۔ نہیں، اس لئے کہ فعل ہمیشہ مفرد ہی ہوتا ہے اس میں تثنیہ و جمع صرف فاعل کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے ضربا، اور ضربوا میں اصل فعل ضرب ہی ہے الف اور واو فاعل ہیں۔

ولایلزم ذکر الفاعل

مصدر میں فاعل کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں (نہ اسم ظاہر نہ ضمیر) اس لئے کہ مصدر کے مفہوم میں فاعل کا تصور نہیں بخلاف فعل وغیرہ کے کہ اس کے مفہوم میں نسبت الی الفاعل داخل ہے اس لئے فعل اور اسم فاعل وغیرہ میں فاعل کا ذکر ضروری ہے مصدر میں نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر مصدر میں فاعل کا ذکر ضروری ہو تو جب فاعل کا ذکر پہلے ہو چکا ہو تو مصدر میں ضمیر لائی جائے گی جبکہ ابھی گزرا ہے کہ مصدر میں ضمیر نہیں لائی جاسکتی۔

وقد یضاف الی المفعول:

بہتر یہ ہے کہ مصدر کی اضافت نہ کی جائے اس کو مفرد برقرار رکھا جائے جیسے اعجبنی ضربٌ

زید عمراً لیکن اگر اضافت کی جائے تو بھی درست ہے اور یہ اضافت فاعل، مفعول بہ اور مفعول لہ اور ظرف سب کی طرف درست ہے۔

فاعل کی مثال: ولولا دفع اللهِ الناسَ

مفعول کی مثال: ضَرْبُ اللصِ الجلادُ

مفعول لہ کی مثال: ضَرْب التادیبِ

ظرف کی مثال: ضَرْبُ یومِ الجمعةِ

اعتراض:۔ جب فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اضافت کرنا درست ہے تو مصنفؒ نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ کیوں ذکر کیا ایک ساتھ ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ فاعل کی طرف اضافت یہ اکثر ہوتی ہے جبکہ مفعول کی طرف اضافت قلیل ہوتی ہے تو اس فرق کو بیان کرنے کے لئے دونوں کو علیحدہ ذکر کیا۔

واعماله بالام قليل

اگر مصدر معرف بلام ہو تو یہ بہت کم عمل کرتا ہے اور یہ اس لئے کہ مصدر مؤول (یعنی وہ فعل جس پر ان مصدر یہ داخل ہو) پر الف، لام داخل نہیں ہوتا تو اسی طرح مصدر مؤول بہ (یعنی اصل مصدر) پر بھی الف، لام داخل نہیں ہوگا۔

اعترض:۔ جب مصدر معرف بلام عمل نہیں کرتا تو اس کو ناجائز کیوں نہیں کہا قلیل کیوں کہا ہے؟

جواب:۔ تاکہ ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔

اعتراض:۔ قرآن مجید میں مصدر معرف بلام نے عمل کیا ہے؟ جیسے لایحب الله الجهر بالسوء یہاں الجہر مصدر معرف بلام ہے اور بالسوء اس کا معمول۔

جواب:۔ یہاں مصدر نے فاعل یا مفعول پر براہ راست عمل نہیں کیا بلکہ باء حرف جر کیواسطے

سے عمل کیا ہے اور یہ درست ہے

فان كان مطلقا فالعمل للفعل

اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل فعل کے لئے ہوگا اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے اور فعل عامل قوی ہے تو عامل قوی کی موجودگی میں عامل ضعیف عمل نہیں کرتا جیسے ضربت ضربا زیداً شدیداً یہاں دو عامل ہیں ایک فعل ضربت اور ایک مفعول مطلق ضربا تو ہم نے زیداً اور شدیداً کو ضربت کا معمول بنایا ہے نہ کہ ضربا کا۔

وان كان بدلا منه فوجهان

اگر مفعول مطلق فعل سے بدل واقع ہو (یعنی وہ مفعول مطلق جس کے فعل کو حذف کرنا واجب ہو) تو وہاں دونوں کو عمل دینا جائز ہے اس کو محذوف (فعل) کا معمول بنانا بھی جائز ہے اور موجود (یعنی مفعول مطلق) کا بھی۔ فعل کا معمول بنانا تو اس لئے کہ اصل عامل فعل ہے اور مفعول مطلق کا اس لئے کہ وہ قریب اور مذکور ہے بخلاف فعل کے کہ وہ محذوف ہے تو برابری کی وجہ سے دونوں کو عمل دے دیا جیسے سقیا له شکرا له ، حمداله. یہاں له کو فعل محذوف کا بھی معمول بنا سکتے ہیں اور موجود مصدر کا بھی۔

اسم الفاعل ما اشتق من فعل لمن قام به بمعنى الحدث

اسم فاعل کی بحث میں مصنفؒ نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں

(۱) تعریف (۲) بنانے کا طریقہ (۳) عمل اور شرائط

تعریف:۔ اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے ایسی ذات کے لئے مشتق ہو جس کے ساتھ یہ بطور حدوث کے قائم ہو جیسے ضارب مشتق ہے یضرب سے

حدوث کا مطلب یہ ہے کہ یہ معنی پہلے اس کے ساتھ قائم نہیں تھا اور اب تینوں زمانوں میں سے کسی ایک میں اس کے ساتھ قائم ہے اور پھر آئندہ نہیں ہوگا۔

فوائد قیود:۔ اسم فاعل کی تعریف میں لفظ ما عام ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے اشتق من فعل سے اسم جامد خارج ہو گیا لمن قام به سے اسم مفعول، اسم تفضیل وغیرہ خارج ہو گئے بمعنی الحدوث سے صفت مشبہ کو خارج کر دیا۔

وصيغته من الثلاثي المجرد على فاعل

اسم فاعل بنانے کا طریقہ:

ثلاثی مجرد سے یہ فاعل کے وزن پر آتا ہے اور اگر ثلاثی مزید اور رباعی ہو تو اس سے اسم فاعل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ شروع سے علامت مضارع کو حذف کر کے وہاں میم مضموم لگا دیں اور اگر آخر سے ماقبل مکسور نہ ہو تو اس کو کسرہ دیں گے جیسے یکرم سے مکرِم، یضارب سے مضارِب، یستفعل سے مستفعِل، یدحرج سے مدحرِج (مزید تفصیل صرف کی کتب میں ملاحظہ فرمائیں)

ويعمل عمل فعله

اسم فاعل اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی فعل لازم سے مشتق ہو تو لازم جیسا اور متعدی سے مشتق ہو تو متعدی جیسا عمل کرتا ہے لہذا اگر اسم فاعل فعل لازم سے مشتق ہو تو صرف فاعل کو رفع دے گا اور فعل متعدی سے مشتق ہو تو فاعل کو رفع دینے کیساتھ مفعول بہ کو نصب بھی دے گا۔

فائدہ:۔ فعل لازم جو مفعول کو نصب نہیں دیتا وہ صرف مفعول بہ ہے دیگر مفاعیل کو فعل لازم بھی نصب دیتا ہے لہذا وہ اسم فاعل جو فعل لازم سے مشتق ہو وہ بھی صرف مفعول بہ میں عمل نہیں کرے گا بقیہ مفاعیل میں عمل کر سکتا ہے جیسے قام زیدٌ یومَ الجمعة اور زید قائم یومَ الجمعة

بشرط معنى الحال والاستقبال والاعتماد على صاحبه

یہاں سے مصنفؒ نے اسم فاعل کے عمل کرنے کی شرائط کو بیان فرمایا ہے اور یہ کل

دوشرطیں ہیں۔

(۱) حال یا استقبال کے معنی میں ہو (۲) ماقبل چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کیا ہوا ہو

سوال:۔ حال یا استقبال کے معنی میں ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ تاکہ اسم فاعل اور فعل مضارع میں معنوی مشابہت بھی پائی جائے کیونکہ ان دونوں میں لفظی مشابہت پہلے سے پائی جاتی ہے۔اور فعل مضارع اور اسم فاعل میں لفظی مشابہت اس طور پر ہے کہ یہ دونوں حرکات وسکنات اور حروف میں برابر ہیں مثلاً جس طرح یضرب میں چار حروف ہیں اسی طرح ضارب میں بھی چار ہیں جس طرح یضرب میں پہلا حرف متحرک دوسرے پر سکون اور تیسرے اور چوتھے پر حرکت ہے اسی طرح ضارب میں بھی پہلا متحرک دوسرا ساکن اور تیسرا اور چوتھا حرف متحرک ہے لہذا حرکات وسکنات اور حروف میں برابری کی وجہ سے ان کے درمیان مشابہت آگئی

فائدہ:۔ اسم فاعل کا حال یا استقبال کے معنی میں ہونا عام ہے چاہے حقیقتاً ہو یا حکایۃً، حقیقتاً کی مثال جیسے حال کی صورت میں: زید ضارب عمرا الآن استقبال کی صورت میں:۔ زید ضارب عمرا غدا

حکایۃً حال یا استقبال کے معنی میں ہونے کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وکلبھم باسط ذراعیہ اس مثال میں ماضی میں ہونے والے واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے حکایۃً نقل فرمایا ہے۔

اسم فاعل کے عمل کے لئے دوسری شرط یہ تھی کہ ماقبل چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کیا ہوا ہو تو وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔

(۱) مبتدا: زید ضارب عمرا

(۲) موصول: جاء نی القائم ابوہ

(۳) موصوف: مررت برجلٍ ضاربٍ ابوہ عمرا

(۴)ذوالحال: جاء نی زید راکبا فرسَہ

(۵)حرف استفہام: اقائمٌ زیدٌ

(۶)حرف نفی: ما قائم زید

سوال:۔ مذکورہ چھ چیزوں پر اعتماد کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ پہلی چار چیزوں کی شرط اس لئے لگائی تا کہ یہ چیزیں مسند الیہ ہوں اور اسم فاعل مسند ہو اور چونکہ فعل بھی مسند ہوتا ہے تو اس صورت میں ان کے درمیان مشابہت قوی ہو جائے گی اور اسم فاعل واسم مفعول چونکہ فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اس لئے یہ مشابہت جتنی قوی ہوگی انہیں عمل کرنا آسان ہوگا اور حرف استفہام وحروف نفی چونکہ فعل پر داخل ہوتے ہیں اور اسم فاعل کی چونکہ فعل کیساتھ مشابہت ہے اس لئے اس پر بھی داخل ہونگے تا کہ فعل کے ساتھ مشابہت قوی ہو اور عمل میں قوت پیدا ہو۔

فائدہ:۔ ماقبل چھ چیزوں میں سے اگر پہلی چار پر اعتماد کیے ہوئے ہو تو جو ماقبل تقاضا کرے گا اسم فاعل وہی واقع ہوگا اگر ماقبل مبتدا ہے اور خبر کا تقاضا کرتا ہے تو یہ خبر واقع ہوگا اور اگر صلہ، صفت، حال کا تقاضا کرے تو یہ بالترتیب صلہ، صفت اور حال واقع ہوگا۔

فان كان الماضي وجب الاضافة معنى خلافا للكسائي

اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو عمل نہیں کرتا اور اس صورت میں اسم فاعل کی مابعد کی طرف اضافت ضروری ہے لیکن امام کسائیؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اضافت واجب نہیں اور یہ اس لئے کہ امام کسائی کے نزدیک اسم فاعل اگر چہ ماضی کے معنی میں ہو پھر بھی عمل کرتا ہے۔

لیکن دیگر بعض نحاۃ کے نزدیک اضافت واجب ہے اور یہ اضافت معنویہ ہوگی اضافت لفظیہ نہیں ہوگی کیونکہ اضافت لفظیہ کہتے ہیں کہ صیغہ صفت کی اضافت اپنے معمول کی طرف ہو اور جب اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو عمل ہی نہیں کرتا تو آنے والا اسم اس کا معمول نہیں ہوگا اور صیغہ

صفت کی اضافت غیر معمول کی طرف اضافت معنویہ ہوتی ہے لہذا یہ اضافت معنویہ ہوگی جیسے زید ضاربُ عمروٍ امس اس مثال میں ضارب (اسم فاعل) ماضی کے معنی میں ہے اس لئے اس کی اضافت کی گئی ہے عمرو کی طرف

فان کان له معمول آخر فبفعل مقدر

اگر اسم فاعل کے مضاف الیہ کے علاوہ کوئی اور اسم بھی موجود ہو تو اس کا عامل فعل مقدر ہوگا جیسے زید معطی عمر درهما امس اس مثال میں معطی اسم فاعل ہے اس کی اضافت کی ہے عمرو کی طرف اس عمرو (مضاف الیہ) کے علاوہ ایک اور اسم (درہما) موجود ہے جس کا عامل فعل محذوف یعنی اعطی ہے اور اس اعطی نے درہما کو نصب دیا ہے معطی نے نہیں

اعتراض:۔ اعطی فعل کے حذف ہونے پر قرینہ کیا ہے؟

جواب:۔ یہ ما اعطی کے جواب میں واقع ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب قائل نے کہا زید معطی تو سوال پیدا ہوا کہ ما اعطی (کیا دیا ہے؟) تو اس کے جواب میں کہا اعطی درهما. گویا سوال محذوف قرینہ ہے

فان دخلت اللام استوى الجميع

اسم فاعل پر جب الف، لام داخل ہو تو یہ ہر حال میں عمل کرے گا چاہے ماضی کے معنی میں ہو یا حال واستقبال کے معنی میں جیسے جاء نی زید ن الضارب عمرا امس ،الآن ،غدا

سوال:۔ اس صورت میں یہ ہر حال میں عمل کیوں کرتا ہے؟

جواب:۔ اس وقت حقیقت میں یہ فعل ہوتا ہے کیونکہ اسم فاعل پر جب الف، لام داخل ہوتا ہے تو وہ اسم موصول کے معنی میں ہوتا ہے اور اس الف، لام کی وجہ سے اسم فاعل فعل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے الضارب، الذی ضرب کے معنی میں ہے اور فعل چونکہ عامل قوی ہے اس لئے

ہر حال میں عمل کرتا ہے۔

وما وضع منه للمبالغة

یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے

سوال:۔ اسم فاعل کے کچھ صیغے اسم مبالغہ کے ہوتے ہیں تو ان کا حکم کیا ہے؟

جواب:۔ یہ عمل اور شرائط میں اسم فاعل ہی کی طرح ہے جو عمل اسم فاعل کرتا ہے وہ اسم مبالغہ بھی کرتا ہے اور جو شرائط اسم فاعل کے عمل کے لئے ہیں اسم مبالغہ کے لئے بھی وہی شرائط ہیں۔

والمثنى والمجموع مثله

اسم فاعل اور اسم مبالغہ کے تثنیہ اور جمع کے صیغے عمل کے اعتبار سے اپنے مفرد کی طرح ہیں (چاہے صحیح ہوں یا مکسر) پس جو شرائط مفرد کیلئے تھیں وہ تثنیہ و جمع کیلئے بھی ہوں گی۔ جیسے اسم فاعل کی مثال: **جاء نی الزیدان الضاربان عمرا ،جاء نی الزیدون الضاربو ن عمرا الآن او غداً او امس، الزیدان ضاربان والزیدون ضاربون عمراً الآن او غداً.**

ویجوز حذف النون مع العمل والتعریف تحقیقا

اسم فاعل کو عمل دیتے ہوئے اس سے نون تثنیہ و جمع کو گرانا جائز ہے بخلاف اضافت کے کہ جب اسم فاعل کی اضافت کی جائے تو اس صورت میں نون، تثنیہ و جمع کو گرانا واجب ہے

اسم فاعل سے نون تثنیہ و جمع کو گرانے کے لئے دو شرطیں ہیں

(۱) اسم فاعل عمل کر رہا ہو

(۲) معرف باللام ہو جیسے **المقیمی الصلوة** اس میں نون کو حذف کر دیا گیا ہے (یہ ایک قرأت ہے ورنہ یہ مجرور ہے)

اسم المفعول ما اشتق من فعل لمن وضع عليه

اسم فاعل کی طرح اسم مفعول میں بھی تین چیزیں بیان ہونگی یعنی تعریف، بناوٹ، عمل

اسم مفعول کی تعریف: اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل سے ایسی ذات کے لئے مشتق ہو کہ جس پر فعل واقع ہو

وصيغته من الثلاثي المجرد على مفعول

ثلاثی مجرد سے اسم مفعول، مفعولؔ کے وزن پر آتا ہے اور ثلاثی مزید اور رباعی سے اسم مفعول کے بنانے کا طریقہ وہی ہے جو اسم فاعل کا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اسم مفعول میں آخر سے ماقبل کو فتحہ دیں گے جیسے یجتنب سے مجتنَب، یدحرج سے مدحرَج

وامره في العمل والا شتراط كامر الفاعل

اسم مفعول کے عمل کرنے کے لئے وہی شرائط ہیں جو اسم فاعل کی ہیں یعنی حال واستقبال کے معنی میں ہونا اور ماقبل چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کرنا۔

اور اسم مفعول عمل میں بھی اسم فاعل کی طرح ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اسم مفعول فعل لازم سے نہیں ہوتا صرف فعل متعدی سے ہوتا ہے اور فعل متعدی کی پھر دو قسمیں ہیں ❶ ایک مفعول کا تقاضہ کرے ❷ ایک سے زائد کا تقاضہ کرے۔ اگر ایک مفعول کا تقاضہ کرے تو اسم مفعول اس کو رفع دے گا نائب فاعل ہونے کے اعتبار سے اگر ایک سے زائد مفعول کا تقاضہ کرے تو پہلے کو رفع (نائب فاعل کی وجہ سے) اور دوسرے اور تیسرے کو نصب (مفعول ہونے کے اعتبار سے) دے گا جیسے زید معطى غلامُه درهماً

اس مثال میں اسم مفعول (معطی) نے غلامہ کو رفع دیا ہے نائب فاعل ہونے کی وجہ سے اور درھما کو نصب دیا ہے مفعول ہونے کے اعتبار سے اور اسم مفعول نے اس مثال میں مبتدا پر اعتماد کیا ہے اور اس میں دوسری شرط (حال واستقبال والی) بھی موجود ہے۔

فائدہ:۔ جس طرح اسم فاعل پر اگر الف، لام داخل ہو تو تمام زمانے اس میں برابر ہوتے ہیں حال یا استقبال کی شرط نہیں ہوتی اسی طرح اسم مفعول پر الف، لام داخل ہو تو اس میں بھی تمام زمانے برابر ہونگے یعنی ہر حال میں عمل کرے گا چاہے ماضی کے معنی میں ہو یا حال و استقبال کے۔

الصفة المشبهة ما اشتق من فعل لازم لمن قام به علی معنی الثبوت

یہاں سے مصنفؒ اس صیغہ صفت کو بیان فرما رہے ہیں جو اسم فاعل کیساتھ مشابہت رکھتا ہے اور یہ مشابہت تین طرح ہوتی ہے ایک یہ کہ جیسے اسم فاعل مفرد، تثنیہ، جمع مذکر و مؤنث ہوتا ہے ایسے یہ صیغہ صفت بھی ہوتا ہے۔

دوسری یہ کہ جیسے اسم فاعل میں معنی اس کے ساتھ قائم ہوتے ہیں ایسے ہی اس میں بھی ہوتا ہے تیسری یہ کہ اسم فاعل کے بعد والا اسم اس کا فاعل ہوتا ہے اور یہی حال صیغہ کا بھی ہوتا ہے بر خلاف اسم مفعول کے کہ دوسری اور تیسری مشابہت اس میں نہیں پائی جاتی کیونکہ اسم مفعول کے ساتھ فعل قائم نہیں بلکہ واقع ہوتا ہے اسی طرح اسم مفعول کے بعد والا اسم اس کا فاعل نہیں بلکہ نائب فاعل ہوتا ہے اس لئے اس صیغہ کو صفت مشبہ کہتے ہیں یعنی الصفة المشبهة باسم الفاعل۔

صفت مشبہ میں چار چیزیں بیان ہونگی

(۱) تعریف (۲) بناوٹ یعنی صیغہ (۳) عمل (۴) مسائل

تعریف: صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے ایسی ذات کے لئے مشتق ہو کہ جس کے ساتھ یہ بطور ثبوت کے قائم ہو۔

فوائد قیود:۔ اس تعریف میں ما جنس ہے جس میں تمام اسماء شامل ہیں اشتق یہ فصل اول ہے

جس سے اسم جامد خارج ہو گیا فعلِ لازم سے اسم مفعول خارج ہو گیا کیونکہ اسم مفعول فعل متعدی سے بنتا ہے علی معنی الثبوت سے اسم فاعل خارج ہو گیا کیونکہ وہ حدوث پر دلالت کرتا ہے۔

وصيغتها مخالفة لصيغة الفاعل

وزن کے اعتبار سے صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل کے مخالف ہوتا ہے یعنی صفت مشبہ اسم فاعل کے وزن پر نہیں آتا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل کا وزن قیاسی اور متعین ہے جبکہ صفت مشبہ کا صیغہ سماعی ہوتا ہے یعنی غیر قیاسی ہوتا ہے اور صفت مشبہ کا کوئی صیغہ اسم فاعل کے وزن پر مسموع نہیں جیسے حسن ،صعب ، شدید وغیرہ

سوال :۔ صفت مشبہ کا صیغہ جیسے اسم فاعل کے مخالف ہوتا ہے ایسے ہی اسم مفعول کے بھی مخالف ہوتا ہے تو مصنفؒ نے صرف اسم فاعل کو خاص کیوں کیا؟

جواب :۔ صفت مشبہ کی اسم مفعول کی بنسبت اسم فاعل کیساتھ مشابہت بہت زیادہ تھی اس لئے اس کو خاص کیا۔ (۱) کیونکہ دونوں معنی میں مشابہ ہیں جس طرح اسم فاعل کے ساتھ معنی قائم ہوتے ہیں واقع نہیں اسی طرح صفت مشبہ کے ساتھ بھی معنی قائم ہوتے ہیں فرق اتنا ہے کہ اسم فاعل میں حدوث ہوتا ہے اور صفت مشبہ میں ثبوت۔ (۲) یہ صفت مشبہ اسم فاعل کیساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔

وتعمل عمل فعلها

صفت مشبہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے صفت مشبہ چونکہ صرف فعل لازم سے بنتا ہے اور فعل لازم صرف فاعل کو رفع دیتا ہے لہذا صفت مشبہ بھی صرف فاعل کو رفع دے گا۔

مطلقا

مطلقا کا مطلب یہ ہے کہ صفت مشبہ ہر حال میں عمل کرتا ہے اس میں حال یا استقبال کے معنی میں

ہونے کی شرط نہیں کیونکہ صفت مشبہ میں ثبوت اور دوام ہوتا ہے جب دوام ہوگا تو حال اور استقبال کے معنی خود بخود اس میں موجود ہوں گے۔ باقی ماقبل میں اعتماد کی شرط نہیں کیونکہ صفت مشبہ پر داخل ہونے والا الف، لام اسم موصول نہیں ہوتا بلکہ صرف تعریف کے لئے ہوتا ہے

فائدہ:۔ صفت مشبہ اور اسم فاعل میں فرق

(۱) اسم فاعل حدوث پر دلالت کرتا ہے جبکہ صفت مشبہ ثبوت پر

(۲) اسم فاعل ماضی کے لئے بھی ہوتا ہے اور حال و استقبال کے لئے بھی جبکہ صفت مشبہ ماضی منقطع کے لئے نہیں ہوتی بلکہ صرف حال دائم کے لئے ہوتی ہے

(۳) اسم فاعل کا معمول اس سے مقدم کرنا جائز ہے جبکہ صفت مشبہ کا معمول اس سے مقدم کرنا جائز نہیں لہذا زید اباہ ضارب کہنا جائز ہے لیکن زید وجھہ حسن کہنا جائز نہیں (قطر الندی)

وتقسيم مسائلها ان تكون الصفة بالام او مجردة

یہاں سے مصنفؒ صفت مشبہ کے مسائل کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں۔ استعمال کے اعتبار سے صفت مشبہ کی کل اٹھارہ صورتیں بنتی ہیں

وجہ حصر:۔ صفت مشبہ معرف باللام ہوگا یا غیر معرف بلام ہوگا پھر ان میں سے دونوں کا معمول تین حال سے خالی نہیں مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا ان دونوں سے خالی ہوگا پھر ان تمام معمولات میں سے ہر ایک تین حال سے خالی نہیں یا تو مرفوع ہوگا یا منصوب اور یا مجرور۔

فالرفع على الفاعلية والنصب على التشبيه

اگر صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہو تو صفت مشبہ کے لئے فاعل ہوگا اگر اس کا معمول منصوب ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں معرفہ ہوگا یا نکرہ اگر معرفہ ہو تو وہ منصوب ہوگا مفعول بہ کیساتھ مشابہت کی وجہ سے اگر نکرہ ہو تو وہ منصوب ہوگا تمیز کی وجہ سے اگر صفت مشبہ کا معمول

مجرور ہوتو وہ مضاف الیہ ہوگا۔

سوال:۔ صفت مشبہ کا معمول اگر معرفہ منصوب ہوتو آپ نے مفعول بہ کیساتھ مشابہ کہا خود مفعول بہ کیوں نہیں بن سکتا؟

جواب:۔ اس لئے کہ صفت مشبہ مفعول بہ کا تقاضہ ہی نہیں کرتا۔

وتفصيلها حسن وجهه ثلثة وكذلك حسن الوجه

یہاں سے مصنف"صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتوں کو تفصیل سے بیان فرمارہے ہیں

حسن وجهه

اسمیں تین صورتیں پڑھیں مرفوع، منصوب، مجرور حسنٌ وجهُه ، حسنٌ وجهَه ، حسنٌ وجهِه اسی طرح باقی تمام صورتوں میں یہی ترتیب ہوگی۔

اثنان منها ممتنعان مثل الحسن الوجهه

صفت مشبہ کی کل اٹھارہ صورتوں میں سے دوصورتیں ممتنع ہیں اور ایک میں اختلاف ہے اور نو احسن ہیں دو حسن اور چار قبیح ہیں اسی طرح یہ کل اٹھارہ صورتیں ہوئیں۔

مذکورہ صورتوں کا ضابطہ: جہاں اضافت کا فائدہ نہ ہو یا اضافت کی وجہ سے خرابی لازم آرہی ہوتو وہ ممتنع ہے اور اگر خرابی نہ ہو لیکن اضافت سے کچھ فائدہ ہو لیکن فائدہ تامہ نہ ہوتو وہ مختلف فیہ ہے اور جہاں جہاں صفت مشبہ اور اس کے معمول میں ایک ضمیر ہوتو وہ احسن ہے اگر دو ضمیریں ہوں تو وہ حسن اور اگر کوئی ضمیر نہ ہوتو وہ قبیح ہے۔

مذکورہ کل صورتیں نقشہ میں اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر شمار	صفت مشبہ کی حالت	معمول کی حالت	حالت اعراب	مثال	حکم
۱	معرف باللام	مضاف	مرفوع	الحسن وَجْهُهُ	احسن
۲	معرف باللام	مضاف	منصوب	الحسن وجهَهُ	حسن
۳	معرف باللام	مضاف	مجرور	الحسن وجهِهِ	ممتنع
۴	معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	الحسن الوجهُ	قبیح
۵	معرف باللام	معرف باللام	منصوب	الحسن الوجهَ	احسن
۶	معرف باللام	معرف باللام	مجرور	الحسن الوجهِ	احسن
۷	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	الحسن وجهٌ	قبیح
۸	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	الحسن وجهاً	احسن
۹	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	الحسن وجهٍ	ممتنع
۱۰	غیر معرف باللام	مضاف	مرفوع	حسن وَجْهُهُ	احسن
۱۱	غیر معرف باللام	مضاف	منصوب	حسن وجهَهُ	حسن
۱۲	غیر معرف باللام	مضاف	مجرور	حسن وجهِهِ	مختلف فیہ
۱۳	غیر معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	حسن الوجهُ	قبیح
۱۴	غیر معرف باللام	معرف باللام	منصوب	حسن الوجهَ	احسن
۱۵	غیر معرف باللام	معرف باللام	مجرور	حسن الوجهِ	احسن

۱۶	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	حسن وجہٗ	قبیح
۱۷	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	حسن وجہاً	احسن
۱۸	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	حسن وجہٍ	احسن

الحسن وجہہٖ : یہ ممتنع ہے کیونکہ یہ اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ صرف تخصیص فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے یعنی مضاف سے تنوین حذف ہوتی ہے اور مضاف الیہ سے ضمیر اور یہاں اضافت نے کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ صفت مشبہ سے تنوین الف، لام کی وجہ سے گر گئی ہے اور مضاف الیہ کی ضمیر باقی ہے لہذا فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوا اس لئے یہ صورت ممتنع ہے۔

الحسن وجہٍ : یہ بھی ممتنع ہے کیونکہ یہاں اگر چہ اضافت کی وجہ سے ضمیر گر گئی ہے لیکن ایک خرابی آگئی ہے وہ یہ کہ معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہو رہی ہے اور یہ صحیح نہیں

حسن وجہہٖ : اس صورت میں اختلاف ہے کوفیوں کے نزدیک مطلقا جائز ہے جبکہ سیبوے اور تمام بصریین کے نزدیک اشعار میں جائز ہے مگر قبیح ہے ورنہ بالکل جائز نہیں۔

وجہ اختلاف: یہاں حسن کی اضافت کی ہے وجہ کی طرف اور اضافت کی وجہ سے حسن سے تنوین گر گئی ہے مگر وجہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی لہذا کوفیین کہتے ہیں کہ اگر چہ اضافت سے مکمل فائدہ تو نہیں ہوا مگر کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہوا ہے لہذا جائز ہے اور سیبوے اور تمام بصریین فرماتے ہیں کہ یہاں اضافت کی ہی اسی لئے ہے کہ تا کہ مکمل تخفیف حاصل ہو اور یہاں اس سے کوئی مانع بھی نہیں اس کے باوجود صرف ادنی تخفیف پر اکتفا کیا گیا ہے اس لئے جائز نہیں۔

والبواقی ما کان فیه واحد منها احسن

بقیہ جو پندرہ صورتیں ہیں ان کا ضابطہ یہ ہے کہ جس میں صرف ایک ضمیر ہو (چاہے صفت مشبہ

میں ہو یا اس کے معمول میں) وہ احسن ہے جس میں دو ضمیریں ہوں (ایک صفت مشبہ میں اور ایک اس کے معمول میں) تو وہ حسن ہے اور جس میں کوئی ضمیر نہ ہو تو وہ قبیح ہے

اب ان صورتوں میں کہاں صفت مشبہ میں ضمیر ہوتی ہے اور کہاں نہیں؟ اس کا ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔

ومتی رفعت بها فلا ضمیر فیها

اگر صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہو تو صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت اسم ظاہر اس کا معمول ہوگا۔ اور اگر اس کا معمول منصوب یا مجرور ہو تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی اور وہ موصوف کی طرف لوٹے گی۔

فهی کالفعل

جب صفت مشبہ کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کی طرح اس کو ہمیشہ مفرد ہی لائیں گے چاہے اس کا معمول تثنیہ ہو یا جمع جیسے **حسن الزیدان ،حسن الزیدون** ، وغیرہ اور اگر اس کا معمول مرفوع نہ ہو (یعنی اسم ظاہر نہ ہو بلکہ ضمیر ہو) تو پھر صفت مشبہ کے اندر جو ضمیر ہوگی وہ اپنے موصوف کے مطابق ہوگی جیسے **زید حسنٌ، الزیدان حسنان ،الزیدون حسنون ،الهند حسنةٌ، الهند ان حسنتان،الهندات حسنات**

واسما الفاعل والمفعول غیر المتعدین

اسم فاعل اور وہ اسم مفعول جو ایسے فعل متعدی سے بنا ہو جو ایک مفعول کا تقاضہ کرتا ہو تو یہ دونوں بھی صفت مشبہ کی طرح ہیں اور ان کی بھی کل اٹھارہ صورتیں ہونگی جو صفت مشبہ میں گزر گئی ہیں جیسے **زید القائم الابُ، زید القائم الابَ، زید القائم الابِ، زید القائم ابوه، زید القائم اباه ،زید القائم ابِیه، زید القائم ابٌ، زید القائم ابًا، زید القائم ابٍ**

تفصیل کیلئے اگلے صفحہ پر نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر شمار	اسم فاعل کی حالت	معمول کی حالت	حالت اعراب	مثال	حکم
۱	معرف باللام	مضاف	مرفوع	زید القائم ابوہ	احسن
۲	معرف باللام	مضاف	منصوب	زید القائم اباہ	حسن
۳	معرف باللام	مضاف	مجرور	زید القائم ابیہ	ممتنع
۴	معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	زید القائم الابُ	قبیح
۵	معرف باللام	معرف باللام	منصوب	زید القائم الابَ	احسن
۶	معرف باللام	معرف باللام	مجرور	زید القائم الابِ	احسن
۷	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	زید القائم ابٌ	قبیح
۸	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	زید القائم اباً	احسن
۹	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	زید القائم ابٍ	ممتنع
۱۰	غیر معرف باللام	مضاف	مرفوع	زید قائم ابوہ	احسن
۱۱	غیر معرف باللام	مضاف	منصوب	زید قائم اباہ	حسن
۱۲	غیر معرف باللام	مضاف	مجرور	زید قائم ابیہ	مختلف فیہ
۱۳	غیر معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	زیدقائم الابُ	قبیح
۱۴	غیر معرف باللام	معرف باللام	منصوب	زیدقائم الابَ	احسن
۱۵	غیر معرف باللام	معرف باللام	مجرور	زیدقائم الابِ	احسن
۱۶	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	زیدقائم ابٌ	قبیح

۱۷	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	زیدقائم اباً	احسن
۱۸	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	زیدقائم ابٍ	احسن

اسم مفعول کی امثلہ

نمبر شمار	اسم مفعول کی حالت	معمول کی حالت	حالت اعراب	مثال	حکم
۱	معرف باللام	مضاف	مرفوع	زیدالمضروب ابوہ	احسن
۲	معرف باللام	مضاف	منصوب	زیدالمضروب اباہ	حسن
۳	معرف باللام	مضاف	مجرور	زیدالمضروب ابیہ	ممتنع
۴	معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	زیدالمضروب الابُ	قبیح
۵	معرف باللام	معرف باللام	منصوب	زیدالمضروب الابَ	احسن
۶	معرف باللام	معرف باللام	مجرور	زیدالمضروب الابِ	احسن
۷	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	زیدالمضروب ابٌ	قبیح
۸	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	زیدالمضروب اباً	احسن
۹	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	زیدالمضروب ابٍ	ع
۱۰	غیر معرف باللام	مضاف	مرفوع	زید مضروب ابوہ	احسن
۱۱	غیر معرف باللام	مضاف	منصوب	زیدمضروب اباہ	حسن
۱۲	غیر معرف باللام	مضاف	مجرور	زیدمضروب ابیہ	مختلف فیہ

۱۳	غیر معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	زیدمضروب الابُ	قبیح
۱۴	غیر معرف باللام	معرف باللام	منصوب	زیدمضروب الابَ	احسن
۱۵	غیر معرف باللام	معرف باللام	مجرور	زیدمضروب الابِ	احسن
۱۶	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	زیدمضروب ابٌ	قبیح
۱۷	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	زیدمضروب اباً	احسن
۱۸	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	زیدمضروب ابٍ	احسن

اسم التفضیل ما اشتق من فعل لموصوف بزیادۃ علی غیرہ

یہاں سے مصنفؒ "اسم تفضیل کو بیان فرما رہے ہیں اس میں کل ۴ چیزوں کو ذکر کیا جائیگا

(۱)تعریف (۲)بناوٹ (۳)استعمال کا طریقہ (۴)اورعمل

(۱)تعریف: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل (لغوی یعنی مصدر) سے مشتق ہو ایسے موصوف کے لئے جس میں دوسرے کی بنسبت فعل والے معنی میں زیادتی پائی جائے۔ جیسے ضــرب سے اَضْرَبُ

(۲)بنانے کا طریقہ:

وھو افعل وشرطہ ان یبنی من ثلاثی مجرد :۔

اسم تفصیل اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے۔ اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔

(۱) ثلاثی مجرد ہونا (۲)لون وعیب کا معنی نہ ہونا (عیب سے مراد عیب ظاہری ہے)

سوال:۔ ثلاثی مجرد ہونے کی شرط کیوں لگائی گئی؟

جواب:۔ اگر غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید، رباعی مزید و مجرد سے اسم تفصیل بنایا جائے تو اسم تفصیل کا وزن نہیں بن سکتا کیونکہ اسم تفصیل (یعنی افعل) میں چار حروف ہوتے ہیں اور رباعی میں تو پہلے سے چار حرف ہوتے ہیں اور ثلاثی مزید میں تین سے زائد حروف ہوتے ہیں اب اگر ان سے اسم تفصیل بنایا جائے تو اسم تفصیل کا وزن نہیں بنے گا مثلاً اجتناب مصدر سے اَجْتَنِبُ کہیں تو اسم تفصیل کا وزن نہیں بنے گا اور اگر ہم حروف میں کمی کریں تو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ ثلاثی مجرد ہے یا ثلاثی مزید اور رباعی سے حروف حذف کر دیئے گئے ہیں اس لئے ثلاثی مجرد کی شرط لگائی۔

سوال:۔ لون وعیب نہ ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ کیونکہ لون وعیب سے افعل کا وزن مطلقا صفت کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے اَعْوَرُ، اَحْمَرُ وغیرہ اب اگر اسم تفصیل بھی بنائیں تو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ مطلقا صفت ہے یا اسم تفصیل۔ اس التباس کی وجہ سے لون وعیب نہ ہونے کی شرط لگائی۔

فائدہ:۔ عیب سے عیب ظاہری مراد ہے کیونکہ عیب باطنی سے اسم تفصیل آتا ہے جیسے جھالة سے اَجْهَلُ

فان قصد غيره فوصل اليه باشد مثل هو اشد منه

اگر اس فعل سے اسم تفصیل بنانا مقصود ہو کہ جس فعل سے اسم تفصیل بنانا درست نہ ہو مثلاً ثلاثی مزید یا رباعی اور یا وہ ثلاثی مجرد جس میں لون وعیب کا معنی ہو اس سے اگر اسم تفصیل والے معنی حاصل کرنا ہو تو اشد، اکثر، ازید، وغیرہ میں سے کوئی لفظ شروع میں لائیں گے اور اس کے بعد اس باب کے مصدر کو بطور تمیز کے ذکر کریں گے جیسے ثلاثی مزید کی مثال: اَشَدّ استخراجاً لون کی مثال: اشد منه بیاضاً عیب کی مثال: اشد منه عمیً

وقیاسه للفاعل وقد جاء للمفعول

اسم تفضیل عموماً اور اکثر فاعلیت کے معنی میں زیادتی پر دلالت کرتا ہے جیسے اَکْـرَمُ بمعنی بہت زیادہ اکرام کرنیوالا اَضْرَبُ بہت زیادہ مارنے والا، لیکن کبھی کبھی مفعول کے معنی میں بھی زیادتی پر دلالت کرتا ہے جیسے اَعْـذَرُ، بہت زیادہ معذور اور اَلْـوَمُ بمعنی بہت زیادہ ملامت کیا ہوا اَشْغَلُ بمعنی بہت زیادہ مشغول اَشْهَرُ بمعنی بہت زیادہ مشہور

ویستعمل علی احد ثلثه اوجه

یہاں سے مصنفؒ اسم تفضیل کے استعمال کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں۔اس کے استعمال کے تین طریقے ہیں

(۱) مستعمل بمن: جیسے زید افضلُ من عمروٍ

(۲) مستعمل بالاضافت جیسے زید افضلُ القومِ

(۳) مستعمل باللام جیسے زید الافضل

فلا یجوز زید الافضل من عمرو

یعنی اسم تفضیل بیک وقت ان تینوں طریقوں میں سے لازماً صرف کسی ایک طریقے پر ہی مستعمل ہوگا، نہ تو یہ جائز ہے کہ اسم تفضیل ان تین طریقوں میں سے بیک وقت دو طرح استعمال ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک طرح بھی استعمال نہ ہو لہذا زید الافضل من عمرو کی ترکیب جائز نہیں اس لئے کہ یہاں معرف باللام بھی ہے اور من بھی اسی طرح زید افضل کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ یہاں تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے میں بھی استعمال نہیں۔ البتہ جہاں مفضل علیہ معلوم ہو تو وہاں سے مفضل علیہ کو حذف کرنا جائز ہے جیسے الله اکبر یہاں اکبر اسم تفضیل ہے یہ نہ معرف باللام ہے نہ مضاف اور نہ ہی من کیساتھ مستعمل ہے لیکن یہ جائز ہے کیونکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑے ہیں لہٰذا تقدیری عبارت اکبـر کـل

شیءٍ اضافت کیساتھ یا اکبر من کل شیء من کے ساتھ ہوگی۔

قانون: وہ اسم تفضیل جو مستعمل بمن ہو وہ ہمیشہ اور ہر حال میں مفرد ہوگا ہمیشہ سے مراد چاہے مفضل مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع۔ ہر حال سے مراد مذکر ہو یا مؤنث جیسے زید افضل من عمرو، الزیدان افضل من عمرو، الزیدون افضل من عمرو، الهند افضل من عمرو، الهندان افضل من عمرو، الهندات افضل من عمرو.

اور اگر مستعمل باللام ہو تو ہمیشہ مفضل کے مطابق ہوگا زید الافضل، الزیدان الافضلان، الزیدون الافضلون، هند الفضلی، الهندان الفضلیان، الهند ات الفضلیات

اگر مستعمل بالاضافت ہو تو پھر دو معنوں میں استعمال ہوگا (۱) مفضل کو مفضل علیہ کے مقابلے میں ترجیح دینا مقصود ہوگا (اور اسم تفضیل اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے) جیسے زید افضل القوم اس مثال میں زید کی تمام قوم پر فضلیت بتانا مقصود ہے

(۲) صرف مفضل کی فضلیت بتانا مقصود ہو کسی کے مقابلے میں نہیں جیسے زید افضل الناس، اس سے صرف مطلقا زید کا افضل ہونا مراد ہو تمام لوگوں کے مقابلے میں افضلیت بتانا مقصود نہ ہو تو جہاں مطلقا زیادتی والا معنی مقصود ہو تو وہاں اسم تفضیل میں مطابقت ضروری ہے اور اگر مقابلے میں ترجیح بتانا مقصود ہو تو وہاں دونوں جائز ہیں مطابقت بھی جائز ہے اور مفرد بھی مطابقت کی مثالیں: جیسے زید افضل القوم، الزیدان افضلا القوم، الزیدون افضلوا القوم، هند فضلی القوم، الهندان فضلیا القوم، الهندات فضلیات القوم مفرد کی مثالیں جیسے: الزیدان افضل القوم، الزیدون افضل القوم، هند افضل القوم الخ

قانون: اگر اسم تفضیل مستعمل بالاضافت ہو تو ہم نے کہا کہ دو معنی مراد ہوتے ہیں ایک مطلقا زیادتی اور دوسرا مفضل علیہ کے مقابلے میں زیادتی۔ اگر دوسرے کے مقابلے میں زیادتی بتانا مقصود ہو تو وہاں یہ شرط ہے کہ مفضل، مفضل علیہ کے مفہوم میں داخل ہو جیسے زید افضل

القوم اس مثال میں زید، قوم میں شامل ہے لہذا اب ترجیح دینا مقصود ہے لیکن اس معنی کا اعتبار کرتے ہوئے یوسف احسن اخوتہ کہنا جائز نہیں کیونکہ اس میں مفضل، مفضل علیہ کے مفہوم میں داخل نہیں اس لئے کہ یہاں اخوۃ کی اضافت ضمیر کی طرف کی گئی ہے جو کہ یوسف کی طرف لوٹ رہی ہے لہذا یوسف، اخوۃ کا غیر ہوگا کیونکہ مضاف، مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے جب یوسف اخوۃ کا غیر ہوگیا تو اب یوسف احسن اخوتہ کی ترکیب درست نہیں ہوگی۔

والثانی ان تقصد زیادۃ مطلقة

اگر مطلقا زیادتی مقصود ہو تو پھر یوسف احسن اخوتہ کی ترکیب جائز ہے۔

والذی بمن مفرد مذکر لاغیر

وہ اسم تفضیل جو من کیساتھ مستعمل ہو وہ ہمیشہ مفرد مذکر ہی استعمال ہوگا چاہے اس کا مفضل مفرد ہو یا تثنیہ، جمع اسی طرح چاہے مذکر ہو یا مؤنث جیسے زید افضل من عمر، الزید ان، الزیدون افضل من عمرو، هند، الهندان، الهندات افضل من عمرو اسی طرح الصلاۃ خیر من النوم.

(۴) عمل

ولایعمل فی مظهر الااذا کان صفة لشئی

یہاں سے مصنفؒ اسم تفضیل کے بارے میں چوتھی چیز (یعنی اس کے عمل) کو بیان کر رہے ہیں۔
اسم تفضیل ضمیر میں مطلقا عمل کرتا ہے ضمیر میں عمل کرنے کے لئے کوئی شرط نہیں اور ضمیر میں عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسی اسم تفضیل میں ضمیر فاعل ہوگی۔

اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں اگر یہ تینوں شرائط پائی جائیں تب تو اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرے گا ورنہ نہیں۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں

(۱) اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے ایک کے لئے صفت ہو اور معنی کے اعتبار سے دوسرے کے لئے

صفت ہو

(۲) اسم تفضیل جس کے لئے واقع ہو رہا ہو (یعنی اسم تفضیل کا فاعل) وہ ایک کے اعتبار سے مفضل اور دوسرے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو۔

(۳) اسم تفضیل منفی ہو۔

مطابقی مثالیں: مارائیت رجلا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید

ترجمہ: میں نے زید جیسی خوبصورت سرمگی آنکھیں کسی کی نہیں دیکھیں

اس مثال میں اسم تفضیل منفی ہے اور اسم تفضیل احسن بظاہر رجل کی صفت ہے اور معنا الکحل کی صفت ہے اور اس میں الکحل عین زید کے اعتبار سے مفضل اور عین الرجل کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے۔

سوال:۔ یہ تینوں شرائط کیوں لگائی؟

جواب:۔ مذکورہ تین شرائط اس لئے لگائیں تا کہ فعل کے ساتھ مشابہت ہو جائے اور اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرے کیونکہ ان شرائط کی وجہ سے اسم تفضیل احسن، حسن فعل کے معنی میں ہوتا ہے اور فعل کے معنی میں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم تفضیل میں فعل کے معنی میں زیادتی پائی جاتی ہے اور قانون یہ ہے کہ اگر کلام مقید میں نفی آئے تو وہ نفی قید کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس مثال میں جب نفی نے اسم تفضیل سے زیادتی والی قید یا زیادتی والا معنی ختم کر دیا تو اب صرف حسن یعنی فعل کا معنی باقی رہ گیا۔

اعتراض:۔ اگر مذکورہ عبارت کی ترکیب اس طرح ہو کہ الکحل کو مبتدا موخر اور احسن فی عینه کو خبر مقدم بنائیں تو کیا خرابی لازم آئے گی؟

جواب:۔ اس صورت میں عامل ضعیف اور اس کے معمول کے درمیان اجنبی کا فصل لازم آتا

ہے کیونکہ الکحل جب مبتدا ہوگا تو یہ اسم تفضیل احسن کا معمول نہیں ہوگا بلکہ اجنبی ہوگا تو اب فصل آ گیا جو کہ جائز نہیں۔

ولك ان تقول احسن فی عینه الکحل من عین زید

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسم تفضیل کا اسم ظاہر میں عمل کرنا صرف مذکورہ مثال میں منحصر نہیں بلکہ مذکورہ مثال کی مختصر عبارت یوں بھی ہو سکتی ہے

مارائیت احسن فی عینه الکحل من عین زید

فان قدمت ذکر العین قلت ما رائیت کعین زید

اگر عین کو مقدم کریں اور یوں کہیں

ما رائیت کعین زید احسن فیها الکحل تو معنیٰ وہی ہوگا جو پہلی عبارت کا تھا اور ترکیب میں بھی کوئی خرابی نہیں ہوگی کیونکہ یہ ترکیب اس شعر کی طرح ہوگی۔

شعر:

مررت علی وادی السباع ولا اری　　کوادی السباع حین یظلم وادیا

اقل به رکب اتوه تایّة　　واخوف الا ما وقی الله ساریا

میں اس وادی سے گزرا جو کثرت درندوں کی وجہ سے وادی سباع کے نام سے مشہور ہے اور میں نے کوئی وادی نہیں دیکھی جس میں اس سے کم قافلے چلے جاتے ہوں اور وقوف کرتے ہوں اور چلنے سے ڈرتے ہوں جبکہ وہ وادی اندھیری ہوتی ہے ہاں جب اللہ کسی قافلے کو بچائیں۔

اس شعر میں **کوادی السباع** کو **اقل به رکب** اسم تفضیل سے مقدم کیا ہے اور رکب اقل کا فاعل ہے اور یہاں اسم تفضیل من کیساتھ مستعمل ہے اصل عبارت یوں ہے **لااری وادیا اقل به رکب منهم فی وادی السباع** تو جس طرح اس شعر میں **کوادی السباع** کو اسم تفضیل اقل سے مقدم کیا گیا ہے اسی طرح **مارائیت کعین زید احسن فیها الکحل** میں

کعین زید کو اسم تفضیل احسن سے مقدم کرنا جائز ہے۔

فائدہ: طلبہ کے فائدے کیلئے اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی دو مثالیں اور لکھی جاتی ہیں۔۱) مارأیت رجلا اکمل فی وجهه الاشراق منه فی وجه العابد الصادق۔ ۲)ما شهدت عیوننا اجمل فیها الحَوَرُ منه فی عیون الظباء۔ پہلی مثال میں الاشراق اور دوسری میں الحور فاعل ہے۔

الفعل مادل علی معنی فی نفسه مقترن باحد الازمنة الثلاثة

یہاں سے مصنفؒ فعل کے بارے میں بیان فرمارہے ہیں اس میں بھی چار چیزیں بیان ہونگی (۱)تعریف (۲)علامت فعل (۳)تقسیم (۴)اعراب

(۱)تعریف: فعل اسے کہتے ہیں جو اپنے معنی پر دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ بھی پایا جائے۔

اعتراض:۔ آپکی تعریف جامع مانع نہیں کیونکہ آپ نے فرمایا کہ فعل اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی زمانہ پایا جائے حالانکہ افعال مقاربہ جیسے عسی، کاد، کرب، اوشک وغیرہ یہ افعال تو ہیں لیکن ان میں کوئی زمانہ نہیں اور اسی طرح اسماء افعال میں زمانہ تو ہے لیکن یہ افعال نہیں؟

جواب:۔ ہماری تعریف میں ایک قید اور بھی ہے وہ یہ کہ مقترن بالوضع یعنی ان میں زمانہ وضع کے اعتبار سے ہو تو افعال مقاربہ میں وضع کے اعتبار سے زمانہ ہے لیکن بعد میں ختم ہو گیا ہے اور اسماء افعال میں وضع کے اعتبار سے زمانہ نہیں اس لئے یہ فعل نہیں۔

اعتراض:۔ آپ کی تعریف سے مضارع خارج ہو گیا کیونکہ آپ نے کہا کہ فعل وہ ہے جس میں ایک زمانہ ہو حالانکہ مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں؟

جواب:۔ دو کے ضمن میں ایک موجود ہوتا ہے لہذا ایک زمانہ پایا گیا تو ہماری تعریف سے

مضارع خارج نہیں ہوا۔

ومن خواصه دخول قد والسين وسوف والجوازم

فعل کی علامات:

یہاں سے مصنف ؒ فعل کی علامات بیان فرمارہے ہیں فعل کی علامت میں سے یہ ہے کہ

(۱) قد کا داخل ہونا۔

قد فعل کی علامت اس لئے ہے کہ قد آتا ہے فعل ماضی کو حال کے معنی میں کرنے کے لئے یا فعل کے معنی میں تحقیق کے لئے اور یا تقلیل کے لئے آتا ہے اور یہ تینوں چیزیں فعل کیساتھ خاص ہیں اس لئے قد فعل پر داخل ہوتا ہے۔

(۲) سین اور سوف کا داخل ہونا۔

یہ فعل کی علامت اس لئے ہے کہ سین استقبال قریب کے لئے اور سوف استقبال بعید کے لئے آتا ہے اور استقبال کا زمانہ فعل میں پایا جاتا ہے اس لئے یہ فعل کی علامت ہے۔

(۳) حروف جوازم کا داخل ہونا۔

یہ فعل کی علامت اس لئے ہے کہ حروف جوازم یا تو فعل کی نفی کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے لم، لما یا طلب کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے لام امر یا منع کے لئے آتے ہیں جیسے لائے نہی یا کسی شی کو فعل کیساتھ متعلق کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے حروف شرط اور یہ تمام چیزیں فعل کیساتھ خاص ہیں

(۴) آخر میں تائے تانیث ساکنہ کا لاحق ہونا۔

مصنف ؒ نے تائے ساکنہ کہہ کر تائے متحرکہ سے اعراض کیا ہے اس لئے کہ تاء متحرکہ فعل کی علامت نہیں۔ اور تاء تانیث ساکنہ فعل کا خاصہ اس لئے ہے کہ یہ عامل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے لہذا یہ اس کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جو فاعل کا تقاضہ کرے اور وہ فعل ہے

(۵) فعلتِ کی تاء یعنی ضمیر بارز مرفوع متصل، اس کی وجہ وہی ہے جو تاء ساکنہ کی ہے۔

الماضی ما دل علی زمان قبل زمانك

(۳) فعل کی تقسیم

یہاں سے مصنفؒ فعل کی تقسیم کرر ہے ہیں فعل کی تین قسمیں ہیں

(۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر

فعل ماضی کی تعریف: وہ فعل جو آپ کے زمانے سے پہلے والے زمانے پر دلالت کرے یعنی جو گذشتہ زمانے پر دلالت کرے۔

فعل ماضی کا حکم: ماضی کیساتھ اگر ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو، واو بھی نہ ہو اور نون جمع مؤنث بھی نہ ہو تو مبنی علی الفتح ہوگی جیسے ضربَ، ضربَا تثنیہ کے صیغے میں ضمیر یعنی الف متحرک نہیں اس لئے فتحہ برقرار ہے۔

المضارع ما اشبه الاسم باحد حروف نایت

فعل کی دوسری قسم فعل مضارع ہے

فعل مضارع کی تعریف: مضارع وہ فعل ہے جو اسم کیساتھ مشابہت رکھتا ہو اور اس کے شروع میں حروف نایت میں سے کوئی ایک حرف ہو جیسے اَضرب، تَضرب، یَضرب، نَضرب

فعل مضارع کی مشابہت اسم کیساتھ اس طور پر ہے کہ جس طرح کبھی اسم مشترک ہوتا ہے ایسے ہی فعل مضارع حال اور استقبال کے زمانے میں مشترک ہوتا ہے جیسے اسم مشترک کے تمام معنوں میں سے کوئی ایک معنی بعض قرائن کی وجہ سے متعین ہوتا ہے اسی طرح فعل مضارع کے معنی بھی قرائن کیوجہ سے متعین ہوتے ہیں مثلاً مضارع پر اگر سین یا سوف داخل ہو تو وہ استقبال کے معنی کیساتھ متعین ہوتا ہے۔

فائدہ: مضارع کے شروع میں چار حروف آتے ہیں الف، تاء، نون، یاء ان کو حروف نایت اور

حروف اتین کہتے ہیں۔

فالهمزة للمتكلم مفردا والنون له مع غيره

فعل مضارع کے کل چودہ صیغے ہوتے ہیں ان میں سے ایک میں ہمزہ آتا ہے اور ایک کے شروع میں نون آتا ہے چار کے شروع میں یاء آتی ہے باقی آٹھ کے شروع میں تاء آتی ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ واحد متکلم کے شروع میں ہمزہ آتا ہے جیسے اَضـــرِبُ جمع متکلم کے لئے نون جیسے نَـضـرِبُ واحد مذکر غائب، تثنیہ مذکر غائبین جمع مذکر غائبین اور جمع مؤنثہ غائبات ان چار کے شروع میں یاء آتی ہے جیسے یضرب ،یضربان ،یضربون ،یضربن

باقی آٹھ کے شروع میں تاء آتی ہے جس میں چھ مخاطب کے صیغے ہیں چاہے مذکر ہو یا مؤنث مفرد، تثنیہ ہو یا جمع اور دو صیغے واحدہ مؤنثہ غائبہ اور تثنیہ مؤنثہ غائبتین کے صیغے ہیں جیسے تضرب ،تضربان ،تضربون،تضربین ،تضربان ،تضربن ،تضرب،تضربان تو یہ کل چودہ صیغے ہوئے۔

وحروف المضارعة مضمومة فى الرباعى

وہ فعل ماضی جس کے شروع میں چار حروف ہوں (چاہے وہ ثلاثی مزید ہو یا رباعی مجرد ہو) تو اس کے فعل مضارع میں حروف اتین مضموم ہونگے اس کے علاوہ (یعنی ثلاثی مجرد یا رباعی مزید وغیرہ) میں یہ حروف مفتوح ہونگے جیسے مضموم کی مثال: اکرم سے یُکرم ،ضارب سے یُضارب، دحرج سے یُدحرج مفتوح کی مثالیں: ضرب سے یَضرب،استخرج سے یَستخرج، تدحرج سے یَتدحرج وغیرہ

ولايعرب من الفعل غيره اذا لم يتصل به نون تاكيد

یہاں سے مصنفؒ فعل مضارع کا حکم بیان فرمارہے ہیں فعل مضارع کے کل چودہ صیغوں میں سے جمع مؤنث کے دو صیغے مبنی ہیں اس کے علاوہ باقی بارہ صیغے معرب ہیں اس شرط کیساتھ کہ ان

کے آخر میں نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ نہ ہو، ورنہ وہ بھی مبنی ہونگے۔

واعرابه رفع ونصب وجزم

فعل مضارع کے تین اعراب ہوتے ہیں

(۱) رفع (۲) نصب (۳) جزم

فالصحيح المجرد عن ضمير بارز مرفوع

اعراب کے اعتبار سے فعل مضارع کی چار قسمیں ہیں

فعل مضارع کے اعراب کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھیں کہ مضارع کے کل چودہ صیغے ہوتے ہیں ان میں سے دو صیغے جمع مؤنث حاضر وغائب مبنی ہیں بقیہ بارہ صیغے رہ گئے ان بارہ صیغوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ جن کے آخر میں نون اعرابی ہو

(۲) جن کے آخر میں نون اعرابی نہ ہو۔

پہلی قسم یعنی جن کے آخر میں نون اعرابی ہو یہ کل سات صیغے ہیں چار تثنیہ کے یعنی تثنیہ مذکر ومؤنث حاضر وغائب اور دو جمع مذکر حاضر وغائب اور ایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ۔ ان کا اعراب ہر حال میں ایک ہی ہوتا ہے یعنی حالت رفع میں اثبات نون، حالت نصب وجزم میں اسقاط نون کیساتھ اور ہر حال سے مراد چاہے صحیح ہو یا معتل۔

فائدہ:۔ یادر ہے کہ نحویوں کے ہاں معتل وہ ہوتا ہے جس کے لام کلمے میں حرف علت ہو۔

مذکورہ قسم کی مثالیں:

هما يضربان، يغزوان، يرميان، يرضيان، لم يضربا، يغزوا، يرميا، يرضيا، لن يضربا، يغزوا.

دوسری قسم جن کے آخر میں نون اعرابی نہیں ہوتا اس کے پانچ صیغے ہیں واحد مذکر غائب وحاضر،

واحدہ مؤنثہ غائبہ، واحد متکلم، جمع متکلم۔ان کے اعراب تین طرح کے ہیں۔

وجہ حصر: وہ پانچ صیغے دو حال سے خالی نہیں، صحیح ہونگے یا معتل پھر معتل ہو تو معتل واوی یا یائی ہو گا اور یا معتل الفی۔ اگر صحیح ہو تو حالت رفع ضمہ لفظی کیساتھ، حالت نصب فتحہ لفظی اور جزم سکون کے ساتھ ہوگا جیسے هو یضربُ، لن یضربَ، لم یضربْ

اگر معتل واوی ہو یا یائی تو حالت رفع ضمہ تقدیری کیساتھ حالت نصب فتحہ لفظی کیساتھ اور حالت جزم سقوط لام کلمہ کیساتھ ہوگا جیسے هو یدعوُ ویرمیُ ،لن یدعوَ ویرمیَ ،لم یدعُ ویرمِ

اگر معتل الفی ہو تو حالت رفع ضمہ تقدیری کیساتھ، حالت نصب فتحہ تقدیری اور حالت جزم سقوط لام کلمہ کیساتھ ہوگا جیسے هو یرضٰی ،لن یرضٰی ،لم یرضَ

ویرتفع اذا تجرد عن الناصب والجازم

اس بات میں اتفاق ہے کہ فعل مضارع جب عوامل ناصبہ وجازمہ سے خالی ہو تو مرفوع ہوتا ہے لیکن اس کی علت میں اختلاف ہے۔

کوفیوں کے نزدیک فعل مضارع کا عوامل نواصب وجوازم سے خالی ہونا ہی مرفوع ہونے کی علامت ہے۔

بصریین کے نزدیک فعل مضارع کا اسم کی جگہ پر واقع ہونا اس کے مرفوع ہونے کی علامت ہے

بصریین کی دلیل: فعل مضارع اسم کی جگہ پر واقع ہوتا ہے اور اسم کا قوی ترین اور اعلی اعراب رفع ہے کیونکہ رفع فاعل کا اعراب ہے اور فعل کے معمولات میں سے فاعل سب سے قوی معمول ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اسم جب عوامل لفظیہ سے خالی ہو تو مرفوع ہوتا ہے۔لہذا فعل مضارع کو بھی اسم والا اعراب یعنی رفع دیدیا جیسے زید یضرب میں یضرب، ضارب کی جگہ واقع ہے لہذا جس طرح ضارب مرفوع ہے اسی طرح یضرب بھی مرفوع ہوگا۔

وينتصب بان ولن واذن وكی

فعل مضارع پر جب حروف نواصب داخل ہوں تو منصوب ہوگا حروف نواصب چار ہیں۔ان، لن، کی ،اذن

مثالیں: اريد ان اضربَك ،لن يضربَ زيد ،اسلمت كی اُدخلَ الجنة ،اتيك غدا کے جواب میں اذن اُكرمَك

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ اگر فعل مضارع پر اَنْ داخل ہو تو فعل مضارع منصوب ہوگا ہم آپ کو ایسی مثالیں دیکھاتے ہیں جہاں فعل مضارع پر ان داخل ہے لیکن اس نے نصب نہیں دیا جیسے علم اَنْ سيكونُ منكم مرضى .

جواب:۔ یہ اَنْ مصدریہ نہیں بلکہ یہ اَنْ مخفف من المثقل ہے۔اور فعل مضارع کو نصب دینے کیلئے اَنْ کا مصدریہ ہونا ضروری ہے۔

سوال:۔ وہ کون سے مقامات ہیں جہاں ان مخفف من المثقل ہوتا ہے؟

جواب:۔ اگر اَنْ سے پہلے ایسا لفظ ہو جو علم یعنی یقین پر دلالت کرتا ہو تو وہ ان مخفف من المثقل ہوتا ہے اور اس ان اور فعل کے درمیان سین ،سوف ،قد ،حرف نفی (جیسے لا ،لن ،لم) یا لو میں کسی ایک سے فصل لانا واجب ہے جیسے علم اَن سيكونُ، ليعم اَن قد ابلغوُا، افلايرون اَنْ لا يرجعُ اليهم قولا، واَنْ لو استقامُوْا.

وبان مقدرة بعد حتی ولام كی ولام الجحود

اَنْ جس طرح ملفوظ ہو کر عمل کرتا ہے اسی طرح مقدر ہو کر بھی عمل کرتا ہے اب یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو بیان کر رہے ہیں جہاں ان مقدر ہو کر عمل کرتا ہے اور وہ چھ مقامات ہیں۔

(۱) حتی کے بعد جیسے سرت حتی ادخلَ البلد

(۲)لام کی کے بعد جیسے سرت لادخلَ البلد

(۳)لام جحد کے بعد (لام جحد اسے کہتے ہیں جو کان منفی کی خبر پر داخل ہو) جیسے ماکان الله لیعذبَهم

(۴) اس فا کے بعد جو ان چھ چیزوں کے جواب میں آئے۔ (۱)امر (۲) نہی (۳)استفہام (۴)تمنی (۵)ترجی (۶)دعا (انکی مثالیں مشہور ہیں)

(۵)واو کے بعد جیسے لاتاکل السمکة وتشربَ اللبن

(۶)اور وہ او جو الی یا الا کے معنی میں ہو جیسے لالزمنك او تعطینی حقی بمعنی الی ان یا الا ان تعطینی حقی

سوال:۔ حتی، لام کی اور لام جحد کے بعد ان مقدر کیوں ہوتا ہے؟

جواب:۔ یہ تینوں حروف جارہ میں سے ہیں اور حروف جر فعل پر داخل نہیں ہوتے اس لئے ہم نے ان کے بعد اَنْ مقدر مانا تا کہ فعل مضارع بتاویل مصدر ہو اور مصدر چونکہ اسم ہوتا ہے اور حروف جارہ اسم پر ہی داخل ہوتے ہیں۔

اَنْ ملفوظ کی مثال: ارید اَن تحسنَ الی

اور کبھی نصب نون کے گرنے کی وجہ سے آتا ہے جیسے واَن تصوموا خیر لکم

والتی بعد العلم هی المخففة من المثقله

اگر علم، یعلم کے مادے کے بعد اَنْ آجائے تو وہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہوگا اَنْ مصدر یہ نہیں ہوگا جیسے علمت اَنْ سیقومُ، علمت اَنْ لایقومُ، علم اَنْ سیکونُ.

ظن کا لفظ چونکہ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے ایک مطلقا ظن یعنی گمان اور دوسرا یقین کے معنی میں اس لئے وہ اَنْ جو ظن کے بعد واقع ہو تو اس میں بھی دونوں صورتیں صحیح ہیں مطلقا ظن کا اعتبار کر کے ان مصدر یہ ناصبہ اور بمعنی یقین کا اعتبار کر کے مخفف من المثقل ہو۔

ولن مثل لن ابرح ومعنا ها نفی الاستقبال

لن چار کام کرتا ہے

(۱) نفی کا معنی دیتا ہے۔ (۲) نفی میں تاکید پیدا کرتا ہے۔ (۳) فعل مضارع کو مستقبل کے معنی میں خاص کر دیتا ہے (۴) نصب دیتا ہے

کچھ حضرات کے نزدیک لن نفی کی تابید کے لئے آتا ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نفی ثابت کرنے کے لئے۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اگر لن نفی تابید کے لئے آتا تو اللہ تعالی کے کلام میں تناقض پیدا ہوتا وہ اس طرح کہ اللہ تعالی یوسف علیہ السلام کے بھائی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ لن ابرح الارض حتی یاذن لی ابی (میں ہرگز اس وقت تک نہیں ہلونگا جب تک والد اجازت نہیں دیں گے) تو حتی آتا ہے انتہا کے لئے تو اگر لن نفی تابید کے لئے ہو تو معنی یہ ہوگا کہ میں کبھی بھی نہیں ہلوں گا اور حتی کیوجہ سے معنی ہوگا کہ ہاں جب والد اجازت دے تو ہلوں گا۔ تو کلام کے شروع اور آخر میں تناقض ہوتا، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ لن نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے تابید کے لئے نہیں۔

واذن اذا لم یعتمد مابعد ها علی ما قبلها

اذن بھی فعل مضارع کو نصب دینے کے لئے آتا ہے لیکن نصب اس صورت میں دیگا جب دو شرطیں پائی جائیں۔ ۱) ایک یہ کہ اذن کا مابعد ماقبل پر اعتماد نہ کرے یعنی مابعد ماقبل کا معمول نہ ہو اور ۲) دوسری شرط یہ ہے کہ فعل مستقبل ہو یعنی اذن کا مدخول فعل مضارع مستقبل کے معنی میں ہو حال کے معنی میں نہ ہو لہذا انا اذن احسن الیک میں احسن پر نصب پڑھنا درست نہیں بلکہ مرفوع ہی پڑھنا واجب ہے اس لئے کہ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ خبر کا عامل مبتدا ہوتا ہے تو ان کے نزدیک اس مثال میں اذن کا مابعد ماقبل کا معمول ہو جائیگا کیونکہ انا مبتدا ہے اور بعد والا جملہ خبر ہے اسی طرح بات کرنیوالے کو مخاطب کر کے اذن اظنک کا ذبا کہنا اس مثال میں اظن

مضارع کا صیغہ چونکہ حال کے معنی میں ہے اس لئے یہاں بھی اظن کو نصب دینا جائز نہیں۔

مطابقی مثال: کسی کے اسلمت کے جواب میں اذن تدخلَ الجنة کہنا، اس لئے کہ یہاں تدخل مستقبل کے معنی میں ہے کیونکہ دخول جنت حال میں نہیں مستقبل میں ہوگا اسی طرح مابعد ماقبل کا معمول بھی نہیں لہذا اس مثال میں تدخل کو منصوب پڑھیں گے۔

واذا وقعت بعد الواؤ والفاء فالوجهان

اگر اذن واؤ اور فاء کے بعد واقع ہو تو فعل مضارع پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں جیسے ان ترنی ازرك واذن احسنُ اليك کہنا رفع اس لئے جائز ہے کہ اذن نے حرف عطف کے واسطے سے ماقبل پر اعتماد کیا ہے اور نصب اسلئے جائز ہے کہ یہ اعتماد ضعیف ہے لہذا اس کا اعتبار صحیح نہیں کیونکہ معطوف معطوف علیہ میں معطوف سے قطع نظر معطوف علیہ پر بات مکمل ہوتی ہے معطوف کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے جاء زيد وعمرو میں اگر عمرو نہ بھی کہا جائے تب بھی معنی میں کوئی خرابی نہیں آتی ۔ اس طرح کی مثال قرآن مجید میں بھی ہے جیسے واذن لا يلبثوا خلافك یہاں لايلبثوا اذن کی وجہ سے منصوب ہے

وكى مثل اسلمت كى ادخل الجنة

کی کے بعد بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے اور اس کا مابعد ماقبل کیلئے سبب ہوتا ہے جیسے اسلمت کی اُدخلَ الجنة اس مثال میں اسلام لانا سبب ہے دخول جنت کیلئے۔

وحتىٰ اذا كان مستقبلاً بالنظر الىٰ ماقبلها

حتی کے بعد بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے لیکن اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔

۱) فعل مضارع حکایۃً مستقبل ہو یعنی ماقبل کے اعتبار سے مستقبل ہو چاہے حقیقتاً مستقبل ہو یا نہ ہو یعنی زمانہ تکلم کے اعتبار سے ماضی ہو یا حال یا مستقبل۔

۲) اور دوسری شرط یہ ہے کہ حتی، کی یا الیٰ کے معنی میں ہو۔ جیسے اسلمت حتی اُدخلَ

الجنۃ، یہ وہ مثال ہے جہاں فعل مضارع حقیقتاً مستقبل کے معنی میں ہے اور حتی کی کے معنی میں ہے۔ وکنت سرت حتی ادخل البلد یہ وہ مثال ہے جہاں فعل مضارع حکایۃً مستقبل کے معنی میں ہے اور حتیٰ الیٰ اور کی دونوں کے معنی میں ہوسکتا ہے۔ اسیر حتی تغیبَ الشمس یہ وہ مثال ہے جہاں فعل مضارع حقیقتاً مستقبل کے معنی میں ہے اور یہاں حتیٰ الیٰ کے معنی میں ہے۔

فان اردت الحال تحقیقاً او حکایۃً

یہاں سے مصنفؒ ایک قانون بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر حتیٰ کا مابعد زمانہ حال ہو (حقیقتاً ہو یا حکماً) اور حتی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتو اس صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا اور بعد والا فعل مضارع مرفوع ہوگا۔ ابتدائیہ کا مطلب یہ ہے کہ حتیٰ سے نیا کلام شروع ہوگا اور جیسے مرض حتی لا یرجونہ (وہ بیمار ہوگیا یہاں تک کہ اس کی امید ختم ہوگئی) اس مثال میں لا یرجونہ فعل مضارع سے زمانہ حال مراد ہے اور حتی کا ماقبل یعنی مرض مابعد کے لئے سبب بھی ہے لہٰذا اس مثال میں حتیٰ ابتدائیہ ہوگا جارہ یا عاطفہ نہیں ہوگا اسلئے فعل مضارع یرجونہ مرفوع ہے۔

سوال:۔ یہاں ان کو مقدر کیوں نہیں مانتے؟

جواب:۔ اَنْ اس فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے جو استقبال کے معنی میں ہو یہاں حال کے معنی میں ہے لہٰذا یہاں اَنْ مقدر نہیں ہوسکتا۔

فائدہ:۔ حتی جارہ ابتدائیہ اور عاطفہ میں فرق:

حتی ابتدائیہ کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے، حتی عاطفہ کا مابعد (یعنی معطوف) قوی یا ضعیف ہوتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ۔ اوران دونوں کے علاوہ حتی جارہ ہوتا ہے۔

....

ومن ثم امتنع الرفع فی کان سیری حتی ادخلها فی الناقصة

اور اس وجہ سے کہ حتی کے مدخول سے جب حال کا ارادہ کیا جائے تو حتی ابتدائیہ ہوتا ہے اور حتی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے۔ کان سیری حتی ادخلها میں کان کو ناقصہ مان کر ادخلها کو مرفوع پڑھنا درست نہیں اسی طرح اَسِرتَ حتی تدخلها میں تدخل کو مرفوع پڑھنا درست نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر کان سیری حتی ادخلها میں ادخلها کو مرفوع پڑھیں تو حتی ابتدائیہ ہوگا اور حتی ابتدائیہ کے مابعد کا ماقبل سے ترکیب کے اعتبار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لہٰذا فعل ناقص بلاخبر کے رہ جائے گا کیونکہ کان فعل ناقص سیری اس کا اسم ہوگا اور خبر نہیں لہٰذا اس قباحت سے بچنے کے لئے ہم فعل مضارع کو حال کے معنی میں نہیں مانتے جب حال کے معنی میں نہیں ہے تو حتیٰ ابتدائیہ نہیں ہوگا جب حتیٰ ابتدائیہ نہیں تو فعل مرفوع نہیں ہوگا بلکہ حتیٰ کے بعد ان مقدر ہوگا اور فعل مضارع منصوب ہوگا اور پھر یہ پورا جملہ کان کی خبر ہوگا ہاں اگر کان تامہ ہو تو پھر حتی کو ابتدائیہ ماننا درست ہے کیونکہ اس صورت میں خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ کان تامہ خبر کا محتاج نہیں ہوتا۔

اسِرتَ حتی تَدخلَها (کیا آپ چلے؟ یہاں تک کہ آپ شہر میں داخل ہو گئے) میں بھی حتی ابتدائیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں کلام میں خرابی پیدا ہوگی وہ اسطرح کہ حتی ابتدائیہ کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے جبکہ یہاں سبب نہیں بن سکتا اسلئے کہ یہاں حتی کے ماقبل سرت پر ہمزہ استفہامیہ داخل ہے جس سے معلوم ہوا کہ سیر میں شک ہے تو جب سیر کے وقوع میں شک ہے تو دخول بلد کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے ورنہ سبب مشکوک اور مسبب یعنی حکم متعین ہوگا اور یہ صحیح نہیں جب یہ صحیح نہیں تو حتی ابتدائیہ نہیں۔ جب ابتدائیہ نہیں تو فعل مضارع مرفوع نہیں ہوگا بلکہ حتی کے بعد ان مقدر مانیں گے اور فعل مضارع منصوب ہوگا۔

و جاز فی التامۃ کان سیری حتی ادخلُها

اگر کان ناقصہ نہ ہو بلکہ تامہ ہو تو مذکورہ مثال میں حتیٰ ابتدائیہ ہوگا اسلئے کہ کان تامہ خبر کا تقاضا نہیں کرتا جب حتی ابتدائیہ ہے تو فعل مضارع مرفوع ہوگا اور حتی کے بعد ان کو مقدر نہیں مان سکتے۔

وایھم سار حتی یدخُلُھا

اس مثال میں حتی ابتدائیہ ہے اور فعل مضارع مرفوع ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ اسرتَ حتی تدخلھا میں ہمزہ استفہامیہ کی وجہ سے سبب مشکوک ہے اسلئے حتی ابتدائیہ نہیں ہوسکتا تو اس مثال میں بھی ایھم استفہام کے لئے ہے تو یہاں بھی سبب میں شک پایا گیا لہٰذا اس مثال میں بھی حتی ابتدائیہ نہیں ہونا چاہئے؟

جواب:۔ یہاں شک فعل میں نہیں بلکہ افراد میں ہے جبکہ پہلے والی مثال میں فعل میں شک تھا جس کی وجہ سے سبب مشکوک تھا اور یہاں ایسا نہیں اسلئے یہ مثال صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں یہ تو معلوم ہے کہ سیر پایا گیا ہے لیکن یہ متعین نہیں کہ کس فرد سے پایا گیا ہے زید سے یا بکر وغیرہ سے۔

ولام کی مثل اسلمت لا دخل الجنۃ

لام کی کے بعد بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے جیسے اسلمت لا دخل الجنۃ اور یہ اسلئے کہ لام کی حقیقت میں حرف جر ہے اور حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا اسلئے اس کے بعد ان مقدر مانا جاتا ہے تاکہ ان فعل مضارع کو مصدر بنادے اور حرف جر کا فعل پر داخل ہونا لازم نہ آئے۔

ولام الجحود لام تاکید بعد النفی

لام جحد جو کان کے بعد تاکید کیلئے آتا ہے اس لام کے بعد بھی ان مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے جیسے وما کان اللہ لیعذبھم اور اس کی وجہ بھی وہی ہے جو لام کی میں گزری۔

والفاء بشرطین احدهما السببیة والثانی......

فاء کے بعد بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے لیکن دو شرطوں کے ساتھ۔

۱) فاء کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو۔

۲) وہ فاء ان چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو۔امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی، عرض

امر کی مثال: **زرنی فاکرمَك** تقدیری عبارت یوں ہے **لیکن منك زیارة فاکرام منی**۔

نہی کی مثال: **لاتشتمنی فاکرمك، ولا تطغوا فیحلَّ علیکم غضبی** تقدیری عبارت یوں ہے **لایکن منك شتم فاکرام منی**۔

استفہام کی مثال: **هل عندکم ماء فاشربَه** تقدیری عبارت **هل یکون منکم ماء فشرب منی**

نفی کی مثال: **ماتاتینافتحدثنا، لایقضی علیهم فیموتوا** تقدیری عبارت **لیس منك اتیان فتحدیث منی**

تمنی کی مثال: **لیت لی مالاً فانفقَه، یالیتنی کنت معهم فافوزَ فوزاً عظیماً** تقدیری عبارت **لیت لی ثبوت مالٍ فانفاق منی**

فائدہ:۔ یہ تمنی کی وہ مثال ہے جہاں حقیقت میں حروف تمنی ہے لیکن کبھی لعل بھی تمنی کے معنی میں آتا ہے اور وہاں بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لعلی ابلغ الاسباب اسباب السمٰوات فاطلعَ**

اس آیت میں لعل تمنی کے معنی میں ہے اور ماقبل مابعد کے لئے سبب ہے جس کی وجہ سے فاء کے بعد ان مقدر ہے اور فعل مضارع منصوب ہے۔

عرض کی مثال: **الاتنزل بنا فتصیبَ خیراً** تقدیری عبارت: **الا یکون منك نزول فاصابة خیر منی**۔

کبھی تخفیف کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جیسے لولا انزل علیه ملك فیكون معه نذیرا۔

والواؤ بشرطین الجمعیة وان یكون قبلها مثل ذلك

جیسے فاء کے بعد ان مقدر ہو کر مضارع کو نصب دیتا ہے ایسے ہی واؤ کے بعد بھی ان مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے دو شرطوں کے ساتھ۔

۱) جمعیت یعنی واؤ کا ماقبل مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو۔

۲) اور واؤ فاء کی طرح چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو جیسے امر کی مثال: زرنی واكرمك تقدیری عبارت لتجتمع الزیارة والاكرام.

نہی کی مثال: لاتاكل السمك وتشربَ اللبن تقدیری عبارت: لایجتمع منك اكل السمك مع شرب اللبن۔

اس طرح باقی مثالوں کو بھی اسی پر قیاس کرلیں۔

واو بشرط معنی الی او الا ان

اور وہ او جو الیٰ یا الا کے معنی میں ہو اس کے بعد بھی ان مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے جیسے لالزمنّك او تعطینی حقی اس مثال میں سیبویہ کے نزدیک او الّا کے معنی میں ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے لالزمنك الاان تعطینی حقی یعنی لالزمنك فی جمیع الاوقات الا وقت ان تعطینی حقی۔

اور اس کے علاوہ دوسرے حضرات کے نزدیک او، الی کے معنی میں ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے لالزمنك الی ان تعطینی حقی یعنی لالزمنك الی اعطائك حقی

تنبیہ: جاننا چاہئے کہ یہ او الیٰ ان یا الا ان کے معنی میں نہیں ہوتا بلکہ صرف الی یا الا کے معنی میں ہوتا ہے اور ان کو اس کے بعد مقدر مانا جاتا ہے۔

والعاطفة اذا كان المعطوف عليه اسماً

اگر معطوف علیہ اسم ہو اور معطوف فعل مضارع ہو تو یہاں اس حرف عطف کے بعد بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے چاہے حرف عطف فا ہو یا واؤ یا ثم وغیرہ جیسے اعجبنی ضَربُكَ زیداً وتشتمَ او فتشتمَ او ثم تشتمَ

اعتراض:۔ معطوف علیہ کے لئے اسم ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اسلئے کہ جب معطوف علیہ اسم ہوگا تو فعل مضارع کا اسم پر عطف صحیح نہیں ہوگا کیونکہ فعل کا عطف اسم پر درست نہیں جب فعل کا عطف اسم پر درست نہیں ہوگا تو تقدیراً ان کی وجہ سے فعل مضارع بتاویل مصدر اسم ہوگا۔

ویجوز ان مع لام کی والعاطفة

یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو بیان فرما رہے ہیں جہاں ان کو مقدر کرنا اور ظاہر کرنا دونوں جائز ہیں۔

لام کی کے بعد ان کو مقدر کرنا اور ظاہر کرنا دونوں جائز ہوں جیسے اسلمت لادخلَ الجنة، اسلمت لان ادخلَ الجنة

ایسے ہی لام زائدہ کے بعد بھی دونوں جائز ہیں جیسے امرت لاعدل بینکم اور اردت لان تقوم

فائدہ:۔ لام زائدہ اسے کہتے ہیں جو فعل اَمَرَ یَاْمُرُ اور اراد یرید کے بعد واقع ہو اور حرف عاطفہ کے بعد بھی ان کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسے اعجبنی ضربك وان تشتمك۔

ویجب مع لا فی اللام علیها

ان سے پہلے لام کی ہو اور بعد میں لا نافیہ تو ان کو ظاہر کرنا واجب ہے تاکہ دو لام جمع نہ ہو جائیں ایک لام کی اور دوسرا لام نافیہ جیسے لئلا یعلمَ اهل الکتاب۔

وینجزم بلم ولما ولام الامر ولافی النھی

چار حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں اور وہ چار حروف یہ ہیں لم، لما، لام امر، لائے نہی

جیسے لم یضربْ ، لما یضربْ، لِیضربْ، لاتَضربْ

وکلم المجازات وھی ان و مھما واذاما

کلمات مجازات یعنی اسمائے شرط اور حروف شرطیہ بھی فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں۔

اعتراض:۔ مصنفؒ نے کلم المجازات کیوں کہا؟

جواب:۔ تا کہ یہ اسماء شرط اور حروف شرط دونوں کو شامل ہو جائے۔ کیونکہ ان میں بعض حروف ہیں اور بعض اسماء۔

ان کلم المجازات میں سے گیارہ ہمیشہ فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اِنْ ، مھما، انما، حیثما، این، متی، ما ، مَن ، ای، انّٰی، ایّان

واما مع کیفما واذا فشاذٌ

کیفما اور اذا کا فعل مضارع کو جزم دینا شاذ ہے کیونکہ کیفما احوال کے لئے آتا ہے مثلاً ہم یوں کہیں کیفما تقرأ اقراء تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس حال میں اور جس کیفیت سے تو پڑھے گا بالکل اسی طرح میں پڑھوں گا اور یہ ممکن نہیں لہذا یہ شرط کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا اور یہ کلمات شرط کے معنی کی وجہ سے ہی عمل کرتے ہیں جب شرط کے معنی فوت ہو گئے تو عمل بھی درست نہیں ہوگا۔

اور اذا کے بعد جزم اسلئے شاذ ہے کہ اس کے علاوہ باقی گیارہ حروف شرط اِنْ شرطیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اسلئے کہ ان بھی شک کے لئے آتا ہے اور یہ بھی شک کیلئے آتے ہیں جبکہ اذا یقین کے لئے آتا ہے اس وجہ سے اس کی مشابہت اِنْ شرطیہ کے ساتھ ضعیف ہے اس لئے اذا عمل نہیں کرتا۔

وبان مقدرة

جیسے اِنْ ملفوظ فعل مضارع کو جزم دیتا ہے ایسے ہی ان مقدر بھی جزم دیتا ہے (اس کی تفصیل آگے آئے گی انشاءاللہ)

فلم لقلب المضارع ماضياً و نفيه

یہاں سے مصنفؒ حروف جوازم کی تفصیل بیان کر رہے ہیں لم اور لما دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں جیسے لم يضرب، لما يضرب

لیکن لم اور لما میں چار فرق ہیں۔

۱) لما نفی استغراق کے لئے آتا ہے۔ لما اضربُ (میں نے ابھی تک نہیں مارا) اور لم مطلق نفی کے لئے آتا ہے لم اضربُ (میں نے نہیں مارا)

۲) لما کے بعد فعل کا حذف کرنا جائز ہے اور لم کے بعد فعل کا حذف کرنا جائز نہیں۔ جیسے شارفت المدينة ولما کہنا درست ہے لیکن شارفت المدينة ولم کہنا درست نہیں۔

۳) لم کے اوپر ادوات شرط کا داخل کرنا جائز ہے جبکہ لما پر داخل کرنا جائز نہیں جیسے من لم يشكر الناس لم يشكر الله کہنا درست ہے اور من لما يشكر الناس کہنا درست نہیں۔

۴) لما کے بعد اکثر فعل متوقع ہوتا ہے (یعنی جو ابھی تک ہوا نہ ہو لیکن ہونے کی امید ہو) جیسے قدم الامير ولما يركب اور لم میں اس طرح نہیں ہوتا۔

ولام الامر المطلوب بها الفعل

لام امر جس سے فعل مطلوب ہوتا ہے جیسے لِيضربْ اسمیں ضرب کا فعل مطلوب ہے۔

وهي مكسورة ابداً

لام امر ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے تاکہ لام امر اور لام ابتداء میں فرق واضح ہو، البتہ واؤ، ثم اور فاء کے بعد یہ لام ساکن بھی ہوتا ہے۔ جیسے ثم ليقضوا تفثهم، ولْتأت طائفة

اخری، لم یصلوا فلیصلوا.

ولا النهی المطلوب بها الترك

اور لائے نہی جس سے ترک فعل مقصد ہوتا ہے اس کے بعد بھی فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے اور یہ معروف، مجہول، مخاطب، غائب اور متکلم یعنی سب صیغوں پر داخل ہوتا ہے جیسے لاتضرب ، لا یضرب...... الخ

وکلم المجازاۃ تدخل علی الفعلین...... الخ

کلم المجازات دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں ایک شرط کہلاتا ہے اور دوسرا جزاء، انمیں سے پہلا (شرط) سبب ہوتا ہے اور دوسرا (جزاء) مسبب ہوتا ہے۔

فان کان مضارعین اوالاول فالجزم...... الخ

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ کہاں شرط اور جزاء مجزوم ہوں گے اور کہاں نہیں۔ اسکی کل چار صورتیں بنتی ہیں۔

۱) شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں۔ إنْ تضربْ اضربْ

۲) دونوں مضارع نہ ہوں۔ ان ضربتَ ضربتُ

۳) شرط مضارع ہو جزاء مضارع نہ ہو۔ إن تضربْ فقد ضربتُ

۴) جزاء مضارع ہو اور شرط مضارع نہ ہو۔ ان ضربتَ اضربْ، اضربُ

ان میں پہلی دونوں صورتوں میں جزم دینا واجب ہے تیسری صورت میں شرط کو جزم دینا واجب ہے جیسے ان تضربْ فقد ضربت چوتھی صورت میں جزاء یعنی فعل مضارع کو جزم دینا نہ دینا دونوں جائز ہیں جیسے ان ضربت اضربْك ، اضربُك

دوسری صورت میں چونکہ فعل مضارع ہے ہی نہیں اسلئے اس کو جزم دینا ممکن ہی نہیں۔

فائدہ:۔ چوتھی صورت میں حرف شرط کو عمل نہ دینا اسلئے جائز ہے کہ حرف شرط اور جزاء یعنی

معمول کے درمیان فعل ماضی کا فصل آگیا ہے لہٰذا عمل دینا اور نہ دینا دونوں جائز ہیں۔

واذا کان الجزاء ماضیاً ......

جزاء پر کبھی فاء داخل ہوتا ہے اور کبھی نہیں یہاں سے مصنفؒ یہ ضابطہ بیان فرمارہے ہیں کہ کہاں جزاء پر فاء داخل ہوتا ہے اور کہاں نہیں۔ فاء کے داخل ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے جزاء کی تین قسمیں ہیں۔

۱) فاء کا داخل کرنا جائز نہ ہو۔

۲) داخل کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہوں۔

۳) داخل کرنا واجب ہو۔

۱۔ اگر جزاء فعل ماضی ہو اور اس پر قد داخل نہ ہو تو اس صورت میں جزاء پر فاء داخل کرنا جائز نہیں اور فعل ماضی عام ہے چاہے حقیقتاً ہو جیسے ان اکرمتنی اکرمتك یا ماضی حکمی ہو جیسے ان اکرمتی لم اضربك کیونکہ فعل مضارع پر جب لم داخل ہو تو وہ ماضی کے حکم میں ہوتا ہے اور ماضی پر قد کا داخل نہ ہونا بھی عام ہے نہ حقیقتاً داخل ہو اور نہ حکماً داخل ہو۔ تو اس صورت میں جزاء پر فاء کا داخل کرنا نا جائز ہے لہٰذا ان ضربتَ فضربتُ اور ان اکرمتنی فلم اضربك کہنا درست نہیں اور اگر ماضی پر قد داخل ہو حکماً یا حقیقتاً تو پھر جزاء پر فاء کا داخل کرنا واجب ہے۔

۲۔ وان کان مضارعاً مثبتاً او منفیاً......

اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو یا منفی لیکن منفی لا کیساتھ ہو تو وہاں فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں صحیح ہیں جیسے مضارع مثبت کی مثال: ان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن الله ، ومن عاد فینتقم الله منه.

اور نفی کی مثال: ''فمن یؤمن بربه فلا یخاف بخسا'' اور ان تدعوهم

لا یسمعوا دعائکم.

۳۔ اوراگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو پھر فاء کالانا واجب ہے یعنی اگر جزاء جملہ اسمیہ ہو یا امر ہو یا نہی ہو یا استفہام ہو یا مضارع منفی ہو لیکن ما کے ساتھ یا لن کے ساتھ ہو یا تمنی ہو یا عرض ہو یا مضارع کے شروع میں حرف تنفیس (سین یا سوف) ہو یا ماضی ہو مگر قد ملفوظ یا مقدر ہو تو ان تمام صورتوں میں جزاء پر فاء کا داخل کرنا واجب ہے۔

ماضی قد ملفوظ کی مثال: **ان یسرق فقد سرق** ، ماضی قد محذوف کی مثال: **ان کان قمیصه قد من دبر فکذبت وهو من الصادقین ای فقد کذبت**

جملہ اسمیہ کی مثال: **ان یمسسك بخیر فهو علیٰ کل شئی قدیر۔**

امر کی مثال: **ان تکرمنی فلا یشتمك احدٌ۔**

دعا کی مثال: **ان تکرمنی فاکرمك الله.**

مضارع منفی بما کی مثال: **ان لم لیضربك فما تضربه.**

مضارع منفی بلن کی مثال: **وما یفعلوا من خیر فلن یکفروا**

حرف تنفیس کی مثال: **ومن یقاتل فی سبیل الله فیقتل او یغلب فسوف نوتیه اجراً عظیماً۔**

ویجئ اذا مع الجملة الاسمیة موضع الفاء

جزاء پر جو فاء داخل ہوتی ہے اس فاء کی جگہ کبھی اذا مفاجاتیہ بھی داخل ہوتا ہے جبکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے **وان تصبهم سیئة بما قدمت ایدیهم اذا هم یقنطون ای فهم یقنطون۔**

وإنْ مقدرة بعد الامر والنهی..........

پانچ مقامات پر ان مقدر ہو کر فعل مضارع کو جزم دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس فعل مضارع میں ماقبل کیلئے مسبب بننے کی صلاحیت ہو اور سببیت کا قصد بھی کیا گیا ہو جیسا کہ آنے والی مثالوں

سے ظاہر ہے اور وہ پانچ مقامات یہ ہیں۔ امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض،

امر کی مثال: زرنی اکرمْك، اسلِمْ تدخلُ الجنة.

فائدہ:۔ یہ جواب جو مجزوم ہوتا ہے اس کو جزم اِنْ شرطیہ دیتا ہے جو مع شرط محذوف ہوتا ہے

جیسے اسلم تدخل الجنة ای ان تسلمْ تدخل الجنة.

نہی کی مثال: لاتکفر تدخلُ الجنة تقدیری عبارت ان لا تکفر تدخل الجنة ہے۔

استفہام کی مثال: هل عندکم ماء اشربُه ای ان یکن ماء اشربه

تمنی کی مثال: لیت لی مالافانفقُه ای ان یکن مالا فانفقه

عرض کی مثال: الا تنزلُ تصب خیرا ای ان تنزل تصب خیرا۔

وامتنع لا تکفر تدخل النار

اس میں جمہور اور امام کسائی کا اختلاف ہے جمہور نحاۃ کے نزدیک یہ عبارت درست نہیں کیونکہ اس کی تقدیری عبارت ان لا تکفر تدخل النار ہے۔ اور عدم کفر دخول نار کا سبب نہیں ہوتا بلکہ دخول جنت کا سبب ہوتا ہے اسوجہ سے لا تکفر تدخل النار کہنا صحیح نہیں امام کسائی کے نزدیک اس کی تقدیری عبارت ان تکفر تدخل النار ہے اور کفر دخول النار کا سبب ہوتا ہے اسلئے امام کسائی کے نزدیک یہ مثال درست ہے۔

فائدہ:۔ اگر مذکورہ پانچ مقامات میں پہلے والا اسم دوسرے کیلئے سبب نہ ہو تو فعل مضارع مرفوع ہوگا اور یہ فعل مضارع یا صفت واقع ہوگا یا حال جیسے اللہ کا ارشاد ہے فهب لی من لدنك ولیا، یرثنی و یرث من ال یعقوب اس میں یرث ولیا کی صفت ہے۔ فذرهم فی طغیانهم یعمهون اس میں یعمھون طغیانھم کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔

الامر صیغة یطلب بها الفعل ....

فعل کی تین قسموں میں سے دو کا بیان ہو چکا ہے اب تیسری قسم امر کا بیان ہو رہا ہے۔

امر کی تعریف: امر وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے حرف مضارع کو حذف کرنے کے ساتھ۔

فوائد قیود:۔ صیغة یطلب بها الفعل یہ جنس ہے جس میں غائب مخاطب متکلم سب شامل ہیں فاعل فصل اول ہے اس سے امر مجہول خارج ہوگیا کیونکہ مجہول کے ذریعے مفعول سے فعل کا طلب ہوتا ہے۔ المخاطب یہ فصل ثانی ہے اس سے غائب اور متکلم خارج ہو گئے بحذف حرف المضارعة یہ فصل ثالث ہے اس سے وہ اسماء وافعال جو امر کے معنی میں ہوں وہ خارج ہو گئے جیسے روید بمعنی امهل اور صهٍ بمعنی اسکت۔

وحكم آخره حكم المجزوم

امر کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر مجزوم ہوتا ہے اس میں اتفاق ہے کہ امر متکلم اور غائب معرب ہوتے ہیں لیکن امر حاضر کے بارے میں نحاۃ کا اختلاف ہے

بصریوں کے نزدیک امر حاضر مبنی علی السکون ہوتا ہے البتہ اس کا آخر سکون ہونے کے اعتبار سے مضارع مجزوم جیسا ہوتا ہے یعنی کبھی جزم حرف علت گرنے کے ساتھ اور کبھی نون تثنیہ وجمع کے گرنے کے ساتھ اور کبھی سکون کے ساتھ۔

کوفیوں کے نزدیک یہ معرب ہے اور اس کا آخر مجزوم ہوتا ہے مصنفؒ نے حکم المجزوم (یعنی امر کے آخر کا حکم مجزوم کی طرح ہے) کہہ کر بصریوں کے مذہب کو ترجیح دی ہے ورنہ اگر کوفیوں کے مذہب کو ترجیح دینا ہوتا تو یوں کہتے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر مجزوم ہوگا، اس سے بچنے کے لئے مذکورہ عبارت ذکر کی ہے۔

فان كان بعده ساكن وليس رباعي ذات همزة

یہاں سے مصنفؒ فعل مضارع سے امر بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔

قاعدہ:۔ حرف مضارع کے بعد والا حرف ساکن ہوگا یا متحرک، اگر متحرک ہو تو حرف مضارع

کو حذف کرنے کے بعد صرف آخری حرف کو جزم دینے سے امر بن جائے گا جیسے تَـعِـدُ سے عِدْ، تُضَارِبُ سے ضَارِبْ، تُكْرِمُ سے اَكْرِمْ (تُكْرِمُ اصل میں تُأَكْرِمُ تھا، باب افعال) اور اگر بعد والا حرف متحرک نہ ہو بلکہ ساکن ہو تو بعد والا حرف اگر مضموم ہو تو شروع میں ہمزہ وصلی مضموم لائیں گے اگر بعد والا حرف مفتوح یا مکسور ہو تو ہمزہ وصلی مکسور لائیں گے۔

ہمزہ وصلی مضموم لانے کی مثال: ینصر سے اُنصر

ہمزہ وصلی مکسور لانے کی مثال: یضرب سے اِضرب یعلم سے اِعلم

(فائدہ: امر بنانے کا قاعدہ صرف کی کتابوں میں دیکھا جائے)

فعل مالم یسمی فاعله هو ما حذف فاعله

یہاں سے مصنفؒ فعل کی دوسری قسم شروع کر رہے ہیں۔ فعل کی دو قسمیں ہیں معلوم اور مجہول فعل مجہول کا دوسرا نام فعل مالم یسم فاعلہ ہے اس میں مـا سے مراد مفعول ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے فعل المفعول الذی لم یذکر فاعله۔

فان کان ماضیاً ضم اوله وکسر ما قبل آخره

یہاں سے مصنفؒ فعل مجہول بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں پہلے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ بیان کیا اور بعد میں مضارع مجہول بنانے کا طریقہ بیان کیا۔ فعل ماضی معلوم سے مجہول بناتے ہوئے پہلے حرف کو ضمہ اور آخر سے ماقبل کو کسرہ دیں گے اگر کسرہ پہلے سے موجود نہ ہو جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ اگر ماضی کے شروع میں ہمزہ وصلی ہو تو تیسرے حرف کو بھی ضمہ دیا جائے گا جیسے اَكْتَسَبَ سے اُكْتُسِبَ، اِنْطَلَقَ سے اُنْطُلِقَ اور اگر ماضی تا کے ساتھ ہو تو پہلے حرف کے ساتھ دوسرے حرف کو بھی ضمہ دیں گے جیسے تصرف سے تُصُرِّفَ، تدحرج سے تُدُحرِجَ تجاهل سے تُجُوهِلَ

خوف اللبس

ان تین ابواب (تفعل، تفاعل، تفعلل جن کے ماضی کے شروع میں تاء آتی ہے) کے ماضی مجہول میں حرف ثانی کو اس لئے ضمہ دیا جاتا ہے تا کہ ان کی تفعیل، مفاعلہ اور فعللہ کے مضارع معلوم کے صیغوں سے التباس لازم نہ آئے جیسے تُصَرِّفُ تُضارِبُ تُدَحرِجُ چونکہ ان تینوں ابواب کا حرف ثانی مضموم نہیں ہوتا لہٰذا اب التباس لازم نہیں آئے گا۔

ومعتل العين الافصح قيل وبيع

معتل العین کے ماضی مجہول میں تین لغات ہیں

(۱) قیل، بیع پڑھنا اور یہی افصح لغت ہے

(۲) اشمام کیساتھ پڑھنا یعنی قیل اور بیع کو اس طرح پڑھنا کہ فاء کلمہ میں ضمہ کی بو، عین کلمہ میں واو کی بو محسوس ہو یہ صورت جائز ہے

(۳) ان کو واو سے تبدیل کر کے قول، بوع پڑھنا بھی صحیح ہے مگر یہ ضعیف ہے۔

ومثله باب اختير وانقيد دون استخير واقيم

معتل العین اگر باب افتعال اور انفعال سے ہو تو اس میں بھی ماقبل کی طرح تین لغات جاری ہوتی ہیں لیکن باب افعال اور استفعال کے اندر یہ تین لغات جاری نہیں ہوتی جیسے اختیر، انقید

وان كان مضارعاً ضم اوله وفتح ماقبل

یہاں سے مصنفؒ نے مضارع مجہول کا طریقہ بیان کیا ہے۔ فعل مضارع کے حروف اتین کو ضمہ اور آخر سے ماقبل کو فتحہ دیں گے اگر پہلے سے موجود نہ ہو جیسے یُضرَب، یُکرَم، یُستخرَج، یُلتزَم، یُتدحرَج اور اگر معتل العین ہو تو عین کلمہ کو الف سے تبدیل کریں گے یقال، یباع، یختار، ینقاد، یستخار، یقام

فالمتعدی ما یتوقف فهمه علی متعلق

یہاں سے فعل کی دوسری تقسیم ذکر کی ہے فعل کی دوقسمیں ہیں (۱) متعدی (۲) غیر متعدی اس کو لازم بھی کہتے ہیں

فعل لازم کی تعریف: فعل لازم وہ فعل ہے جس کی بات فاعل پر مکمل ہو جائے اور اس کا سمجھنا متعلقات فعل پر موقوف نہ ہو جیسے قعد ،قام

فعل متعدی کی تعریف: فعل متعدی وہ فعل ہے جس کا سمجھنا متعلقات پر موقوف ہو جیسے ضرب

پھر فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) فعل ایک مفعول کی طرف متعدی ہو جیسے ضرب زیدٌ عمرا

(۲) دومفعولوں کی طرف متعدی ہو اور ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو جیسے اعطیت زیداً درھما یہاں اعطیت زیدا کہنا اور اعطیت درھما کہنا بھی جائز ہے

(۳) دومفعولوں کی طرف متعدی ہو لیکن ایک پر اقتصار جائز نہ ہو جیسے علمت زیداً فاضلاً

(۴) تین مفعولوں کی طرف متعدی ہو جیسے اعلم اللہُ زیدا عمرا فاضلا

اس چوتھی قسم میں اعلم اور اری اصل ہیں اسکے علاوہ کئی اور افعال بھی ہیں جو تین مفاعیل کا تقاضہ کرتے ہیں مگر وہ اصل نہیں بلکہ وہ اعلم اور اری کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور وہ افعال یہ ہیں انبا ،نبّاَ ،اخبر ،خبّر ،حدّث

ھذہ مفعولھا الاول کمفعول اعطیت والثانی والثالث

وہ مفاعیل جو تین مفعولوں کو چاہتے ہیں ان کا پہلا مفعول باب اعطی کے مفعول کی طرح ہے یعنی اس کو حذف کرنا بھی جائز ہے اور دوسرا اور تیسرا مفعول باب علمت کے مفعول کی طرح ہے یعنی ان دونوں میں سے ایک کو حذف کرنا اور ایک کو باقی رکھنا جائز نہیں ہاں ان دونوں کو اکٹھے حذف

کرنا درست ہے اس لئے کہ اس کے آخری دونوں مفعول افعال قلوب کے دونوں مفعولوں کی طرح ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا اسی طرح یہاں پر بھی یہی حکم جاری ہوگا۔

فائدہ:۔ فعل لازم سے متعدی بنانے کا طریقہ

فعل لازم کو پانچ طریقوں سے متعدی بنایا جاسکتا ہے

(۱) اس فعل کو باب افعال پر لے جائیں جیسے ذھبت سے اَذھبتہ

(۲) باب تفعیل پر لے جائیں جیسے فَرِحَ سے فرّحتہ

(۳) باب مفاعلہ پر لے جائیں جیسے مشی سے ماشیتہ

(۴) باب استفعال پر لے جائیں جیسے خرج سے استخرج

(۵) حرف جر داخل کریں جیسے ذھبت سے ذھبت بزید

فائدہ:۔ فعل متعدی کو لازم بنانے کی دو صورتیں ہیں

(۱) باب انفعال پر لے جائیں جیسے قطع (کاٹا) سے انقطع (کٹا)

(۲) باب تفعلل پر لے جائیں جیسے دحرجہ (لڑھکانا) سے تدحرج (لڑھکنا)

افعال القلوب ظننت وحسبت وخلت وزعمت

مصنفؒ یہاں سے فعل کی دوسری تقسیم شروع کر رہے ہیں۔ کچھ افعال جو ظاہری اعمال پر دلالت کرتے ہیں اور کچھ اندرونی اعمال پر دلالت کرتے ہیں ان کو افعال قلوب کہتے ہیں۔

افعال قلوب سات ہیں: ظننت، حسبت، خلت، زعمت، علمت، رأیت، وجدت

ان میں سے پہلے تین ظن کے لئے آتے ہیں زعمت، ظن اور علم دونوں کیلئے آتا ہے اور آخری تین صرف علم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

وتدخل على الجملة الاسمية

افعال قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور یہ دو مفعولوں کا تقاضہ کرتے ہیں اور یہی مبتدا اور خبر اس کے دونوں مفعول ہوتے ہیں اور یہ دونوں مفعول منصوب ہوتے ہیں بنا بر مفعولیت کے۔

لبيان ماهى عنه

اور یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اس چیز کو بیان کرتے ہیں جس سے یہ ماخوذ ہو کر آئے ہیں جیسے ظننت زيدا فاضلا اس مثال میں متکلم یہ بتانا چاہتا ہے کہ میری یہ خبر ظن سے ماخوذ ہو کر آئی ہے اور علمت زيدا قائما جب آدمی کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیام زید کی خبر یقین کی بنیاد پر ہے۔

ومن خصائها انه اذا ذكر احدهما ذكر الاخر

افعال قلوب میں چار خاصتیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) افعال قلوب کے دونوں مفعولوں کو بیک وقت ذکر کرنا ضروری ہے ان میں سے کسی ایک کو حذف کر کے دوسرے کو ذکر کرنا درست نہیں۔ اس لئے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعول شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلہ اسم واحد کے ہیں اور اسم کے بعض اجزاء کو ذکر کرنا اور بعض کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا بخلاف باب اعطیت کے اس میں ایک مفعول کو باقی رکھنا اور ایک کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے۔

(۲) افعال قلوب اگر دونوں مفعولوں کے درمیان میں یا آخر میں واقع ہوں تو ان کو عمل دینا اور ملغی عن العمل کرنا دونوں جائز ہے البتہ اس میں بہتر کیا ہے؟ تو جہاں فعل آخر میں واقع ہو تو عمل نہ دینا افضل ہے اور اگر فعل درمیان میں واقع ہو تو اختلاف ہے۔

فائدہ:۔ الغا کا مطلب یہ ہے کہ لفظا اور معنا عمل نہیں کرے گا جیسے زيد علمت فاضل، زيد فاضل علمت

عمل دینا اس لئے جائز ہے کہ یہ افعال ہیں اور فعل عامل قوی ہوتا ہے لہذا یہ عمل کرے گا اور عمل نہ دینا اس لئے جائز ہے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعول مستقل جملہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں

(۳) افعال قلوب نفی، استفہام اور لام ابتدا سے پہلے واقع ہو تو یہ افعال معلق ہوتے ہیں

فائدہ:۔ معلق کا مطلب یہ ہے کہ لفظا عمل وجوبا باطل ہوگا (یعنی لفظی طور پر کچھ بھی عمل نہیں کریں گے) البتہ معنا عمل کریں گے

نفی کی مثال: علمت مازید قائم

استفہام کی مثال: علمت ازید عندك ام عمرو

لام ابتدائیہ کی مثال: علمت لزید قائم

ان مثالوں میں لفظا تو افعال قلوب نے کچھ عمل نہیں کیا البتہ معنا ان کا عمل باقی ہے وہ اس طرح مثلا علمت لزید قائم کا معنی وہی ہے جو علمت قیام زید یا علمت زیدا قائما کے تھے۔

(۴) افعال قلوب میں فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیر متصل ایک شخص کی طرف لوٹ سکتی ہیں جبکہ افعال قلوب کے علاوہ بقیہ افعال کے اندر اس طرح نہیں ہوسکتا لہذا ضربتنی کہنا جائز نہیں اور علمتُنی منطلقا کہنا جائز ہے۔

فائدہ:۔ کچھ افعال ایسے ہیں جو افعال قلوب میں سے نہیں لیکن پھر بھی وہاں دو ضمیر متصل ایک شخص کے لئے آسکتی ہیں اور وہ فقد، عدم اور اری ہے لہذا فقد تنی، عدمتنی جائز ہے ایسے ہی اللہ کا فرمان ہے انی ارانی اعصر خمرا

ولبعضها معنی آخر یتعدی به الی واحد

افعال قلوب جس طرح فعل قلب پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح ان میں سے بعض اس کے علاوہ فعل قلب کے معنی کے قریب قریب دوسرے معنی پر بھی دلالت کرتے ہیں اس وقت یہ افعال

دومفعولوں کا تقاضہ نہیں کریں گے صرف ایک مفعول کافی ہوگا جیسے ظننت بمعنی اتھمت، ظننت زیدا ای اتھمت زیدا (میں نے زید کو متھم کیا)علمت بمعنی عرفت ،علمت زیدا ای عرفت زیدا (میں نے زید کی شخصیت پہچان لی)رایت بمعنی ابصرت ظاھری آنکھوں سے دیکھنا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فلما راینہ اکبرنہ جب مصر کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو انھوں نے آپ کو عظیم المرتبت سمجھا۔وجدت بمعنی اصبت، وجدت ضالا ای اصبتھا (میں نے گمشدہ چیز کو پالیا)

فائدہ:۔ ان چار افعال کے علاوہ بقیہ تین (حسبت ،خلت ،زعمت) یہ صرف افعال قلوب میں استعمال ہوتے ہیں یعنی فعل قلب کے قریب دوسرے کسی ایسے معنی میں استعمال نہیں ہوتے جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہو اگرچہ دوسرے معنوں میں یہ بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن اس صورت میں یہ لازمی ہوتے ہیں۔

الا فعال الناقصه ما وضع لتقرير الفاعل

افعال ناقصہ کی تعریف: وہ افعال جنھیں فاعل کو کسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو ان میں مشہور سترہ افعال ہیں (۱) کان (۲)صار(۳)اصبح (٤)امسی (٥)اضحی (٦) ظل (۷)بات(۸) آض(۹) عاد (۱۰)غدا (۱۱)راح(۱۲) مازال (۱۳)ماانفك (١٤)مافتئی (١٥)مابرح (١٦)ما دام (۱۷)لیس

اس کے علاوہ دو افعال اور بھی آتے ہیں (۱) جآء (۲) قعد جیسے ماجاءت حاجتَك، قعدَتْ کانھا حربةٌ

ماجاءت حاجتَك میں ضمیر اس کا اسم ہے اور حاجتک مضاف،مضاف الیہ اس کی خبر ہے یہ خوارج کا مشہور قول ہے جب ابن عباسؓ، حضرت علیؓ کی طرف سے قاصد بن کر گئے تو انہوں نے کہا تھا۔اس کی تقدیری عبارت ایة حاجة صارت حاجتك ہے

اوردوسری مثال: قَعَدَتْ کانها حربة کی تقدیری عبارت ارهف شفرته حتی قَعَدَتْ کانها حربة. قعدت ای صارت الشفرة

فائدہ:۔ مصنفؒ نے سترہ مشہورقول کے بعد دوافعال کو الگ سے ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یہ کل سترہ نہیں بلکہ اس کے علاوہ مزیداور بھی ہیں

تدخل علی الجملة الاسمیه لاعطاء الخبر حکم معناها

یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کورفع دیتے ہیں فاعل ہونے کی وجہ سے اور خبر کو مفعول کیساتھ مشابہت کی وجہ سے نصب دیتے ہیں۔ اگر چہ مبتدا پہلے سے مرفوع ہوتا ہے لیکن افعال ناقصہ کے داخل ہونے کے بعد نسبت میں فرق آجاتا ہے کہ ان کے دخول سے پہلے یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے اوراب فعل ناقص کا فاعل یعنی اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا۔ یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل اس لئے ہوتے ہیں تاکہ اپنا معنی خبر کو دے دیں جیسے صار زید غنیا یہ پہلے زید غنی جملہ اسمیہ تھا اس پر صار داخل ہوا صار کے معنی انتقال کے آتے ہیں لہذا زید ہوا منتقل اور غنی ہوا منتقل الیہ۔ معنی یہ ہوا کہ زید غنی ہو گیا یعنی صفت غنی کی طرف منتقل ہو گیا جو کہ پہلے غنی نہ تھا۔

فکا ن تکون ناقصة لثبوت خبرها

باعتبار معنی کان کی چار قسمیں ہیں

(۱) تامہ (۲) زائدہ (۳) ناقصہ (۴) بمعنی صار

(۱) کان تامہ: کان تامہ اس وقت ہوتا ہے جہاں صرف فاعل پر بات پوری ہو جائے اور خبر کی ضرورت نہ ہو جیسے کان المطر ای ثبت مطر ، کن فیکون

(۲) کان زائدہ: کان زائدہ اس وقت ہوتا ہے جہاں کان کو حذف کرنے سے مقصودی معنی میں کوئی خرابی لازم نہ آئے جیسے کیف نکلم من کان فی المهد صبیا اس مثال میں کان

زائدہ ہے۔

(۳) کان ناقصہ: جہاں فاعل پر بات پوری نہ ہو بلکہ خبر کی بھی ضرورت ہو تو اس وقت کان ناقصہ ہوتا ہے جیسے کان زید قائما

کان ناقصہ کی پھر دو قسمیں ہیں

(۱) استمراری (۲) منقطع

استمراری اس وقت ہوتا ہے جب کان اپنی خبر کو اپنے اسم کیلئے زمانہ ماضی سے دائمی طور پر ثابت کرے اور بعد میں بھی اسی طرح دائمی ہو جیسے کان اللہ غفورا رحیما تو اللہ تعالیٰ کے لئے صفت غفور پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے اور بعد میں بھی رہے گی۔

منقطع: جہاں کان اپنی خبر کو اسم کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت کرے لیکن دائمی طور پر نہیں جیسے کان زید غنیا فافتقر تو اس مثال میں زید کے لئے پہلے غنی کا ثبوت ہے اور پھر فقر کا عطف ہے اس سے معلوم ہوا کہ زید کے لئے غنی کا ثبوت دائمی نہیں۔

وبمعنی صار

(۴) کان ناقصہ کبھی صار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے فکانت هباء منبثاً و کنتم ازواجاثلاثه ای فصارت هباء. وصرتم ازواجاً

ویکون فیها ضمیر الشان

کبھی کان ناقصہ میں ضمیر شان اس کا اسم ہوتا ہے اور بعد والا جملہ اس کی خبر اور تفسیر ہوتا ہے جیسے

شعر اذا مت کان النّاس صنفان شامت

واخر مثن بالذی کنت اصنع

یہاں کان میں ضمیر اس کا اسم ہے اور الناس صنفان مبتدا اور خبر ہو کر پھر کان کی خبر۔ یہاں الناس کان اسم اور صنفان اس کی خبر نہیں ورنہ صنفین ہونا چاہیے تھا کیونکہ کان کی خبر منصوب ہوتی ہے تو

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کان کی خبر نہیں بلکہ پورا جملہ کان کی خبر ہے ایسے ہی کان زید قائم

وصار للانتقال

افعال ناقصہ میں سے دوسرا فعل ناقص صار ہے اور یہ انتقال کے لئے آتا ہے پھر انتقال کی دو قسمیں ہیں

(۱) کبھی ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف انتقال ہوگا

(۲) اور کبھی ایک ماہیت سے دوسری ماہیت کی طرف انتقال ہوگا پہلے کی مثال: صار زید عالما، زید صفت جہل سے علم کی طرف منتقل ہوا۔ دوسرے کی مثال: صار الطین خزفا (مٹی ٹھیکری بن گئی)

واصبح وامسى واضحى لاقتران مضمون الجملة باوقاتها

اصبح، امسی، اضحیٰ یہ جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کیساتھ ملاتے ہیں جیسے اصبح زید قائماً (زید صبح کے وقت کھڑا ہوا) امسى زيد مسرورا (زید شام کے وقت خوش ہوا) اضحى زيد مصليا (زید چاشت کے وقت نماز پڑھنے والا ہوا)

وبمعنى صار

کبھی یہ تینوں صار کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے اوقات والے معنی نہیں ہوتے جیسے اصبح وامسى واضحى زيد غنيا اى صار زيد غنيا

وتكون تامه

کبھی یہ تامہ بھی ہوتے ہیں جیسے اصبح زید اس صورت میں ان کے معنی اپنے وقت میں داخل ہونے کے ہوتے ہیں تو مذکورہ مثال کا مطلب یہ ہوگا کہ زید صبح کے وقت داخل ہوا اسی طرح امسى زيد ،اضحى زيد

وظل وبات لاقتران مضمون الجملة بوقتها وبمعنی صار

ظل اور بات تین معنوں میں استعمال ہوتے ہیں (۱) اوقات کے لئے (۲) بمعنی صار (۳) تامہ

تفصیل: (۱) اور یہ جملہ کے مضمون کو وقت کیساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جیسے ظل زید صائما زید سارا دن روزہ کی حالت میں رہا بات زید قائما زید ساری رات کھڑا رہا

(۲) کبھی یہ صار کے معنی میں بھی ہوتے ہیں جیسے ظل زید غنیا ای صار زید غنیا، بات عمرو فقیرا ای صار عمرو فقیرا

(۳) یہ دونوں تامہ بھی ہوتے ہیں لیکن بہت کم اس وجہ سے مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں فرمایا جیسے بت مبیتا طیبا

سوال:۔ مصنفؒ نے دوسرے افعال ناقصہ کی تفصیل کی ہے لیکن آض، عاد، غدا اور راح کی تفصیل کیوں بیان نہیں کی؟

جواب:۔ اس لئے کہ یہ حقیقت میں افعال ناقصہ نہیں بلکہ ان کے ساتھ ملحق ہیں یہی وجہ ہے کہ صاحب مفصل نے انھیں افعال ناقصہ میں شمار نہیں کیا۔

فائدہ:۔ آض، عاد، غدا اور راح یہ ناقصہ بھی ہوتے ہیں اور تامہ بھی، ناقصہ ہوں تو یہ صار کے معنی میں ہوتے ہیں تامہ ہوں تو آض اور عاد یہ رجوع کے معنی میں ہوتے ہیں جیسے عاد زید من سفرہ ای رجع

اور غدا اور راح مشی کے معنی میں ہوں گے اور ان میں ان کا وقت بھی ملحوظ ہوگا جیسے غدا زید بمعنی مشی زید فی وقت الغداۃ اور راح زید بمعنی مشی زید فی وقت الرواح (رواح زوال سے رات تک کے وقت کو کہتے ہیں)

وما زال وما برح وما فتی وما انفك

مازال ،مابرح ،مافتی اورماانفك یہ چاروں اپنی خبرکو فاعل کے لئے دوامی طور پر ثابت کرتے ہیں جیسے مازال زید فقیرا زید ہمیشہ سے فقیر ہے یعنی جب سے زید کو یہ صفت ملی ہے اس کے بعد اس میں دوام رہا ہے

ویلزمها النفی

ان چاروں افعال پر لازما حرف نفی داخل ہوتا ہے چاہے لفظا ہو یا معنا لفظا تو ظاہر ہے معنا کی مثال: اللہ تعالی کا ارشاد ہے قالوا تالله تفتؤ تذکر یوسف ای لاتفتؤ

وما دام لتوقیت امر بمدة ثبوت خیر ها لفاعلها

یہ کسی فعل کو اس وقت تک موقت کرنے کے لئے آتا ہے جب تک اس کی خبر اس کے فاعل کے لئے ثابت رہے جیسے اجلس مادام زید جالسا اس کی تقدیری عبارت اجلس زمان جلوس زید ہے یعنی اجلس کو اس وقت تک موقت کیا جارہا ہے جب تک زید کے لئے جلوس ثابت ہے۔

ومن ثم احتاج الی کلام لانه ظرف

جب مادام اس لئے آتا ہے کہ کسی اور فعل کو اس وقت تک موقت کرے کہ جب تک اس کی خبر فاعل کے لئے ثابت ہو تو اس سے معلوم ہوا مادام سے پہلے ایک اور جملہ کا ہونا ضروری ہے تا کہ یہ جملہ اس کے لئے ظرف بنے کیونکہ اس پر ما مصدریہ داخل ہے اس کی وجہ سے پورا جملہ بتاویل مصدر ہو کر مفرد ہوگا تو اس کو کلام مفید بنانے کے لئے ضروری ہوا کہ اس سے پہلے جملہ مقدر مانا جائے۔

ولیس لنفی مضمون الجملة حالا وقیل مطلقا

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لیس زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی کیلئے آتا ہے

سیبوے کا مذہب یہ ہے کہ لیس مطلق نفی کے لئے آتا ہے اس میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا لیس زید قائما کا معنی جمہور کے نزدیک یہ ہوگا کہ زید ابھی کھڑا نہیں اور سیبویہ کے نزدیک معنی یہ ہوگا زید کھڑا نہیں۔

ویجوز تقدیم اخبار ھا کلھا علی اسمائھا

افعال ناقصہ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا تمام افعال ناقصہ میں جائز ہے جیسے کان قائما زید اور یہ اس وجہ سے کہ فعل عامل قوی ہے اس کے معمولات ترتیب سے ہوں یا نہ ہوں ہر حال میں عمل کرتا ہے۔

ھی فی تقدیمھا علیھا علی ثلثۃ قسم

افعال ناقصہ کی خبر کو خود فعل ناقص سے مقدم کرنا جائز ہے یا نہیں اس اعتبار سے افعال ناقصہ کی تین قسمیں ہیں

(۱) کان سے راح تک گیارہ افعال میں تقدیم جائز ہے

(۲) وہ افعال ناقصہ جس کے شروع میں ما ہو اس میں تقدیم ناجائز ہے البتہ اس میں صرف ابن کیسان کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مادام کے علاوہ باقی میں تقدیم جائز ہے اور مادام میں جائز نہیں۔

(۳) لیس میں کوفیوں اور مبرد کا بصریوں اور سیبویہ سے اختلاف ہے کوفیوں اور مبرد کے نزدیک لیس نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے اس لئے ضعیف عامل ہے لہذا یہ اپنے مابعد میں عمل کرے گا اور ماقبل میں عمل نہیں کرے گا اس لئے تقدیم جائز نہیں بصریین اور سیبوے فرماتے ہیں کہ لیس فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور فعل عامل قوی ہوتا ہے معمولات ترتیب سے ہوں یا نہ ہوں ہر صورت میں عمل کرے گا لہذا تقدیم جائز ہے

افعال مقاربہ ما وضع لدنو

افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جنھیں اپنی خبر کے قریب کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے
پھر یہ قریب کرنا تین قسم پر ہے

(۱) رجاء:۔ یعنی متکلم کو امید ہے کہ یہ کام ہو جائیگا مگر وقوع نہ ہوا ہو۔

(۲) حصول:۔ یعنی متکلم کو یقین ہو کہ یہ کام ہو گا مگر ابھی تک وہ کام ہوا نہ ہو۔

(۳) اخذ:۔ متکلم کو یقین ہو کہ فاعل نے کام شروع کر دیا ہے۔

فالاول عسی وھو غیر متصرف

افعال مقاربہ کی پہلی قسم یعنی رجاء کے لئے عسی آتا ہے جیسے عسی زید ان یخرج کا معنی ہو گا امید ہے کہ زید نکلے گا۔ اور یہ غیر متصرف ہے یعنی اس سے ماضی مجھول، مضارع، امر، نہی اسم فاعل وغیرہ کسی کی گردان نہیں آتی۔

عسی کبھی تامہ ہوتا ہے اور کبھی ناقصہ۔ جب عسی تامہ ہو تو اس کے بعد والا سارا جملہ فاعل ہو گا جیسے عسی ان یخرج زید میں ان یخرج زید پورا جملہ بتاویل مصدر عسی کا فاعل ہے اور اگر عسی ناقصہ ہو تو اس کے فاعل کے بعد اسکا مفعول بھی ہو گا جیسے عسی زید ان یخرج میں عسی ناقصہ ہے اور زید اسکا فاعل اور ان یخرج مفعول ہے۔

وقد یحذف ان

عسی کی خبر پر ان مصدر یہ داخل ہوتا ہے لیکن عسی چاہے تامہ ہو یا ناقصہ دونوں صورتوں میں اس کی خبر سے اَنْ کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے عسی زید یخرج ،عسی یخرج زید

والثانی کاد تقول کاد زید یجئی

افعال مقاربہ کی دوسری قسم یعنی حصول کیلئے کاد آتا ہے جیسے کاد زید یجئی زید عنقریب آئیگا

وقد تدخل اَنْ

کاد کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی اس پر ان بھی داخل ہوتا ہے جیسے کاد زید یجی اور کاد زید ان یجئی

واذا دخل النفی علی کاد فھو کالافعال علی الاصح

کاد پر اگر حرف نفی داخل ہو تو کیا وہ نفی کا فائدہ دیتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور اس میں تین قول ہیں

(۱) جمہور کے نزدیک حرف نفی مطلقاً نفی کا فائدہ دے گا چاہے ماضی ہو یا مضارع

(۲) بعض کے نزدیک حرف نفی مطلقاً نفی کا فائدہ نہیں دے گا چاہے ماضی پر داخل ہو یا مضارع پر

(۳) بعض کے نزدیک حرف نفی ماضی پر داخل ہو تو نفی کا فائدہ دے گا مضارع پر نہیں۔

دوسرے مذہب والوں کی دلیل یہ ہے کہ اگر حرف نفی عمل کرے تو قران مجید کی اس آیت میں تناقض لازم آتا ہے۔ فذبحو ھا وما کادوا یفعلون ترجمہ: انہوں نے ذبح کر دیا اور وہ ذبح کرنے کے قریب نہیں تھے۔ اور مضارع میں عمل نہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مشہور شاعر ذی الرمہ کے اس شعر کی ابن شبرمہ نے تغلیط کی تو اس نے اپنا شعر تبدیل کر دیا تھا۔

شعر: اذا غیر الھجر المحبین لم یکد
رسیس الھوی من حب میۃ یبرح

ترجمہ یہ ہوگا جب جدائی تبدیل کر دے دوستوں کو تو محبوبہ میۃ کی پائیدار محبت زائل ہونے کے قریب ہوتی ہے اس شعر کا چونکہ مفہوم یہ تھا کہ اگر دوستوں میں جدائی واقع ہو تو محبت ختم ہو جاتی ہے جو کہ محبت کے اصول کے خلاف ہے اس لئے ابن شبرمہ نے اعتراض کیا تو ذوالرمہ نے اپنا شعر تبدیل کر کے لم یکد کی جگہ لم اجد کہا اس سے معلوم ہوا کہ یہاں حرف نفی نے عمل نہیں کیا ورنہ معنی درست ہوتا۔

جمہور کی طرف سے جواب: پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت کے ترجمہ میں تناقض نہیں بلکہ ترجمہ درست ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ ذبح کرنیوالے نہیں تھے لیکن پھر بھی انہوں نے ذبح کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل اپنی سرکشی کی وجہ سے ذبح کرنیوالے نہ تھے لیکن انہوں نے ذبح کر دیا تو ذبح کرنے کے قریب نہ ہونا دوسرے زمانہ میں ہے اور ذبح کا عمل دوسرے زمانہ میں اور تناقض تو تب ہوگا جب دونوں کا زمانہ ایک ہو۔

اور دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ابن شبرمہ نے جو شاعر کی غلطی نکالی ہے فصحاء شعراء نے اسے تسلیم نہیں کیا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ شاعر کا شعر بلکل صحیح تھا ابن شبرمہ نے غلطی نکال کر غلطی کی اور ذی الرمہ نے اس غلطی کو تسلیم کر کے شعر کو تبدیل کر کے غلطی کی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ شعر ایسا ہے جیسے قرآن کی یہ آیت ہے **اذا خرج یدہ لم یکد یرھا** یہاں لم حرف نفی یکد فعل مضارع پر داخل ہے اگر اس کو عمل نہیں دیں گے اور اثبات کا ترجمہ کریں گے تو ترجمہ غلط ہوگا ایسے ہی مذکورہ شعر بھی ہے حرف نفی کو عمل دینے میں شعر کا ترجمہ یہ ہوگا۔

جب جدائی دوستوں کو تبدیل کر دے تو بھی محبوبہ میہ کی پائیدار محبت زائل ہونے کے قریب بھی نہیں ہوتی۔

اب شعر کا مفہوم درست ہوگا کیونکہ شاعر اپنی محبوبہ کیساتھ پائیدار محبت کا مدعی ہے کہ یہ کبھی ختم ہونیوالی نہیں۔

والثالث طفق وکرب وجعل واخذ وھی مثل کاد

افعال مقاربہ کی تیسری قسم اخذ کے لئے **طفق ، کرب ، جعل** اور **اخذ** آتے ہیں اور یہ کاد کی طرح عمل کرتے ہیں کہ جس طرح کاد کی خبر پر فعل مضارع بغیر اَن کے ہوتا ہے اسی طرح ان کی خبر بھی فعل مضارع بغیر اَن ہوگی جیسے **قال اللہ تعالی وطفقا یخصفان** اور **طفق زید یخرج**.

فائدہ: طفق بمعنی اخذ، کرب بمعنی قرب، جعل بمعنی طفق، اخذ بمعنی شرع

اوشك مثل عسى وكاد في الا ستعمال

استعمال کے اعتبار سے اوشك عسی اور کاد کی طرح ہے کہ اس کے مفعول سے اَن کو حذف کرنا اور اس پر ان کو داخل کرنا دونوں درست ہیں

جیسے اوشك زيد ان يخرج، اوشك زيد يخرج، اوشك ان يخرج زيد

فائدہ:۔ اوشک کے معنی اسرع ہے

فعل التعجب ما وضع لانشاء التعجب

فعل تعجب کی تعریف: وہ افعال جن کو تعجب کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ اپنے صیغے سے وضع کے اعتبار سے ہی تعجب پر دلالت کرتے ہوں۔

فعل تعجب کے دو صیغے ہوتے ہیں۔ ماافعله، وافعل به

وهما غير متصرف مثل ما احسن

فعل تعجب کے صیغے غیر متصرف ہیں یعنی ان کا مجهول یا مضارع یا تانیث کے صیغے نہیں بنائے جا سکتے۔

ولايبنيان الابما

وہ افعال جن سے اسم تفضیل بنتا ہے ان سے فعل تعجب بھی آتا ہے اور جن سے اسم تفضیل نہیں آتا ان سے فعل تعجب بھی نہیں آتا یعنی جن افعال میں لون وعیب کے معنی ہوں ان سے فعل تعجب نہیں آئے گا۔

ويتوصل الممتنع بمثل ما اشد

اور وہ افعال جن سے اسم تفضیل نہ آتا ہو تو ان کے شروع میں اشد لگاتے ہیں اسی طرح اگر ان افعال سے فعل تعجب کا صیغہ لانا ہو تو اس کے شروع میں شدت مصدر سے صیغہ تعجب بنایا جائیگا اور

جس سے فعل تعجب بنانا ہے اس کے مصدر کو ان کے بعد منصوب ذکر کریں گے اور دوسرے صیغے میں اس مصدر کو مجرور لائیں گے جیسے ما اشد استخراجه واشدد باستخراجه

ولایتصرف فیها بتقدیم وتاخیر ولافصل

فعل تعجب کے معمول کو اس سے مقدم کرنا جائز نہیں اسی طرح فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل لانا بھی جائز نہیں لہذا ما زید احسن وبزید احسن اسی طرح مااحسن فی الدار زید کہنا درست نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے فعل تعجب کے صیغے امثال کے درجے میں ہیں اور امثال میں تغییر وتبدیل جائز نہیں۔

واجاز المازنی الفصل بالظرف

امام مازنی کہتے ہیں فعل تعجب کے صیغے اور ان کے معمول کے درمیان ظرف کے ذریعے فصل لانا جائز ہے اس لئے کہ ظرف کو کلام میں وسعت حاصل ہوتی ہے ما احسن بالرجل ان یتصدق اور جمہور کے نزدیک یہ فصل بھی جائز نہیں۔

فائدہ:۔ فعل تعجب اور ما کے درمیان کان کے ذریعے فصل لانا اکثر نحاۃ کے نزدیک جائز ہے جیسے ما کان احسن زیدا

وما ابتداء نکرة عند سیبویه ومابعدها الخبر

فعل تعجب کے دونوں صیغوں کی ترکیب میں اخفش اور سیبویہ کا اختلاف ہے

سیبویہ فرماتے ہیں کہ ما احسن زید میں ما ابتدائیہ بمعنی شئی کے یہ مبتدا ہے اور احسن زیدا اس کی خبر ہے اور اخفش فرماتے ہیں کہ ما بمعنی الذی اور بعد والا جملہ اس کا صلہ ہے اور یہ دونوں ملکر مبتدا واقع ہیں اور اس کی خبر محذوف ہے لہذا اس کی تقدیری عبارت یوں ہے

الذی احسن زید، شئی عظیم

دوسرے صیغے احسن بہ کے بارے میں سیبویہ فرماتے ہیں کہ اس میں احسن کے اندر کوئی ضمیر نہیں

اوراحسن بظاہر فعل امر بمعنی حسن کے ہے اور باز ائدہ ہے اور ضمیر معنا فاعل ہے

اخفش فرماتے ہیں احسن میں ضمیراس کا فاعل ہے اور بہ اس کا مفعول ہے۔

اعتراض:۔ احسن تو فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول کا تقاضہ نہیں کرتا تو آپ نے اس کے لئے مفعول کو کیوں ذکر کیا ہے؟

جواب:۔ (۱) یہ باء کے ذریعے سے متعدی ہوا ہے

(۲) باء زائدہ ہے اور ہمزہ تعدیہ کے لئے ہے اصل میں حسن تھا تو شروع میں ہمزہ لاکراس کو متعدی کر دیا ہے

افعال المدح والذم وضع لانشاء

افعال مدح وذم کی تعریف: وہ افعال جن کو مدح یا ذم کے انشاء کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔

فائدہ:۔ لانشاء کی قید سے مدحت، ذممت وغیرہ الفاظ خارج ہو گئے کیونکہ یہاں انشاء مدح یا ذم نہیں بلکہ خبر ہے یعنی مدح وذم ان الفاظ کا مدلول لغوی ہے انشاء مقصود نہیں۔

یہ کل چار الفاظ ہیں نعم، حبذا، بئس، ساء

نعم اور حبذا مدح بیان کرنے کے لئے ہیں اور بئس، ساء ذم بیان کرنے کیلئے ہیں۔

فائدہ:۔ نعم اور بئس میں چار لغات جائز ہیں نَعِمَ، نَعْمَ، نِعِمَ، نِعْمَ

وشرطها ان يكون الفاعل معرفا بللام او مضافا

فعل مدح وذم کے لئے چار شرائط ہیں۔

(۱) ان کا فاعل خود معرف باللام ہو گا جیسے نعم الرجل زید

(۲) فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو گا بلا واسطہ یا بالواسطہ جیسے مضاف بغیر الواسطہ کی مثال: نعم غلام الرجل مضاف بالواسطہ کی مثال: نعم فرس غلام الرجل ونعم وجه

فرس غلام الرجل

(۳) فاعل ضمیر مستتر ممیز ہو۔اس کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ نکرہ منصوبہ اس کی تمیز واقع ہو پھر ممیز تمیز ملکر نعم کا فاعل واقع ہوگا جیسے نعم رجلا زید اس میں نعم کا فاعل ضمیر مستتر ممیز ہے اور رجلا اس کی تمیز ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے اور دوسری صورت یہ کہ کلمہ ما اس کی تمیز ہو جیسے نعما ھی اس میں ضمیر فاعل ممیز اور ما اس کی تمیز ہے تقدیری عبارت نعم الشئی ھی ہے الشئی نعم کا فاعل ہے اور ھی مخصوص بالمدح

وبعد ذالك المخصوص وهو مبتداء

افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد آنے والے اسم کو مخصوص بالمدح اور ذم کہتے ہیں اور اس کی دو طرح کی ترکیبیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) نعم الرجل زید، نعم فعل مدح الرجل اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر خبر مقدم اور زید مبتدا مئوخر یہ پورا جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا

اعتراض:۔ جب جملہ خبر واقع ہو تو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے یہاں نعم الرجل میں نہیں لہذا اس کا خبر بننا بھی درست نہیں ہوا۔

جواب:۔ الرجل کا الف، لام ضمیر کے قائم مقام ہے لہذا ضمیر کی ضرورت نہیں۔

(۲) نعم فعل مدح الرجل اس کا فاعل فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ انشائیہ ہوا۔زید خبر ہے مبتدا محذوف ھو کے لئے، تقدیری عبارت ھو زید ہے

اعتراض:۔ مبتدا محذوف ہونے پر کیا قرینہ ہے؟

جواب:۔ یہاں قرینہ سائل کا سوال مقدر ہے کہ جب یوں کہا نعم الرجل تو سوال پیدا ہوا من ھو تو اس کے جواب میں ھو زید کہا۔

فائدہ:۔ کبھی مخصوص مقدم بھی ہوتا ہے جیسے زید نعم الرجل

وشرطه مطابقة الفاعل

نعم کے فاعل اور اس کے مخصوص بالمدح کے درمیان تذکیر و تانیث افراد، تثنیہ، جمع میں مطابقت ضروری ہے جیسے نعم الرجل زید ،نعم الرجلان الزید ان ،نعم الرجال الزید ون، نعم المرأ ة هند ،نعم الامرتان الهندان ،نعم النساء الهندات

فائدہ:۔ یہ مطابقت فاعل اور مخصوص میں ضروری ہے نعم اور اسکے فاعل میں (جب کہ فاعل مؤنث ہو) ضروری نہیں لہذا جیسے نعمت المراة هند جائز ہے ایسے نعم المراة هنداور بئس المراة هند کہنا بھی جائز ہے۔

وبئس مثل القوم الذين كذبوا وشبهه متاول

یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے

اعتراض:۔ بئس مثل القوم الذين میں بئس فعل ذم اور مثل القوم مضاف الیہ مل کر اس کا فاعل اور الذین کذبوا مخصوص بالذم ہے اس مثال میں فاعل یعنی مثل مفرد ہے اور مخصوص بالذم یعنی الذین کذبوا جمع ہے تو فاعل اور مخصوص بالذم کے درمیان مطابقت نہیں پائی گئی۔

جواب:۔ (۱) مخصوص بالذم سے پہلے بھی مثل محذوف ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے مثل القوم مثل الذين كذبوا. لہذا دونوں مفرد ہوئے۔

(۲) الذین کذبوا یہ مخصوص بالذم نہیں بلکہ القوم کی صفت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے جو کہ مثلهم ہے تقدیری عبارت یوں ہے بئس مثل القوم الذين كذبوا مثلهم لہذا مطابقت پائی گئی۔

وقد يحذف المخصوص اذا علم مثل نعم

مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کو کبھی قرینہ کی وجہ سے حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نعم العبد اس کا مخصوص بالمدح ایوب ہے اس میں قرینہ یہ ہے کہ یہاں حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ہو رہا ہے لہذا اس سے مراد بھی وہی ہوگا۔

دوسری مثال: فنعم الماھدون میں مخصوص بالمدح نحن محذوف ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ ماقبل آیت میں سب اللہ تعالیٰ کے افعال کا ذکر ہے آیت یہ ہے والارض فرشنھا فنعم الماھدون۔

وساء مثل بئس

ساء ،بئس کی طرح ہے یہ دونوں برائی بیان کرنے کے لئے آتے ہیں اور دونوں کا حکم بھی ایک ہے۔

ومنها حبذا وفاعله ذا

ان میں سے ایک حبذا بھی ہے جو مدح کے لئے آتا ہے اس میں حب فعل ہے اور ذا اس کا فاعل ہے۔

ولا يتغير بعده

حبذا میں ہمیشہ ذا اس کا فاعل ہوتا ہے اور حب اور ذا میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آتی، چاہے اس کا مخصوص مفرد ہو یا جمع ،مذکر ہو یا مؤنث ہر حال میں حبذا ہی آئے گا جیسے حبذا زید، حبذا الزیدان، حبذاالزید ون، حبذا ھند، حبذا الھندان، حبذا الھندات

حبذا کے مخصوص میں بھی وہی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں جو نعم کے مخصوص میں کی تھی۔

ويجوز ان يقع قبل المخصوص وبعده تميز او حال

حبذا کا جو مخصوص بالمدح ہے اس سے پہلے یا اس کے بعد تمیز اور حال دونوں کا لانا جائز ہے لیکن

افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر وتانیث میں مطابقت ضروری ہے جیسے مخصوص سے پہلے تمیز کی مثال: حبذا رجلا زید، حبذا رجلین الزیدان، حبذا رجالا الزیدون، حبذا امراۃ ھند

مخصوص کے بعد تمیز کی مثال: حبذا زید رجلا وغیرہ

مخصوص سے پہلے حال کی مثال: حبذا راکبا رجل، حبذا راکبین رجلان، حبذا راکبین رجال

مخصوص کے بعد حال کی مثال: حبذا زید راکبا وغیرہ

الحرف ما دل علی معنی فی غیرہ

کلمہ کی تین قسموں میں سے اسم اور فعل کا بیان ہو چکا ہے اب مصنفؒ کلمہ کی تیسری اور آخر قسم حرف کو بیان فرما رہے ہیں۔

حرف کی تعریف: حرف اسے کہتے ہیں جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو غیر میں ہو۔

ومن ثم احتاج

اسی وجہ سے کہ حرف ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے غیر میں ہو حرف بذات خود کلام کا مستقل جز نہیں ہو سکتا بلکہ اسم یا فعل کا محتاج ہوتا ہے کلام کا جز چاہے رکن ہو یا غیر جیسے زید فی الدار، سرت من البصرۃ الی الکوفہ

حروف الجر ما وضع للافضاء بفعل او معناہ

حروف کی دو قسمیں ہیں ❶ عاملہ ❷ غیر عاملہ

عاملہ کی پھر دو قسمیں ہیں ❶ عامل فی الاسم ❷ عامل فی الفعل

عامل فی الاسم کی سات قسمیں ہیں ① حروف الجر ② حروف مشبہ بالفعل ③ ماولا المشبھتان بلیس ④ لائے نفی جنس ⑤ حروف ندا ⑥ حرف استثناء ⑦ واؤ بمعنی مع۔

عامل فی الفعل کی دو قسمیں ہیں ① حروف ناصبہ ② حروف جازمہ۔

ان میں سے کچھ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے بقیہ کا اب ذکر ہوگا۔ان سب سے مصنفؒ نے حروف جارہ کو مقدم کیا ہے۔

حروف جارہ کی تعریف: وہ حرف جس کو اس لئے وضع کیا گیا ہو کہ وہ فعل یا معنی فعل کو اس تک پہنچا دیں جسکے ساتھ یہ ملے ہوئے ہیں۔

فائدہ: معنی فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، ظرف، مصدر، صفت مشبہ وغیرہ ہے اور جس کے ساتھ یہ ملے ہوئے ہوں اس سے مراد اسم ہے چاہے اسم حقیقی ہو یا تاویلی

اسم حقیقی کی مثال: جیسے مررت بزید

اسم تاویلی کی مثال: وضاقت علیهم الارض بما رحبت ای برحبها

فائدہ:۔ مصنفؒ نے الی مایلیہ اس لئے کہا تا کہ اسم صریح اور اسم تاویلی کی مثال دونوں کو شامل ہو جائے۔

مصنفؒ نے حروف جارہ انیس ذکر کئے ہیں اس لئے کہ مصنفؒ نے باء کی دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) قسمیہ (۲) غیر قسمیہ اسی طرح واو کی بھی دو قسمیں کی ہیں واو قسمیہ واو بمعنی رب، اس طرح کل انیس ہو گئیں۔

(۱) من (۲) الی (۳) حتی (٤) فی (٥) باء (٦) لام (۷) رب (۸) واو بمعنی رب (۹) واو قسمیہ (۱۰) باء قسمیہ (۱۱) تاء قسمیہ (۱۲) عن (۱۳) علی (۱٤) کاف (۱٥) مذ (۱٦) منذ (۱۷) خلا (۱۸) عدا (۱۹) حاشا

ان میں سے شروع کے گیارہ صرف حرف جر ہوتے ہیں اس کے بعد کے پانچ کبھی حروف جر اور کبھی اسم اور آخری تین کبھی حرف جر اور کبھی فعل ہوتے ہیں (مزید تفصیل کیلئے جامی دیکھیں)

فمن للابتداء والتبین والتبعیض

حروف جارہ میں سے پہلا من ہے یہ کئی معنوں کے لئے آتا ہے

(۱) ابتدائیہ: چاہے ابتداء زمانی ہو یا مکانی

ابتداء مکانی کی مثال: سرت من البصر ۃ الی الکوفه

ابتداء زمانی کی مثال: صمت من یوم الجمعه الی یو م الا ثنین

من ابتدائیہ کی پہچان یہ ہے کہ اسکے بعد حرف انتہا الی وغیرہ کا لانا درست ہوتا ہے جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفة

(۲) بیانیہ: من بیانیہ اسے کہتے ہیں جو امر مبہم کی وضاحت کرتا ہے۔ من بیانیہ کی پہچان یہ ہے کہ من کی جگہ اسم موصول لگانے سے معنی میں خرابی لازم نہ آتی ہو جیسے فاجتنبوا الرجس من الاوثان ای الرجس الذی هو الوثن

(۳) تبعیضیہ: من تبعیضیہ اسے کہتے ہیں جو اپنے بعض مدخول کو فعل کے لئے مفعول بنادے۔ من تبعیضیہ کی پہچان یہ ہے کہ من کی جگہ لفظ بعض استعمال کرنے سے معنی درست ہوتا ہو جیسے اخذت من الدراهم ای بعض الدراهم

(۴) زائدہ: زائدہ اسے کہتے ہیں کہ اسکو حذف کرنے سے کلام کے معنی مقصودی میں فرق نہ آتا ہو اور یہی اسکی پہچان بھی ہے جیسے ماجاء نی من احد سے ماجاء نی احد۔

سوال: من کلام میں کہاں زائدہ ہوتا ہے؟

جواب: جمہور کے نزدیک من صرف کلام غیر موجب میں زائدہ ہوتا ہے اسکے علاوہ میں زائدہ نہیں ہوتا ہے جیسے ماجاء نی من احد ،هل جاء ك من احد ،لا تضرب من احد

کوفیوں اور اخفش کے نزدیک من کلام موجب اور غیر موجب دونوں میں زائدہ ہوتا ہے انکی دلیل عرب کا مقولہ ہے قد کان من مطر یہ کلام غیر موجب ہے لیکن پھر بھی اسمیں من زائدہ ہے۔

جمہور کی طرف سے جواب: یہ من زائدہ نہیں بلکہ تبعیضیہ یا بیانیہ ہے اور تقدیری عبارت قد

کان بعض المطر یاقد کان شئی من مطر ہے

والی للانتہاء الغایة وبمعنی مع قلیلا

حرف جارہ میں سے دوسرا حرف الی ہے

(۱) یہ انتہاء غایۃ کے لئے آتا ہے چاہے انتہاء مکانی ہو یا زمانی۔

انتہاء مکانی کی مثال: **سرت من البصرة الی الکوفه**

انتہاء زمانی کی مثال: **اتموا الصیام الی اللیل**

الی کے انتہاء غایت کے ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں من لانا درست ہو، جیسے خرجت الی السوق، میں خرجت من البیت الی السوق کہنا درست ہے۔

(۲) الی مع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن بہت کم جیسے **ولاتاکلوا اموالهم الی اموالکم** ای مع **اموالکم**

وحتی کذلك

تیسرا حرف جر حتی ہے یہ بھی الی کی طرح انتہاء غایۃ کے لئے آتا ہے جیسے **سرت حتی ادخل البلد**

وبمعنی مع کثیرا ویختص با لظاهر خلا فا للمبرد

یہاں سے مصنفؒ نے الی اور حتی میں فرق بیان کیا ہے

(۱) الی مع کے معنی بہت کم استعمال ہوتا ہے حتی مع کے معنی میں زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

(۲) الی اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے جبکہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے اور اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا البتہ اسمیں امام مبرد کا اختلاف ہے ان کے نزدیک حتی اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے انکی دلیل یہ شعر ہے۔

فلا واللہ لا یبقی اناس :: فتی حتاك یا ابن ابی زیاد

یہاں حتی کاف ضمیر پر داخل ہے

جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ شاذ ہے۔

وفی للظرفیۃ وبمعنی علی قلیلا

چوتھا حرف جر فی ہے

(۱) یہ ظرفیہ کے لئے آتا ہے یعنی اپنے مدخول کو کسی کے لئے ظرف بناتا ہے چاہے حقیقتاً ظرف ہو یا مجازاً۔

حقیقتاً کی مثال: الماء فی الکوز

مجازاً کی مثال: النجاۃ فی الصدق

(۲) کبھی کبھی فی علی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ولا صلبنکم فی جذوع النخل ای علی جذوع النخل

والباء للالصاق والاستعانۃ

پانچواں حرف باء ہے اور اس کے گیارہ معنی آتے ہیں لیکن مصنفؒ نے اس میں سے صرف سات کو بیان کیا ہے۔

(۱) الصاق کیلئے۔

الصاق اسے کہتے ہیں جو شئی آخر کو اپنے مدخول کیساتھ ملائے، یہ ملانا بطور مخالطت کے ہوگا یا مجاورت کے، پہلے کو الصاق حقیقی کہتے ہیں جیسے بہ داء دوسرے کو مجازی کہتے ہیں جیسے مررت بزید ای التصق مروری بمکان یقرب منہ زید

(۲) استعانت کیلئے۔

باء استعانت کیلئے وہ ہوتی ہے جو اپنے مدخول کو صدور فعل میں اپنے فاعل کا معاون بنائے جیسے کتبت بالقلم کتابت کے صدور کے لئے قلم کو معاون بنایا گیا ہے۔

(۳) مصاحبت کیلئے۔

جواپنے مدخول کو مفعول کا مصاحب بنائے اس طرح کہ دونوں پر فعل کا وقوع ہو جیسے اشتریت الفرس بسوجه یہاں مشتری کے فعل شریٰ یعنی خریدنے کا وقوع جیسے فرس پر ہوا ہے اسی طرح سرج پر بھی ہوا ہے۔

(۴) مقابلہ کیلئے۔

جواپنے مدخول کو شئی آخر کا عوض اور ثمن بنادے جیسے اشتریت العبد بالدرهم

(۵) تعدیہ کیلئے۔

جو فعل لازم کو متضمن معنی تصییر کے کر کے متعدی بنائے جیسے ذهب الله بنورهم ای صیر الله نورهم ذاهبا

(٦) ظرفیہ کیلئے جیسے جلست بالمسجد ای فی المسجد

(۷) باءزائدہ بھی ہوتی ہے تین مقامات پر قیاسا اور اسکے علاوہ میں سماعا۔

۱) ھل استفہامیہ کی خبر اسی طرح ۲) لیس اور ۳) ما مشابہ بلیس کی خبر پر باء قیاسا زائد ہوتی ہے۔

جیسے استفہام کی مثال: هل زید بقائم ما اور لیس کی مثال: ما زید بقائم ،لیس زید بقائم

سماعا یہ مبتدا خبر، فاعل اور مفعول میں زائدہ ہوتی ہے۔

مبتدا کی مثال: بحسبك زید

خبر کی مثال: حسبك بزید

فاعل کی مثال: و کفی بالله شهید ا

مفعول کی مثال: و لا تلقو ا باید یکم الی التهلکه

واللام للاختصاص والتعلیل

حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے یہ بھی کئی معنوں کیلئے آتا ہے۔

(۱) اختصاص :لام اختصاص کیلئے وہ ہوتا ہے جو کسی شی کو اپنے مدخول کے ساتھ خاص کردے چاہے یہ اختصاص بطور ملکیت کے ہو یا بغیر ملکیت کے ہو

ملکیت کی مثال: المال لزید

غیر ملکیت کی مثال: الجل للفرس

(۲) تعلیل: لام تعلیلیہ وہ ہوتا ہے جو اپنے مدخول کو کسی شئی کیلئے علت بنادے چاہے وجود کے اعتبار سے علت مؤخر ہو یا مقدم جیسے مؤخر کی مثال: ضربته للتادیب

مقدم کی مثال: خرجت لمخافتك

(۳) لام عن کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن قول کیساتھ جیسے قلت لزید ای قلت عن زید ،وقال الذین کفروا للذین آمنوا ای عن الذین آمنوا

(۴) زائدہ: لام زائدہ وہ ہوتا ہے جسکو حذف کرنے سے مقصودی معنی میں خلل نہ ہو جیسے ردف لکم ای ردفکم یہ اسلئے کہ ردف متعدی بنفسہ ہے۔

(۵) تعجب: واو قسمیہ کے معنی میں ہو کر تعجب کیلئے بھی آتا ہے بشرطیکہ وہ کام عظیم ہو جیسے للہ لا یوخر الاجل . لیکن للہ لقد طار الذباب کہنا درست نہیں کیونکہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ورب للتقلیل

حروف جارہ میں سے ساتواں حرف رب ہے اسکی کئی خصوصیات ہیں۔

(۱) اس کی وضع تقلیل کیلئے ہوئی ہے لیکن زیادہ تر یہ کثرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے رب رجل کریم لقیتہ (میں بہت سے اچھے لوگوں سے ملا)

(۲) ولها صدر الکلام

رب صدارت کلام کا تقاضہ کرتا ہے

(۳) اور یہ ہمیشہ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے یہ جمہور کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے امام اخفش اور

فراء کے نزدیک نکرہ موصوفہ کی قید نہیں۔

(۴) رب کے بعد فعل ماضی ہوتا ہے چاہے ماضی حقیقی ہو یا معنوی، حقیقی کی مثال جیسے رب رجل کریم لقیته، معنوی کی مثال جیسے رب رجل کریم لم افارقه .

(۵) رب کا فعل قرینہ کی وجہ سے اکثر محذوف ہوتا ہے اور یہ اسلئے کہ رب ظاہرا یا تقدیرا سوال کے جواب میں واقع ہوتا ہے گویا سائل نے کہا ما لقیت رجلا تو اس کے جواب میں آپ کہدیں رب رجل کریم تو یہاں لقیت فعل محذوف ہے جس پر قرینہ سائل کا سوال ہے۔

وتدخل علی مضمر مبهم مميز بنكرة منصوبة

(۶) رب کبھی ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کیلئے شرط یہ ہے کہ نکرہ منصوبہ اسکی تمیز واقع ہو اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی چاہے اسکی تمیز مذکر ہو یا مؤنث، مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے ربه رجلا، ربه رجلين، ربه رجالا، ربه امرأة، ربه امرأتين، ربه نساء البتہ اسمیں کوفیوں کا اختلاف ہے انکے نزدیک تذکیر و تانیث اور افراد، تثنیہ، جمع میں ضمیر تمیز کے مطابق ہوگی جیسے ربه رجلا، ربهما رجلين، ربهم رجالاً، ربها امرأة، ربهما امرأتين، ربهن نساء۔

وتلحقها ما فتدخل على الجمل

(۷) کبھی رب پر ما کافہ داخل ہوتا ہے اس صورت میں یہ ملغی از عمل ہوگا اور فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ربما یود الذين كفروا.

(۸) کبھی رب زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے ربما ضربةٍ اس کو اعتراض کا جواب بھی بنا سکتے ہیں۔

اعتراض: آپ نے کہا تھا کہ رب پر جب ما داخل ہو تو رب عمل نہیں کرتا لیکن ہم آپ کو ایسی مثال بتاتے ہیں جہاں رب پر ما داخل ہے اس کے باوجود رب نے عمل کیا ہے جیسے شعر

ربما ضربة بسيف صيقل :: بين بصرى وطعنه نجلاء

جواب: یہاں ما کافہ نہیں زائدہ ہے۔

واوھا تدخل علی نکرۃ موصوفہ

حروف جارہ میں سے آٹھواں حرف واو بمعنی رب ہے یعنی وہ واو جو رب کے معنی میں آتا ہے یعنی جیسے رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے ایسے یہ بھی نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے شعر

وبلدۃلیس بھا انیس :: الا الیعافیر والا العیس

وواو القسم انما تکون حذف الفعل لغیر السوال

نواں حرف واو قسمیہ ہے اسکی چند خصوصیات ہیں

(۱) اس کا فعل قسم ہمیشہ محذوف ہوتا ہے اور یہ اسلئے کہ واو قسم کیلئے بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے حتی کہ باء جو کہ قسم کیلئے اصل ہے اس سے بھی واو زیادہ استعمال ہوتا ہے لہذا اقسمت واللہ نہیں کہہ سکتے۔

(۲) واو قسمیہ سوال پر داخل نہیں ہوتا لہذا واللہ اخبرنی کہنا درست نہیں۔

(۳) یہ اسم ظاھر کیساتھ مختص ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا لہذا وك، وھی کہنا درست نہیں اسم ظاھر عام ہے چاہے لفظ اللہ ہو یا غیر جیسے واللہ ،ورب الکعبۃ

والتاء مثلھا مختصۃ باسم اللہ تعالی

دسواں حرف جر تاء ہے۔

تین چیزوں میں واو اور تاء متفق ہیں اور ایک میں مختلف۔ اتفاق والی تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) واو کی طرح تاء بھی قسم کیلئے آتا ہے۔

(۲) واو کی طرح اس کا فعل بھی ہمیشہ محذوف ہوتا ہے۔

(۳) واو کی طرح یہ بھی سوال کیلئے نہیں آتا۔

اختلاف کی صورت یہ ہے کہ واو لفظ اللہ کیساتھ خاص نہیں جبکہ تاء صرف لفظ اللہ کیساتھ خاص ہے

لفظ اللہ کے علاوہ کیساتھ تاء نہیں آتا لہذا تالرحمان ،تالرحیم کہنا درست نہیں۔

والباء اعم منها فی الجمیع

گیارہواں حرف جر باء ہے اور حروف قسم میں یہی اصل ہے اور یہ تمام صورتوں میں تاء اور واو سے عام ہے یعنی اس کا فعل مذکورہ بھی ہوتا ہے اور محذوف بھی جیسے اقسم باللہ اور باللہ اسی طرح یہ سوال اور غیر سوال دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے باللہ لا فعلن کذا اور باللہ اخبرنی اسی طرح یہ ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے اور اسم ظاہر پر بھی۔ پھر اسم ظاہر میں لفظ اللہ پر بھی داخل ہوتا ہے اور غیر پر بھی جیسے باللہ ،بالرحمٰن ،بك

ویتلقی القسم باللام وان وحرف النفی

جواب قسم پر کبھی لام داخل ہوتا ہے اور کبھی اِنَّ اور کبھی حرف نفی (حرف نفی سے مراد ما، لا ہیں)

تفصیل: لام کلام مثبت میں آتا ہے چاہے جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ

جملہ اسمیہ کی مثال: واللہ لزید قائم

جملہ فعلیہ کی مثال: واللہ لافعلن کذا

اور اِنَّ جملہ اسمیہ کیلئے خاص ہے جیسے: واللہ اِنَّ زیداً لقائم

ما اور لا دونوں کلام منفی میں آتے ہیں چاہے جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ

جملہ اسمیہ کی مثال: واللہ ما زید لقائم

جملہ فعلیہ کی مثال: واللہ لا یقوم زید

کبھی حرف نفی کو قرینہ کی وجہ سے حذف کرتے ہیں جیسے تاللہ تفتؤ تذکر یوسف یہ اصل میں لا تفتؤ تھا۔

وقد یحذف جوابه

جب قسم ایسے جملہ کے درمیان یا بعد واقع ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتا ہو تو اس صورت میں

جواب قسم محذوف ہوتی ہے۔

درمیان کی مثال: زید واللہ قائم اور بعد کی مثال: زید قائم واللہ ان دونوں مثالوں میں جواب قسم محذوف ہے جو کہ زید قائم ہے۔

سوال: یہاں موجودہ جملہ زید قائم کو جواب قسم کیوں نہیں مانتے ؟

جواب: جواب قسم، قسم کے بعد ہوتا ہے اور ان دونوں مثالوں میں زید قائم قسم سے مؤخر نہیں اسلئے اس کو دال علی الجواب کہتے ہیں جواب قسم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر جواب قسم کی علامات لام وغیرہ داخل نہیں ہوتیں۔

وعن للمجاوزة

حروف جارہ کا بارہواں حرف عن ہے یہ مجاوزت کیلئے آتا ہے پھر مجاوزت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مجاوز عنہ سے نکل کر مجاوز لہ تک پہنچ جائے جیسے رمیت السهم عن القوس الی الصید

(۲) مجاوز عنہ سے نکلا نہ ہو لیکن مجاوز لہ تک پہنچ جائے جیسے اخذت العلم عن زید، اس مثال میں علم متکلم تک تو پہنچ گیا ہے لیکن زید سے زائل نہیں ہوا۔

(۳) صرف مجاوز عنہ سے زائل ہو لیکن دوسرے کو حاصل نہ ہو جیسے ادیت الدین عن زید. (فان الدین زال عن المدیون ولم یصل الی المدیون ولا الی دائنه لان الدین وصف شرعی ثابت بالذمة غیر قابل للنقل بل یقضی بمثله لان الدیون تقضیٰ بامثالها، کما هو مشهور فی کتب الفقه)

وعلی للاستعلاء

حروف جارہ میں سے تیرھواں حرف علی ہے یہ استعلاء کیلئے آتا ہے یعنی کسی شئی کو اپنے مدخول کے اوپر کر دیتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقی جیسے زید علی السطح

(۲) مجازی جیسے علی دین

وقد تکونان اسمین بدخول من علیها

عن اور علی کبھی اسم بھی ہوتے ہیں جب کہ ان پر حروف جارہ داخل ہوں جیسے من عن یمین ای من جانب یمین ،من علیه ای من فوقه، پہلی مثال میں عن جانب کے معنی میں اور دوسری مثال میں علی فوق کے معنی میں ہے۔

والکاف للتشبیه

(۱) حروف جارہ میں سے چودھواں حرف کاف ہے یہ تشبیہ کیلئے آتا ہے یعنی یہ اپنے مدخول کو کسی دوسری شئی کیلئے مشبہ بنا دیتا ہے جیسے زید کالاسد یہاں زید مشبہ ہے اسد مشبہ بہ ہے۔

(۲) کاف کبھی زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے لیس کمثله شئی ای لیس مثله شئی

(۳) اور یہ کبھی مثل کے معنی میں ہو کر اسم بھی ہوتا ہے جب اس پر حروف جارہ داخل ہوں جیسے اس شعر میں

هن نساء بیض ثلاث کنعاج جُمّ   یضحکن عن کالبرد المنهم

ترجمہ: وہ تین خوبصورت لڑکیاں ایسی ہیں جیسے بغیر سینگھوں والی تین گائیں ہوں، وہ یوں ہنس رہی تھیں (کہ ان کے دانت) جیسے پگھلے ہوئے اولے ہوں۔

اس شعر میں عن کاف پر داخل ہے اور یہ کاف اسم ہے اور یہ مثل کے معنی میں ہے۔

وتختص بالظاهر

یہ کاف اسم ظاہر کیساتھ خاص ہے یہ ضمیر پر داخل نہیں ہوتا البتہ کبھی کبھی ضمیر مرفوع پر داخل ہوتا ہے جیسے ما انا کانت امام مبرد کا اختلاف ہے ان کے نزدیک کاف مطلقاً ضمیر پر داخل ہوتا ہے چاہے شعر ہو یا نثر اسی طرح چاہے ضمیر مرفوع ہو یا منصوب اور مجرور۔

ومذومنذ للزمان للابتداء فی الماضی

حروف جارہ میں سے پندرھواں اور سولھواں حرف مذ اور منذ ہیں یہ زمان کیلئے آتے ہیں اگر ان کا مدخول زمانہ ماضی ہو تو اول مدت بتانے کیلئے آتے ہیں جیسے مارائیتہ مذیوم الجمعۃ ای انتفی رؤیتی ایاہ من یوم الجمعۃ یعنی میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا۔

اور اگر ان کا مدخول زمانہ حال ہو تو یہ فی کے معنی میں ظرفیت کیلئے آتے ہیں جیسے مارائیتہ مذشھرنا ای جمیع زمان انتفاء رؤیتنا ھو ھذا الشھر

وحاشا وعدا وخلا للاستثناء

حروف جارہ میں سے سترھواں، اٹھارھواں اور انیسواں حرف حاشا، خلا، عدا ہیں یہ تینوں استثناء کیلئے بھی آتے ہیں اور جارہ بھی آتے ہیں مگر یہ استثناء کیلئے ہوں تو ان کا مابعد منصوب ہوگا اور یہ فعل ہوں گے اور اگر جارہ ہوں تو مابعد مجرور ہوگا۔

جیسے جاء نی القوم حاشا، عدا، خلا زیداً زیدٍ

الحروف المشبھۃ بالفعل

حروف مشبہ بالفعل کی فعل کیساتھ لفظا بھی مشابہت ہے اور معنا بھی، لفظا اس طور پر کہ جیسے کوئی فعل ثنائی نہیں ہوتا بلکہ ثلاثی، رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ثلاثی، رباعی ہوتے ہیں کہ اِنَّ اَنَّ اور لیت یہ تینوں ثلاثی ہیں اور کان، لکن، لعل یہ تینوں رباعی ہیں اسی طرح جس طرح فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتی ہے یہ بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں۔

اور معنا مشابہت اس طرح ہے کہ اِنَّ، اَنَّ یہ تحقیق کے معنی کیلئے اور اکدت کے معنی میں آتے ہیں کانّ شبھت کے معنی میں آتا ہے لکنّ استدرکت کے معنی میں آتا ہے لیت تمنیت اور لعل ترجیت کے معنی میں آتے ہیں اس مشابہت کی وجہ سے عمل میں بھی اس کو فعل کے مشابہ کردیا گیا یعنی جس طرح فعل دو اسموں پر داخل ہو کر ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ

حروف بھی دو اسموں میں داخل ہو کر ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں البتہ ان میں اتنا فرق کیا گیا ہے کہ فعل پہلے (یعنی فاعل) کو رفع اور دوسرے (یعنی مفعول) کو نصب دیتا ہے جب کہ یہ حروف پہلے کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں اور یہ فرق اس لئے کیا تا کہ مشبہ اور مشبہ بہ (یعنی اصل اور فرع) میں فرق واضح ہو جائے۔

یہ حروف چھ ہیں اِنَّ ، اَنَّ ، کاَنَّ ، لکنَّ ، لیت ، لعلَّ

ولها صدر الكلام سوى أنّ فهي بعكسها

یہ تمام حروف صدارت کلام کو چاہتے ہیں سوائے اَنّ کے وہ لازمی طور پر کلام کے درمیان میں آتا ہے۔ اَنّ کے علاوہ باقی صدارت کلام کا تقاضہ اسلئے کرتے ہیں کہ یہ کلام کی مخصوص نوع پر دلالت کرتے ہیں اسلئے انکو کلام کے شروع میں لاتے ہیں تا کہ ابتداء کلام سے ہی معلوم ہو جائے کہ اس کلام کا تعلق کس سے ہے یعنی تشبیہ سے ہے یا تاکید و تمنی وغیرہ سے اور اَنّ کو درمیان میں اسلئے لائے کیونکہ اَنّ اپنے مدخول کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے لہذا یہ ضروری ہوا کہ اس کا کسی اور سے تعلق ہو، تا کہ مکمل جملہ بن سکے۔

وتلحقها ما فتلغي

حروف مشبہ بالفعل پر ما کافہ داخل ہوتا ہے اور یہ ما ان کو عمل سے روک دیتا ہے جیسے انما انا بشر مثلکم اور یہی افصح قول ہے

اور یہ تمام حروف اسم پر داخل ہوتے ہیں لیکن جب ما کی وجہ سے ملغی از عمل ہو جائیں تو پھر فعل پر بھی داخل ہو سکتے ہیں جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے انما حرم علیکم المیتة .

فان لا تغير معنى الجملة

یہاں سے مصنفؒ نے اِنَّ اور اَنَّ کے درمیان معنوی فرق بیان فرما رہے ہیں کہ اِنَّ جملہ پر داخل ہو کر اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا جیسے اِنَّ زیدا قائم کا معنی وہی ہے جو زید قائم کا ہے صرف

اس میں تاکید پیدا کی ہے اس کے برخلاف اَنَّ اپنے مدخول کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے۔

اِنَّ اور اَنَّ پڑھنے کا ضابطہ:۔ کلام میں اِنَّ اور اَنَّ کے پڑھنے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر یہ ماقبل کیلئے مفرد (یعنی فاعل، مفعول، ظرف، مضاف الیہ وغیرہ) واقع ہو تو اس کو اَنَّ پڑھنا واجب ہے ورنہ اِنَّ پڑھنا واجب ہے۔

فکسرت ابتداء وبعد القول والموصول

وہ مقامات جہاں اِنَّ پڑھنا واجب ہے۔

یہاں سے مصنفؒ وہ مقامات ذکر فرما رہے ہیں جہاں اِنَّ پڑھا جاتا ہے۔ یہاں مصنفؒ نے تین مقامات ذکر فرمائے ہیں

(۱) کلام کے شروع میں ہو تو اِنَّ پڑھا جائیگا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **اِنَّ اللّٰہ علیٰ کل شئی قدیر**

(۲) قال، یقول کے بعد اِنَّ پڑھا جائے گا جیسے **قال اِنَّہ یقول اِنَّھا بقرۃ**

(۳) موصول کے بعد بھی اِنَّ پڑھا جائیگا اسلئے کہ موصول اپنے بعد صلہ چاہتا ہے اور صلہ جملہ ہوتا ہے جیسے **جاء نی الذی اِنَّ اباہ قائم**

وفتحت فاعلۃ ومفعولۃ ومبتداء ومضافا الیھا

وہ مقامات جہاں اَنَّ پڑھنا واجب ہے۔

یہاں سے مصنفؒ وہ مقامات بیان فرماتے ہیں جہاں اَنَّ پڑھا جاتا ہے مصنفؒ نے یہاں سات مقامات ذکر فرمائے ہیں۔

(۱) جہاں ان اپنے مدخول کے ساتھ مل کر ماقبل کیلئے فاعل بن رہا ہو تو وہاں اَنَّ پڑھا جائیگا جیسے **بلغنی اَنَّ زیداً عالم**

(۲) جہاں مفعول واقع ہو جیسے **کرھت اَنَّ زیداً قائم**

(۳) جہاں مبتدا واقع ہو رہا ہو جیسے عندی اَنّك قائم

(۴) جہاں مضاف الیہ واقع ہو جیسے اعجبنی اشتھار اَنّك عالم

(۵) لولا کے بعد بھی اَنَّ پڑھا جاتا ہے اسلئے کہ لولا مبتدا پر داخل ہوتا ہے جیسے لـــــولا انك منطلق، انطلقت

(۶) لَو کے بعد بھی ان پڑھا جاتا ہے کیونکہ لو شرط کیلئے آتا ہے اور شرط کیلئے فعل لازم ہے تو اَنَّ اپنے مدخول کے ساتھ اس فعل کیلئے فاعل واقع ہوگا جیسے لو اَنّك قائم اس کی تقدیری عبارت لو ثبت انك قائم ہے اس مثال میں انک قائم پورا جملہ بتاویل مفرد ثبت کیلئے فاعل واقع ہے۔

(۷) حرف جر کے بعد بھی ان آتا ہے جیسے ذلك بان الله هو الحق

وان جاز التقدیران

اگر جملہ میں دو حیثیتیں ہوں اس طرح کہ اس کو مفرد بنانا بھی درست ہو اور اس کو الگ جملہ بنانا بھی درست ہو تو اس صورت میں اِنَّ اور اَنَّ دونوں پڑھنا جائز ہے۔ مصنفؒ نے اس کی دو مثالیں دی ہیں پہلی مثال یہ ہے من یکرمنی فَاِنّی اکرمه اس سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں ان فاء جزائیہ کے بعد واقع ہو۔ اگر یہاں اِنَّ پڑھیں تو یہ جملہ مکمل ہوگا اور یہ جملہ جزائیہ ہوگا اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا من یکرمنی فاَنَا اکرمه اور اگر اَنَّ پڑھیں تو اس صورت میں اَنَّ کا مابعد مبتدا ہوگا اور خبر محذوف ہوگی یا اس کو خبر قرار دیں گے اور مبتدا محذوف ہوگی اور تقدیری عبارت یوں ہوگی۔ من یکرمنی فجزاءہ اَنّی اکرمه

دوسری مثال شاعر کا شعر ہے: وکنت اری زیدا کما قیل سیدا

اذا انه عبد القفا و اللهازم

ترجمہ: میں زید کو ایسا ہی سردار سمجھتا تھا جیسے لوگ کہتے ہیں لیکن وہ تو گردن اور جبڑوں کا غلام ثابت ہوا یعنی سونے اور کھانے والا۔

اس شعر میں اگر انہ الخ کو پورا جملہ فرض کیا جائے تو اِنَّ پڑھا جائے گا اور اگر اَنَّ الخ کو مبتدا اور خبر محذوف مان لیں تو اَنَّ پڑھا جائے گا تقدیری عبارت یوں ہوگی اذا عبودیتہ للقفا وللھازم ثابت

فائدہ:۔ یہاں مثل سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں انّ اذا مفاجاتیہ کے بعد واقع ہو۔

شبھه

یعنی اذا انہ عبدالقفا الخ اور اس کے مثل میں اَنَّ اور اِنَّ دونوں جائز ہیں جیسے یہ مثال اول ما اقول اِنّی احمد اللہ

یہاں اگر ما کو موصولہ یا موصوفہ قرار دیں تو اِنَّ پڑھنا ہوگا اور اس صورت میں تقدیری عبارت اول مقولاتی انی احمد اللہ ہوگی اور اگر ما کو مصدریہ قرار دیں تو اَنَّ پڑھنا واجب ہوگا اور اس صورت میں تقدیری عبارت اول اقوالی ہو جائے گی۔

ولذلك جاز العطف على اسم المكسورة

چونکہ اِنَّ کلام کے معنی کو تغیر نہیں کرتا صرف تاکید پیدا کرتا ہے اور اس کا اسم محلا مرفوع ہی ہوتا ہے برخلاف اَنَّ کے کہ وہ اپنے مدخول کو مفرد کے معنی میں کر دیتا ہے اسلئے اِنَّ کے اسم پر کسی اور اسم مرفوع کا عطف کرنا جائز ہے (چاہے اِنَّ لفظا ہو یا حکما، اِنَّ حکما سے مراد علم کے بعد واقع ہونے والا اَنَّ ہے جیسے علمت اَنَّ زیدا قائم یہ اگرچہ لفظا مفتوح یعنی اَنَّ ہوتا ہے لیکن حکما یہ مکسور یعنی اِنَّ ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علم دو مفعول چاہتا ہے اگر اس کو ہم اَنَّ کر دیں تو اَنَّ چونکہ اپنے مدخول کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے لہذا یہ پورا جملہ مفرد کے حکم میں ہوگا اور یہ علم کا مفعول اول تو بنے گا لیکن مفعول ثانی موجود نہیں ہوگا، لیکن جب اس کو اِنَّ قرار دیں تو چونکہ اِنَّ اپنے مدخول کے معنی کو متغیر نہیں کرتا لہذا یہ پورا جملہ دو مفعولوں کے قائم مقام ہوگا اس لئے یہاں اَنَّ کو حکما اِنَّ کہتے ہیں) لیکن عطف کیلئے شرط یہ ہے کہ ان کی خبر اس اسم معطوف سے مقدم ہو،

چاہے حقیقتاً مقدم ہو یا حکماً

حقیقتاً کی مثال: **اِنَّ زیداً قائم و عمرو** اس مثال میں زیداً اِنَّ کا اسم ہے اور اس پر عمرو جو کہ مرفوع ہے کا عطف ہے اور قائم خبر ہے اور یہاں قائم خبر عمرو سے حقیقتاً مقدم ہے حکماً کی مثال: **ان زیدا و عمرو قائم** (بمعنی ان زیدا قائم و عمرو قائم) اس مثال میں قائم خبر ہے یہ اگرچہ عمرو سے مؤخر ہے لیکن حکماً عمرو سے مقدم ہے اسلئے کہ اگر یہ حکماً عمرو سے پہلے نہ ہو تو اس صورت میں یہ زید اور عمرو دونوں کی خبر ہوتی ہے پھر اسکو قائمان ہونا چاہے تھا لیکن یہاں قائم مفرد لائے جس سے معلوم ہو کہ یہ صرف زید کیلئے خبر واقع ہے نہ کہ زید اور عمرو دونوں کیلئے لہذا **ان زیدا و عمرو ذاهبان** کہنا ناجائز ہے اسلئے کہ اس مثال میں عمرو کا عطف کیا گیا ہے زید پر اور ذاہبان ان دونوں سے خبر واقع ہے اور یہ خبر حقیقتاً بھی اور حکماً بھی عمرو کے بعد واقع ہے لہذا شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے عطف جائز نہیں۔

خلافا للكوفين

کوفی حضرات کا مذکورہ عطف کی شرط میں اختلاف ہے ان کے نزدیک وہ اسم ان کی خبر سے پہلے ہو یا نہ ہو ہر حال میں اِنَّ کے اسم پر دوسرے اسم کا عطف کرنا جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اِنّ عامل ضعیف ہے یہ صرف اپنے اسم میں عمل کرتا ہے اور وہ اسم اِنّ کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے لیکن یہ خبر میں عمل نہیں کرتا بلکہ خبر مرفوع ہوتی ہے ابتدا کی وجہ سے جیسے اِنَّ کے داخل ہونے سے پہلے ابتداء کی وجہ سے مرفوع تھی لہذا ان کے نزدیک **اِنَّ زیدا و عمرواً ذاهبان** کی ترکیب درست ہے۔

ولا اثر بكونه مبنيا

~~پھر~~ بصریین حضرات کا آپس میں اختلاف ہے امام مبردؒ اور امام کسائیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اِنَّ کا اسم مبنی ہو تو جواز عطف کیلئے خبر کا مقدم ہونا شرط نہیں لہذا ان کے نزدیک **انك و زيد ذاهبان** کی

ترکیب جائز ہے۔

جمہور نحاۃ فرماتے ہیں کہ ان کے اسم پر عطف کیلئے خبر کا مقدم ہونا ہر حال میں شرط ہے چاہے اسم مبنی ہو یا معرب، لہذا انکے نزدیک انك وزید ذاهبان کی ترکیب جائز نہیں۔

ولكن كذلك

جیسے اِنَّ کے اسم پر کسی اور اسم کا عطف کرنا جائز ہوتا ہے ایسے ہی لکن کے اسم پر بھی عطف کرنا جائز ہے جیسے جاء نی زید ولکن عمروا غائب وبکر اس مثال میں بکر کا عطف عمرو پر ہے جو کہ لکن کا اسم ہے۔

ولذلك دخلت اللام مع المكسوره

اِنَّ چونکہ کلام میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا صرف تاکید کیلئے آتا ہے اس لئے ان کے اسم اور خبر وغیرہ پر لام داخل ہوتا ہے برخلاف اَنَّ کے کہ وہاں لام داخل نہیں ہوتا اور وجہ یہ ہے کہ اِنَّ بھی جملہ کی تاکید کیلئے آتا ہے اور لام بھی لہذا دونوں میں مشابہت ہے جبکہ اَنَّ میں یہ بات نہیں بلکہ وہ جملے کو مفرد کے معنی میں کر دیتا ہے۔

یاد رکھنا کہ اِنَّ کے اسم پر لام داخل ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ اِنَّ اور اس کے اسم کے درمیان فصل ہو جیسے اِنَّ فی الدار لزیداً اور اگر اِنَّ کے اسم اور خبر کے درمیان خبر کے معمول کا فصل آجائے تو اس صورت میں لام اس معمول پر داخل ہوگا جیسے ان زیداً لطعامك آكل

ان کی خبر پر لام کو داخل کرنے کی مثال ان زیداً لقائم

وفی لكن ضعيف

لکن کے اسم اور خبر وغیرہ میں لام کا داخل کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ لکن اگرچہ جملہ کے معنی کو متغیر نہ کرنے میں اِنَّ کے مشابہ ہے لیکن تاکید میں مختلف ہے یعنی اِنَّ تاکید کیلئے آتا ہے لکن نہیں

وتخفف المكسورة فيلزمها اللام

اِنَّ کو اگر مخفف بنایا جائے تو اس صورت میں اس کی خبر پر لام لانا ضروری ہے لیکن اس کے لئے چار شرطیں ہیں۔

(۱) خبر مثبت ہو منفی نہ ہو (۲) خبر ایسی ماضی ہو جس پر قد داخل ہو (۳) خبر جملہ شرطیہ نہ ہو (۴) خبر ایسا جواب قسم نہ ہو جس پر لام داخل ہو جیسے ان زیدا لقائم

ویجوز الغاء ھا

اِن مخفف من المثقل کو عمل دینا اور نہ دینا دونوں جائز ہے عمل دینے کی مثال: ان کلا لما لیوفینھم اور عمل نہ دینے کی مثال ان کلُ ذلك لما متاع الحیوۃ الدنیا

ویجوز دخولها علی فعل من الافعال

اِنّ میں تخفیف کر کے جب اس کو اِنْ بنا دیا جائے تو اس کی مشابہت فعل کیساتھ ختم ہوگی اور جب اس کی مشابہت ختم ہوگی تو اب یہ افعال پر بھی داخل ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کن افعال پر داخل ہوگا اس میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے بصریین کے نزدیک ان مخفف من المثقل صرف ان افعال پر داخل ہو سکتا ہے جو افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں یعنی افعال ناقصہ اور افعال قلوب پر جیسے وان کانت لکبیرۃ الا علی الخاشعین، وان نظنك لمن الکاذبین

اور کوفیوں کے نزدیک یہ تمام افعال پر داخل ہو سکتے ہیں ان کی دلیل یہ شعر ہے۔

تالله ربك ان قتلت لمسلما :: وجبت علیك عقوبة المتعمد

یہاں ان مخفف قتلت پر داخل ہے جو دواخل المبتدا میں سے نہیں

بصریین اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ شاذ ہے۔

وتخفف المفتوحة فتعمل فی ضمیر شان مقدر

اَنْ مخفف من المثقل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا بلکہ یہ لازمی طور پر ضمیر شان میں عمل کرتا ہے جیسے

اشھد ان لا الـه الا الـلـه اور ضمیر شان کے علاوہ میں عمل کرنا شاذ ہے البتہ ضرورت شعر میں استعمال ہوتا ہے جیسے شعر

فلو اَنْک فی یوم الرخاء سئلتنی　　　فراقك لم ابخل وانت صديق

اس شعر میں اَنْ نے کاف ضمیر پر عمل کیا ہے۔

فتدخل على الجمل مطلقا

ان مخفف من المثقل مطلقا جملے پر داخل ہوتا ہے، مطلقا کا مطلب ہے چاہے جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ پھر فعل چاہے دواخل المبتدا میں سے ہو یا نہ ہو

تفصیل: حقیقت میں اِنْ مخفف من المثقل کا عامل ہونا تو ثابت ہے لیکن اَنْ کا عامل ہونا ثابت نہیں حالانکہ اَنَّ کی مشابہت فعل کیساتھ زیادہ قوی ہے بنسبت اِنَّ کے تو اِنَّ جو کہ ادنی ہے اس کا عامل ہونا ثابت ہوا اور اَن جو کہ اعلی ہے اس کا عامل ہونا ثابت نہیں ہوا حالانکہ یہ صحیح نہیں تو ہم نے اس قباحت سے بچنے کیلئے یہ کہہ دیا کہ یہ ضمیر شان مقدر میں عمل کرتا ہے۔

ویلزمها مع الفعل السين او سوف

ان مخفف من المثقل جب فعل پر داخل ہو تو اس فعل پر چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا داخل کرنا ضروری ہے اور وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ (۱) سین (۲) سوف (۳) قد (۴) حرف نفی

سین کی مثال: علم ان سیکون

سوف کی مثال: شعر　واعلم فعلم المرء ينفعه :: اَنْ سوف یاتی کل ماقدر

قد کی مثال: ليعلم اَنْ قد ابلغوا رسالات ربهم

اور یہ تینوں اسلئے لاتے ہیں تا کہ ان مصدریہ اور ان مخفف من المثقل میں فرق ہو جائے کیونکہ اَنْ مصدریہ کے بعد سین، سوف، اور قد نہیں آتے اور یہ اسلئے بھی تا کہ یہ حروف اَنّ کے نون محذوفہ کا عوض بن جائیں۔

حرف نفی کی مثال: اولا یرون ان لا یرجعُ الیھم اور یہ حرف نفی صرف نون محذوفہ کے عوض کیلئے ہے کیونکہ حرف نفی ان مخفف اور مصدر یہ دونوں کیساتھ جمع ہوتا ہے۔

ان چاروں کا اَنْ کے مدخول پر داخل کرنا اس وقت ضروری ہے جب وہ فعل افعال متصرفہ میں سے ہو ورنہ ان میں سے کسی کا داخل کرنا ضروری نہیں جیسے واَنْ لیس للا نسان الا ما سعی

سوال:۔ ان مخفف من المثقل اوران مصدر یہ میں فرق کیسے کیا جائے گا؟

جواب:۔ (۱) اس کے بعد والا فعل اگر منصوب ہو تو یہ ان مصدر یہ ہوگا ورنہ ان مخفف من المثقل ہوگا۔

(۲) بعد والے فعل سے اگر استقبال مراد ہو تو مصدر یہ ہے ورنہ مخففہ

کان للتشبیه وتخفف فتلغی علی الا فصح

کان تشبیہ کیلئے آتا ہے جیسے کان زیدا اسد

امام خلیل کے نزدیک کاَنَّ، اَنَّ اور کاف حرف تشبیہ سے مرکب ہے حرف تشبیہ کو مقدم کیا گیا ہے۔

جمہور کے نزدیک کاَنَّ مستقل حرف ہے کان کبھی مخفف ہوتا ہے اس صورت میں یہ فصیح لغت میں عمل نہیں کرتا جیسے شعر ونحرٍ مشرقِ اللون :: کاَنْ ثدیاہ حقان (نحر بمعنی صدر)

اس شعر میں اگر کاَنْ عمل کرتا تو ثدییہ ہوتا لیکن یہاں ثدیاہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ کاَنْ مخفف نے عمل نہیں کیا۔

البتہ ایک غیر فصیح لغت یہ بھی ہے کہ یہ مخفف بھی عمل کرتا ہے۔

ولکن للاستدراك

لکن استدارک کیلئے آتا ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وھم کو دور کرنے کیلئے آتا ہے مثلاً کسی نے کہا جاء زید تو یہ وھم ہوا کہ شاید بکر بھی آیا ہو کیونکہ دونوں ہمیشہ ساتھ ہوتے ہیں تو فوراً کہا کہ لکن بکراً لم یجئی

اور یہ ایسے دو کلاموں کے درمیان واقع ہوتا ہے جو نفی اور اثبات میں ایک دوسرے کے مغایر ہوں جیسے جاء نی زید لکن عمرواً لم یجئنی

پھر یہ مغایرت کبھی لفظا و معنا دونوں طرح ہوتی ہے اور کبھی صرف معنوی ہوتی ہے۔

مغایرت لفظی کی مثال: جاء نی زید لکن عمروا ما جاء

مغایرت معنوی کی مثال: زید حاضر لکن عمروا غائب یہاں دونوں کلام اگرچہ مثبت ہیں لیکن معنوی طور پر مغایر ہیں۔

وتخفف فتلغی

لکن جب مخفف ہو تو عمل نہیں کرتا اور یہی صحیح ہے جیسے جاء نی زید ولکنْ عمرو غائب البتہ اخفش اور یونس کے نزدیک مخفف بھی عمل کرتا ہے۔

ویجوز معها الواو

لکن چاہے مخفف ہو یا مثقل اس سے پہلے واو لانا درست ہے یہ واو یا عاطفہ ہوگی یا اعتراضیہ جیسے وما کفر سلیمان ولکنّ الشیاطین کفروا اور ولکنْ کانوا انفسهم یظلمون،

ولیت للتمنی

لیت تمنی کیلئے آتا ہے اور یہ ممکن ناممکن دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے لیت زیدا قائم اور لیت الشباب یعود

واجاز الفراء لیت زیدا قائما

امام فراء کے نزدیک لیت کے اسم اور خبر دونوں کا منصوب ہونا بھی جائز ہے کیونکہ لیت تمنی کیلئے آتا ہے اور اتمنی فعل کے معنی میں ہوتا ہے اور بعد والے دونوں اسم بھی اس کے مفعول ہوتے ہیں اور مفعول چونکہ منصوب ہوتا ہے اسلئے لیت کا اسم اور خبر دونوں منصوب ہونگے جیسے لیت زیدا قائما ای اتمنی زیدا قائما

لعل للترجی

لعل ترجی یعنی کسی کے واقع ہونے کی توقع کیلئے آتا ہے چاہے وہ محبوب چیز ہو یا مکروہ جیسے **لعلکم تفلحون اور لعل الساعة قريب**

تمنی اور ترجی میں فرق:

(۱) تمنی محبوب چیز کی ہوتی ہے اور ترجی محبوب اور غیر محبوب دونوں کی

(۲) تمنی ممکن اور غیر ممکن دونوں کی ہوتی ہے اور ترجی صرف ممکن کی ہوتی ہے۔

وشذ الجر بها

لعل کیساتھ جر دینا شاذ ہے یعنی لعل کو حروف جارہ میں سے شمار کرنا اور بعد والے اسم کو مجرور پڑھنا شاذ ہے البتہ لغت عقیلیہ میں یہ جر دیتا ہے ان کی دلیل سیرانی کا یہ شعر ہے۔

شعر

وداع دعانا من يجيب الى الندى　　فلم يستجبه عند ذاك مجيب

فقلت ادع اخرى وارفع الصوت دعوة　　لعل ابى المغوار منك قريب

جواب: (۱) یہاں لعل نے عمل نہیں کیا بلکہ یہ اعراب حکائی ہے یعنی کسی اور جگہ ابی المغوار واقع ہوا تھا تو شاعر نے اس کو بعینہ نقل کر دیا۔

(۲) وہ اسی نام سے مشہور تھا لہذا رفع، نصب، جر تینوں صورتوں میں ابی المغوار ہی پڑھا جائیگا ایسا نہیں کہ لعل نے جر دیا ہو۔

الحروف العاطفه وهى الواو

حروف عاطفہ دس ہیں واو، فاء، ثم، حتی، اِمّا، او، ام، لا، بل، لكن

انمیں سے پہلے چار (واو، فاء، ثم اور حتی) جمع کیلئے آتے ہیں یہاں جمع کا مطلب یہ ہے کہ احد الشیئین کیلئے نہیں آتے ہیں جیسے او، اما وغیرہ آتے ہیں بلکہ یہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں کیلئے

فعل ثابت کرتے ہیں چاہے مع الترتیب ہو جیسے فاء میں یا بغیر الترتیب ہو جیسے واو میں۔ جیسے جاء زید و عمرو، تو یہاں زید اور عمرو دونوں کے لئے فعل (جاء) ثابت ہے۔

فالواو للجمع مطلقا لا ترتیب فیها

واو مطلقا جمع کیلئے آتا ہے معطوف اور معطوف علیہ کو ایک حکم میں جمع کرتا ہے اور اسمیں ترتیب کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے جاء نی زید و عمرو یہاں زید اور عمرو کو مجیت میں جمع کیا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ ان میں سے پہلے کون آیا اور بعد میں کون آیا۔

والفاء للترتیب

حروف عاطفہ میں سے دوسرا حرف فاء ہے یہ تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے اور یہ تین چیزوں کو بیان کرتا ہے۔

(۱) معطوف اور معطوف علیہ دونوں ایک حکم کے تحت داخل ہیں۔

(۲) یہ ترتیب کو بیان کرتا ہے یعنی معطوف علیہ حکم میں مقدم ہوتا ہے اور معطوف مؤخر۔

(۳) یہ اتصال کو بیان کرتا ہے یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں زمانہ کے اعتبار سے فصل نہیں ہوتا جیسے جاء نی زید فعمرو اس مثال میں حکم مجیت زید اور عمرو دونوں پر ہے اور مجیت میں زید مقدم ہے عمرو سے کہ پہلے زید آیا اور بعد میں عمرو آیا اور زید اور عمرو کی مجیت میں اتصال ہے انفصال نہیں یعنی زید کے فورا بعد عمرو آیا ہے۔

وثم مثلها

حروف عاطفہ میں سے ثم بھی ہے یہ فاء کی طرح جمع اور ترتیب کیلئے آتا ہے البتہ اس میں تراخی پائی جاتی ہے جیسے جاء نی زید ثم عمرو یعنی میرے پاس پہلے زید آیا اور اس کے بعد (یعنی تاخیر سے) عمرو آیا۔

وحتى مثلها

حتیٰ ثم کی طرح تراخی کیلئے آتا ہے لیکن دونوں میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ ثم میں تراخی زیادہ ہوتی ہے حتیٰ میں کم۔ خلاصہ یہ کہ حتیٰ فاء اور ثم کے درمیان میں ہے فاء میں اتصال ہوتا ہے تراخی بالکل نہیں ہوتی ثم میں تراخی زیادہ ہوتی ہے اور حتیٰ میں تراخی ہوتی ہے لیکن کم۔

ومعطوفها جزء

حتیٰ کا مابعد معطوف علیہ کا جزء ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم حتى زيد اور حتیٰ کے ذریعے عطف اسلئے کیا جاتا ہے تا کہ قوت یا ضعف کو بیان کیا جائے جیسے قدم الحاج حتى المشاة (حاجی آئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی آئے) اسمیں ضعف بتانا مقصود ہے اور مات الناس حتى الا نبياء (لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے یہاں تک کہ انبیاء بھی، صلوۃ اللہ علیہم) اسمیں قوت بتانا مقصود ہے۔

ثم اور حتیٰ میں فرق: (۱) حتیٰ میں معطوف، معطوف علیہ کا جزء ہوتا ہے اور ثم میں معطوف معطوف علیہ کا جزء نہیں ہوتا۔

(۲) ثم میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان فاصلہ خارجی ہوتا ہے۔ اور حتیٰ میں یہ فاصلہ ذہنی ہوتا ہے جیسے جاء نی زید ثم عمرو اس مثال میں خارج میں فصل ہے یعنی پہلے زید آیا اور پھر عمرو آیا اور مات الناس حتى الانبياء میں فصل ذھنا ہے کیونکہ ایسا نہیں کہ پہلے سارے لوگ مرجائیں پھر انبیاء وفات پائیں بلکہ انبیاء میں سے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بقیہ تمام دنیا سے رخصت ہو گئے جبکہ لوگ اب تک موجود ہیں تو مات الناس حتى الانبياء کے جملے کا مطلب یہ ہے کہ موت سب کیلئے ہے اگر کوئی زندہ رہتا تو انبیاء زندہ رہتے جب وہ زندہ نہیں رہے تو دوسرے کیسے رہیں گے۔

واو وإمّا وام لاحد الامرين مبهما

حروف عاطفہ میں سے او، اما اور ام یہ تینوں احد الامرین کیلئے مبہم طور پر آتے ہیں یعنی دو میں سے کسی ایک کی تعین کیلئے آتے ہیں لیکن مبہم طور پر جیسے لبثنا یوما او بعض یوم

وام المتصله لازمة

ام کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) متصلہ (۲) منفصلہ یا منقطعہ (۳) زائدہ (۴) تعریفیہ

(۱) ام متصلہ اسے کہتے ہیں جو یہ بتلانے کیلئے آتا ہے کہ اس کا مابعد ماقبل سے مربوط اور ملا ہوا ہے گویا کہ کلام واحد ہے جیسے سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفرلهم

(۲) ام منفصلہ جو متصلہ کے برعکس ہو یعنی مابعد ماقبل سے مربوط نہ ہو جیسے الهم ارجل یمشون بها ام لهم اید یبطشون بها

(۳) ام زائدہ: یعنی کلام میں اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا جیسے افلا تبصرون ام انا خیر.

(۴) ام تعریفیہ جس طرح الف، لام تعریف کیلئے آتے ہیں اسی طرح ام بھی تعریف کیلئے آتا ہے جیسے امن امبر امصیام فی امسفر ای ا من البر الخ

ان میں سے پہلی قسم ام متصلہ کیساتھ ہمزہ استفہام کا اتصال ضروری ہے کہ جہاں ام ہوگا وہاں ہمزہ استفہام بھی ہوگا پھر ام کے بعد احد المستویین ہوگا اور دوسرا مستوی ہمزہ استفہام کے بعد ہوگا یعنی دونوں مستوین میں سے ایک پر ہمزہ داخل ہوگا اور دوسرے پر ام جیسے ازیدا رأیت ام عمرا.

بعد ثبوت احدهما لطلب التعيين

یعنی متکلم کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو (مثلا) دیکھا ہے اور وہ مخاطب سے کسی ایک کی تعین چاہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے جواب میں نعم یا لا نہیں آئیگا بلکہ احد

الشیئین کی تعیین سے جواب دیا جائیگا مثلاً ازیداً رایت ام عمرواً کے جواب میں زیداً یا عمرواً کہا جائے گا نعم یا لا نہیں۔

ومن ثم لم یجز أرایت زیدا ام عمرا

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ ام متصلہ کیساتھ ہمزہ استفہام کا لانا ضروری ہے اور اس ہمزہ کا احد المستویین پر داخل ہونا بھی ضروری ہے لہذا یہ ترکیب جائز نہیں ہے أرایت زیدا ام عمراً کیونکہ یہاں دونوں مستویین میں سے ایک پر ام تو داخل ہے لیکن دوسرے مستوی پر ہمزہ داخل نہیں کیونکہ ہمزہ رأیت فعل پر داخل ہے زید پر نہیں اسلئے یہ ترکیب جائز نہیں ہے۔

البتہ امام سیبویہ کے نزدیک جائز ہے البتہ پہلی ترکیب افصح اور ابلغ ہے۔

ومن ثم کان جوابها بالتعیین دون نعم اولا

جب یہ بات ماقبل سے معلوم ہوگئی کہ ام احد الامرین کیلئے غیر متعین طور پر آتا ہے اور مخاطب سے متکلم تعیین چاہتا ہے اسلئے اس کے جواب میں نعم یا لا کہنا جائز نہیں کیونکہ ان سے تعیین نہیں ہوتی بلکہ اس کے جواب میں احد الامرین کو ذکر کیا جائیگا۔

والمنقطعة کبل والهمزة مثل انها لا بل ام شاة

ام کی دوسری قسم ام منقطعہ ہے اس کو ام منفصلہ بھی کہا جاتا ہے یہ بل اور ہمزہ استفہام کی طرح ہے یعنی جس طرح بل ماقبل سے اعراض کیلئے آتا ہے اور ہمزہ اپنے مابعد میں شک پیدا کرتا ہے اسی طرح ام منفصلہ بھی ماقبل سے اعراض کر کے مابعد میں شک پیدا کرتا ہے جیسے **انها لا بل ام شاة** یعنی دور کسی جانور کو دیکھ کر پہلے کہا **انها لا بل** (یہ اونٹ ہے) پھر کچھ قریب ہوا اور یقین ہوا کہ یہ اونٹ نہیں بلکہ بکری یا کوئی اور جانور ہے تو ام شاة کہہ دیا تو ام کی وجہ سے ماقبل ابل سے تو اعراض ہوا کہ اونٹ نہیں البتہ مابعد شاة میں شک پیدا ہوا کہ ہوسکتا ہے بکری ہو یا کوئی اور جانور۔

واما قبل المعطوف عليه لازمة مع ما جائزة مع او

حروف عاطفہ میں سے ایک اما بھی ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں۔

وجہ حصر: معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان اما ہوگا یا او، اگر اما ہو تو وہاں معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اما کا لانا واجب ہے اور اگر او ہو تو پھر معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اما کا لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں۔

پہلے کی مثال: جاء نی اما زید و اما عمرو

دوسرے کی مثال: جاء نی زیدا و عمرو، جاء نی اما زید او عمرو

ولا وبل ولكن لا حد هما معينا ولكن لازمة للنفي

حروف عاطفہ میں سے لا، بل اور لکن یہ تینوں احد الامرین کیلئے معین طور پر آتے ہیں یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کی تعیین کیلئے آتے ہیں نہ کہ ابہام کیلئے البتہ ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ لا معطوف علیہ کیلئے جو حکم ثابت کرتا ہے اس کو معطوف سے نفی کیلئے آتا ہے جیسے: جاء نی زید لا عمرو یہاں مجئی (آنے) کا حکم زید کیلئے ثابت ہے اور عمرو سے نفی اور بل اگر کلام مثبت میں ہو تو معطوف کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے جاء نی زید بل عمرو یہاں مجئی کا حکم عمرو کیلئے ثابت ہے اور زید مسکوت عنہ کے درجہ میں ہے گویا زید پر کلام ہوا ہی نہیں نہ نفیا نہ ثبوتا اور اگر کلام منفی میں ہو تو اس میں اختلاف ہے جمہور فرماتے ہیں معطوف میں حکم کو ثابت کرتا ہے اور مبرد کہتے ہیں کہ معطوف میں نفی کو ثابت کرتا ہے پس ما جاء نی زید بل عمرو کے معنی جمہور کے نزدیک بل جاء نی عمرو اور مبرد کے نزدیک بل ما جاء نی عمرو ہوگا۔

حروف تنبیہ

حروف کی ایک قسم حروف تنبیہ ہے اور یہ تین حروف ہیں الا، اما، ھا یہ تینوں حروف جملے کے

شروع میں آتے ہیں تاکہ سامع متکلم کے کلام کو سننے میں غفلت نہ کرے جیسے **الا ،اما ،ھا زید قائم**.

البتہ ان میں سے ھا مفردات یعنی اسمائے اشارات پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے **ھـذا ،ھـذہ، ھولاء**

حروف النداء

حروف کی ایک قسم حروف ندا بھی ہے اور یہ پانچ حروف ہیں (۱) یا (۲) ایا (۳) ھیا (۴) ای (۵) ھمزہ مفتوحہ

یہ حروف طلب اقبال کیلئے آتے ہیں اور ادعو فعل کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

ان میں سے یا عام ہے جو قریب اور بعید دونوں کیلئے آتی ہیں ای متوسط کیلئے آتا ہے اور ھمزہ قریب کیلئے آتا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے ای کو قریب کیلئے کیوں شمار کیا جبکہ یہ متوسط کیلئے آتا ہے؟

جواب: یہاں قریب، بعید کے مقابلے میں ہے اور اس کی ضد ہے یعنی بعید نہ ہو چاہے وہ قریب ہو یا متوسط۔

حروف الایجاب

حروف کی ایک قسم حروف ایجاب بھی ہے اور یہ چھ حروف ہیں

(۱) نَعم (۲) بلیٰ (۳) اَجَل (۴) اِیْ (۵) جَیرِ (۶) اِنّ

ان حروف کو حروف ایجاب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سابقہ مضمون کی تاکید اور ثبوت کیلئے آتے ہیں

فنعم مقررة لما سبقها

حروف ایجاب میں سے پہلا نعم ہے یہ ماقبل مضمون کو ثابت کرتا ہے چاہے ماقبل استفہام ہو یا خبر نفی ہو یا اثبات جیسے **اقام زید** کے جواب میں **نعم** کہا جاتا ہے تو اس کا معنی ہوگا **نعم قام زید**

اور الم یقم زید کے جواب میں نعم کہا جائے تو معنی ہوگا نعم لم یقم زید ۔

وبلی مختصة بایجاب النفی

بلی یہ نفی کے جواب کیساتھ مختص ہے یعنی یہ ماقبل نفی کو مثبت بنانے کیلئے آتا ہے جیسے قرآن مجید میں الست بربکم کے جواب میں بلی آیا ہے ای بلی انت ربنا تو یہاں بلی نے جملہ سابقہ کی نفی کو مثبت بنادیا۔

وای للاثبات بعد الاستفهام ویلزمها القسم

حروف ایجاب میں سے ایک اِیْ بھی ہے یہ استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے اس کے علاوہ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ قسم لازم ہے اور قسم سے مراد لفظ قسم نہیں بلکہ واللہ وغیرہ ہے جیسے کوئی کہے أقام زید تو اس کے جواب میں ای واللہ کہا جاتا ہے۔

واجل وجیر وان تصدیق للمخبر

اجل، جیر اور اِنّ یہ تینوں مخبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں یعنی خبر کی تصدیق کرتے ہیں جیسے کوئی کہے قد اتاك زید تو اس کے جواب میں اجل، جیر اور ان کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی استفہام کے بعد بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن بہت کم اس لئے مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا جیسے یہ شعر

لیت شعری هل للمحب شفاء　　من جوی حبهن ام اللقاء

حروف الزیادة ان وان

حروف کی ایک قسم حروف زیادة ہے اور زیادة کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو کلام سے الگ کر دیا جائے تو اس سے کلام کے مقصودی معنی میں فرق نہ آئے یہ معنی نہیں کہ ان کا فائدہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ان کے ذکر کرنے سے لفظی اور معنوی فائدہ حاصل ہوتا ہے معنوی فائدہ جیسے کلام میں تاکید پیدا کرنا جیسے من استغراقیہ اور لیس کی خبر میں داخل ہونے والی باء جیسے ما من احد یجئنی اور لیس زید بقائم اور لفظی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کلام مزین ہوجاتا ہے ایسے ہی وزن شعری برقرار رکھنے

کیلئے اور شعر کی سجع برقرار رکھنے کیلئے آتا ہے۔

فائدہ: ان حروف کو زائدہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کبھی کبھی زائد بھی ہوتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ ہمیشہ زائد ہوتے ہیں۔

اور یہ کل سات حروف ہیں۔

(۱) اِن (۲) اَن (۳) ما (٤) لا (٥) من (٦) با (۷) لام

فان تزاد مع ما النافية وقلت مع المصدريه

یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو بیان فرمارہے ہیں جہاں جہاں یہ حروف زائد ہوتے ہیں ان میں سے پہلا حرف اِنْ ہے یہ تین مقامات پر زائد ہوتا ہے۔

(۱) ما نافیہ کے بعد اکثر یہ زائد ہوتا ہے اور نفی کی تاکید کیلئے آتا ہے جیسے مذکورہ شعر میں

ما اِنْ مدحت محمدا بمقالتی ولکن مدحت مقالتی بمحمد

اس شعر کے پہلے مصرعہ کے شروع میں ما نافیہ ہے اور اس کے بعد اِنْ زائد ہے۔

ترجمہ: میں نے اپنے مقالے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے مقالے کی تعریف کی ہے۔

(۲) ما مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے لیکن بہت کم جیسے **اجلس ماان جلس زید** اس کی تقدیری عبارت **اجلس زمان جلوس زید** ہے

(۳) لمّا کے بعد بھی زائد ہوتا ہے اور یہ بھی بہت کم ہوتا ہے جیسے **لما ان قام زید قمت**

واَنْ مع لما وبين لو والقسم وقلت مع الكاف

حروف زیادۃ میں سے دوسرا حرف اَنْ ہے یہ بھی تین مقامات پر زائد ہوتا ہے۔

(۱) لمّا کیساتھ ان اکثر زائد ہوتا ہے جیسے **فلما ان جاء البشير**

(۲) قسم اور لو کے درمیان جبکہ قسم مقدم ہو تو وہاں بھی ان زائد ہوتا ہے جیسے **واللہ اَنْ لو قام**

زید قمت

(۳) کاف کے بعد بھی اَنْ زائدہ ہوتا ہے لیکن بہت کم جیسے مذکورہ شعر میں۔

ویوما توافینا بوجہ مقسم   کَاَنْ ظبیۃٍ تعطو الی ناضر السَّلَم

اس شعر میں دوسرے مصرعہ کے شروع میں کان میں جو ان ہے یہ زائد ہے۔

وما مع اذا

حروف زیادۃ میں سے تیسرا حرف ما ہے یہ تین طرح کے مقامات میں زائد ہوتا ہے

(۱) اذا، متی، ای، این اور اِنْ کے بعد زائد ہوتا ہے جبکہ یہ حروف شرط کیلئے ہوں جیسے **اذا ما تخرج اخرج بمعنی اذا تخرج اخرج** اور **متی ما تذھب اذھب، ایا ما تدعو فلہ الاسماء الحسنی، اینما تجلس اجلس، اِما ترِینّ من البشر احدا ای ان ما ترین**

(۲) بعض حروف جر کے بعد بھی ما زائد ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں

(ا) باء کے بعد جیسے **فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم**

(ب) من کے بعد جیسے **مما خطیٰا تھم اغرقوا**

(ج) عن کے بعد جیسے **عما قلیل**

(د) کاف کے بعد جیسے **زید صدیقی کما ان عمرا اخی**

(۳) مضاف کے بعد بھی ما زائد ہوتا ہے لیکن بہت کم جیسے **ایما الا جلین قضیت یعنی ایّ الاجلین قضیت**

ولا مع الواو بعد النفی

حروف زیادۃ میں سے ایک لا بھی ہے اور یہ تین مقامات پر زائد ہوتا ہے

(ا) واو عاطفہ اگر نفی کے بعد واقع ہو تو اس واو کے بعد لا زائد ہوتا ہے چاہے نفی لفظا ہو یا معنا۔

لفظا نفی کی مثال: **ما جاء نی زید ولا عمر**

معنی نفی کی مثال: غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

(۲) ان مصدریہ کے بعد لا زائد ہوتا ہے جیسے ما منعك ان لا تسجد اذامر تك

(۳) قسم سے پہلے بھی لا زائد ہوتا ہے لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے جیسے لا اقسم بھذا البلد

اور مضاف کے بعد لا کا زائدہ ہونا شاذ ہے جیسے اس شعر میں

فی بیر لا حورٍ سریٰ وما شعر　　بافکه حتی اذا الصبح حشر

ومن والباء واللام تقدم ذکرھا

یہ تینوں حروف جارہ ہیں اور یہ کبھی زائد بھی ہوتے ہیں لیکن یہ صرف معنا زائد ہوتے ہیں اور لفظا عمل کرتے ہیں جیسے ما جاء نی من احدٍ، کفی باللهِ اور ردف لکم

باقی تفصیل حروف جارہ کی بحث میں گزر گئی ہے

حرفا التفسیر

حروف کی ایک قسم حروف تفسیر بھی ہے یہ دو حروف ہیں

(۱) ای (۲) ان

ای مفرد اور جملہ دونوں کی تفسیر کیلئے آتا ہے

مفرد کی مثال: جاء نی اخوك ای زید

جملہ کی مثال: زید قطع رزقه ای مات

اور اَنْ خاص ہے معنی قول کیساتھ یعنی ایسے لفظ کیساتھ خاص ہے جو صریح قول نہ ہو لیکن قول کے معنی میں ہو۔ لہذا اَنْ نہ صریح قول کے بعد آتا ہے اور نہ اس لفظ کے بعد جو قول کے معنی میں نہ ہو جیسے نادینہ اَنْ یا ابراھیم ای نادیناہ بلفظ ھو قولنا یا ابراھیم اور اذ اوحینا الی امك ما یوحی اَنْ اقذفیه فی التابوت

حروف المصدر

حروف کی ایک قسم حروف مصدر ہے یہ تین حروف ہیں

(۱)ما (۲)اَنْ (۳)اَنّ

ما اور اَنْ یہ حروف فعل پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں جیسے وضاقت علیهم الارض بما رحبت ای بر حبها اورعجبت ان خرجت

فائدہ: ما کا فعل کیساتھ خاص ہونا سیبویہ کا مذہب ہے دوسرے نحوی حضرات کے نزدیک یہ جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے اگر چہ اسکا وقوع قلیل ہے جیسے بقوا فی الدنیا ماالدنیا باقیة ای مدة بقاء الدنیا اَنّ جملہ اسمیہ کیلئے خاص ہے جملہ فعلیہ پر داخل نہیں ہوتا ہے جیسے اعجبنی انك قائم ای اعجبنی قیامك ہاں جب یہ مخفف ہوتو پھر فعل پر بھی داخل ہوتا ہے (تفصیل حروف مشبہ بالفعل میں گزری ہے)

حروف تحضیض

حروف تحضیض بھی حروف کی ایک قسم ہیں یہ چار حروف ہیں

(۱)الا (۲)هلا (۳)لولا (٤)لوما

یہ حروف ماضی پر داخل ہوں تو فعل کے نہ کرنے پر ندامت اور توبیخ کیلئے آتے ہیں جیسے هلا قرأت القرآن اور مضارع پر داخل ہوں تو تحضیض اور ابھارنے کیلئے آتے ہیں جیسے هلا تتوب قبل الموت

یہ چاروں صدارت کلام کا تقاضہ کرتے ہیں تا کہ کلام کے شروع میں ہی یہ بات معلوم ہو کہ کلام کا تعلق کس نوع سے ہے۔

ویلزمها الفعل لفظا او تقدیراً

ان حروف کو فعل لازم ہے یعنی یہ لازماً فعل پر داخل ہوتے ہیں چاہے فعل لفظوں میں

موجود ہو یا تقدیراً۔

لفظاً کی مثال: هلا تضرب زیداً

تقدیراً فعل کی مثال: هلا زیدا ضربته ای هلا ضربت زیدا ضربته

حروف التوقع قد وهی فی المضارع للتقلیل

توقع کیلئے صرف ایک حرف یعنی قد آتا ہے یہ ماضی پر بھی داخل ہوتا ہے اور مضارع پر بھی۔

قد چاہے ماضی پر داخل ہو یا مضارع پر تحقیق کے معنی اس میں موجود رہتے ہیں پھر اگر ماضی میں داخل ہو تو تحقیق کیساتھ ساتھ تقریب اور توقع کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔

یہ تینوں معنی کبھی اکٹھے بھی ہو سکتے ہیں جیسے قد قامت الصلوة اس میں تحقیق، توقع اور تقریب تینوں پائے جاتے ہیں اور کبھی صرف تحقیق اور تقریب کے معنی ہوتے ہیں اس میں توقع کے معنی نہیں ہوتے جیسے قد رکب زید کہنا (جبکہ سامع کو زید کے رکوب کی توقع نہ ہو)

اور اگر مضارع پر داخل ہوں تو کبھی تحقیق کیساتھ تقلیل کے معنی بھی موجود ہوتے ہیں جیسے ان الکذوب قد یصدق

اور کبھی مضارع میں صرف تحقیق کا معنی پایا جاتا ہے جیسے قد نری تقلب وجهك فی السماء

فائدہ:۔ قد ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے اور اس فعل کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ متصرف ہو، مثبت ہو عوامل ناصبہ اور جازمہ اور حرف تنفیس (سین اور سوف) سے خالی ہو، البتہ کبھی اس کا فعل محذوف بھی ہوتا ہے جیسے شعر افد الترحل غیر ان رکابنا لما تزل برحالنا وکان قد ای وکان قد زالت

حرفا الاستفهام

حروف کی ایک قسم حروف استفہام ہے یہ دو حروف ہیں۔

(۱)ہمزہ(۲)ھل

ان دونوں میں اصل ہمزہ ہے یہ دونوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں جیسے **هل زيد قائم ،هل قام زيد ،ازيد قائم ،أقام زيد**

لیکن ھل اس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جس کی خبر فعل نہ ہو اس وجہ سے ھل زید قام کہنا درست نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ھل قد کے معنی میں بھی آتا ہے اور قد کے بعد فعل لازم ہے لہذا اگر ھل کی خبر فعل آجائے تو اس صورت میں ھل اسم کو چھوڑ کر فعل پر داخل ہوگا۔ ھل کا قد کے معنی میں ہونے کی مثال جیسے **هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا اى قد اتىٰ**

والهمزة اعم تصرفا تقول أزيدا ضربت

ہمزہ تصرف کے اعتبار سے اعم ہے یعنی ہمزہ کا استعمال زیادہ ہوتا ہے کئی مواقع ایسے ہیں کہ جہاں ہمزہ کا لانا درست ہے لیکن ھل کا لانا جائز نہیں جیسے ① **أزيدا ضربت** کہنا جائز ہے **هل زيدا ضربت** کہنا جائز نہیں یعنی فعل کی موجودگی میں ہمزہ کو اسم پر داخل کرنا جائز ہے جبکہ ھل کو اس صورت میں اسم پر داخل کرنا جائز نہیں۔

② استفہام انکاری کیلئے بھی ہمزہ استعمال ہوتا ہے ھل کا استعمال جائز نہیں لهذا **أتضرب زيدا وهو اخوك** کہنا جائز ہے لیکن **هل تضرب زيدا وهو اخوك** کہنا جائز نہیں۔

③ ام متصلہ کیساتھ ہمزہ استفہام ہوتا ہے ھل نہیں ہوتا لهذا **ازيد عندك ام عمرو** کہنا جائز ہے **هل زيد عندك ام عمرو** کہنا جائز نہیں۔

④ حروف عاطفہ میں سے ثم، فاء اور واو پر ہمزہ استفہام داخل کرنا جائز ہے لیکن ھل کو داخل کرنا جائز نہیں جیسے ثم کی مثال: **اَثم اذا ما وقع** فاء کی مثال: **اَفمن كان مؤمنا** واو کی مثال: **اَومن كان ميتا**

حروف الشرط

حروف شرط بھی حروف کی ایک قسم ہے اور یہ تین حروف ہیں۔

(۱)اِنْ (۲) لو (۳)اَمّا

یہ تینوں صدارت کلام چاہتے ہیں۔

فان للاستقبال وان دخل على الماضى

ان استقبال کیلئے آتا ہے یعنی فعل مضارع پر یا ماضی پر داخل ہو کر اس کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے ان تضرب اضرب ان ضربتنی اضربك دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی اگر تو مجھے مارے گا تو میں تجھے ماروں گا۔

ولو عكسه

اور لو اس کے برعکس ہے یعنی صرف ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مستقبل پر داخل ہو جیسے لو ضربت ضربت، لو تضرب اضرب دونوں کا معنی ہے کہ اگر تو مجھے مارتا تو میں تجھے مارتا۔

اور کبھی کبھی لو اِنْ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ولَاَ مة مؤمنة خير من مشركة ولو اعجبتكم

وتلزمان الفعل لفظا او تقديرا

اِنْ اور لو دونوں کو فعل لازم ہے چاہے لفظا ہو یا تقدیراً لفظا کی مثال گزر چکی ہے اور تقدیراً فعل کی مثال وان احد من الشركين استجارك اى ان استجارك

لو کی مثال: ولو انتم تملكون اى لو تملكون

ومن ثم قيل لو انك

اور اس وجہ سے کہ لو فعل کیساتھ خاص ہے تو لو کے بعد اَنّ آئے گا اِنّ نہیں اور یہ اسلئے کہ لو جب فعل پر داخل ہوتا ہے اور فعل فاعل کا تقاضہ کرتا ہے تو اَنّ اپنے مدخول کو ماقبل کیلئے فاعل بناتا ہے

اِنَّ نہیں اسلئے لو کے بعد اَنَّ آئے گا اور اِنّ کے مدخول کا ماقبل کلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسلئے لو کے بعد اِنّ نہیں آ سکتا۔

وانطلقت بالفعل موضع

خبر میں افراد اصل ہے لیکن لو کے بعد جوان ہے اس کی خبر اگر مشتق ہو تو اس کو فعل کیساتھ تبدیل کرتے ہیں تاکہ یہ خبر مطابق ہو جائے اس فعل محذوف کے جس کے عوض میں یہ خبر واقع ہے جیسے لو آنك انطلقت اصل میں یہ لو ثبت انك منطلق تھا، لو کے بعد فعل کو حذف کر دیا تو لو انك منطلق ہوا پھر اس فعل کو حذف کرنے کے بدلے منطلق جو کہ اسم ہے اس کو فعل سے بدل دیا تو لو انك انطلقت ہو گیا۔

فان كان جامدا جاز لتعذره

اگر لو کے بعد انّ کی خبر اسم جامد ہو تو اس کو چونکہ فعل میں تبدیل نہیں کر سکتے اس لئے لو کے بعد ان کی خبر اسم جامد ہی رہے گی جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام اس مثال میں انّ کی خبر اقلام اسم جامد ہے اور اس سے چونکہ فعل مشتق نہیں ہوتا ہے لہذا عذر کی وجہ سے اَنَّ کی خبر اسم جامد لائے ہیں۔

واذا تقدم القسم اول الكلام على الشرط

فائدہ: قسم جواب قسم کا تقاضہ کرتی ہے اور شرط جزا کا، جزا مجزوم ہوتی ہے اور جواب قسم غیر مجزوم۔ اگر کسی جملے میں شرط اور قسم دونوں جمع ہوں اور بعد میں ایک جملہ ہو تو اس جملہ کو جواب قسم قرار دیں یا جزاء؟ (کیونکہ بیک وقت اس کو جزاء اور جواب قسم دونوں نہیں قرار دے سکتے ورنہ ایک ہی جملے کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا لازم آئے گا جو درست نہیں) اسمیں ضابطہ یہ ہے کہ اگر قسم مقدم ہو تو اس جملے کو لفظا جواب قسم قرار دیں گے (اگرچہ معنا یہ جزاء بھی ہوگی) اور فعل قسم کو ماضی لانا ضروری ہوگا تاکہ فعل قسم اور جواب قسم دونوں اس اعتبار سے مطابق ہو جائیں کہ اس پر عمل

اِنَّ نہیں اسلئے لو کے بعد اَنَّ آئے گا اور اِنَّ کے مدخول کا ماقبل کلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسلئے لو کے بعد اِنَّ نہیں آسکتا۔

وانطلقت بالفعل موضع

خبر میں افراد اصل ہے لیکن لو کے بعد جو ان ہے اس کی خبر اگر مشتق ہو تو اس کو فعل کیساتھ تبدیل کرتے ہیں تاکہ یہ خبر مطابق ہو جائے اس فعل محذوف کے جس کے عوض میں یہ خبر واقع ہے جیسے لو انّك انطلقت اصل میں یہ لو ثبت انك منطلق تھا، لو کے بعد فعل کو حذف کر دیا تو لو انك منطلق ہوا پھر اس فعل کو حذف کرنے کے بدلے منطلق جو کہ اسم ہے اس کو فعل سے بدل دیا تو لو انك انطلقت ہو گیا۔

فان كان جامدا جاز لتعذره

اگر لو کے بعد انّ کی خبر اسم جامد ہو تو اس کو چونکہ فعل میں تبدیل نہیں کر سکتے اس لئے لو کے بعد ان کی خبر اسم جامد ہی رہے گی جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام اس مثال میں انّ کی خبر اقلام اسم جامد ہے اور اس سے چونکہ فعل مشتق نہیں ہوتا ہے لہذا عذر کی وجہ سے اَنَّ کی خبر اسم جامد لائے ہیں۔

واذا تقدم القسم اول الكلام على الشرط

فائدہ: قسم جواب قسم کا تقاضہ کرتی ہے اور شرط جزا کا، جزا مجزوم ہوتی ہے اور جواب قسم غیر مجزوم۔ اگر کسی جملے میں شرط اور قسم دونوں جمع ہوں اور بعد میں ایک جملہ ہو تو اس جملہ کو جواب قسم قرار دیں یا جزاء؟ (کیونکہ بیک وقت اس کو جزاء اور جواب قسم دونوں نہیں قرار دے سکتے ورنہ ایک ہی جملے کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا لازم آئے گا جو درست نہیں) اسمیں ضابطہ یہ ہے کہ اگر قسم مقدم ہو تو اس جملے کو لفظا جواب قسم قرار دیں گے (اگر چہ معنا یہ جزاء بھی ہو گی) اور فعل قسم کو ماضی لانا ضروری ہو گا تاکہ فعل قسم اور جواب قسم دونوں اس اعتبار سے مطابق ہو جائیں کہ اس پر عمل

ظاہر نہیں ہوگا کیونکہ ماضی مبنی ہونے کی وجہ سے حروف شرط کے داخل ہونے کے بعد بھی کچھ فرق نہیں ہوتا پھر ماضی عام ہے چاہے لفظا ومعنا ماضی ہو یا صرف معنی جیسے

لفظا کی مثال: واللہ ان اتیتنی لا کرمتك

معنا کی مثال: واللہ ان لم تاتنی لا کرمتك

وان توسط یتقدم الشرط وغیرہ جاز

اگر قسم درمیان کلام میں ہو تو پھر اختیار ہے چاہے بعد والے جملہ کو جواب قسم بنائیں یا جزاء بنائیں اور قسم کو درمیان میں لانے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) شرط کو مقدم کر دیا جائے جیسے ان آتیتنی واللہ لآ تیتك اس مثال میں قسم کا اعتبار کیا ہے اس لئے فعل شرط کو ماضی لایا ہے اور لا تیتك بھی مجزوم نہیں۔

(۲) غیر شرط کو قسم سے مقدم کیا جائے جیسے انا واللہ ان تاتنی اتك اس مثال میں شرط کا اعتبار کیا ہے اس لئے فعل شرط بھی مضارع ہے اور جزاء اتك مجزوم بھی ہے۔

وتقدیرا لقسم کا للفظ

اگر شرط سے پہلے قسم لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ مقدر ہو تو تب بھی وہی حکم ہوگا جو حکم قسم کے لفظوں میں موجود ہونے کا ہے جیسے لئن اخرجوا لا یخرجون معھم

اس مثال میں لام قسمیہ اور ان شرطیہ جمع ہیں اور قسم مقدم ہے اسلئے آنے والے جملے لا یخرجون کو جواب قسم بنایا ہے جزاء نہیں۔ اسلئے کہ اگر یہ جزاء ہوتی تو لا یخرجون مجزوم ہوتا تقدیری عبارت اس طرح ہے واللہ لئن اخرجوا

دوسری مثال: وان اطعتموھم انکم لمشرکون اس کی تقدیری عبارت واللہ ان اطعتموھم انکم لمشرکون ہے یہاں بھی قسم کا اعتبار کیا ہے لہذا فعل شرط کو ماضی لایا ہے اور انکم مشرکون جواب قسم ہے جزاء نہیں اسلئے کہ اگر یہ جزاء ہوتی تو اسکے شروع میں فاء آنا چاہیے

تھا کیونکہ جملہ اسمیہ جب جزاء واقع ہوتو اس کے شروع میں فاء لانا واجب ہوتا ہے۔

وأمّا للتفصيل

حروف شرط میں سے تیسرا حرف اما ہے یہ اجمال کی تفصیل کیلئے آتا ہے اسی لئے اس اما کا تکرار واجب ہے جیسے لقيت اخوتك اما بكر فاكرمني واما زيد فضربني .

اور کبھی صرف ایک قسم پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور دوسری قسم کو چھوڑ دیا جاتا ہے جبکہ مذکور غیر مذکور کی ضد ہو اور اس کی ضد صرف ایک ہی ہو جیسے واما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه تو اس کی ضد یہ ہے کہ واما الذين ليس في قلوبهم زيغ فيتبعون المحكمات کبھی اما استیناف کیلئے بھی آتا ہے جیسے کتاب کے شروع میں جو خطبہ کے اندر ہوتا ہے وہ اما استینافیہ ہوتا ہے۔

والتزم حذف فعلها وعوض

اما کا فعل یعنی شرط ہمیشہ محذوف ہوتی ہے اور اس کے عوض میں اما اور اس کی فاء کے درمیان کلام کے ایک اور جز کو لا کر اسکے قائم مقام بنا دیتے ہیں چاہے وہ جز عمدہ یعنی مبتدا ہو یا فضلہ یعنی ظرف ہو جیسے مبتدا کی مثال: اما زيد فمنطلق اور ظرف کی مثال: اما يوم الجمعة فزيد منطلق

وقيل هو معمول المحذوف مطلقا مثل

ام اور اس کے فاء کے درمیان والا جز کس کا معمول ہوگا اس میں نحاۃ کا آپس میں اختلاف ہے

(۱) سیبوے کے نزدیک ہر حال میں جزا ہوتا ہے اور شرط کے عوض میں ہوتا ہے چاہے اسم کو مقدم کرنا جائز ہو یا نہ ہو۔

(۲) مبرد کے نزدیک یہ ہمیشہ شرط محذوف کا معمول ہوتا ہے۔

(۳) امام مازنی فرماتے ہیں فاء کے بعد والے اسم کو فاء سے مقدم کر سکتے ہیں یا نہیں اگر مقدم نہ کر سکتے ہوں تو امام مبرد کی طرح شرط محذوف کا معمول ہوگا اور اگر مقدم کر سکتے ہوں تو سیبوے

کی طرح جزاء ہوگا

مثال: اما یوم الجمعة فزید منطلق

اس مثال میں یوم الجمعۃ اما کے بعد ہے اب کس کا معمول ہے؟ تو امام مبرد کے نزدیک شرط محذوف کا معمول ہے تو تقدیری عبارت یوں ہے مھما یکن من شی یوم الجمعة فزید منطلق تو مھما یکن نے یوم الجمعۃ میں عمل کیا ہے اور سیبوے کے نزدیک یہ جزا ہے اور اسکی تقدیری عبارت یہ ہے مھما یکن من شی فزید منطلق یوم الجمعة

سوال:۔ وہ کون سا مقام ہے جہاں اما کے بعد والے اسم کو فاء سے مقدم نہ کر سکتے ہوں؟

جواب:۔ فاء کے بعد اگر اِنّ وغیرہ ہو تو فاء کے بعد والے کو فاء سے مقدم نہیں کر سکتے جیسے اما یوم الجمعة فاِنّ زیدا منطلق اسمیں اِنّ کے بعد والے کو فاء سے مقدم نہیں کر سکتے تو امام مبرد کے قول کے مطابق بھی یہ شرط محذوف کا معمول ہوگا۔

حرف الردع کلا وقد جاء بمعنی حقا

حروف ردع یہ صرف ایک حرف کلا ہے یہ ڈانٹ وغیرہ کیلئے آتا ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ فلان یغضبك تو اسکے جواب میں کلا کہا جائے یعنی لیس الامر كذلك، کلا کبھی سوال کے جواب میں رد کیلئے آتا ہے جیسے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کے جواب میں اللہ تعالی نے کلا فرمایا ہے۔ کلا کبھی حقا کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی یہ تحقیق جملہ کیلئے بھی آتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی اس مثال میں کلا تحقیق کیلئے ہے اور حقا کے معنی میں ہے

تاء تانیث الساکنة تلحق الماضی

تائے تانیث ساکنہ یہ بھی حرف کی ایک قسم ہے

مصنفؒ نے ساکنہ کہہ کر ضربتَ یعنی تاء متحرکہ کو خارج کر دیا اور یہ تائے ساکنہ فعل ماضی کیساتھ ملحق ہوتی ہے اور یہ بتانے کیلئے آتی ہے کہ میرا مسند الیہ مؤنث ہے۔

فان کان ظاهر غیر حقیقی

اگر فاعل اسم ظاہر غیر حقیقی ہوتو فعل کو مذکر ومؤنث لانے میں اختیار ہوتا ہے جیسے طلع الشمس اور طلعت الشمس باقی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

اما الحاق علامت التثنية والجمعية فضعيف

یعنی فاعل اسم ظاہر ہوتو علامت تانیث کی طرح تثنیہ وجمع کی ضمیر لانا ضعیف ہے جیسے ضربا الرجلان ،ضربوا الرجال ،ضربن النساء

سوال:۔ مصنفؒ نے ضعیف کیوں کہا ممتنع کیوں نہیں کہا جبکہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر اور تعدد فاعل کی خرابی لازم آتی ہے؟

جواب:۔ یہ ضمیر نہیں بلکہ حروف ہیں، تائے تانیث کی طرح صرف فاعل کی حالت پر دلالت کرنے کیلئے لائے گئے ہیں لہٰذا نہ اضمار قبل الذکر لازم آیا اور نہ ہی تعدد فاعل۔ اسلئے مصنفؒ نے ضعیف کہا ممتنع نہیں کہا۔

التنوين نون ساكنة تتبع

حرف کی ایک قسم تنوین ہے اور تنوین وہ نون ساکنہ ہے جو کلمہ کے آخری حرکت کے تابع ہوتی ہے اور فعل کی تاکید نہیں کرتی۔

تبع حرکۃ کی قید سے من، لدن، لم یکن خارج ہو گئے اسلئے کہ یہ تابع نہیں۔

تنوین فعل کی تاکید کیلئے نہیں آتی اس قید سے نون تاکید خفیفہ خارج ہو گیا کیونکہ یہ نون فعل کی تاکید کیلئے آتا ہے۔

وهو للتمكن والتنكير والعوض والمقابله والترنم

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔تمکن ،تنکیر،عوض ،مقابلہ اور ترنم۔

(۱) تنوین تمکن

تنوین تمکن یہ بتانے کیلئے آتی ہے کہ میرا مدخول متمکن ہے غیر متمکن نہیں جیسے زیدٌ

(۲) تنوین تنکیر

یہ وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسکا مدخول غیر معین ہے جیسے صہٍ اگر اس پر تنوین پڑھیں تو اسکا معنی اسکت سکوتا ما فی وقت ما ہے اور اگر اسپر تنوین نہ پڑھیں تو پھر اسکا معنی اسکت السکوت الآن ہوگا یعنی اب یہ معرفہ ہوگا۔

(۳) تنوین عوض:

تنوین عوض وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے جیسے یومئذٍ، اسمیں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اصل میں یوم اذ کان کذا تھا۔

(۴) تنوین مقابلہ

تنوین مقابلہ یہ جمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے اس کو مقابلہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آتی ہے جیسے مسلماتٍ

(۵) تنوین ترنم

یہ تنوین تحسین کلام کیلئے اشعار اور مصرعوں کے آخر میں آتی ہے جیسے شعر

اقل اللوم العاذلَ والعتابن :: وقولی ان اصبت لقد اصابن

اس شعر کے آخر میں تنوین ترنم ہے یہ اصل میں عتاب اور اصاب تھے لیکن ترنم کی وجہ سے آخر میں تنوین لے آئے۔

ویحذف من العلم موصوفا بابن مضافا الی علم آخر

اگر کوئی اسم ایسا ہو کہ اسکی صفت ابن ہو اور وہ ابن مضاف ہو ایک اور اسم کی طرف تو ابن سے پہلے والے اسم سے تنوین کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زید بن حارث اور یہ تنوین کثرت استعمال کیوجہ سے حذف کردی جاتی ہے۔

فائدہ: ابن اپنے ماقبل کیلئے صفت اور مابعد کیلئے مضاف ہوتا ہے جیسے مذکورہ مثال میں ہے۔

نون التاكيد خفيفة ساكنة ومشددة مفتوحة

نون تاکید کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)نون تاکید خفیفہ (۲)نون تاکید ثقیلہ

نون خفیفہ ساکن ہوتا ہے اسلئے کہ یہ مبنی ہے اور مبنی میں سکون اصل ہے اور نون تاکید ثقیلہ کی دو حالتیں ہیں اسکے ساتھ تثنیہ یا جمع مؤنث کا الف ہوگا یا نہیں اگر الف ہو تو نون تاکید ثقیلہ مکسور ہوگا ورنہ مفتوح ہوگا جیسے اضربانِّ ،اضربنانِّ اور اضربَنَّ ،اضربِنَّ ،اضربُنَّ

تختص بالفعل المستقبل فى الامر والنهى

نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ اس مستقبل کیساتھ خاص ہیں جو امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض یا قسم کے ضمن میں پایا جاتا ہے ماضی یا حال پر داخل نہیں ہوتا۔

امر کی مثال: اضربنَّ، اضربَنْ

نہی کی مثال: لا تضربنَّ، لا تضربنْ

تمنی کی مثال: ليتك تضربنَّ، ليتك تضربنْ

عرض کی مثال: الا تنزلنّ بنا فتصب خيرا

قسم کی مثال: والله لا فعلنّ كذا، والله لا فعلنْ كذا

سوال: نون تاکید ماضی اور حال میں کیوں نہیں آتا؟

جواب: اسلئے کہ نون تاکید شئی مطلوب کی تاکید کیلئے آتا ہے جبکہ ماضی اور حال میں طلب نہیں ہوتی اور مذکورہ امور (یعنی امر، نہی وغیرہ) میں طلب ہوتی ہے اسلئے ان پر داخل ہوتا ہے

وقلت فی النفی

نفی کیساتھ نون تاکید بہت کم استعمال ہوتا ہے اسلئے کہ اصل قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ نون تاکید نفی میں نہ آئے کیونکہ نون تاکید طلب کی تاکید کیلئے آتا ہے جبکہ نفی میں طلب کے معنی نہیں ہوتے لیکن چونکہ نفی کی مشابہت ہے نہی کیساتھ تو اس مشابہت کیوجہ سے نفی میں نون تاکید لانا جائز تو ہے لیکن بہت کم استعمال ہوتا ہے جیسے زید ما یقومنّ

ولزمت فی مثبت القسم

اگر جواب قسم مثبت ہو تو اسمیں نون تاکید کا لانا واجب ہے جیسے تاللہ لا کیدنّ اصنامکم

وکثرت فی مثل اما تفعلن

حرف شرط کیساتھ جب ما زائدہ آجائے تو وہاں نون تاکید بہت استعمال ہوتا ہے لیکن واجب نہیں جیسے اما ترینّ من البشر احدا

وما قبلها مع ضمیر المذکرین مضموم

نون تاکید سے پہلے والا حرف جمع مذکر کے صیغوں میں مضموم ہوگا جیسے اضربُنّ اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ میں مکسور جیسے اضربِنّ اور ان کے علاوہ وہ تمام صیغے جن کے آخر میں الف تثنیہ وجمع نہ ہو مفتوح ہوگا جیسے اضربَنّ۔

تنبیہ:۔ یہ اور اس کے بعد والی بحث علم صرف سے متعلق ہے، اس کی تفصیل وہاں دیکھی جائے

وتقول فی التثنیة

تثنیہ اور جمع مؤنث میں چونکہ نون تاکید سے پہلے الف ہوتا ہے لہذا اس الف کو برقرار رکھا جائے گا جیسے اضربانِّ، اضربنانِّ

ولا تدخلها الخفیفة خلافا لیونس

جمہور نحاۃ کے نزدیک تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون تاکید خفیفہ نہیں آتا اسلئے کہ وہاں اجتماع

ساکنین علی غیر حدہ لازم آتا ہے جو کہ درست نہیں البتہ امام یونس کے نزدیک ان صیغوں میں بھی نون تاکید خفیفہ آتا ہے کیونکہ وہ التقائے ساکنین علی غیر حدہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔

وهما في غير هما مع

ھما ضمیر کا مرجع نون ثقیلہ وخفیفہ ہے اور غیر ھما میں ھما ضمیر کا مرجع تثنیہ اور جمع مؤنث ہے

مصنف" فعل صحیح کے آخر میں نون تاکید کے احکام سے فارغ ہو کر اب معتل کے احکام بیان فرما رہے ہیں تثنیہ مذکر و مؤنث اور جمع مؤنث کے احکام میں فعل صحیح اور معتل میں فرق نہیں اسلئے مصنف" نے ان کو چھوڑ دیا ہے

بقیہ صیغوں کی دو قسمیں ہیں

(۱) وہ جن کے آخر میں ضمیر بارز موجود ہے جیسے جمع مذکر

(۲) دوسرے وہ جن میں ضمیر مستتر ہوتی ہے جیسے واحد مذکر مخاطب

(۱) تو جن صیغوں میں ضمیر بارز ہوتی ہے ان میں نون تاکید کلمہ منفصلہ کی طرح ہے یعنی نون تاکید سے ماقبل کے حذف اور اظہار کرنے میں نون تاکید کلمہ منفصل کی طرح ہے یعنی اگر ان صیغوں کو کسی اور کلمے کیساتھ ملا دیتے تو اسکا آخری حرف اگر محذوف ہوتا تھا تو نون تاکید کے ملانے کے بعد بھی وہ حرف محذوف ہی رہے گا اور اگر دوسرے کلمے کیساتھ ملانے سے وہ حرف ظاھر ہوتا ہو تو نون تاکید کیساتھ ملانے سے بھی وہ حرف ظاہر ہوگا جیسے اغزوا ، ارموا کہ ان کو اگر کسی دوسرے کلمے کیساتھ ملاتے ہیں تو آخری حرف یعنی واو گر جاتا ہے جیسے اغزوالکفار ، ارمو الغرض، اسی طرح ان کے آخر میں نون تاکید لاحق ہونے سے بھی یہ حروف حذف ہوں گے جیسے اغزُنّ ، ارمُنّ ۔ اخشوا کو جس طرح کسی اور کلمہ کیساتھ ملانے سے واو ظاہر ہوتی ہے اسی طرح نون تاکید کے ساتھ بھی ظاہر ہوگا جیسے اخشوُا الرجل اور اخشوُنّ

(۲) اور جن صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے ان میں نون تاکید کلمہ متصلہ کی طرح ہے۔ کلمہ متصلہ سے

مراد یہاں الف تثنیہ ہے یعنی جس طرح الف تثنیہ سے پہلے معتل کا لام کلمہ محذوف نہیں ہوتا اور وہ مفتوح ہوتا ہے اسی طرح نون تاکید سے پہلے بھی حذف شدہ حرف کو واپس لائینگے اور وہ مفتوح ہوگا جیسے واحد مذکر مخاطب کا صیغہ اغز تھا جب اسکے آخر میں نون تاکید لگایا تو اغزوَنّ بن گیا یعنی واو واپس آگیا اور مفتوح ہوگیا یہ ایسا ہے جیسے اگر اغز سے تثنیہ بناتے تو اغزوا بن جاتا اور اسی طرح ارمین، اخشین وغیرہ

ومن ثم قیل هل ترينّ

اور اس وجہ سے کہ ضمیر بارز کیساتھ نون تاکید ایسا ہے جیسے کلمہ منفصلہ اور ضمیر مستتر کے ساتھ ایسا ہے جیسے کلمہ متصلہ (جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا) اسلئے ترَینّ یاء کے فتحہ کیساتھ پڑھیں گے جیسے تثنیہ میں یا مفتوح ہوتی ہے جیسے تریَان

ترُونّ یہ جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اسمیں چونکہ ضمیر بارز ہے اسلئے نون تاکید کلمہ منفصلہ کی طرح ہے اسلئے اس کے واؤ کو ضمہ دیں گے جیسے اگر یہ کسی اور کلمہ کے ساتھ مل جاتا تو واو مضموم ہوتا جیسے لم تروُا القوم یہاں واو مضموم پڑھا جاتا ہے۔

ترِینّ یہ واحد مؤنثہ مخاطب کا صیغہ ہے اسمیں ضمیر بارز ہے نون تاکید کے متصل ہونے کی وجہ سے حذف شدہ یا کو واپس لائے ہیں جیسے لم تریِ الناس میں

اغزونّ یہ واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہے ضمیر مستتر ہونے کی وجہ سے واو کو واپس لاکر فتحہ دیا ہے۔

اغزنّ یہ جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے ضمیر بارز ہونے کی وجہ سے واو کو واپس نہیں لائے جیسے اغزوا القوم میں واو نہیں پڑھا جاتا۔

اغزِنّ یہ واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کا صیغہ ہے اسمیں یاء حذف ہوتی ہے جیسے اگر یہ کسی اور کلمہ سے متصل ہوتا تو یا محذوف ہوتی جیسے اغزِی القوم

والمخفة تحذف للساكنين

التقائے ساکنین کی وجہ سے نون خفیفہ کو گرا دیتے ہیں شعر

لا تهين الفقير علّك ان   ترکع یوما والدهر قد رفعه

ترجمہ: ہرگز کسی فقیر کی توہین نہیں کر اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ زمانہ کسی دن تجھے جھکا دے اور اسے بلند کرے۔

یہ اصل میں لا تهينن الفقير تھا ہمزہ درمیان کلام واقع ہونے کی وجہ سے گر گیا اب الفقیر کا لام بھی ساکن اور نون خفیفہ بھی ساکن التقائے ساکنین کی وجہ سے نون خفیفہ کو گرا دیا تو لا تهين ہو گیا۔

وفی الوقف فیرد ما حذف

وقف کی حالت میں نون خفیفہ گر جاتا ہے لہذا نون خفیفہ کے الحاق کی وجہ سے جس حرف کو گرا دیا جاتا ہے اس حذف شدہ حرف کو وقف کی حالت میں واپس لانا واجب ہے جیسے اغزُوا (صیغہ جمع مذکر مخاطب) کے آخر میں نون خفیفہ کی وجہ سے اغزُنْ ہو گیا تھا وقف کی حالت میں نون کو حذف کر کے دوبارہ اغزُوا پڑھنا واجب ہے۔

والمفتوح ما قبلها تقلب الفا فقط

نون تاکید سے پہلے اگر فتحہ ہو تو اس کو وقف کی صورت میں الف سے تبدیل کر کے پڑھتے ہیں جیسے اضربن سے اضربا

یہ اسلئے کہ نون تاکید خفیفہ تنوین کے مشابہ ہوتی ہے اور تنوین کو وقف کی صورت میں الف سے تبدیل کرتے ہیں لہذا مشابہت کی وجہ سے نون خفیفہ کو بھی وقف کی صورت میں الف سے تبدیل کریں گے جیسے ابداً کو وقف کی حالت میں ابدا پڑھا جاتا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العلمين، وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلى اله واصحابه وازواجه واهل بيته اجمعين.

اللهم اغفرلى والوالدى ولاساتذتى ولجميع المؤلفين الذين استفدت من كتبهم ولجميع اقربائى ولجميع المسلمين والمسلمات.

برحمتك يا ارحم الراحمين.

اللهم اغفر للكاتب ووالده ولمن سعى ونظر فيه